

حریف اشرفی شمولیات و حیحی، نثر جانی شدہ ہدیہ الیہ نشین

اشرف الہدایہ

شرح اردو

ہذا ایۃ



مکتبہ
مولانا محمد رفیع الرحمن
کراچی

مکتبہ
مولانا جمیل احمد سکس روڈ صوفی
کراچی

مکتبہ
ذوالفقار علی خان
کراچی

1371/1380

شریح احکام نمازات و حج، عمرہ و قربان و صوم و زکوٰۃ

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (الفردوس)
اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہیں راہِ راست لگا دیتے ہیں

اشترِفُ الْهَدَايَةَ

شرح اردو

هَذَايَةَ

جلد دوم

باب صفۃ الصلوٰۃ

باب اصلوٰۃ فی الکعبۃ

تالیف: مولانا جمیل احمد سکروڈھی

مدرسہ دارالعلوم دیوبند

طابعون و ناشر: مولانا محمد عظیم اللہ

لیکچر ورائٹرز چیمبر، لاہور

ڈیوٹی رائٹر: سید محمد رفیع
2213768

دَلَالَةُ الشَّاعَةِ

فہرست عنوانات

۲۳	کتاب صِلَۃ الصَّلَوة
۲۳	نماز کے فرائض
۲۶	نماز کے واجبات
۲۷	نماز کا طریقہ، تکبیر تحریر شرط ہے یا نہیں، اقوال فقہاء
۲۸	ہاتھوں کو تکبیر کے ساتھ اٹھانا سنت ہے
۲۹	ہاتھوں کو کانوں کی لو کے برابر یا کندھوں تک اٹھایا جائے گا۔ اقوال فقہاء
۳۱	عورت کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائے گی
۳۲	اللہ اکبر کی جگہ دوسرے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ لینے کا حکم۔ اقوال فقہاء
۳۳	فارسی میں قرأت کرنے کا حکم، اقوال فقہاء و دلائل
۳۵	اللہم اعظیٰ لیٰ کے ساتھ نماز شروع کرنے کا حکم
۳۶	نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ، اور ہاتھ کہاں باندھے جائیں۔ اقوال فقہاء
۳۸	شامہ میں کیا پڑھا جائے۔ اقوال فقہاء
۳۹	تعوذ کی شرعی حیثیت، موضع تعوذ، تعوذ کے الفاظ
۴۱	تسبیہ
۴۱	تعوذ، تسبیہ، آمین سر اُکھی جائے یا جبراً۔ اقوال فقہاء و دلائل
۴۳	قرأت فاتحہ وضم سورۃ رکن ہے یا نہیں۔ اقوال فقہاء و دلائل
۴۴	امام اور مقتدی کے لئے آمین کہنے کا حکم۔ اقوال فقہاء و دلائل
۴۶	امام اور مقتدی دونوں آمین سر اُکھیں گے، اور آمین کا صحیح تلفظ
۴۷	رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کہنا
۴۸	رکوع کی تکلیف اور رکوع کی تسبیح
۴۹	امین رکوع سے سر اُکھتے ہوئے سَمِعَ اللہُ یَمُنُ حَمْدُہُ کَبَّ اور مقتدی رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہے۔ اقوال فقہاء و دلائل

۵۱

تومہ کا حکم، جہد میں جانے اور اس سے اٹھنے کا طریقہ اور جلسہ کا حکم، اقوال فقہاء، ودلائل

۵۳

جہد کی کیفیت (طریقہ)

۵۴

ہنگ اور پیشانی پر جہد کرنے یا کسی ایک پر اکتفا کرنے کا حکم، اقوال فقہاء، ودلائل

۵۶

چٹائی کے بل پر اور فاضل کپڑے پر جہد کرنے کا حکم

۵۶

ادوں بازوؤں کو جہد میں کشادہ رکھے

۵۷

جہد میں دینے کو رانوں سے دور رکھے

۵۷

پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رکھے

۵۸

جہد کی تصحیح

۵۹

عورت کے لئے جہد کا طریقہ

۵۹

جہد سے اٹھ کر دوسرے جہد میں جانے کا طریقہ، جلسہ کا حکم، اقوال فقہاء، ودلائل

۶۰

جہد سے قیام کی طرف جانے کا طریقہ

۶۱

دوسری راکعت مکمل کرنے کی کیفیت

۶۲

رفع یرین کا حکم، اقوال فقہاء، ودلائل

۶۳

تعدہ میں بیٹھنے کی ہدایت

۶۴

تشہدائین مسعود

۶۷

تعدہ اولیٰ میں مقدار تشہد پر اضافہ نہ کرے

۶۷

آخری دو رکعتوں کے پڑھنے کا طریقہ

۶۸

تعدہ اخیرہ و تعدہ اولیٰ کی مانند ہے

۶۹

تشہد کی شرعی حیثیت، اقوال فقہاء، ودلائل

۷۱

ماثورہ و منقولہ دعاؤں کے پڑھنے کا حکم

۷۱

لوگوں کے کلام کے مشابہ اور عید سے اجتناب کرے

۷۲

ہائیں یا نہیں سلام پچیس، سلام میں نیت کس کی کرے

۷۳

مقتدی سلام میں امام کی نیت بھی کرے گا یا نہیں

- ۷۴ منکر اسلام میں کس کی نیت کرے، اقوال فقہاء
- ۷۴ امام اسلام میں ملائکہ اور مقتدیوں دونوں کی نیت کرے
- ۷۵ **فصل فی القراءۃ**
- ۷۶ جہری قراءت کن نمازوں میں ہوگی، منظرہ کے لئے جہر کا حکم
- ۷۷ سری قراءت کن نمازوں میں ہوگی، امام مالک کا نقطہ نظر
- ۷۸ امام جعد اور عیدین میں جہر قراءت کرے، دن اور رات کے نوافل میں جہر کا حکم
- ۷۸ جہری نماز کی قضا میں بھی جہر قراءت ہوگی
- ۷۹ عشا کی پہلی رکعت میں سورت ملائی فاتحہ نہیں پڑھی یا فاتحہ پڑھی اور سورت ساتھ نہیں ملائی تو اس کے لئے کیا حکم ہے
- ۸۱ فاتحہ اور سورت جہر پڑھے
- ۸۲ جہر اور اخفاء کی تعریف
- ۸۳ کم سے کم قراءت کی وہ مقدار جس سے نماز درست ہو جائے، اقوال فقہاء، دو اہل
- ۸۳ حالت سفر کی نماز میں قراءت کا حکم
- ۸۵ حالت نماز میں پڑھنی نماز میں قرأت کی مقدار
- ۸۶ ظہر کی نماز میں قراءت کی مقدار
- ۸۶ عصر اور عشا میں اوسط مفصل کی قراءت مغرب میں قصار مفصل کی قرأت
- ۸۷ پڑھنی پہلی رکعت دوسری رکعت کی نسبت لمبی ہو
- ۸۸ حکم کی دو کیفیتیں برابر ہوں یا کم زیادہ، اقوال فقہاء
- ۸۹ قرأت کے لئے سورۃ معین کرنے کا حکم
- ۸۹ قراءت خلف الامام کی شرعی حیثیت، اقوال فقہاء، دو اہل
- ۹۱ امام کی قراءت کے وقت مقتدی کے لئے حکم
- ۹۳ **باب الامامۃ**
- ۹۳ جماعت کی شرعی حیثیت
- ۹۴ منسوب امامت کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟

- ۹۵ مہارستہ میں سب برابر ہوں تو مستحق امامت کون ہے؟
- ۹۶ علم اور قزاق میں سب برابر ہوں تو مستحق امامت کون ہے؟
- ۹۶ علم، قزاق اور تقویٰ میں سب برابر ہوں تو مستحق امامت کون ہے؟
- ۹۷ تمام دنیا بیانی، فاسق اور ناپسند کی امامت کا حکم
- ۹۸ امامت کے لئے کن امور کی رعایت کا خیال رکھنا ضروری ہے
- ۹۸ عورتوں کی جماعت کا حکم
- ۹۸ ایک مقتدی ہو تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہو
- ۱۰۰ دو مقتدی ہوں تو امام مقدم ہو جائے
- ۱۰۰ مردوں کے لئے عورت اور بچے کی اقتداء کا حکم
- ۱۰۲ صفوں کی ترتیب کیسے ہوگی؟
- ۱۰۳ مسئلہ محاذات
- ۱۰۳ امام نے محاذی عورت کی امامت کی نیت نہ کی ہو تو اس کا حکم
- ۱۰۶ محاذات کی شرائط
- ۱۰۷ عورتوں کے لئے جماعت کی نماز میں شرکت کا حکم
- ۱۰۷ بوجہ عورتوں کے لئے جماعت میں شرکت کا حکم۔ اقوال فقہاء
- ۱۰۹ ظاہر کے لئے مستثنیٰ کی اقتداء کا حکم
- ۱۰۹ قاری کے لئے امی اور کچھ نہ سمجھنے والے کے لئے ننگے کی اقتداء کا حکم
- ۱۰۹ متوجہ نہیں کے لئے مقتسم کی اقتداء کا حکم۔ اقوال فقہاء
- ۱۱۰ ناطقین کے لئے حج کی اقتداء کا حکم
- ۱۱۱ قائم کے لئے قاعدی کی اقتداء کا حکم
- ۱۱۱ منوی کے لئے منوی کی اقتداء کا حکم
- ۱۱۳ راجع اور ساجد کے لئے منوی کی اقتداء کا حکم
- ۱۱۳ منظرش سے لئے متقلب کی اقتداء کا حکم

- ۱۱۳ ایک فرض والے کے لئے دوسرے فرض والے کے پیچھے نماز کا حکم
- ۱۱۴ مطلق کے لئے مفسر میں کی اقتدا کا حکم
- ۱۱۵ ایک شخص نے امام کی اقتدا کی پھر معلوم ہوا امام محدث ہے اس کے لئے کیا حکم ہے
- ۱۱۵ قراہ اور امیوں کے لئے امی کی اقتدا کا حکم
- ۱۱۷ قاری اور امی کے لئے الگ الگ نماز پڑھنے کا حکم
- ۱۱۷ امام نے اور کہتیں چہ جائیں پھر آخری دو میں امی کو مقدم کر دیا تو کیا حکم ہے
- ۱۱۸ ثَابِتُ الْحَدَّثِ فِي الصَّلَاةِ
- ۱۱۸ امام کو نماز میں محدث لاحق ہو جائے تو کیا کرے بنا کا حکم
- ۱۲۰ احتیاط افضل ہے
- ۱۲۰ مفسر کو نماز میں محدث لاحق ہو جائے تو کیسے مکمل کرے
- ۱۲۱ وہ شخص جس نے بحالت نماز گمان کیا کہ وہ محدث ہو گیا ہے وہ اپنی جگہ سے پھر گیا پھر اسے معلوم ہوا کہ وہ محدث نہیں تو اس کے لئے کیا حکم ہے
- ۱۲۲ امام نے محدث گمان کر کے کسی کو خلیفہ بنا دیا پھر ظاہر ہوا کہ محدث نہیں ہوا تھا تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے
- ۱۲۳ متصل دوران نماز جھٹوں یا جھٹک یا ہوش ہو گیا نماز کا حکم
- ۱۲۳ امام قراءت سے عاجز ہو گیا اس حالت میں دوسرے کو اس نے آگے بڑھا دیا خلیفہ بنانے کا حکم، اقوال فقہاء
- ۱۲۳ امام فرض قراءت کرنے کے بعد عاجز آ جائے تو خلیفہ بنانے کا حکم
- ۱۲۵ تشبیہ کے بعد محدث لاحق ہو تو نماز مکمل کیسے کرے
- ۱۲۵ تشبیہ کے بعد محدث لاحق کیا یا کلام کیا یا منافی صلوات مکمل کر لیا کیا نماز مکمل ہو جائے گی؟
- ۱۲۵ متعین نماز میں پانی دیکھ لے نماز باطل ہے
- ۱۲۶ مسائل اثنا عشر
- ۱۲۸ امام کو حالت نماز میں محدث لاحق ہوا تو مسبوق کو خلیفہ بنانا، جائز الہتہ درک کو خلیفہ بنانا، اولیٰ ہے
- ۱۲۹ مسبوق خلیفہ بن جائے تو نماز مکمل کہاں سے کرے
- ۱۳۰ امام کو محدث لاحق نہیں ہوا اور تشبیہ تشبیہ کے بعد تشبیہ لگایا بعد امدت لاحق کیا تو نماز کا کیا حکم ہے

- ۱۳۲ رکوع اور کھدے میں جس کو حدیث لاحق ہو جائے تو نماز کا کیا حکم ہے
- ۱۳۲ امام رکوع کھدے میں حدیث لاحق ہو جائے تو اس نے خلیفہ بنایا، خلیفہ نے اس سے رکوع کھدہ کرے
- ۱۳۳ نمازی کو رکوع یا کھدہ میں آیا کہ اس پر رکوع یا کھدہ باقی ہے اس کے لئے کیا حکم ہے
- ایک سی شخص کی امامت کر رہا تھا اور اسے حدیث لاحق ہو گیا اور مسجد سے نکل گیا تو مقتدی امام ہے خواہ امام اول نے خلیفہ بنانے کی نیت کی ہو یا نہیں
- ۱۳۴ ثَابِتُ مَا يُفْسِدُ الصَّلَاةَ وَمَا يَكُونُ فِيهَا
- ۱۳۵ نماز میں کلام کرنے سے خواہ معاذ ہو یا سبنا نماز باطل ہوگی یا نہیں، اقوال فقہاء وادائل
- ۱۳۷ نماز میں کراہنا اور رونا خواہ خشیت سے ہو یا تکلیف اور درد سے مفسد صلوٰۃ ہے یا نہیں
- ۱۳۹ نماز میں کھانا سنا سذر سے ہو یا بغیر سذر کے اسی طرح چھینچکے اور ذکار لینے کا حکم
- ۱۳۹ نماز میں چھینچک کا جواب دینا مفسد صلوٰۃ ہے
- ۱۴۰ نمازی کا اپنے امام کے علاوہ کو قنہ دینے کا حکم
- ۱۴۱ مقتدی کا اپنے امام کو قنہ دینے کا حکم
- ۱۴۲ قنہ دینے میں جلد بازی سے کام لیا اور امام دوسری آیت کی طرف منتقل ہو گیا تو قنہ دینے والے کی نماز کا حکم
- ۱۴۲ نماز میں کسی کو "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کے ساتھ جواب دینے کا حکم
- ۱۴۳ اگر دوسرے کو نماز میں ہونے پر خیر دار کرنے کے لئے کلمہ یا آیت پڑھی تو بالا جماع نماز فاسد نہیں ہوگی
- ۱۴۳ عہدہ کی ایک رکعت پڑھنے کے بعد عصر یا نفل میں شروع ہوا تو عہدہ کی نماز باطل ہو جائے گی
- ۱۴۳ عہدہ کی ایک رکعت پڑھنے کے بعد دو بارہ عہدہ میں شروع ہوا تو پہلی پڑھی ہوئی رکعت محسوب ہوگی
- ۱۴۵ نماز میں مصحف سے کچھ کر پڑھنا مفسد صلوٰۃ ہے یا نہیں، اقوال فقہاء
- ۱۴۶ نماز میں مکتوب پڑھنے کا طرفہ کچھ کرنا سے کچھ لیا تو یہ بالا جماع مفسد صلوٰۃ نہیں
- ۱۴۷ عورت کا نمازی کے سامنے سے گزرنا مفسد صلوٰۃ نہیں
- ۱۴۸ سحر (میدان) میں نماز پڑھنے والے کے لئے سترہ قائم کرنا مستحب ہے
- ۱۴۹ نمازی سترہ اپنے قریب کاڑھے سترہ لگانے کا طریقہ
- ۱۵۰ امام کا سترہ مقتدی کے لئے کافی ہے

- ۱۵۰ سترہ گز سے زیادہ کا اعتبار ہے ڈال دینا اور خط کھینچنا کافی نہیں
- ۱۵۰ نمازی سترہ کی عدم موجودگی میں گزرنے والے کو دفع کرے
- ۱۵۱ فصل
- ۱۵۱ تعمرو بات نماز
- ۱۵۱ نماز میں کپڑے، بدن سے کھیلنا اور عیث کام مکروہ ہے
- ۱۵۲ نککریوں کو پٹنے کا حکم
- ۱۵۲ نماز میں انگلیاں ہٹانا اور کھوکھوں پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے
- ۱۵۳ گردن موڑ کر دائیں بائیں التفات کرنا مکروہ ہے
- ۱۵۴ کتے کی طرح بیٹھنا اور بازؤں کو زمین پر بچھا دینا بھی مکروہ ہے
- ۱۵۴ نماز میں سلام کا جواب دینے کا حکم
- ۱۵۵ نماز میں چار زانو بیٹھنے اور بالوں کو گوندھنے کا حکم
- ۱۵۶ نماز میں کپڑے کو سینہ اور سدل کرنا مکروہ ہے
- ۱۵۶ نماز میں جان بوجھ کر یا بھول کر کھانا چٹا مفید صلوٰۃ ہے
- ۱۵۷ امام کا مسجد میں کھڑا ہونا اور جگہ خراب میں کرنا مکروہ نہیں ہے، مکمل خراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے
- ۱۵۸ بیٹھ کر باتیں کرنے والے کی پیٹھ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں
- ۱۵۸ نمازی کے سامنے مصحف یا تلواریں ہونی ہو تو کوئی حرج نہیں
- ۱۵۹ تصویر والے بچھونے پر نماز پڑھنا مکروہ نہیں
- ۱۶۰ نمازی کے سر کے اوپر تہیت میں یا سامنے یا دائیں بائیں تصویریں ہوں تو مکروہ ہے۔
- ۱۶۱ سر کی یا سر میں تصویر کے حکم میں نہیں
- ۱۶۲ نماز تصویر والے جگہ یا بچھونے پر ہو تو نماز مکروہ نہیں
- ۱۶۲ تصویر والے لباس میں نماز مکروہ ہے
- ۱۶۳ غیر ذی روح کی تصاویر مکروہ نہیں
- ۱۶۳ اور ان نماز موڈی جانوروں کے مارنے کا حکم

- ۱۶۴ نہ زمیں آیات اور تجویحات کا شمار کرنا مکروہ ہے
- ۱۶۵ خارج نماز کے مکروہ بات کا بیان
- ۱۶۵ بیت الخلاء میں فرج کے ساتھ استقبال قبلہ اور اسناد پار قبلہ مکروہ ہے
- ۱۶۶ مسجد کی چوٹ پر مٹی، پیشاب پانی نہ بکھرا، جو نجی ہے
- ۱۶۷ مسجد کی چوٹ پر پیشاب کرنا مکروہ نہیں
- ۱۶۷ مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہ ہے
- ۱۶۸ مسجد و چوٹ بکھرنی، سونے کے پانی کے ساتھ غسل کرنا جائز
- ۱۶۹ بَابُ صَلَوةِ الْوُثْرِ
- ۱۶۹ وتر کی شرطیں ہیں اقوال فقہاء و دلائل
- ۱۷۱ وتر کی تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھی جائیں
- ۱۷۲ قنوت وتر کب پڑھی جائے؟ رکوع سے پہلے یا بعد میں اقوال فقہاء
- ۱۷۳ قنوت وتر چار سال پڑھی جائے گی امام شافعی کا نقطہ نظر
- ۱۷۳ وتر کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ کا پڑھی جائے گی
- ۱۷۴ قنوت پڑھنے کا طریقہ
- ۱۷۵ وتر سے ماوراء قنوت کا حکم، اقوال فقہاء
- ۱۷۵ قنوت نازل چرائی نہ زمیں پڑھی جائے گی اور مقتدی کے لئے قنوت پڑھنے کا حکم اقوال فقہاء
- ۱۷۷ بَابُ الْمَوَاقِفِ
- ۱۷۸ سنن اور نوافل کا بیان سنن مؤکدہ اور غیر مؤکدہ کی تعداد رکعات
- ۱۷۹ ان اور رات کے واقف کی تعداد رکعات
- ۱۸۴ قنوت کا بیان فرض میں قنوت کا حکم امام شافعی کا نقطہ نظر ۱۰۰ مل
- ۱۸۶ فرض کی آخری دو رکعتوں میں قنوت کا حکم
- ۱۸۶ نوافل میں قنوت کا حکم

۹۔

نفل شروع کرنے کے بعد فاسد کرنے سے قضا کا حکم

نوافل کی پھر رخصتیں پڑھنا شروع کیں پہلی دو میں قرات کی اور بعد ازاں وہی بھی یہ پھر "خری" رخصتوں کو نہ سہارا، یا تو تثنی

۱۸۸

رخصتوں کی قضا لازم ہے

۱۸۹

پھر رخصتیں پڑھیں اور کسی میں بھی قرات نہیں کی کتنی رخصتوں کا اہل دو رخصتہ احوال فقہاء

۱۹۲

پہلی دو رخصتوں میں قرات کی آخری دو میں قرات نہیں کی یا اہل دو "خری" میں قضا لازم ہے

۱۹۳

"خری" میں قرات کی پہلی دو میں نہیں کی یا اہل دو پہلی دو رخصتوں کی قضا لازم ہے

پہلی دو "خری" دو میں سے ایک میں قرات کی اسی طرح "خری" اور پہلی دو میں سے ایک میں قرات کی اسی طرح پہلی دو

۱۹۳

میں سے ایک میں اور "خری" دو میں سے ایک میں قرات کی تثنی رخصتوں کی قضا لازم ہے

۱۹۴

پہلی رخصت کے بعد دوسری رخصت میں قرات نہیں کی تثنی رخصتوں کی قضا لازم ہے احوال فقہاء

۱۹۵

قدرت علی اقصیٰ سے دو جو، بیرون نفل پڑھنے کا حکم

۱۹۶

کھڑے ہو کر نفل شروع کئے پھر بغیر ہڈی کے بیٹھ کر مکمل کر کے کا ضمہ احوال فقہاء

۱۹۷

شیر سے باہر چوپائے پر نفل پڑھنے کا حکم احوال فقہاء

۱۹۸

سواری پر نفل شروع کئے پھر اتر کر اسی پر بنا کر کے کا ضمہ اسی طرح اتر کر ایک رخصت پڑھی پھر سواری پر بنا کر کے کا ضمہ

۲۰۱

فصل فی قیام رمضان

۲۰۱

نماز تراویح کے لئے اجتماع مستحب ہے، نماز تراویح کی رخصت

۲۰۳

تراویح کی جماعت کی شرعی حیثیت

۲۰۴

فیہ رمضان میں وتر کی جماعت کا حکم

۲۰۶

ماں باؤ و احباب القربیٰ

۲۰۶

سنت پڑھنے کے دوران فرائض کی جماعت شروع ہو جائے تو نمازی کے لئے یا ضمہ ہے

۲۰۶

تین رخصتیں پڑھ چکا تھا پھر جماعت کھڑی ہوئی تو چوتھی رخصت مانے کا ضمہ

۲۱۰

خبر کی سنت ایک رخصت پڑھی پھر جماعت کھڑی ہوئی

۲۱۱

اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کا حکم

۲۱۲

اذان ہونے کے بعد غلطی اور غلطی نماز پڑھ چکا تھا تو مسجد سے نکلنے میں کوئی حرج نہیں

۲۵۶

تندرست کے نماز کے بعد ہر شے کی چھ مرض حق کو یہ چیز پھیل کرے

حالت مرض میں بیٹھ کر گدڑ پر چڑھی اور کوکبہ و اشارہ سے کیا پھر تندرست ہو گیا کھڑے ہو کر پہلی نماز پڑھ کر سکتا

۲۵۷

نہ نہیں، اقوال فقہاء

۲۵۷

نہ نہیں، فقہاء فقہاء تندرست ہے پھر میں روح مجیدہ پڑھتا رہتا ہوں، تحقیق کے لئے اس سے نماز پڑھتا

۲۵۷

نہ نہیں، تندرست ہے پھر میں لگان تو کیا صبر ہے

۲۵۸

خیر، خدا کے بعد نماز پڑھنا ضروری ہے

۲۵۹

شکی میں خیر، خدا کے بعد نماز پڑھنا ضروری ہے، اقوال فقہاء

۲۶۰

یہ قیاسی ہے، نماز میں سب ہوشی طاری رہی تو قنات ہے اور اس سے زیادہ میں نہیں

۲۶۲

بَابُ فِي سَجْدَةِ التَّلَاوَةِ

۲۶۲

قرآن مجید میں کل تین سجدے ہیں اور ان میں سے دو تہ میں ہیں

۲۶۲

معاذ اللہ یہ سجدے ان پودوں میں ہیں جو پڑھنے کے بعد اس سے استدلال کیات اور مصحف شریف میں معتد ہے

۲۶۳

ان تمام مواضع میں قرآنی اور سمیع پر چھ تلاوت ہے

۲۶۵

ما فیہ تین سجدے تلاوت کی تو اہم مقتدی پر چھ تلاوت ہے، اہم مقتدی سے آیت چھ تلاوت کی تو چھ تلاوت کا حکم

۲۶۷

نماز سے ہر آیت چھ تلاوت کرنے والے پر چھ تلاوت لازم ہے

نماز میں کسی قیام سے شخص سے چھ تلاوت کی آیت سنی جو ان کے ساتھ نماز میں نہیں ہے نماز میں یہ نماز کے بعد

۲۶۷

چھ کر کے یا نہیں

۲۶۸

نماز میں چھ تلاوت یہ قیام چھ تلاوت نہیں

۳۶۸

چھ تلاوت اور لازم ہے نماز چھ تلاوت

ما فیہ آیت چھ تلاوت کی اور ایسے شخص نے سنی جو نماز میں نہیں تھا اہم سے چھ تلاوت کے بعد نماز میں

۲۶۹

نہ نہیں، چھ تلاوت نہیں

۲۶۹

نہ نہیں، چھ تلاوت نہیں، چھ تلاوت نہیں، چھ تلاوت نہیں، چھ تلاوت نہیں

نہ نہیں، چھ تلاوت نہیں، چھ تلاوت نہیں، چھ تلاوت نہیں، چھ تلاوت نہیں، چھ تلاوت نہیں

۲۷۰

نہ نہیں، چھ تلاوت نہیں

- ۲۷۱ آیت کجہ کی تلاوت کی پھر کجہ و یا نماز میں ۱۰ بار آیت کجہ کی تلاوت کی اب پہلے والا کجہ کافی نہیں
- ۲۷۱ ایک مجلس میں نبی ہر آیت کجہ کی تلاوت کی تو ایک ہی کجہ کافی ہے
- ۲۷۳ سامع کی مجلس بدل گئی تلاوت کرنے والے کی مجلس نہیں بدلی تو سامع پر کجہ کجہ ہے نہ کہ تلاوت کرنے والے پر
- ۲۷۳ کجہ کرنے کا طریقہ
- ۲۷۵ نماز یا عید نماز میں سورۃ پڑھنے سے ۱۰ رات آیت کجہ کچھ بڑا ضرور ہے
- ۲۷۵ باب صَلَوةُ الْمَسَاہِرِ
- ۲۷۶ نہ شرقی کی مسافت
- ۲۷۷ متوسطہ رات کا معنی ہے
- ۲۷۷ اور میں نے مجلس کی رقی معنی نہیں
- ۲۷۸ قہ نماز کی شرقی حیثیت
- ۲۷۹ اور قہ کے بجائے اتمام یا تو کیا صحیح ہے
- ۲۷۹ قہ نماز کی حالت شروع کرنے
- ۲۸۱ متبر پڑھنے سے کہتے ہیں کہ اقامت کی نیت ضروری ہے
- ۲۸۳ ایک شے سے آج کل نکلنے کا ارادہ کیا لیکن ۱۰ سال تک ٹھہرا یا تو نماز قہ پڑھنے کا
- ۲۸۳ شرعی ارادہ میں اقامت کی نیت معنی ہے یا نہیں
- ۲۸۴ اور ۱۰ حد میں اسلامی لشکر نے پانچویں پر قصد کیا اور اقامت کی نیت کی تو ان کی نیت معنی ہوئی یا نہیں
- ۲۸۵ مسافر نے نئے مقیم کی اقتداء کا حکم
- ۲۸۵ مسافر نے فوت شدہ نماز کی اقتداء کا حکم
- ۲۸۶ مسافر قیامین کا امام بن سکتا ہے
- ۲۸۷ ۱۰ یا فاما میں نے یہ مناسبت سے لکھا تھا اَصْلًا لَمْ يَكُنْ لَهَا قَوْلٌ مِّنْ سَبْقَةٍ
- ۲۸۸ مسافر شہر میں انیس ہو جائے تو مکمل نماز پڑھے اور چاقا اقامت کی نیت نہ کرے
- ۲۸۸ وطن اقامت وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے

- ۲۸۹ مسافر کے لئے وہ شہر میں اقامت کی نیت کا اعتبار نہیں
- ۲۹۰ نئی نماز گاہ میں قہر پڑھنی چاہی اور نئی نماز گاہ میں قہر پڑھنی چاہی
- ۲۹۰ نئی رخصت طہیج اور حائضہ و نفوس کے لئے ہے یا نہیں، اقوال فقہاء
- ۲۹۱ مائت ضلوفہ الجمعۃ
- ۲۹۳ شرائط صحت جمعہ
- ۲۹۵ مئی میں جمعہ کا حکم
- ۲۹۶ شرائط صحت اداء، پہلی شرط سلطان ہے
- ۲۹۷ شرائط اداء میں سے ایک شرط وقت ہے
- ۲۹۸ تیسری شرط خطبہ ہے
- ۲۹۹ کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا حکم
- ۳۰۰ خطبہ میں اگر پڑا خطبہ پڑھا ہے یا نہیں، اقوال فقہاء
- ۳۰۱ شرائط جمعہ میں سے ایک شرط جماعت ہے
- ۳۰۲ امام کے رکوع اور کھڑے ہونے پہلے لوگ چل دیے اور صرف عورتیں اور بچے روئے تو تکبیر نماز کا کیا حکم ہے، اقوال فقہاء
- ۳۰۳ ان افراد پر جمعہ فرض نہیں
- ۳۰۴ ان پر جمعہ فرض نہیں اگر انہوں نے جمعہ پڑھا تو وقتی فرض اور پڑھنے کا
- ۳۰۴ وہ کون جمعہ کی امامت کرا سکتا ہے
- ۳۰۵ کسی نے جمعہ کے دن تکبیر کی نماز امام سے پہلے پڑھ لی اور کوئی عذر مانع بھی نہیں تھا تو ایسا کرنا مکروہ ہے یا تکبیر کی نماز
- ۳۰۵ مہولی یا نہیں، اقوال فقہاء
- ۳۰۶ نماز پڑھنے والا جمعہ کی طرف چل پڑے تو تہجد چل ہو جائے گی یا نہیں، اقوال فقہاء
- ۳۰۸ معذرت کے لئے جمعہ کے دن شہر میں تکبیر کی نماز جماعت سے پڑھنے کا حکم
- ۳۰۸ اس نے امام و جموں بقیہ نماز میں پڑھا یا نہیں پڑھئے اور جمعہ کی نماز

- ۳۰۹ اگر امام کو تشہید یا جحدہ سو میں پایہ توحید کی بنا درست ہے یا نہیں، اقوال فقہاء
- ۳۱۰ امام جب خطبہ کے لئے اٹھے تو لوگ نماز اور کلام ترک کریں گے یا نہیں، اقوال فقہاء
- ۳۱۱ بیعت و شہادۃ ان اہل پرستش مردیں
- ۳۱۲ بَابُ الْغُيُودِ
- ۳۱۳ عید الفطر مقرر ہونے کا راز
- ۳۱۴ عید قربان کے مقرر ہونے کی وجہ
- ۳۱۵ نماز عید کی شرعی حیثیت
- ۳۱۶ عیدین میں مسنون اعمال
- ۳۱۷ صدقہ عیدین کی تاریخ کا وقت
- ۳۱۸ عید کا وہ میں عیدین نماز سے پہلے غسل پڑھنے کا حکم
- ۳۱۹ نماز عید کا وقت
- ۳۲۰ عیدین نماز کا طریقہ
- ۳۲۱ عیدین میں رفع ایدین کا حکم
- ۳۲۲ نماز عید میں کھڑے ہونے کا حکم
- ۳۲۳ نماز عید کے لئے عید کی نماز کا وقت، اُسرے کا حکم
- ۳۲۴ عید الفطر کی مستحبات
- ۳۲۵ راستہ میں جہر انکبیر کہنے کا حکم
- ۳۲۶ کسی شخص کی وجہ سے پچھون عید نہیں پڑھی تو دوسرے دن یا چوتھے دن پڑھیں
- ۳۲۷ اہل عرفہ کے ساتھ مشابہت کا حکم
- ۳۲۸ فَصْلُ فِي تَكْثِيرَاتِ التَّشْرِيفِ
- ۳۲۹ عیدین کے تشریف کا بیان، عیدین کے تشریف کا آغاز، بوجہ اور اہل عرفہ کا بوجہ
- ۳۳۰ عیدین کے تشریف کا بیان، عیدین کے تشریف کا وقت

بَابُ صَلَوةِ الْكُوفِ

۳۲۸

سورج نکلنے کی نماز کا طریقہ

۳۲۹

نبی اور ہر اوقات کے حکم

۳۳۰

نہ نہ بعد دعا کا حکم

۳۳۱

اہم چیز صلوٰۃ الکوف کی امانت کرے

۳۳۲

چند نیکوین میں جماعت کا حکم

۳۳۳

بَابُ الْإِسْتِغْنَاءِ

۳۳۳

نہ زاستغناء کی جماعت کا حکم

۳۳۴

ساعتین کا نقطہ نظر

۳۳۵

جماعت اوقات کا حکم

۳۳۶

نہ زاستغناء میں خطبہ کا حکم

۳۳۷

قبور پر جو نماز کرنے کا حکم

۳۳۸

بَابُ صَلَوةِ الْحَوْفِ

۳۳۸

صوۃ الحوف پڑھنے کا طریقہ

۳۳۹

اہم مقیم ہو تو نماز کا کیا طریقہ ہے

۳۴۰

حالت نماز میں قتل کا حکم

۳۴۱

سواری پر نماز پڑھنے کا حکم

۳۴۲

بَابُ الْخَبَائِرِ

۳۴۲

میت پر نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ

۳۴۳

نماز جنازہ کے فرض علی الکفایہ ہونے کا راز

۳۴۴

قریب احرام کو جس نیست پڑنا چاہئے

۳۴۵

فصل فی الغُسل

۳۴۳

۳۴۴

میت کو غسل دینے کا طریقہ

۳۴۵

۱۰۰۰۔ تہجد پہ خوشبو لگانے کا حکم، میت کو نکلتی کرنے، ناخن اور بال کاٹنے کا حکم

۳۴۸

فصل فی التَّكْفِيفِ

۳۴۸

۱۰۰۱۔ لئے مسنون کفن

۳۴۹

۱۰۰۲۔ چادر میں پادشہ دہلوی کے لئے کفن

۳۴۹

کفن پہننے کا طریقہ

۳۵۰

عورت کا مسنون کفن

۳۵۱

کفن پہنانے کا طریقہ

۳۵۱

کفن کو خوشبو لگانے کا حکم

۳۵۲

فصل فی الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ

۳۵۲

میت کی نماز جنازہ پڑھانے کا حقدار کون ہے

۳۵۳

غیر ولی نے نماز جنازہ پڑھائی تو ولی اعادہ کر سکتا ہے

۳۵۴

۱۰۰۳۔ میت پر نماز جنازہ پڑھی گئی ہو قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

۳۵۵

نماز پڑھنے کا طریقہ

۳۵۷

امام میت کے سینے کے برابر کھڑا ہو

۳۵۸

سواری پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

۳۵۹

نماز جنازہ کے لئے ولی سے اجازت لینے کا حکم

۳۵۹

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

۳۶۰

۱۰۰۴۔ جس شخص پر میت کی میت نہ ہو تو نماز جنازہ پڑھ دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی

۳۶۱

۱۰۰۵۔ میت پر میت نہ ہو تو نماز جنازہ پڑھ دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی

ہاڈ کا مسلمان ولی سے شمس اور کھن دے گا اور کھن کرے گا

۳۶۲

فَصْلٌ فِي حُمْلِ الْحَارَةِ

۳۶۳

بنو زواغ نے کاہن بنو زواغ نے کاہنیت

۳۶۴

قبر میں جتنے سے پہلے جیتنے کا ضم

۳۶۵

فَصْلٌ فِي الدَّفْنِ

۳۶۵

دفن کاہن قبر میں دفن ہے یا شق

۳۶۵

قبر میں رکھنے والا کوئی دعا پڑھے اور کیا عمل کرے

۳۶۶

قبر میں پکی لخت ہنری لگائے کا ضم

۳۶۷

بَابُ الشَّهَادَةِ

۳۶۸

شہید قریب

۳۶۹

سریوں اور غیوں اور ڈاکوں کے ہاتھوں قتل ہونے والے کا ضم

۳۷۰

جنی شہید و قتل دینے کا ضم، اقوال فقہاء

۳۷۰

شہید سے کون نہ پانچ ہے اور نہ پانچ ہے اس کا ضم، ازاں اشیاء ماری جا میں

۳۷۲

اشیاء قریب

۳۷۳

شہد میں پانچ ہے اسے متکون سے شمس کا ضم

۳۷۴

حد و قصاص میں قتل ہونے والے و شمس، اپنے اور اس پر بنو زواغ پر جتنے کا ضم

۳۷۵

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ

۳۷۶

ہب میں نماز و شمس و قتل اور اسے کا ضم، اقوال فقہاء

۳۷۶

ہب میں نماز سے راجح نماز پانچ ہے کا ضم

۳۷۷

۳۷۸

”نہد حرام میں بنا عت کے ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ

۳۷۸

دفعہ بعدی پست پر نماز پڑھنے کا قسم، اور مشرقی کا نقطہ نظر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ

ترجمہ (۲) نماز کی صفت (کے بیان میں) ہے

اب تک نماز کے وسائل اور مقدمات کا بیان تھا اب یہاں سے مقصود یعنی نماز کو ترک کر دینا ہے۔

میں فتنے کے نزدیک وصف اور صفت دونوں مترادف ہیں اور دونوں مصدر ہیں جیسے وحط اور حطوا۔ متکلمین میں سے ہمارے علماء نے نزدیک وصف و صفت کا کلام ہے اور صفت و وصف ہے جو وصف کے ساتھ تکرار ہوتا ہے۔ پس زبید القلم نزدیک کا وصف ہے نہ کہ صفت اور اس کا معنی جو اس کے ساتھ تکرار صفت ہے نہ کہ وصف۔

رہا یہ کہ یہاں صفت سے یہ مراد ہے۔ سوا بارے میں اختلاف ہے۔ صاحب حنا یہ ہے کہ کلمہ یہ ہے کہ صفت سے مراد مذکر لفظی دو کیفیت ہے جو اس کے اراکین اور عوارض سے حاصل ہوا اور بعض کا خیال یہ ہے کہ صفت سے مراد وہ امور ہیں جو اس باب میں مذکور ہیں جن کی وجہات 'فرائض' 'اشن' اور مندرجات اس صورت میں صفت کی اضافت صلوات کی طرف اضافت جزائی الکل کے قبیہ سے ہوئی۔ کیونکہ صفات مذکورہ میں سے ہر صفت نماز کا جز ہے۔

اور فیض سے کہا کہ یہاں مضامین محذوف ہے قدری عبارت ہے، باب حقہ اجزاء اہل صلیہ کا اس صورت میں صفت سے مراد کیفیت ہوں یعنی یہ باب نمبر ۱ کے اجزاء کی کیفیت (و جوہر فرضیت و غیرہ) کے بیان میں ہے۔

نماز کے فرائض

فَرَأَى الصَّلَاةَ شِدَّةَ التَّخْرِيمَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَرَكَعَكَ وَالْعُرَادَ بِهِ تَكْسِيرُهُ الْإِفْتِاحَ وَالْقِيَامَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَفُتُّوا لَهُ قَاسِينَ وَالْقِرَاءَةَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى قَافِرَةً وَأَمَاتِيسَ مِنَ الْقُرْآنِ وَالرَّكُوعَ وَالسُّجُودَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَازْجَعُوا وَاسْجُدُوا وَالْقَعْدَةَ فِي أَجْرِ الصَّلَاةِ مَقْدَارَ التَّشْيِيدِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَمَسُّعُودُ حِينَ عَلِمَهُ التَّشْيِيدُ إِذَا سُبَّ هَذَا أَوْ فَعَلَتْ هَذَا فَقَدْ نُسِئَتْ صَلَاتَكَ عَنَّا التَّحَامُ بِالْفِعْلِ فَرَأَى أَوَّلَهُ يَقْرَأُ

ترجمہ اور مرز کے فرائض چھ ہیں (۱) تحریر کیونکہ باری تعالیٰ نے فرما دیا ہے ربی بزرگی بیان کر۔ اور عجب سے مراد نماز و شوق کرنے کی نیت ہے (۲) قائم اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور کھڑے ہو اللہ تعالیٰ کے واسطے بحالت خشوع (۳) قرأت اس لئے کہ اللہ رب اعزت نے فرمایا قرآن جس قدر آسان ہو پڑھو (۴۳-۵) رکوع اور توجہ کیونکہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے اور روع کر۔ اور تہجد و روع (۶) تحریر میں شہد کی قسم اللہ تعالیٰ ہے اس لئے کہ حضور نے جب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہد کی قسم دی تو فرمایا کہ جب تو نے یہ بیان اس کو نہایت سہولت سے نہ کر دے گا تو میری قسم حضور نے اسے نہ کر دیا اور یہی فعل پر معلق آیا ہے (خواہ) چھ چھ بیوی نہ چھ بیوی۔

یہاں قیاس کا ذکر نہ کیا تھا کہ امام قدس سرہ فرماتے ہیں کہ قیاس سے تو تک اعداد کے استعمال کا قاعدہ یہ ہے کہ معدود اگر مذکور ہو تو معدود مؤنث ہوگا اور اگر معدود مؤنث ہے تو معدود مذکر ہوگا۔ اور اس جہد فرائض (معدود) فريضۃ کی جمع ہے اور فريضۃ مؤنث ہے اس وجہ سے معدود مذکر آنا چاہیے تھا۔

جواب یہاں فرائض فرض کی تاویل میں کر لیا گیا اور فرض جمع ہے فرض کی اور فرض مذکر ہے ہذا سب کو مؤنث ۱۱ کا قاعدے کے مطابق ہونا واجب نہ یہ نہ لکھا ہے کہ بعض نسخوں میں فرائض الصلوٰۃ مؤنث ہے پس اس نسخہ کی بنا پر سرے سے کوئی اشکال واقع نہیں ہوگا۔

دوسری بات کہ مصنف نے فرائض الصلوٰۃ کیوں کہا ارکان الصلوٰۃ کیوں نہیں ذکر کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ فرائض عام ہے جو ارکان اور غیر ارکان (شرائک) سب کو شامل ہے۔ اور یہاں تحریر جو مذکور ہے وہ رکن صلاۃ نہیں بلکہ جواز صلاۃ کی شرط ہے اور قعدہ وغیرہ اگرچہ فرض نہیں لیکن رکن اس میں نہیں اور رکن اصلی نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قعدہ وغیرہ پہلی رکعت میں مشروع نہیں کیا گیا۔ بہر حال مصنف نے قعدہ فرائض کی جگہ ارکان ذکر کرتے تو تحریر یہ وغیرہ کو شامل نہ ہوتا۔ اس سے ایسا لفظ ذکر کیا گیا جو سب کو عام ہو۔

فرض وہ ہے جس کا کرنے دلیل قطعی سے لازم ہو یا ماس سے کہ وہ رکن ہے یا شرط اور رکن وہ ہے جو نہ رکنی ماہیت میں داخل جزو ہو۔ (البحر الرائق) اور کبھی اس کو بھی فرض کہہ دیا جاتا ہے جو نہ رکن ہو اور نہ شرط ہو۔

نماز کا پہلا فرض نماز سے فرائض میں سے اول تحریر یہ ہے اور لغت میں تحریر کہتے ہیں "حغل الشیء محروماً" وہی کسی کو محروم بنانا۔ یہاں تحریر تکبیر اور ان کا نام ہے کیونکہ تکبیر اولیٰ ان تمام چیزوں کو حرام کر دیتی ہے جو اس سے پہلے مباح تھیں۔ اس سے برخلاف دوسری تکبیروں کی یہ شان نہیں ہے۔

حادثہ ان اہم سے کہہ کہ تکبیر کو تحریر کہہ مجازی ہے اس سے کہ تحریر بذات خود تکبیر نہیں بلکہ اس سے تحریر ثابت ہو جاتی ہے اور اسی حرف "ن" سے یہ ثابت کا اشارہ ہے "مفاتیح الصلوٰۃ الطہور و نحریمہا التکبیر و تخلیلہا التسلیم" (ابوداؤد ترمذی) نماز کی کئی قسطیں ہیں اور تحریر اس کی تکبیر ہے اور اس کی تخلیل تسلیم ہے۔

تکبیر تحریر کی فرضیت پر چند باتیں ہیں۔ اول تکبیر تحریر پر حضور ﷺ کا بخشتی فرمانا ہے اور بغیر ترک کے کسی چیز پر آپ ﷺ کا بخشتی فرمانا واجب کی حاکمیت ہے دوم اجماع ہے کیونکہ آپ ﷺ کے زمانے سے آج تک تکبیر اولیٰ کے وجوب میں کسی کا اختلاف منقول نہیں ہے۔

تیسری بات یہ کہ قائل "وربک فکبر" (سورۃ ۲) آیت میں اللہ اکبر کہہ کر اسے کیونکہ مروی ہے "انہ لفاضل قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ اکبر فکبرت خدیجۃ و فرحت و انقضت انہ الوخی" یعنی جب یہ آیت اترتی تو رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ اللہ اکبر جس حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی تکبیر کہی اور خوش ہوئیں اور یقین کیا کہ یہ وحی ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ قاضی مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس سے مراد تکبیر تحریر ہے نہ کہ کبر۔ صیغہ عام ہے اور امر کا موجب وجوب ہے اور یہ بات باجماع ثابت ہے کہ خدا رکن صلاۃ کوئی تکبیر واجب نہیں ہے ہاں متعین ہو گیا کہ اس سے تکبیر نہی زمرہ اور تکبیر تحریر کے۔ وہ باجماع نماز میں کوئی تکبیر واجب نہیں ہے ہاں متعین ہو گیا کہ اس سے مراد تکبیر تحریر ہے۔

دوسرا فرض: قیام ہے یعنی فرض نماز اور دو اور جو ملحق بفرض ہوں مثلاً نماز نہ ران کو کھڑے ہو کر پڑھنا فرض ہے بشرطیکہ قیام اور سجدہ

کرنے پر قادر ہو۔ اور اگر قیام کر سکتا ہے مگر جہد نہیں کر سکتا تو اس کے لئے بیعت کرنا اشارہ ہے۔ چنانچہ بہت ہے۔ قیام کے فرض ہونے کی دلیل ہادی اعلیٰ کا قول "وَقُولُوا لِلّٰہِ فَانِیْشِ" (البقرہ ۲۰۸) یعنی کہو: "یہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہی ہے۔ خصوصاً یہ موشی قنوت کے معنی اطاعت کرنا اور بعض کے نزدیک خشوع اور بعض کے نزدیک سکوت اور خاموشی۔

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ قنوت کے معنی نماز میں حوالہ قیام کے ہیں۔ آیت سے استدلال اس طور ہو گا کہ خداوند قدس نے قیام کا امر فرمایا ہے اور امر واجب کے لئے آتا ہے اور نہ رنج نماز یا تحقق قیام واجب نہیں پس ثابت ہو گیا کہ قیام نماز میں واجب (فرض) ہے۔

تیسرا فرض: قراءت ہے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "قَالَ فَاذْكُرُوا مَا تَعْلَمُونَ" (الزلزال ۲۰) ہے۔ چنانچہ استدلال یہ ہے کہ قراءت کا حکم بعینہ امر ہے اور امر واجب کے لئے آتا ہے اور نماز کے ہر باب میں قراءت فرض نہیں اس لئے نماز میں قراءت کا فرض ہونا ثابت ہو گیا۔ یہی بات کہ قنوت مقداریہ فرض ہے! اس بارے میں "فضل القنوت" میں مفصل ذکر کیا جا چکا ہے۔

چوتھا فرض: رکوع اور پانچواں: سجود ہے۔ دلیل ہادی تعالیٰ کا قول "وَاذْكُرُوا مَا تَعْلَمُونَ" (الزلزال ۲۰) ہے۔ یعنی رکوع اور سجود کرنا۔

چھٹا استدلال وہی ہے جو سابق میں گذر چکی کہ رکوع اور سجود کا حکم بعینہ امر ہے اور امر کا موجب وجوب ہے۔ جنس حضرات کا کہنا ہے کہ اسلام کے شروع زمانے میں کچھ لوگ جہد کرتے تھے مگر رکوع نہیں کرتے تھے اور کچھ رکوع کرتے تھے مگر جہد نہیں کرتے تھے پس ان کو حکم کیا گیا کہ رکوع اور جہد کے ساتھ نماز پڑھو۔

فائدہ: نماز کے ارکان کتاب اللہ میں متفرق کر کے مشروع کئے گئے ہیں چنانچہ کسی آیت میں رکوع اور جہد کا بیان ہے۔ دوسری میں قراءت کا اور کسی میں قیام وغیرہ کا۔ صاحب شریعتا یہ سب کا مباح ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ دوسرا جہد واجب نہیں یعنی جنس میں یہ سب کا ثبوت دلیل قطعی سے نہیں ہوا۔

اور بعض فقہاء کا قول ہے کہ دوسرے جہد کی فرضیت بالجماع ثابت ہے حتیٰ کہ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو ترک کر دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ مگر فرمایا کہ ہر رکعت میں تکرار سجود نہ کرنا رکوع اور جہد کی تثنیٰ خلاف قیاس ثابت ہے۔

اور بعض نے کہا کہ پہلا جہد (آقا) کے حکم کی تعمیل کے لئے ہے اور دوسرا ائین و رسم اور امثال کرنے کے لئے ہے کیونکہ اس نے اللہ کے حکم کے باوجود ازراہ تکبر جہد نہیں کیا تھا۔

اور جنس کا قول یہ ہے کہ پہلا جہد فلا فہو اور دوسرا للشیء ہے۔ جنس نے کہا کہ پہلا جہد ایمان کی وجہ سے ہے اور دوسرا ایمان کی وجہ سے۔

اور جنس نے کہا کہ پہلے جہد سے انسان کی ابتداء پیدائش کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے اس کی حالت بلایا کی طرف اشارہ ہے جیسے کہ ہادی حدیث کے قول "مِنْهَا حَلَقَتُكُمْ وَفِيهَا نَعَيْتُكُمْ وَمِنْهَا نَخَّرُكُمْ قَارَةُ اخْرٰی" (اد ۵۵) میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

چھٹا فرض: جہد تشہد بعد از آخرہ ہے یعنی اتنی مقدار میں فرض ہے جس میں "الصحیحات سے عبودہ ورسولہ" تک پڑھنا ممکن ہو۔ اس سے یہ ثابت کہ ان میں جہد اور اہم طوکی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انی النبی ﷺ احدہ جہد

سب دایہ نے اس عبارت کے آخر میں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ سنت سے مراد ثابت یا مستند ہے اور چونکہ واجب بھی سنت سے ثابت ہوتا ہے اس لئے واجبات پر سنت کا اطلاق کر دیا گیا۔

لینے سے سب دایہ کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں جمع میں التمام واجب لازم آتا ہے اس طور پر کہ سنت سے سنن مراد بین بطریق حقیقت ہے اور واجبات مراد بین بطریق مجاز ہے پس چونکہ یہاں دونوں مرادیں اس لئے حقیقت اور مجاز کو جمع کرنا لازم آئے گا۔

جواب: مصنف قدوری نے قال فہو مستغنیٰ مراد ثابت یا مستند ہے اور واجبات اور سنن جو اس باب میں مذکور ہیں وہ اس فقہ حنفی بطریق حقیقت داخل ہیں یعنی بین حقیقتہ واجبہ و اجنبیہ کا اشکال واقعی نہیں ہوگا۔

مصنف دایہ نے واجبات ثابت کر کے فرمایا کہ جیسے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور فاتحہ کے ساتھ سورۃ مدہ واجب ہے۔ اور جو انصاف ایک رکعت میں تحریر شروع ہوئے ہیں ان میں ترتیب کی رعایت رکھنا بھی واجب ہے چنانچہ اگر کسی نے بھول کر رکعت اولیٰ کا دوسرا سجدہ چھوڑ دیا اور کھڑے ہو کر نماز پوری کر لی پھر اس کو یاد آیا تو وہ متروک کھدوا کر کرے اور ترک ترتیب کی وجہ سے سجدہ فہم کرے۔ یہ یاد آنا سلام سے پہلے ہو یا سلام کے بعد بشرطیکہ کوئی منہ صلوٰۃ امر پیش نہ آیا ہو۔

اور یہاں فقہ فقہاء اخیر میں تشدید پڑھنا تر میں داخل قنوت پڑھنا معین بن یحییٰ بن اور یحییٰ بن زید میں پڑھنا اور منیٰ بن زید میں اخذ کرنا بھی واجب ہے جبکہ وجہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک ترک کرے تو سب کو سب واجب ہوگا۔

فائدہ: یہاں واجب سے مراد یہ ہے کہ جس کے بغیر نماز درست ہو جائے لیکن اس کے سوا ترک سے سجدہ سب واجب ہوتا ہے۔ اور سنت سے مراد یہ ہے کہ جس کو حضورؐ نے مواظبت کے ساتھ کیا ہو اور بغیر مذکور بھی ترک نہ کیا ہو جیسے شام و عشاء و غیرہ۔

نماز کے پندرہ آداب ہیں اور نماز میں اب وہ ہے جس کو حضورؐ نے بھی بھاریا ہو اس پر مواظبت نہ فرمائی ہو۔ جیسے رکوع اور سجدہ میں تین پرستی کی زینتی اور قنوت سنوٹ سے زائد قنوت کرنا۔

نماز کا طریقہ، تکبیر تحریر یہ شرط یا نہیں، اقوال فقہاء

وَاِذَا شَرَعَ فِي الصَّلٰوةِ كَثُرَ لِمَا فُلُوْنَا وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيْرُ وَهُوَ شَرْطٌ عِنْدَنَا جَلًا لَا يَلْتَفِتُ فِيْهِ حَتّٰى اَنْ اُتٰ مِنْ بَعْثَرٍ لِّلْفَوْصِ كَانَ لَهٗ اَنْ يُّؤَدِّيَ بِهَا النُّطُوْعَ وَهُوَ يَقُوْلُ اَنْهُ يَشْرَطُ لَهَا مَا يَشْرَطُ لِسَائِرِ الْاَوْثَانِ وَهَذَا اَبَدُ الزَّكَاةِ وَلَمَّا اُغْطِ الصَّلٰوةُ عَلَيْهِ فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلِّ وَتَقْنِطُ الْمُتَعَاوِرَةِ وَهِيَ لَا يَتَكَبَّرُ كَتَكْبَارِ الْاَوْثَانِ وَمُزَاعَاةُ الشَّرَاطِطِ لِمَا يَنْصَبُ بِهِ مِنَ الْقِيَامِ

ترجمہ: ۱۔ جب نماز شروع کرے تو تکبیر سے اس آیت کی وجہ سے جو ہم نے جماعت میں اور حضورؐ نے فرمایا نماز کی تحریر تکبیر ہے اور یہ ہمارے نزدیک شرط ہے اور شافعی کا خلاف ہے حتیٰ کہ جوئی قاضی کا تحریر یہ ہمارے تو اس وجہ سے کہ ان تحریر سے نقل اور اگر سے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ تحریر یہ ہے نہ ہو وچیز شرط ہے جو دوسرے ارکان کے لئے شرط ہے اور یہ بات اس کے رکن ہونے کی حد مت ہے اور ہماری مثال یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے قول و ذکر اسمہ و نہ فصلی میں تکبیر مذکور نہ رکھنا مکلف کیا گیا ہے اور مکلف کا متعلق معنی یہ ہے اور اس وجہ سے تکبیر تحریر نہیں ہوتی جیسا کہ دوسرے ارکان تحریر ہوتے ہیں۔ اور شرط اشکال کی رعایت اس

قیام کی وجہ سے ہے جو اس سے ساتھ متصل ہے۔

تشریح مسئلہ جب نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے نماز خواہ فرض ہو خواہ نفل تو تکبیر تحریر ہے۔ پھر کہے جس آنکھی نے بیچ کر تکبیر کہی پھر کھڑا ہو گیا تو وہ نماز شروع کرنے والا نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص نماز میں شرکت کے ارادے سے یا حالانکہ امام شروع میں ہے جس کے اپنی پشت بھگتا ہوئے تکبیر کہی تو اس صورت میں اگر یہ شخص تکبیر کہتے وقت قیامت قریب تر ہے تو جائز ہے وہ نہ نہیں۔ اور اگر کسی نے امام شروع میں پایا پھر اس نے شروع کے ارادے سے کھڑے ہو کر تکبیر کہی تو تکبیر جائز ہے کیونکہ اس کا ارادہ غلو ہے اور حالت قیام میں اس کی تکبیر تحریر ہے۔ قیامت قیامت کی۔

اہل ۱۰ آیت سے جو سابق میں مذکور تھے یعنی ورنک فکتو المذنب ۱۳ اور دوسری دلیل حضور ۱۴ کا قول "تغیر لفظها التکبیر" ہے۔ صاحب جہاد نے کہا کہ تکبیر تحریر ہے۔ ہر ایک شرط ہے اور امام شافعی کے نزدیک رکن ہے۔ شرک و اختلاف اس طرح ظاہر ہوگا کہ اگر ایک تکبیر تحریر ہے اس لئے فرض ہے کہ تحریر سے نکل ادا کرنا جائز ہوگا۔ اور امام شافعی کے نزدیک چونکہ رکن ہے اس لئے فرض ہے کہ تحریر سے نکل ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ ہر ایک شرط ہے کہ ایک شرط کے ساتھ متعدد دلائل ۱۵ اگرچہ جائز ہے لیکن ایک رکن کے ساتھ جائز نہیں۔ ہر ایک تکبیر تحریر ہے رکن ہونے پر امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ تکبیر تحریر ہے لے ہو وچیز شرط ہے جو دوسرے ارکان کے لئے شرط ہے جیسے حیرت مسرت استقبال قبلت اور وقت یعنی یہ چیز جس طرح قیامت قیامت رکن اور بعد وہیہ و ارکان کے لئے شرط ہیں اس طرح تکبیر تحریر ہے لے بھی شرط ہیں اور جس چیز کے لئے وہ باتیں شرط ہوں جو تمام ارکان کے لئے شرط ہیں تو یہ اس چیز کے رکن ہونے کی علامت ہے یعنی دوسرے ارکان پر قیاس کر کے اس کو بھی رکن قرار دیا جائے گا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے قول "و ذکر اسمہ رتہ فصلی" ۱۶ میں نماز کا مطلق ذکر اسم و باری تکبیر تحریر ہے یا ہے اور مطلق ذکر نام کرتا ہے معافیت کا معنی مطلق مایہ اور مطلق کے درمیان تو یہ ضروری ہے۔

جس تکبیر کو رکن مانا جائے۔ تو کل کا مطلق جز پر لازم آئے گا اور چونکہ کل اس جز کو بھی شامل ہے اس لئے عطف شنسی و علی نفسہ لازم آئے گا اور یہ ناجائز ہے۔ اس وجہ سے ہم نے کہا کہ تکبیر تحریر نہیں بلکہ شرط ہے اور چونکہ شرط شنی سے خارج ہوتی ہے اس لئے تکبیر تحریر اور نہ مذکور در میان ہی ہوگا اور مطلق درست ہوگا پس ثابت ہو گیا کہ تکبیر تحریر مذکور کی شرط ہے نہ کہ رکن۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح دوسرے ارکان نماز میں ضرور ہوتے ہیں تکبیر تحریر ہو کر نہیں ہوتی جس سے اس بات کی حاکمیت ہے کہ تکبیر تحریر رکن نہیں ورنہ دوسرے ارکان کی طرح تکبیر تحریر ہو کر رہتی۔

وضو اعفاء الشراط - امام شافعی کی دلیل کا جواب ہے جواب کا حاصل یہ ہے کہ مذکور و شراط (طہارت، مسرت و غیرہ) رکنیت تکبیر سے نہیں ہے بلکہ قیام جو تحریر سے متصل ہے اس کے لئے ہے اور وہ رکن ہے جس سے اس سے تحریر کا رکن ہونا ثابت نہیں ۱۷۔

ہاتھوں کو تکبیر کے ساتھ اٹھانا سنت ہے

و يرفع يديه مع التكبیر وهو سنة لأن النبي عليه السلام و اطب عليه و هذا اللفظ ينشئ الى اشتراط المقارعة

ترجمہ اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنے دونوں کانوں کی لمبائی پر ملا دیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک اپنے دونوں کندھوں تک اٹھائے اور اسی اختلاف پر قوت کی تکبیر عید کی تکبیر اور جنازہ کی تکبیر ہے۔ امام شافعی کی دلیل ابو حمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے فرمایا کہ حضور ﷺ جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں کندھوں تک اٹھاتے۔ اور ہماری دلیل وائل بن جریزؒ اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کانوں کے مقابل اٹھایا کرتے اور اس وجہ سے کہ ہاتھ کا اٹھانا بہرے آدمی کو خیر دینے کے واسطے ہے اور یہی طریقہ ہے جو ہم نے کہا ہے اور وہ حدیث جس کو ابو حمید نے روایت کیا اس کو کندھ کی حالت پر محمول کیا جائے گا۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو اس قدر اٹھائے کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کی گونگی مٹا دیں (متل) ہو جائیں۔ امام شافعی اور امام مالک نے کہا کہ کنہ حوں تک اٹھائے یہی ایک روایت امام احمد سے ہے۔ یہی اختلاف قوت عیدین اور چٹاڑہ کی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانے میں ہے۔

امام شافعی کی دلیل حدیث ابی حمید ہے عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَبْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ هَذَا كَوْنُ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَا كُنْتُ أَخْطُطُكُمْ لِمُصَلَّاةٍ وَرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَنْبَيْتُهُ إِذَا كَثُرَ حَصَلَ يَنْدُبُهُ جَدَاءٌ مُنْكَبِيَةٌ (بخاری) محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ وہ اصحاب نبی ﷺ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا ذکر کیا تو ابو حمید الساعدی نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو خوبصورت دیکھتا تھا میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ بکجیر کھتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے مقابل کرتے۔

صاحب ہدایہ نے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے **كَانَ الشَّيْءُ إِذَا تَكَرَّرَ فَعَلَّ بِدَلِيلِهِ إِلَى مُنْكَبِهِ** ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ تکبیر کے وقت دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے تھے۔

ہماری دلیل و وجہ یہ ہے جس کو اُن بن حجرِ نراء بن عازب اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کیا ہے اَنَّ السَّيِّدَةَ ۙ كَانَتْ إِذَا كَثُرَ رَفَعَ يَدَيْهِ جَذَاءً اُذْيِيَةً ۖ عَنِ حُضْرٍ ۙ جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے مقابل کر کے اٹھاتے۔ (حاکم) اور دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ۙ إِذَا أَفْتَضَحَ الصَّلَاةَ كَثُرَتْ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ إِبْهَامَيْهِ اُذْيِيَةً ۖ جب رسول اللہ ۙ نماز شروع فرماتے تو تکبیر کہتے پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو دونوں کانوں کے مقابل کر لیتے۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ تکبیر تحریر کے وقت آپ نے دونوں ہاتھ اس قدر اٹھائے کہ کانوں کے محاذی ہو گئے۔

جہاں مذہب کی تائید میں عقلی دلیل یہ ہے کہ تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھاتا بہرے آدی کو نماز شروع ہونے کی اطلاع دینے کے لئے ہے اور یہ اطلاع اسی طریقہ کے ساتھ ہوگی جو ہم نے کہا یعنی کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے ساتھ کیونکہ جب امام کانوں تک ہاتھ اٹھائے گا تو بہرہ آدی جان لے گا کہ تکبیر یہی نئی نفاذ ہو خود بھی تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دے گا۔

اعتراض آرہا اعتراض کیا جائے کہ نگینہ کے وقت ہاتھ اٹھانا اگر بہرے آدمی کو باخبر کرنے کے لئے تو منصفہ دکانوں تک ہاتھ نہ

ٹھائے کیونکہ اس کے حق میں یہ علت نہیں پائی گئی۔

جواب: تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ اصل تو جماعت کے ساتھ اور نہ ہمارا ہوا ہے، ہاں یہ ہے وَاَوْ كَعَمَلِ مَعَ الزَّانِعِينَ نَهَى مَنْزِلًا، نہ ہونا اور ہوگا اور شیئہ کا اعتبار نہیں کیا جاتا کیونکہ قاعدہ ہے السَّادِرُ كَالْمَعْدُوِّ هَذَا كَالْ نَهْيِ مَنْزِلًا پھر اٹھکال ہوگا کہ اس میں تو مقتدی کے حق میں کاؤں تک ہاتھ اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

جواب: ممکن ہے کہ ہم وہ آدمی آخری صف میں ہو اور وہ ہم نہیں، کیونکہ تو ایسی صورت میں وہ اپنے سے آگے والے مقتدیوں و دیگر برائی نما زمرہ کے ساتھ کہ اس لئے مقتدیوں کے سے بھی کاؤں تک ہاتھ اٹھانا ضروری ہے۔

صاحب ہادیہ نے فرمایا کہ امام شافعی کی فتنہ گردی کے ساتھ حدیث ابی حمزہ کی حالت پر محمول ہے، چنانچہ وہ اہل بن حجر سے روایت ہے اَنْشَأَ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَوَجَدْتُهُمْ يُؤَفِّقُونَ اَيْدِيَهُمْ اِلَى الْاَذْنِ ثُمَّ قَدِمْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ قَابِلٍ وَعَلَيْهِمْ الْاَكْسَبَةُ وَالنَّوْبُ مِنْ سِدِّكَ الْبَرْدُ فَوَجَدْتُهُمْ يُؤَفِّقُونَ اَيْدِيَهُمْ اِلَى الْمَأْكَبِ، اہل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں حاضر خدمت ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ (تعمیر کے وقت) اپنے ہاتھ اپنے کاؤں تک اٹھاتے ہیں پھر اگلے سال حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لوگ سخت سر دہی کی وجہ سے کھل اڑتے اور ایسا ہاں پہنتے تھے جس کا چھو حصہ نوٹی کی جگہ کا مہرے تو میں نے ان کو دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ ان کاؤں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

وہی بن حجر نے اس حدیث میں واضح کر دیا کہ ان لوگوں کا مونڈھوں تک ہاتھ اٹھانے میں استغناء کرنا ان کے ہاں کی وجہ سے تھا جس معصوم ہوا کہ حدیث ابی المناکب حالت طہر پر محمول ہے۔

صاحب شرح قدیہ نے انہوں حدیثوں میں تطہیر دی ہے اس طور پر کہ یہ (ہاتھ) کا اطلاق بھٹیلی اور اس سے اوپر کے حصہ پر ہوتا ہے پس بوسلکی کی کہ تطہیر کا ستارہ اور گن مونڈھوں کے مقابل رہتا ہو اور نفس بھٹیلی کاؤں کی محاذات میں راتقی ہوا ہے دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

عورت کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائے گی

وَالْمَرْأَةُ تَرْفَعُ يَدَيْهَا جِذَاءَ مَكِّيَّهَا هُوَ الصَّحِيحُ، لِأَنَّ اسْتَرْكَا لَهَا

ترجمہ: اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اپنے مونڈھوں کے مقابل یعنی سچی جگہ ہے کیونکہ یہ طریقہ عورت کے لئے زیادہ پروردہ ہے۔

تشریح: تعمیر تحریر کے وقت عورت اپنے مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائے صحیح قول یہی ہے اور حسن بن زید نے اہل ماضیہ سے روایت کی کہ عورت اپنے ہاتھ کاؤں تک اٹھائے روایت حسن بن زید کی وجہ یہ ہے کہ رفع یدین بھٹیلیوں سے متعلق ہوتا ہے اور سبق میں نذر چکا کہ عورت کی بھٹیلی عورت نہیں ہے پس کاؤں تک ہاتھ اٹھانے میں عورت اور مرد دونوں برابر ہیں۔

اور قول سچی کی وجہ یہ ہے کہ مونڈھوں تک ہاتھ اٹھانے میں عورت کے واسطے زیادہ پروردہ ہے اس لئے عورت کے واسطے مونڈھوں تک ہاتھ اٹھانا مناسب ہے۔

تعالیٰ کی صفات میں زیادتی ثابت کرنا مراد نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اصل کبریائی میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کا کوئی مساوی نہیں یہاں تک کہ فعل کے صیغہ کو زیادتی کے لئے قرار دیا جائے جیسا کہ بندوں کے اوصاف میں ہوتا ہے لہذا فعل اور فعلیل صفات باری میں دونوں برابر ہوں گے اس کے برخلاف اگر وہ شخص اجمعی طرح تکبیر نہیں کہہ سکتا تو جس طرح اس سے ہو سکے تقسیم کے معنی ادا کر دے کیونکہ یہ فعل صرف معنی پر قادر ہے الفاظ تکبیر پر قادر نہیں۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ لغت میں تکبیر کے معنی تقسیم کے ہیں باری تعالیٰ کا قول ہے ”وَزَيْكُ فَكَيْبَرُ“ (المز ۳۱) یعنی فَعَصِيْكُمْ اور فَلَمَّا زَايَنَ اَكْبَرُوْهُ (ہود ۳۱) یعنی عَصَيْنَا اور تَقْوِيْم کے معنی ان تمام الفاظ سے حاصل ہو جاتے ہیں جو ہم نے ذکر کر کے ہیں اس لئے نماز کا افتتاح ہر اس لفظ سے ہو سکتا ہے جو اللہ کی تقسیم پر دلالت کرے۔

قاری میں قرأت کرنے کا حکم، اقوال فقہاء و دلائل

فَبِانِ الْمُتَّبِعِ الصَّلَاةَ بِالْفَارِسِيَّةِ اَوْ قَرَأَ فِيهَا بِالْفَارِسِيَّةِ اَوْ ذَنَعَ وَتَشَى بِالْفَارِسِيَّةِ وَهُوَ يُحْبِسُ الْعَرَبِيَّةَ اَجْزَاؤُهُ عِنْدَ لُغِي خِيْفَةٍ وَقَالَ لَا يَجُزِيهِ اِلَّا بِلِي الذَّبِيحَةِ وَاِنْ لَمْ يُحْبِسِ الْعَرَبِيَّةَ اَجْزَاؤُهُ اَمَّا الْكَلَامُ فِي الْاِفْتِيَا حِ فَمُحَمَّدٌ مَعَ اَبِي خَيْفَةَ فِي الْعَرَبِيَّةِ وَمَعَ اَبِي يُوسُفَ فِي الْفَارِسِيَّةِ لِأَنَّ لُغَةَ الْعَرَبِ لَهَا مِنَ الْعَرَبِيَّةِ مَا لَيْسَ بِغَيْرِهَا وَاَمَّا الْكَلَامُ فِي الْمِرَاءَةِ فَهُوَ فِي قَوْلِهِمَا اَنَّ الْقُرْآنَ اِسْمٌ لِمَنْظُومٍ عَرَبِيٍّ كَمَا نَطَقَ بِهِ النَّحْوِيُّ اِلَّا اَنَّ عِنْدَ الْعَجَزِ يُكْتَفَى بِالْمَعْنَى كَمَا لَا اِسْمَاءَ بِخِلَافِ التَّسْمِيَةِ لِأَنَّ الذَّكَرَ يَحْضُلُ بِكُلِّ لِسَانٍ وَلَا بِبِي خِيْفَةٍ قَوْلُهُ تَعَالَى وَاِنَّهُ لَفِي زُجْرٍ الْاَوَّلِينَ وَلَمْ يَكُنْ فِيهَا بِهَذِهِ اللَّغَةِ وَلِهَذَا يَجُوزُ عِنْدَ الْعَجَزِ اِلَّا اَنَّهُ يَصِيرُ مُسَبِّحًا لِمُخَالَفَةِ السُّبِّ الْمُتَوَارِقَةِ وَيَجُوزُ بَابِي لِسَانٍ كَانَ سَوَى الْفَارِسِيَّةِ هُوَ الصَّحِيحُ لِمَا تَلَوْنَا وَالْمَعْنَى لَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ اللُّغَاتِ وَالْجَلَلُ فِي الْاِغْيَاذِ وَلَا يَخِلَافُ فِي اَنَّهُ اَلْفَسَادُ وَتَمْرُؤُ وَجُمُوعُهُ فِي اَصْلِ الْمُسْتَلَةِ اِلَى قَوْلِهِمَا وَعَلَيْهِ الْاِغْيَاذُ وَالْخُطْبَةُ وَالشَّهَادَةُ عَلَى هَذَا الْاِخْتِلَافِ وَلِي الْاَذَانُ يَغْتَبِرُ التَّعَارُفُ

ترجمہ۔۔۔ پس اگر نماز شروع کی فارسی زبان میں یا نماز میں قرأت کی فارسی زبان میں یا جو شروع کیا اور تسبیح فارسی میں کہا حالانکہ یہ شخص عربی میں ادا کر سکتا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کو کافی ہوگا۔ اور صاحبین نے کہا کہ جائز نہیں مجزہ تسبیح میں۔ بہر حال کلام افتتاح میں قرأت عربی زبان میں امام محمدؒ امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہیں اور فارسی زبان میں امام ابو یوسفؒ کے ساتھ ہیں کیونکہ عربی زبان کو ایک خاص فضیلت ہے جو دوسری زبان کو حاصل نہیں۔ اور ہاں کلام قرأت میں تو صاحبین کے قول کی دلیل یہ ہے کہ قرآن نام ہے کلام عربی کا جیسا کہ اس کے ساتھ نص باقی ہے مگر مجزہ کے وقت معنی پر اکتفا کیا جائے جیسے اشارے پر اکتفاء ہوتا ہے برخلاف تسبیح کے کیونکہ ذکر تو ہر زبان میں حاصل ہو جاتا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کی دلیل باری تعالیٰ کا قول ”وَاِنَّهُ لَفِي زُجْرٍ الْاَوَّلِينَ“ ہے اور پہلی کتابوں میں اس زبان میں قرآن نہیں تھا اور اسی وجہ سے مجزہ کے وقت جائز ہے مگر تسبیح متواتر کی مخالفت کی وجہ سے گنہگار ہوگا اور فارسی کے علاوہ بھی ہر زبان کے ساتھ جائز ہے یہی قول صحیح ہے اس آیت کی وجہ سے جو ہم نے تلاوت کردی اور معنی زبان کے اختلاف سے مختلف نہیں ہوتے اور اختلاف اس کے معتبر نہیں ہے اور ہم نے فساد میں کوئی اختلاف نہیں اور اصل مسئلہ میں امام صاحب کا رجوع صاحبین کے قول کی طرف روایت کیا جاتا ہے۔

اور اسی پر اعتماد ہے اور خطبہ اور تشہید میں ایسا ہی اختلاف ہے اور اذان میں تعارف معتبر ہے۔

تبریح فارسی زبان میں نماز شروع کرنا اور نماز کے اندر فارسی میں قرأت کرنا ذبیحہ پر فارسی زبان میں تسبیح کہنا مثلاً بنام خدا ہے بزرگ کہنا حضرت امام اعظمؑ کے نزدیک جائز ہے خواہ عربی زبان پر قدرت ہو یا قدرت نہ ہو۔ اور صاحبین نے کہا کہ اگر عربی زبان پر قادر ہے تو فارسی میں ادا کرنا پڑ نہیں ہے اب ذبیحہ پر فارسی زبان میں بلکہ ہر زبان میں تسبیح پڑے اور اگر عربی زبان پر قدرت نہ ہو تو فارسی میں سب جائز ہیں۔

تجربہ میں گام یہ ہے کہ حضرت امام مجتہدؑ نے زبان میں ادا کرنے میں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہیں یعنی جس طرح امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اس کلمہ سے نماز شروع کرنا پڑے جو تکمیل باری تعالیٰ پر دلالت کرے ای طرح امام محمدؒ کے نزدیک بھی ہر کلمہ تکمیل کے ساتھ افتتاح نماز جائز ہے اور فارسی زبان میں ادا کرنے میں امام ابو یوسفؒ کے ساتھ ہیں حتیٰ کہ سوائے عربی کے دوسری زبان میں تکبیر کہنا امام محمدؒ کے نزدیک بھی جائز ہے حاصل یہ کہ عربی پر قدرت کی صورت میں غیر عربی میں تکبیر تحریر کہنا صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ عربی زبان کو ایک خاص فضیلت حاصل ہے جو کسی اور زبان کو حاصل نہیں ہے۔ حضور ﷺ کا قول ہے "تفضل لسان العرب علی سائر اللسان انا عربی و القرآن عربی و لسان اهل الجنة عربی زبان عرب کو تمام زبانوں پر فضیلت حاصل ہے جس عربی ہوں قرآن عربی ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہے۔

ربا کا مقراءت تو صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کا نماز میں امر کیا گیا ہے وہ قراءت قرآن ہے اور قرآن اس نظم عربی کا نام ہے جو معنی پر دلالت کرے اور مصاحف میں مکتوب ہے اور ہر طرف نقل و اتار کے ساتھ منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا" (بقرہ ۲) اور فرمایا "قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ" (الرعد ۲۸) حاصل یہ کہ مامور بقراءت قرآن ہے اور وہ عربی میں ہے اس لئے عربی زبان میں قرأت کرنا فرض ہوگا اس کا متنازعہ تو یہ ہے کہ حالت مجز میں بھی نظم عربی کو ترک نہ کیا جائے مگر بات یہ ہے کہ مجز کے وقت معنی پر اتکا اس لیے کیا گیا کہ تکلیف مالا یطیاق لازم نہ آئے جیسے اگر کوئی شخص رکوع سجدہ پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے رکوع اور سجدہ کا اشارہ کافی ہے مین رکوع اور سجدہ ضروری نہیں۔

برخلاف ذرا کے وقت تسبیح کے کہ وہ فارسی میں جائز ہے اگرچہ وہ عربی پر قدرت رکھتا ہو کیونکہ مقصود تسبیح سے ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَلَا تَأْكُلُوا أَمْثَالَهُ يَذْكُرُوا اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ" (آلہ ۱) اور ذکر ہر زبان میں حاصل ہو جاتا ہے خواہ عربی پر قادر ہو یا قادر نہ ہو۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے فرمایا "وَأَنَّهُ لَهِجُوهُمْ وَاللَّوْنُ" (اشراء ۱۹۶) یعنی قرآن پہلی کتابوں میں موجود ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ قرآن پہلی کتابوں میں نظم عربی کے ساتھ موجود نہیں تھا پس متعین ہو گیا کہ پہلی کتابوں میں اس کے معنی موجود تھے پس ثابت ہوا کہ قرآن معنی کا نام ہے نہ کہ نظم کا اور جب قرآن علیٰ سبیل التمجید فارسی میں پڑھا جائے تو وہ اس کے معنی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے پڑ ہوگا کیونکہ قراءت قرآن پائی گئی اور چونکہ قرآن پہلی کتابوں میں نظم عربی کے ساتھ موجود نہیں تھا اسی لئے نظم عربی پر عدم قدرت کے وقت فارسی زبان میں قراءت کرنا جائز ہے لیکن گنہگار ہوگا کیونکہ اس نے سنت متواتر کی مخالفت کی ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اہل فارس نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ ان کے لئے فارسی زبان میں سورۃ فاتحہ لکھ کر بھیج

دیے۔ سلمان فارسی نے فارسی زبان میں سورۃ فاتحہ کچھ کرکے بھیج دی وہ لوگ اس کو نماز میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے عربی زبان سیکھ لی۔ سلمان فارسی نے لکھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کی تھی آپ نے اس پر کوئی تکریر نہیں فرمائی۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ نماز میں بڑبان فارسی قراءت کرنا جائز ہے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ جس طرح فارسی زبان میں نماز کے اندر قراءت کرنا جائز ہے اسی طرح فارسی کے علاوہ ہر زبان میں قراءت جائز ہے یہی صحیح قول ہے۔

اور ابو سعید کا قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے صرف فارسی زبان میں قراءت کرنا جائز قرار دیا ہے فارسی کے علاوہ دوسری زبانوں میں اجازت نہیں دی ہے جب اس کی یہ ہے کہ فارسی زبان کو عربی سے قرب ہے اس لئے فارسی میں قراءت کی اجازت دی گئی اور دوسری زبانوں کو چونکہ یہ قرب حاصل نہیں اس لئے ان میں قراءت کرنا جائز نہیں۔

اور قول صحیح کی دلیل آیت ”وَإِنَّهُ لَغَيْبٌ زَهْرٌ الْوَطِينِ“ (الشرار، ۱۹۹) ہے کیونکہ قرآن پہلی کتابوں میں جس طرح عربی زبان میں نہیں تھا اسی طرح فارسی زبان میں بھی نہیں تھا۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن کو دوسری زبان میں منتقل کرتے وقت اعتماد معنی پر ہوگا اور معنی زبانوں کے اختلاف سے نہیں بدلتے تہذارتی ہندی وغیرہ ہر زبان میں جائز ہے۔

مصنف ہدایہ نے کہا کہ امام صاحب اور صاحبین کے درمیان غیر عربی میں قراءت کے جواز و عدم جواز کا جو اختلاف ہے وہ اس بارے میں ہے کہ غیر عربی میں قراءت معتبر ہوگی یا نہیں؟ حتیٰ کہ امام صاحب کے نزدیک اگر غیر عربی میں قراءت کی تو فرض قراءت ادا ہو جائے گا اور صاحبین کے نزدیک ادا نہ ہوگا۔ اور اس میں کچھ اختلاف نہیں کہ غیر عربی میں قراءت سے نماز قاسد نہیں ہوگی یعنی غیر عربی میں اگر قراءت کی تو بالاتفاق نماز قاسد نہ ہوگی۔

علامہ ابن الہمام نے لکھا ہے کہ نجم الدین نسیمی اور قاضی خان نے لکھا ہے کہ صاحبین کے نزدیک نماز قاسد ہو جائے گی۔ ابوبکر رازی نے روایت کیا کہ اصل مسئلہ میں امام صاحب نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا یعنی حضرت امام اعظمؒ بھی آخر میں اس کے قائل ہو گئے تھے کہ نماز کے اندر غیر عربی میں قراءت جائز نہیں ہے اور اسی پر اعتماد ہے۔

خطبہ اور اختیارات میں یہی اختلاف ہے یعنی امام صاحب کے نزدیک غیر عربی میں جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے اور اذان میں تعارف معتبر ہے۔ بموسط میں مذکور ہے کہ حسن بن زیادؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ اگر فارسی زبان میں اذان دی اور لوگ جانتے ہیں کہ یہ اذان ہے تو جائز ہے اور اگر لوگ اس کے اذان ہونے سے واقف نہ ہوں تو جائز نہیں اس لئے مقصود اذان سے اعلام ہے اور لوگوں کے نہ جاننے کی وجہ سے یہ مقصود حاصل نہیں ہوا۔

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ كَسَالَتِيْ فِيْ سَاعَةِ صَلَاتِيْ

وَإِنْ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ بِاللَّهِمَّ اغْفِرْ لِيْ لَا تُجْزِلُنِيْ لِأَنَّهُ مُنَوَّبٌ بِحَاجَتِيْ فَلَمْ يَكُنْ نَغْطِيْمًا خَالِصًا وَإِنْ افْتَتَحَ بِقَوْلِهِ اَللّٰهُمَّ لَقَدْ قِيلَ لِيْ بِحُجْرَتِيْ لِأَنِّ مَعْصَاةَ يَآ اَللّٰهُ وَقَدْ قِيلَ لِيْ بِحُجْرَتِيْ لِأَنِّ مَعْصَاةَ يَآ اَللّٰهُ اَفْضَا بِغَيْرِ فُكَّانٍ سَوَّالَا

ترجمہ اور اگر اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ سے نماز شروع کی تو جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ اس کی حاجت کے ساتھ مخلوط ہے تو خالص تعظیم نہ ہوئی۔ اور اگر اَللّٰهُم سے شروع نہ کیا گیا کہ کافی ہے۔ کیونکہ اس کے معنی ہیں یا اللہ اور کہا گیا کہ کافی نہیں ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں اسے اللہ ہمارا قصد فرما خیر کے ساتھ پس یہ سوال ہوا۔

تشریح اور اگر نماز اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ کے ساتھ شروع کی تو جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس کی حاجت کے ساتھ مخلوط ہے پس چونکہ یہ کلمہ خالص تعظیم کے لئے نہیں رہا اس لئے اس کے ساتھ نماز شروع کرنا جائز نہیں ہوگا۔ یہی حال ان تمام الفاظ کا ہے جو خالص تعظیم پر دلالت نہ کریں بلکہ مراد یا معنی سوال کو حصص ہوں جیسے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَسْتَغِيْثُ اللّٰهَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ اور اگر فقط اَللّٰهُم کے ساتھ نماز شروع کی تو اس میں اختلاف ہے ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ پڑھے کیونکہ اَللّٰهُم کے معنی ہیں یا اللہ اور یہ شخص ذکر اللہ ہے اس میں حاجت وغیرہ کی کوئی آمیزش نہیں ہے یہ قول اہل بصرہ کا ہے اور ایک جماعت کا خیال ہے اَللّٰهُم کے ساتھ نماز شروع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں یا اللہ اَمْسَا بِخَيْرٍ بِعَنِيْ اَقْصِدْ لِيْ بِخَيْرٍ اسے اللہ ہمارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرما ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ کلمہ خالص تعظیم پر دلالت کرنے والا نہیں ہوا اس لئے اس کلمہ کے ساتھ نماز شروع کرنا جائز نہیں ہے یہ قول اہل کوفا کا ہے۔ (مناہ)

نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ اور ہاتھ کہاں باندھے جائیں..... اقوال فقہاء

قَالَ وَيُعْتَمِدُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى تَحْتَ السَّرَّةِ، لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّنَةِ وَضَعَ الْيُمَيْنِ عَلَى التَّيَمَّنِ تَحْتَ السَّرَّةِ وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى مَا لَكَ فِي الْأَرْسَالِ وَعَلَى التَّائِبِيْنَ فِي الْمَوْضِعِ عَلَى الصَّدْرِ وَإِلَّا؟ الْمَوْضِعُ تَحْتَ السَّرَّةِ أَقْرَبُ إِلَى التَّعْظِيمِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ ثُمَّ الْإِعْتِمَادُ سُنَّةُ الْقِيَامِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ حَتَّى لَا يُرْسِلَ حَالَةَ النَّشَاءِ وَالْأَضَلُّ أَنَّ كُلَّ قِيَامٍ فِيهِ ذِكْرٌ مُّسْتَوْنٌ يَعْتَمِدُ فِيهِ وَهَذَا فَلَا هُوَ الصَّحِيحُ فَيُعْتَمِدُ فِي خَالَةِ الْقُنُوتِ وَصَلُوةِ الْجَنَازَةِ وَيُرْسِلُ فِي الْقَوْمَةِ وَبَيْنَ تَكْبِيرَاتِ الْأَعْيَادِ

ترجمہ معصفت نے کہا کہ ٹیک لے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ناف کے نیچے دائیں ہاتھ کا بائیں پر رکھنا سنت ہے اور یہ حدیث امام مالک کے خلاف حجت ہے ہاتھ چھوڑنے میں اور امام شافعی کے خلاف حجت ہے سینہ پر ہاتھ باندھنے میں اور اس لئے کہ ذکر ناف رکھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے اور تعظیم ہی مقصود ہے پھر احمد و شافعی کے نزدیک قیام کی سنت ہے حتیٰ کہ نشاء کی حالت میں ہاتھوں کو نہیں چھوڑے گا۔ اور اصل یہ ہے کہ ہر دو قیام جس میں کوئی ذکر مسنون ہو اس میں ہاتھ باندھے اور جو قیام اس صفت کا نہ ہو اس میں مسنون نہیں ہے یہی قول صحیح ہے پس ہاتھ باندھے حالت قنوت میں اور جنہ زکوٰۃ کی نماز میں اور ہاتھ چھوڑے قومہ میں اور عیدین کی تکبیروں میں۔

تشریح..... اس عبارت کے تحت احادیث میں چار مسئلے ہیں:

- (۱) کیا نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے یا نہیں؟
- (۲) کس طرح رکھے؟ (۳) کہاں رکھے؟ (۴) کب رکھے؟

پہلے مسئلہ میں ہمارے علماء مثلاً شکا قول یہ ہے کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا مسنون ہے اور امام مالکؒ نے کہا کہ ارسال کرے یعنی نماز میں ہاتھ چھوڑے رکھے اور جی چاہے تو باندھ لے پس امام مالکؒ کے نزدیک ارسال عزیمت اور اعتقاد (ہاتھ رکھنا) رخصت ہے۔ ہمارے علماء کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر حدیث فرمائی اور فرمایا اِنَّ مَعْشَرَ الْاَنْبِيَاءِ يُؤْتُونَ بَايَانَ نَاعِدَةً شَمَالًا وَبَايَمًا يَنْفِي الصَّلَاةَ یعنی ہم انبیاء کی جماعت کو حکم دیا گیا کہ ہم نماز میں اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو چھڑیں۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اللہ سے کہتا ہوں کہ جس شخص نے صلاۃ کی بات کو سنا اور اسے عمل میں لایا تو اللہ تعالیٰ اس کو ستر سال کی عمر عطا فرمائے۔

اور ابوداؤد میں ہے عن ابن مسعود أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى الْيُمْنَى فَرَأَاهُ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نماز پڑھتے تھے پس انہوں نے اپنا پایاں بائیں ہاتھ دائیں پر رکھا۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو انہیں مسودہ کا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ دیا۔ یہ حال ان روایات سے ثابت ہوا کہ مسنونہ دائیں ہاتھ کا بائیں پر رکھنا ہے پس یہ روایات امام مالک کے خلاف جمعت ہوں گی اور یہاں مذہب ثابت ہوگا۔

دوسرا مسئلہ: کیفیت وضع کا ہے یعنی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کی کیفیت کیا ہے سو اس کی کیفیت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھے اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور ہتھکلی انگلی سے بائیں ہاتھ کا گھٹ (پہنچا) پکڑے۔ (مزید)

تیسرا مسئلہ: ہاتھ رکھنے کی جگہ کا ہے پس ہمارے نزدیک افضل یہ ہے کہ زیر ناف ہاتھ باندھے اور لاشہ افقی کی نزدیک سینہ پر ہاتھ رکھنا افضل ہے یا مشافعی کی دلیل باری تعالیٰ کا قول **فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ** (مکڑھو پہلے پیٹ پر پڑے کے واسطے نماز پڑھو اور دایاں ہاتھ بائیں پر سینہ پر رکھو خلاصہ میں اہم امام اور صاحب عنائے نے فرمایا کہ مفسرین نے کہا کہ واسحو سے دائیں ہاتھ کا بائیں پر سینہ پر رکھنا مراد ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ سید نور ایمان کی جگہ ہے لہذا نماز کے اندر اپنے ہاتھ سے اس کی حفاظت کرنا اولیٰ ہے ہماری دلیل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر ہے: **لَعَنَ رَانَ مِنَ الشُّرْكِ وَحَصَّ الْيَمِينَ عَلَى الْيَسَامِلِ تَحْتَ السُّرَّةِ** اور لفظ سنت سے باہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ یہ ناپ باجمہ یا نہماستون ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے زینف ہاتھ باندھنے میں تعلیم ہے اور غماز کے اندر تعلیم ہی مقصود ہوتی ہے اس لئے بھی زینف ہاتھ ہاتھ باندھنا افضل ہے۔

صاحب کفایت نے لکھا ہے کہ زیر ناف ہاتھ باندھنے میں اہل کتاب کے ساتھ کھب سے بند ہو جاتا ہے اور ستر عورت سے قرب ہو جاتا ہے اس لئے بھی زیر ناف ہاتھ باندھنا وہی ہے اور امام شافعی کا لفظ والصحو سے استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ آیت میں والصحو سے مراد عید کی نماز کے بعد قربانی کے جانور کا کھنحر (ذبح) کرنا ہے۔ (کتاب)

چوتھا مسئلہ: یہ ہے کہ نمازی با تھ کب باندھے سوائے بارے میں شیخین کا مذہب یہ ہے کہ ہاتھ باندھنا قیام کی سنت ہے اور امام محمد

سے مروئی ہے کہ قرأت کی سنت ہے چنانچہ شاہ میں تینوں نے ایک ہاتھ باندھنا مسنون ہوگا۔ اور امام محمد کے نزدیک حالت ثناء میں ہاتھ پھوڑنے رکھے اور قرأت شروع ہونے پر ہاتھ باندھ لے۔

مہاجرین کے لیے ہاتھ باندھنے اور پھونڈنے کے بارے میں یہ ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ یہ وہ قیام (خواہ حقیقی ہو یا منکھی) جس میں وہ قیامی مسنونہ (دوقایت قیام) میں ہاتھ باندھے اور جو قیام ایسا نہ ہو جس میں ہاتھ باندھنا مسنونہ نہیں ہے یہی قول صحیح ہے۔ اسی قول پر مشتمل امام احمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیان: "امہ اور صدر اشدید حسام الامہ و فتویٰ دہا کرتے تھے پس اس اصول کے تحت حالت قنوت اور نماز جن زمہ میں ہاتھ باندھنا مسنونہ ہوگا اور قنوت (رکوع اور سجود کے درمیان) اور صلیب کی تعمیر وں کے درمیان ہاتھ چھوڑنا مسنونہ ہوگا۔"

ثناء میں کیا پڑھا جائے ... اقوال فقہاء

ثُمَّ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ إِلَى آخِرِهِ وَعَنْ أَبِي يُونُسَ أَنَّهُ نَصَّ إِلَيْهِ قَوْلُهُ إِنَّ وَجْهَهُ وَحُجَّتَهُ إِلَى آخِرِهِ لِرِوَايَةِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَقُولُ ذَلِكَ وَلَهُمَا وَرِوَايَةُ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ إِذَا فَتَحَ الصَّلَاةَ كَثَرَتْ قُرْآنُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ إِلَى آخِرِهِ وَلَمْ يَزِدْ عَلَى هَذَا وَمَا وَاهُ مَحْمُولٌ عَلَى التَّحْدِيدِ وَقَوْلُهُ وَخَلَّصْنَاكَ بِذِكْرِ فِي الْمَشَاهِيرِ فَلَا يَأْتِي بِهِ فِي الْفَرَائِضِ وَالْأَوَّلَى أَنْ لَا يَأْتِيَ بِالتَّوَجُّهِ قُلُوبُ الْكَثَرِ لِتَقْصِلَ إِلَيْهِ هُوَ الصَّحِيحُ

ترجمہ بحرِ مستحباتک اللہمَّ و بحمدک آفریک پڑھے۔ اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ اس شاعر کے ساتھ اسی وجہ سے وجہی آفریک دے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی کہ حضور اس کو کہا کرتے تھے اور یحییٰ بن کی دلیل حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ اس صاحبِ نماز شروع کرتے تو اس وقت کہ اور مستحباتک اللہمَّ و بحمدک آفریک پڑھتے اور اس پر یہ دو نہیں کیا۔ اور جو ابو یوسف سے روایت کیا وہ تہجد پر محمول ہے۔ اور اس کا قول فَكُنْ لَنَا نُكُوكَ مشہور روایتوں میں نہ دیکھیں جس میں اس فقرہ اعلیٰ میں نہ لے اور اولیٰ یہ ہے کہ کعبہ سے پہلے تہجد (انسی و تحفہ) نہ پڑھے تاکہ نیت کعبہ کے ساتھ متصل ہو جائے یہی صحیح ہے۔

تشریح: امام قدوری نے کہا کہ نمازی ہاتھ نہ ہنسنے کے بعد شہ پر ہے اور ثناء ہے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِعَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى حُذُوكَ وَلَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ۔ روایت نمبر مشہور وہیں وتعالیٰ جدک وحل ثناوک ولالہ غیرک سے بیان پہنچے حل ثناوک مشہور روایات میں نہ ورنہ اس سے اس وقت انفس میں نہ گئے

ہی یہ بات ثابت ہے ساتھ ہی اور دو حواشی نے پائیس و اس بارے میں طرفین کا مذہب اور امام ابو یوسف کا قول اول یہ بت کرنا،
 کے ساتھ اور دوسری حواشی نے یہ بت کر مصلیٰ ثابت کیا کے ساتھ ہی دوسرا لہجہ وَجْهَهُ وَجْهِي لِلذَّيْنِ قَطْرُ
 السَّمَرَاتِ وَالْأَرْضُ حَبِيبًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
 لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اور بعض روایات میں عن المسلمین کے بعد یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں
 اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَیَّ اَنْ اَعْبُدَكَ طَلَعْتَ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ ذَنْبِيْ فَاعْبُدْنِيْ ذَنْبِيْ حَمِيْضًا

لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ وَاهْدِنِي إِلَى خَيْرٍ لَا يَهْدِي إِلَّا خَيْرُهَا الْأَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَاتِي لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَاتِي إِلَّا أَنْتَ لَسْتُ بِكَ وَتَعْبُدُكَ وَالْحَيُّ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشُّكْرُ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ وَالْإِيكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ أَصْغَرُكُمْ وَأَكْثَرُ إِلَيْكَ فَقَبْأِي اصطلاح میں اس دعا کا ترجمہ ہے۔

حضرت امام ابو یوسف کی دلیل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ سے سنا تھا اس دعا کو بھی پڑھا کرتے تھے۔
طبرانی کی دلیل حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ كَثُرَ وَقَوْلُ السُّبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ إِلَى آخِرِهِ۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے زیادہ کچھ بیان نہیں کیا اس معلوم ہوا کہ اس دعا کے بعد توجہ یعنی انسی و جہت اس پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

مصنف ہدایہ نے کہا کہ امام ابو یوسف کی دلیل کردہ روایت تہجد کی نماز پر موقوف ہے یعنی حضور ﷺ نقل نماز میں اس کو پڑھا کرتے تھے اور فراموشی میں ﷺ کے عہدہ ہوئی وہ پڑھنا منقول نہیں ہے۔ فاضل مصنف نے کہا کہ اولیٰ یہ ہے کہ نیت کے بعد اور تکبیر سے پہلے بھی انسی و جہت اس پڑھنے کا نیت کا تکبیر کے ساتھ اتصال ہو پڑے۔ اور درمیان میں انسی و جہت و جہی اس کا فعل نہ ہو۔ یہی صحیح ہے۔ اور بعض متاخرین جن میں فقیرانہ الیث بھی ہیں فرماتے ہیں کہ نیت اور تکبیر کے درمیان اس کا پڑھنا نہ کرنا ہے۔

تعوذ کی شرعی حیثیت، موضع تعوذ، تعوذ کے الفاظ

وَيَسْتَعِينُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مَعْنَاهُ إِذَا أَرَدْتَ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ وَالْأَوَّلَى أَنْ يَقُولَ اسْتَعِذْ بِاللَّهِ لِبُحْبُوحِ الْقُرْآنِ وَيَقْرَأُ مِنْهُ أَعُوذُ بِاللَّهِ كَيْفَ السَّعَادَةُ لِسُقُوتِهِ دُونَ النَّسَاءِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمَحْمَدٍ لِمَا تَكُونُوا حَتَّى يَأْتِيَ بِهِ الْمُسْتَوْفَى دُونَ الْمُفْتَدِي وَبُحْبُوحِ عَنْ تَكْبِيرَاتِ الْعَبِيدِ خِلَافَ مَا رَوَى أَبُو يُوسُفَ

ترجمہ۔ اور پناہ طلب کرے اللہ کے ساتھ شیطان مردود سے کیونکہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے پھر جب تو قرآن پڑھے تو پناہ دو خود اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان مردود سے إذا قرأت کے معنی یہ ہیں کہ جب تو قرأت قرآن کا ارادہ کرے اور اولیٰ یہ ہے کہ اسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کہے تاکہ قرآن سے موافق ہو پڑے اور اسی کے قریب أَعُوذُ بِاللَّهِ بھی ہے۔ پھر تعوذ طبرانی کے نزدیک قرأت کے تابع ہے نہ کہ ﷺ کے اس آیت کی وجہ سے جو ہم حدیث کر چکے ہیں کہ اس کو مسبوق پڑھے گا نہ کہ مقتدی اور ما بعد کو عید کی تکبیروں میں مؤخر کرے گا۔ اس میں ابو یوسف کا اختلاف ہے۔

تشریح اس جگہ تین بحثیں ہیں۔

(۱) اصل تعوذ میں یعنی نماز کے شروع میں تعوذ کی شرعی حیثیت کیا ہے۔

(۲) موضع تعوذ میں، (۳) تعوذ کے الفاظ میں۔

پہلی بحث کا حاصل یہ ہے کہ ہر روز ایک نماز کے شروع میں تعوذ سنوں ہے۔ (فتح القدیر) اور صاحب شرح غنیہ نے بھی یہ

کہ علامہ اسلاف کے نزدیک مستحب ہے اور مجہور حنفی بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ نماز کے شروع میں تہود نہ کیا جائے۔ سفیان ثوریؒ اور عطاءؒ جو تہود کے قائل ہیں۔ سفیان ثوریؒ اور عطاءؒ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اور استعناض کا صیغہ ہے جو واجب پر دلالت کرتا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ وجوب کا قول خلاف اجماع ہونے کی وجہ سے قائل قبول نہیں ہوگا۔

امام مالکؒ کی دلیل حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا صَلَّيْتُ حَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّيْتُ حَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرُوْكَمَا نُوَا يَفْتِيْحُوْنَ الْقِرَآءَةَ بِالْحَمْدِ بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ کا رسول اور شیخین الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع کرتے تھے اور اس سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے۔ ہماری دلیل باری تعالیٰ کا قول فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (البقرہ ۱۰۱) ہے جو تہود کا صیغہ امر کا تھا مگر یہ ہے کہ تہود واجب ہو جس کا عطاءؒ اور ثوریؒ کہتے ہیں مگر چونکہ اسلاف نے اس کے سنت ہونے پر اجماع کیا ہے اس لئے ہمارے علماء تہود کے مستنون ہونے کے قائل ہیں۔

دوہری بحث کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک تہود قرأت قرآن سے پہلے ہے اور اصحاب نواہر کے نزدیک قرأت کے بعد ہے اصحاب نواہر ظاہر آیت سے استدلال کرتے ہیں اور آیت کا ظاہر یہ ہے کہ جب تو قرأت قرآن کرے چکے تو استعاذہ کر اس سے معلوم ہوا کہ استعاذہ قرأت کے بعد ہے۔

لیکن ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ یعنی جب قرأت قرآن کا ارادہ ہو تو استعاذہ کر لی یہ بات کہ تہود قرأت کے تابع ہے یا ثناء کے تو اس بارے میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ طرفین کے نزدیک تہود قرأت کے تابع ہے نہ ثناء کے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ثناء کے تابع ہے پس طرفین کے نزدیک جس شخص پر قرأت واجب ہوگی وہ تہود کرے گا حتیٰ کہ مہبوب تہود کرے گا کیونکہ اس پر فوت شدہ رکعات میں قرأت کرنا واجب ہے البتہ مقتدی تہود نہ کرے کیونکہ اس پر قرأت واجب نہیں۔

اور عیدین کی نماز میں تہود عیدین تکبیروں سے مؤخر کرے گا کیونکہ عیدین کی پہلی رکعت میں تکبیرات عید سے مؤخر ہوتی ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جو ثناء پڑھے گا وہ تہود بھی کرے گا۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ تہود ثناء کی جنس سے ہے کیونکہ جس طرح ثناء دعا ہے اسی طرح تہود بھی ایک دعا ہے اور شنی کا تابع شنی کے بعد ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ تہود ثناء کا تابع ہے نہ کہ قرأت کا اور طرفین کی دلیل باری تعالیٰ کا قول فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (البقرہ ۱۰۱) ہے۔

تیسری بحث کا حاصل یہ ہے کہ تہود کے الفاظ میں ادنیٰ یہ ہے کہ اَسْتَعِذُّ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کہ تاکہ باری تعالیٰ کے قول فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ کے موافق ہو جائے۔

لیکن اکثر اخبار و آثار میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ وارد ہے اسی وجہ سے صاحب ہدایہ نے کہا کہ استعاذہ قریب

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ بِحَقِّ سُبْحَتِ رَیْحَانِیِّ جِبْرِیْلِ دِیَاجَیِّ۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھا ہے لہذا اسی کو اختیار کیا جائے۔

تسمیہ

وَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، هَكَذَا نُقِلَ فِی الْمَشَافِہِ

ترجمہ اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے۔ ایسا ہی مشہور حدیثوں میں مروی ہے۔

تشریح..... تسمیہ کے اندر چند باتوں میں کام ہے

(۱) واضح ہو کہ سورۃ بسم اللہ کی آیت وَاِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں بسم اللہ بالاتفاق قرآن کا جز ہے اور سورۃ بسم اللہ کا بھی لیکن دوسروں کے درمیان جو ہم اللہ مذکور ہے اس میں اختلاف ہے کہ وہ قرآن کا جز ہے یا نہیں پس ہمارے علماء احناف کے نزدیک قرآن کا جز ہے اور امام مالک قرآن کا جز ہونے کے قائل نہیں ہیں۔

(۲) ہم اللہ ہمارے نزدیک نہ فاتحہ کا جز ہے اور نہ کسی دوسری سورت کا بلکہ سورتوں کی درمیان فعل کرنے کے لئے نازل کی گئی ہے۔

امام شافعی نے کہا کہ ہم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے اور باقی سورتوں کا جز ہونے میں امام شافعی کے رد قول ہیں۔

(۳) ہم اللہ کے ساتھ جبر ہوگا یا سراسر کی تفصیل اگلی طور میں آ رہی ہے۔

تعوذ، تسمیہ، آمین سر اُکھی جائے یا جہرا..... اقوال فقہاء و ذوالکلال

وَمِمَّنْ یُّهْمُ بِمَا یَقُولُ ابْنُ مَسْعُودٍ اَنَّہُ اَرْنَعُ یُخْلِیْہِیْنِ الْاِمَامَ وَذَکَرُوْا مِنْ جُمْلَتِہَا التَّعْوِذُ وَالتَّسْمِیۃُ وَامِیْنٌ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ یُخْلِیْہِیْنِ بِالتَّسْمِیۃِ عِنْدَ الْجَهْرِ بِالْفَرَءِیۃِ لِیَمَارُوْا اَنَّ السَّیَّ عَلَیْہِ السَّلَامُ جَهَّزَ فِیْ صَلَوٰتِہِ بِالتَّسْمِیۃِ فَلَمَّا هُوَ مَحْمُولٌ عَلَی التَّعْلِیْمِ لِاَنَّ النِّسَاءَ اَخْبَرَتْ اَنَّہُ عَلَیہِ السَّلَامُ كَانَ لَا یَجْہَرُ بِہَا ثُمَّ عَنْ اَبِی حَنِیْفَۃٍ اَنَّہُ لَا یَتَّبِعُ بِہَا فِی اَوَّلِ کُلِّ رُکْعَۃٍ کَالْتَعْوِذِ وَعَنْہُ اَنَّہُ یَتَّبِعُ بِہَا اِخْتِصَاصًا وَہُوَ قَوْلُہُمْ سَا وَلَا یَتَّبِعُ بِہَا بَیْنَ السُّوْرَةِ وَالدُّعَاۃِ الْاَجْنَذَ مُحَمَّدٌ فَاِنَّہُ یَتَّبِعُ بِہَا فِی صَلَوٰۃِ الْمُخَافَۃِ

ترجمہ اور ہم اللہ اور تعوذ کے ساتھ خدا دکرے کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ چار چیزیں ہیں جن کو امام آہستہ پڑھے اور ذکر کیا جملہ ان میں سے تعوذ تسمیہ اور آمین کو اور امام شافعی نے کہا کہ تسمیہ کو جبر سے پڑھے جب قرأت سے جبر کرے کیونکہ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی نماز میں ہم اللہ کے ساتھ جبر کیا ہم کہتے ہیں کہ یہ تعلیم پر محمول ہے کیونکہ حضرت انس نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ہم اللہ کا جبر نہیں کیا کرتے تھے پھر امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ ہم اللہ کو ہر رکعت کے شروع میں نہ ائے جیسے تعوذ کا حکم ہے اور ابو حنیفہ سے یہ بھی مروی ہے کہ ہم اللہ کو احتیاطاً (ہر رکعت کے اول میں) لائے اور یہی صاحبین کا قول ہے اور ہم اللہ کو فاتحہ اور سورت کے درمیان نہ لائے مگر امام محمد کے نزدیک اس لئے کہ اس کو سری نماز میں پڑھے۔

تشریح صاحب قدوری نے فرمایا کہ تسمیہ اور تعوذ میں سر کرے یعنی نماز کے اندر نہ آؤ آہستہ پڑھے۔ امام شافعی نے کہا کہ جبری نماز میں ہم اللہ کو جبر کے ساتھ پڑھے۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ حضور ﷺ اپنی نماز

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ شریعت میں مسجد حرام میں حاضر ہوتے تھے اور جب آنحضرت ﷺ قرأت کرتے تو کہتے کہ یہ مجھ میں سے ہے جس نے میری سیکنہ مذاب کا ذکر کرتے ہیں میں آپ و تمہارا حق کہ ہم اللہ اور من الرحیم کے ساتھ افتخار کریں اور لَا تَحْجُزُوا بِصَلَوَتِكُمْ آیت نازل ہوئی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اللہ اور قرأت قرآن میں جبر فرماتے تھے لیکن اس واقعہ کے بعد جبر کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اور ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے فَخَفِضَ النَّبِيُّ ﷺ الْعَوَّازَ الْوَحْمَنَ الرَّحْمَنَ لِعَنِي اِس واقعہ کے بعد اللہ کے پاک نبی ﷺ نے ہم اللہ و پست آواز کے ساتھ پڑھنا یہ بھی جبر کے منسوخ ہونے پر ثابت رہا ہے۔

عبد بن ابی سلمہ نے نعم النجری کی روایت کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں ہے ازوم یہ وہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افتخار کے باوجود نعم النجری نے سن لیا ہو کیونکہ اگر مقتدی امام سے قریب ہوا وہ امام نے افتخار میں مباحث نہ کیا تو بھی مستحق ہوتا ہے۔

دوسری بات کہ ہم اللہ پر رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پہلے پڑھے یا فقہا پہلی رکعت میں اس بارے میں حضرت امام اعظم سے دو روایتیں ہیں۔ حسن بن زیاد کی روایت تو یہ ہے کہ ہم اللہ کو ہر رکعت میں نہ پڑھے بعد نماز کے شروع میں فقہ ایک مرتبہ پڑھ لینا کافی ہے جبکہ کہ تھوڑا صرف پہلی رکعت میں پڑھنا کافی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے بلکہ افتتاح صلوۃ کے لئے پڑھی جاتی ہے اور صلوۃ واحد فعل واحد کے مانند ہے اور فعل واحد ہے ایک مرتبہ ہم اللہ پڑھنا کافی ہے ابتدا صلوۃ واحد کے لئے بھی ایک مرتبہ ہم اللہ پڑھنا کافی ہو گیا۔

امام ابو حنیفہ سے دوسری روایت ابو یوسف کی ہے کہ ہر رکعت میں ہم اللہ پڑھتے احتیاط اسی میں ہے کیونکہ ہم اللہ کے فاتحہ کا جز ہونے میں ملے گا اختلاف ہے اور فاتحہ کا ہر رکعت میں پڑھنا ضروری ہے۔ ہذا ہم اللہ کا پڑھنا بھی ہر رکعت میں ضروری ہوگا۔ تاکہ اختلاف سے بچا جاسکے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ ہر رکعت میں ہم اللہ پڑھنا واجب قائل ہے۔ پھر فرمایا کہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ کے درمیان ہم اللہ نہ پڑھتے البتہ امام محمد فرماتے ہیں کہ سری نماز میں ہم اللہ فاتحہ اور سورۃ کے درمیان پڑھنا مستحب لیکن جہزی نماز میں نہ پڑھے۔

قرأت فاتحہ وضم سورۃ رکن ہے یا نہیں؟ اقوال فقہاء و دلائل

ثُمَّ يَتْلُو فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَمُورَةٌ اَوْ ثَلَاثَ اَيَاتٍ مِنْ اَيِّ سُورَةٍ شَاءَ فَيَقْرَأُهَا فَيَتَحَنَّنُ رُكْعًا وَعِدَّةً وَكَذَا صَمُّ السُّورَةِ اِلَيْهَا جِلَالًا لِلشَّافِعِيِّ فِي الْفَاتِحَةِ وَلِلْمَالِكِ وَبُيْهَاتُ لَهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا صَلَوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ سُوْرَةٍ مَعَهَا وَلِلشَّافِعِيِّ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا صَلَوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَلَا قَوْلُهُ تَعَالَى فَاَقْرَأْ وَاعْتَصِرْ مِنَ الْقُرْآنِ وَالرَّابِثَةُ عَلَيْهِ يَحْتَرِ الْوَاحِدُ لَا يَحْوُرُ لِكِنَّهُ يُوجِبُ الْعَمَلُ فَقُلْنَا يُوْجِبُنَا

ترجمہ پھر سورۃ فاتحہ پڑھے اور کوئی سورۃ یا تین آیات جس کی سورۃ میں سے چاہے جس سے ہمارے نزدیک قرأت فاتحہ کا رکن ہوتا متعین نہیں ہے۔ اور ابی اس نے ساتھ سورۃ مانا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں امام شافعی کا ارشاد ہے کہ فاتحہ اور سورۃ دونوں میں امام مالک کا اختلاف ہے امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز نہیں صرف فاتحہ کے ساتھ اور اس کے ساتھ سورۃ کے۔ اور امام شافعی کی

دلیل حضور ﷺ کا قول ہے کہ نماز نہیں ہے مگر سورۃ فاتحہ کے ساتھ۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پڑھو جو آسان ہو قرآن میں سے۔ اور قرآن پر خبر واحد کے ساتھ زیادتی کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن واحد عمل واجب کرتی ہے پس ہم ان دونوں کے وجوب کے قائل ہو گئے۔

تشریح حالانکہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ نماز کے اندر قرأت قرآن کی کتنی مقدار فرض اور رکن ہے؟ سو ہمارے ملام کا مذہب یہ ہے کہ مطلقہ قرأت قرآن فرض ہے چنانچہ کسی ایک آیت کو پڑھ لیا تو رکن قرأت ادا ہو جائے گا۔ رہا سورۃ فاتحہ کا پڑھنا اور اس کے ساتھ سورت ملنا تو یہ دونوں ہمارے نزدیک واجبات میں سے ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ نے کہا کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا رکن ہے اور امام مالکؒ کا فقہ اور سورت ملنا دونوں رکن کہتے ہیں۔

امام مالکؒ کی دلیل حضور ﷺ کا قول لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقَاتِلِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ مَعَهَا ہے۔ یعنی بغیر فاتحہ اور سورت کے نماز نہیں ہوگی اور ظاہر ہے کہ یہ شان فرض کی ہوتی ہے نہ کہ واجب کی۔ اسی کے ہم معنی امام ترمذیؒ نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے وَمِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ وَخَيْرُ نَمَاسِهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ وَلَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا الْحَمْدَ وَهُوَ سُورَةُ بَقِي قُرْآنِ الْيَوْمِ اَوْ غَيْرِهَا یعنی نماز کی کئی طہارت (وضو) ہے اور بار بار نماز و تراویح کرنے والے اللہ اکبر پڑھنے اور اس کو ملال کرنے والا مسوم ہے جس شخص نے فرض یا غیر فرض میں الحمد للہ اور سورت نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوگی۔

امام شافعیؒ کی دلیل حدیث رسول اللہ ﷺ لَا صَلَاةَ وَلَا صَلَاةَ إِلَّا بِقَاتِلِ الْكِتَابِ ہے۔ اور ہماری دلیل ہادیؒ قلی کا قول فَافْقُرُوا مَا تَسْتَسْرِمُونَ الْقُرْآنَ ہے اس آیت سے اس طور پر استدلال ہوگا کہ من القرآن مطلق ہے لہذا المطلق یجوز علی اطلاقہ کے ساتھ۔ جسے جس ادنی مقدار پر قرآن ہوتا صادق آئے اس کا پڑھنا فرض ہوگا اس لئے کہ یہی مقدار ماور ہے اور چونکہ غایت نماز قرأت قرآن فرض نہیں ہے اس لئے نماز کے اندر فرض ہونا متعین ہوگا۔

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کی پیش کردہ روایات اخبارِ راہ دے ہیں اور اخبارِ راہ لغوی ہوتی ہیں اور اصول فقہ میں یہ بات مذکور ہے کہ رکن دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ دلیل لغوی سے البتہ دلیل لغوی عمل واجب کرتی ہے اس لئے ہمارے ملام نے کہا کہ یہ دونوں واجب ہیں اور چونکہ خبر واحد کے ذریعہ کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں ہے اس لئے ان احادیث سے کتاب اللہ (فَافْقُرُوا مَا تَسْتَسْرِمُونَ الْقُرْآنَ) پر زیادتی بھی نہیں ہو سکتی۔

امام اور مقتدی کے لئے آمین کہنے کا حکم۔۔۔ اقوال فقہاء و دلائل

وَإِذَا قَالَ الْإِمَامُ وَالصَّالِّينَ قَالِ آمِينَ وَيَقُولُهَا الْمُؤْمِنَةُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا آمَنَ الْإِمَامُ قَامُوا وَلَا تَمْتَسِكْ لِمَا لَيْكَ فِي قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ وَالصَّالِّينَ قُولُوا آمِينَ مِنْ حَيْثُ الْقَسْمَةِ لِأَنَّهُ قَالَ فِي أَجْرِهِ فَإِنَّ الْإِمَامَ يَقُولُهَا

ترجمہ اور جب امام و الصَّالِّينَ کہے تو خود امام آمین کہے اور مقتدی بھی آمین کہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ اور امام مالکؒ کا حضور ﷺ کے قول اِنْ خَلَفَا الْإِمَامُ وَالصَّالِّينَ لِقَوْلِهِ آمِينَ میں تقسیم سے اعتبار سے کوئی

استدلال نہیں اس لئے کہ حضور ﷺ نے اس حدیث کے آخر میں فرمایا: **إِنَّمَا يَقُولُ لَهَا**۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کے قسم پر جب امام ولا الصّالین کہے تو امام اور مقتدی دونوں کو آمین کہنا چاہئے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ فقط مقتدی آمین کہے امام آمین نہ کہے۔

امام مالک کی دلیل یہ حدیث ہے: **إِذَا قَالِ الْإِمَامُ وَلَا الصَّالِينَ فَقُولُوا آمِينَ**، مسلم نے پوری حدیث اس طرح روایت کی ہے: **رَأَيْتُ جَعْلَ الْإِمَامِ يَقُولُ بِهٖ فَلَا تَخْلِفُوْا عَلَيْهِ فَإِذَا اكْتُمُوكُمْ وَأَوْادًا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا إِذَا قَالَ وَلَا الصَّالِينَ فَقُولُوا آمِينَ** یعنی امام تو اس لئے بنایا گیا کہ اس کی اقتداء کی جائے سو تم اس سے اختلاف مت کرو پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ پڑھے تو تم خاموش رہو اور جب وہ ولا الصّالین کہے تو تم آمین کہو۔

امام مالک نے اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا ہے کہ حضور ﷺ نے تقسیم فرمائی چنانچہ امام کے حصہ میں قرأت کا اتمام ہے اور مقتدی کے حصہ میں آمین ہے اور چونکہ تقسیم شرکت کے منافی ہے اس لئے آمین کہنے میں امام اور مقتدی دونوں شریک نہیں ہوں گے بلکہ صرف مقتدی آمین کہے گا۔

ہماری دلیل یہ حدیث ہے: **إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ قَامُوا فَأَمَّنَهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِيْنَهُ تَأْمِيْنُ الْمَلَائِكَةِ عَزَّوَجَلَّ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ**، جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کا آمین کہنا موافق پڑی حاجت کے آمین کہنے کے اس کے چھتے نہ بخش دیئے جائیں گے۔

امام مالک کی پیش کردہ حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے آخر میں ہے **لَإِنَّمَا يَقُولُ لَهَا** یعنی امام بھی آمین کہتا ہے پس معلوم ہوا کہ اس حدیث میں تقسیم اور ہذا و ہذا نہیں ہے۔

ہمارے مذہب کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو حضرت مسیب نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے: **قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ وَلَا الصَّالِينَ فَقُولُوا آمِينَ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَقُولُ آمِينَ وَرَأَى الْإِمَامَ يَقُولُ آمِينَ لَمَنْ وَافَقَ تَأْمِيْنَهُ تَأْمِيْنُ الْمَلَائِكَةِ غُفْرَانًا لِّمَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ**۔ (دومعہ رزاق فی معنی)

امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ امام آمین نہ کہے بلکہ فقط مقتدی آمین کہے گا۔ اور دلیل اس روایت کی یہ ہے کہ امام دعا ہی پڑھتا ہے اور مقتدی سننے والا اور آمین سننے والا کہتا ہے نہ کہ دعا ہی جیہ کہ نہ کہ ملاوہاتی دوسری دعاؤں میں عادت ہے۔

اور حضور ﷺ کے قول: **إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ قَامُوا فَأَمَّنُوا** میں امام و آمین کہنے والا اس لئے کہا گیا کہ اس نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر آمین کا سبب پیدا کر دیا اور مسبب کو مہاشر کے نام کے ساتھ ذکر کرنا جائز ہوتا ہے جیسا کہ ہنسی الأیمنو المحدثین بنی ہاشم نسبت امیر کی طرف مسبب ہونے کی حیثیت سے ہے۔

فوائد لفظ آمین کے ہمزہ کو بعض لوگوں نے ممدود پڑھا ہے اور بعض نے مقصور پڑھا ہے ممدود پڑھنے کی صورت میں تو آمین ہی رہتا گا اور مقصور پڑھنے کی صورت میں آمین ہوگا۔ مگر یہ واضح رہے کہ دونوں صورتوں میں وزن فعلیل ہی کا رہے گا۔ پس ممدود ہونے کی صورت میں الف اشباع کا ہوا ممدود ہونے کے اشتباہ میں مجنوں کا یہ شعر پیش کیا جاتا ہے: **يُنْزِلُ حَسْمَهُ اللَّهُ عَسَلًا** قال ابن سينا اس میں آمین ممدود استعمال ہوا ہے آخر کا الف بھی اس میں اشباع ہی کا ہے۔

یہ شعر اپنے تئیں ایک واقعہ کہتا ہے واقعہ یہ ہے کہ جب مجنوں کے دل میں جلی کی محبت خور تھی اور وہ اس کی محبت میں غرق ہو کر حیران و پریشان، رانا و راجہ کے لگا تو اس کے باپ ملوں کو بہت زیادہ غمزدگی ہوئی۔ جو اس کو مشورہ دیا کہ اس کو عہدہ الٰہی کی زیارت کے لئے بڑے بڑے چیلنج اس کا باپ مجنوں کو حج کے ارادہ سے تھپا اور اس سبب حج اس کو اٹھائے اور مجنوں سے کہا کہ عہدہ مغلّہ کے پڑوس کو حرمِ زہد اللہم ارحمہ فی جلی و عتفہا سے ہے اور درکار تو مجھ سے جلی کی محبت و زائل کرنے مجھے راحت پہنچے۔

پس مجنون نے بجائے اس شعر کے والہانہ انداز میں یہ شعر پڑھا

اَللّٰهُمَّ مِنْ عَلَيَّ بِابِلَى وَقُرْبِهَا

اے اللہ مجھے لعلی کا قرب اور وصل عطا فرما کر میرے اوپر احسان کیجئے۔

دپ نے یہ سنتے ہی پٹنی شروع کر دی کہ میں نے تو زوال کی دہائے کو بہا تھا اور تو حصول کی دعا مانگ رہا ہے تو پھر مجھوں یہ شعر سنئے

12

بَنَارٍ لَا تَمْلَأُنِي حُبًّا أَبَدًا وَبِرَحْمَةِ اللَّهِ فَقَالَ أَمِيرًا

یعنی اے میرے رب مجھ سے اس کی محبت بھی بڑا فیض مت کر اور اس میری دعا پر جو آمین کہے اس پر رحم فرما۔

یہ توہ کا استشہاد تھا، واقعہ کے استشہاد میں دوسرا شعر پیش خدمت ہے،

أَمِئْنَ فَكَرَّادَ اللَّهُ مُكَابَيْتَنَا بُعْدًا

استشباد اس میں یہ ہے کہ آئین الف مقصورہ کے ساتھ آیا ہے یہ شعر بیہ من اضبط کا ہے یہ شعر اس موقع پر کہ تھا جب اس نے فطیل نامی ایک شخص سے اس کے اونٹ کی درخواست کی تھی لیکن اس نے اونٹ نہیں دیا تب اس نے یہ شعر کہا تھا پورا شعر یہ ہے۔

تَسَاعَدُ عَنِّي فَطَحَلْ رَادُّ دَعْوَتِهِ اَيْسَ فَرَادَّ اللهُ مَا يَسَاءُ بَعْدَهُ یعنی فتحل سے مجھ سے تیرا اور دوری ظاہر کی جب کہ میں نے اس کو اپنی حاجت کے لئے پکارا خدا کرے ہماری دوری میں اور بھی ایسا نہ ہو اور اسے خدا تو اس دعا کو قبول کرے۔

اس میں آئین کا لفظ پہلے آیا ہے اور عابد نہیں ہے حالانکہ ترتیب واقعی اس کے خلاف چاہتی ہے جب یہ کہ شاعر کو قبولیت دعا کا لفظ آتا ہے جس انتہا میں اس کی وجہ سے لفظ آئین و عابد مکرر ہو۔

میں نے اپنے

امام اور مقتدی دونوں آئین سر ا کہیں گے، اور آئین کا صحیح تلفظ

قَالَ وَيَحْمِلُونَهَا إِسْمًا زَيْنًا مِنْ خَيْرِ آبَائِهِمْ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ قَارِئٍ مَكْتُومٍ أَصْرَبَتْ بِهَا فَأَقْبَرَهَا بِهَا فَأَحْسَنَ النَّاسُ رُفْقًا بِهَا فَاجْتَمَعَ يَوْمَ ذِئْقَانَ ثَلَاثُ مِائَةٍ شَيْخٍ فَرَجَحْنَاهَا فَوَجَدْنَا آلَ يَسْرِينَ بَعْدَهَا بِهَا مُبْدِيًا بَطْنًا يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَقْبَرْنَا بِهَا فَمِنْ ذَلِكَ يَوْمٍ لَمَّا جَاءَ نَبِيُّكُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعْنَا عَلَيْهِ فَمِنْ ذَلِكَ يَوْمٍ لَمَّا جَاءَ نَبِيُّكُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعْنَا عَلَيْهِ

ترجمہ: کہ یہ سب لوگ آمین کو بہت نہیں اہل مسعودی اس حدیث کی وجہ سے جو جمعہ روایت کی اور اس وجہ سے کہ آمین دعا ہے کہ آمین کی دعا ہوگی اور آمین میں دعا اور قلہ ۱۰۰ جہیں ہیں اور تہذیب اس میں نہ حشر غلطی ہے۔

تشریح: جو کہ وہ ایک قوم و مقتدی سب کے لئے آمین آواز دہا سنا ہے۔ وہ امام شافعی آمین و خیر سے قائل ہیں۔ امام

مشافعی کی دلیل ابو داؤد کی روایت ہے عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجْرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَرَأَ وَلَا الصَّالِیْنَ قَالَ آمِنْ وَرَفَعَ يَدَيْهَا صَوْتَهُ، اور ترمذی میں ہے وَمَدَّ يَدَيْهَا صَوْتَهُ یعنی وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب وَلَا الصَّالِیْنَ کہتے تو آمین کہتے اور آپ نے آمین کے ساتھ اپنی آواز کو بلند کیا۔

ہماری دلیل حدیث من مسعود ہے جو سابق میں گذر چکی یعنی قَالَ أَرْبَعٌ يُحْبِبُهُنَّ الْإِمَامَةُ التَّوَهُّدُ وَبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَاللَّهُمَّ وَتَأْلُكَ الْمُخَفَّةُ وَآمِينَ۔ اور ایک روایت میں ہے حَفْشُ يُحِبُّهُنَّ الْإِمَامَةُ اور مذکورہ پر رجبیوں کے علاوہ سب خانک الملہمَّ وَبِخُفِّكَ کو بھی ذکر کیا۔ اس روایت سے آمین کو آہستہ بہت اہستہ ہوتا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ آمین بسم اللہ کے معنی میں دعا ہے اور دعا میں اخفاء ہے تاکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَذْعُوْا رِئَسَكُمْ نَضْرَعًا وَخَفِيَةً اس لئے آمین میں اخفاء مسنون ہوگا۔

اور امام مشافعی کی طرف سے پیش کردہ حدیث وائل بن حجر کا جواب یہ ہے کہ مفسرین وائل نے اپنے باپ وائل سے روایت کی جس میں حَقْفَصُ یہ صَوْتُہُ ہے پس تعارض کی وجہ سے وائل کی دونوں روایتیں ناقابل استدلال ہوں گی اور ہمیں مسعودی کی روایت جو ہمارا استدلال ہے بالائق استدلال ہوگی۔

صاحب ہدایہ نے کہا کہ آمین کے الف میں مد اور تکرار دونوں صورتیں ہرگز ہیں۔ خاموشی مسند میں فوائد کے تحت بالتفصیل بیان کر چکا ہے اور آمین کی مد و مشدود چنانچہ حَفْش غلطی ہے لہٰذا اسے نزدیک تو مفید صلوٰۃ ہے لیکن بیش فقہاء کی رائے یہ ہے کہ نماز کا فاسد نہیں ہوگی یہ تکہ اس کے لفظوں کی تفسیر قرآن میں موجود ہے چنانچہ ارشاد ہے وَلَا تَقْسِمْ بِاللَّيْلِ الْحَرَامِ۔

روکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کہنا

قَالَ ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَرْكَعُ وَلَمْ يَجْمَعْ الصَّغِيرَ وَيُكَبِّرُ مَعَ الْإِنْجِطَاعِ لِأَنَّ السَّيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكُنْ يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ خَفِضٍ وَرَفِعٍ وَيَسْجُدُ التَّكْبِيرُ حَدْفًا لِأَنَّ الْقَدْفَ فِي آوَالِهِ خَطَأٌ مِنْ حَيْثُ الْقَدْفُ لِكُرْبِهِ اسْتِطْفَافًا وَفِي الْخَوَرِ لَخْفٍ مِنْ حَيْثُ النَّعْثُ

ترجمہ۔ کہا پھر تکبیر کہے اور رکوع کرے اور جامع صغیر میں ہے کہ تکبیر کہے جو کھڑے سے تھوڑے تھوڑے حضور ﷺ تکبیر کہتے ہر جھکاؤ اور اٹھاؤ کے اور حذف کرے تکبیر کو اچھی طرح کیونکہ اول تکبیر میں مد کرنا اور اذین خطا ہے اس لئے کہ وہ استقامت ہے اور تکبیر کے آخر میں مد کرنا ازراہ الفت محسن ہے۔

تشریح۔ مسند یہ ہے کہ قرأت پوری کرنے کے بعد باوقفت تکبیر کہے اور رکوع کرے یعنی پہلے کھڑے ہو کر تکبیر کہے پھر رکوع کرنے کے بعد مدورنی کے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کہے یعنی رکوع کے لئے جھکتے وقت تکبیر شروع نہ کرے۔ اور رکوع میں پوری کر کے امام طحاوی نے کہا کہ یہی صحیح ہے دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ تکبیر کہتے تھے ہر جھکاؤ اور اٹھاؤ کے وقت ان مسعودی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت اس طرح بیان کی ہے تَكَانُ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفِضٍ وَرَفِعٍ وَقِيَامٍ وَقَعُوذٍ وَابْتِغَاءٍ وَعُمُودٍ یعنی رسول اللہ ﷺ تکبیر کہتے تھے ہر جھکاؤ اور اٹھاؤ اور کھڑے ہونے اور بیٹھنے میں اور اوپر اور نیچے اس حدیث سے بھی رکوع میں

جاتے وقت تکبیر کا کہنا ثابت ہوتا ہے۔

شیخ ابوالحسن قدوریؒ نے کہا کہ تکبیر کو حذف کرے یعنی تضرع کرے۔ مراد یہ ہے کہ جس جگہ یہ نہیں وہاں نہ کرے تفصیل اس کی یہ ہے کہ اللہ اکبر میں اللہ کے اول کو خفیف فخم دے اور لام کو مد کرے اور ہاء کو رفع دے۔ اور اکبر کے اول اور ہاء کو خفیف فخم دے اور آخر کو نزہ کرے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ کے اول میں مد کیا یا اکبر کے اول میں مد کیا تو یہ دینی اعتبار سے غلط ہوگا کیونکہ اس صورت میں استفہام کے معنی پیدا ہوں گے اور پہلی صورت میں آواز ہوگی کیا اللہ بڑا ہے اور دوسری صورت میں آواز ہوگی اللہ کیا بڑا ہے ان دونوں صورتوں میں اللہ کی کبریائی میں شک نہ رہے والا ہوگا اور اللہ کی کبریائی میں عہد شک کرنا کفر ہے۔ (حنا)

لیکن صاحب ہدایہ نے اس کو خطا کہا ہے نہ کہ کفر البتہ نماز قاسد ہو جائے گی۔ اور اکبر کے آخر میں مد کرنا یعنی بھائے اکبر کے اکبار کہنا جیسا کہ بعض سادہ لوح بگالی طلبہ کہتے ہیں تو یہ نافت کا اعتبار سے نہیں یعنی خطا ہے اس سے بھی نماز قاسد ہو جائے گی۔

رکوع کی کیفیت اور رکوع کی تسبیح

وَبَعَثَ يَدَيْهِ بِذِيْنِ عِلٰی وَكُنِيَ بِهٖ وَيُسَبِّحُ بِهٖ اَصَابِعُهٗ يَقُوْلُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلَّا نَسِيَ اِذَا رَكَعَتْ فَصَعَّ بِذِيْنِكَ عَلٰی وَكُنِيَ بِهٖ وَفَرَّجَ بَيْنَ اَصَابِعِكَ وَلَا يَسْتَدِرُّ اِلَی التَّغْرِیْحِ اِلَّا اِنِّیْ عَلَیْهِ الْعَالَةِ لِيَكُوْنُ اَمْكَنُ مِنَ الْاَخْلَافِ وَلَا اِلَی التَّصَمُّ اِلَّا اِنِّیْ خَالَةَ السَّجُوْدِ وَفِيْمَا وَّرَآءَ ذٰلِكَ يَبْرُكُ عَلٰی الْمَادَّةِ وَيُسَطُّ ظَهْرُهٗ لِاَنَّ الشَّيْءَ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَانَ اِذَا رَكَعَ بِسَطِّ ظَهْرِهٖ وَلَا يَرْفَعُ رَأْسَهٗ وَلَا يَنْكُصُهٗ لِاَنَّ الشَّيْءَ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَانَ اِذَا رَكَعَ لَا يَصُوْبُ رَأْسَهٗ وَلَا يَقْنَعُهٗ وَيَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِيْمِ ثَلَاثًا وَذٰلِكَ اَذْنَاهُ يَقُوْلُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِذَا رَكَعَ اَخَذَ كُمْ فَلْيَقْبَلْ فِیْ رُكُوْعِهِ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِيْمِ ثَلَاثًا وَذٰلِكَ اَذْنَاهُ اَمَّا اَذْنٰی كِتَابِ الْجَمْعِ

ترجمہ۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر نیچے اور اپنی انگلیوں میں کشادگی رکھے کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ہے جب تو رکوع کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ اور اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی پیدا کر اور اس حالت کے علاوہ کسی حالت میں کشادگی مندوب نہیں ہے تاکہ پکڑنا ممکن ہو اور حالت مجدد کے علاوہ کسی حالت میں انگلیاں ملانا (مندوب) نہیں ہے اور مذکورہ حالتوں کے علاوہ میں اپنی عادت پر چھوڑا جائے۔ اور ہموار رکھے اپنی پیٹھ کو اس لئے کہ حضور ﷺ جب رکوع کرتے تو پیٹھ کو برابر ہموار کرتے تھے اور سر نہ اٹھاتے اور نہ جھکاتے اس لئے کہ حضور ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنا سر نہ جھکاتے اور نہ تختے اور تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِيْمِ کہے اور یہ ادنیٰ مقدار ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو اپنے رکوع میں کہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِيْمِ تین مرتبہ اور یہ اس کا کمتر درجہ یعنی کمال جمع کا ادنیٰ ہے۔

تشریح۔ اس عبارت میں رکوع کرنے کی کیفیت اور رکوع کی تسبیح کا بیان ہے چنانچہ رکوع کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نمازی اپنے دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں پر رکھے اور ہاتھوں کی انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھے اور دونوں پٹھلیوں کو قائم رکھے۔ دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو خدمت کیا کرتے تھے فرمایا کہ اسے پھر جب تو رکوع کرے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھ اور اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھ۔

کہ اگر امام کو پہلے کہیں چاہئے تھا اور مقتدی کو بعد میں اور یہاں یہ ممکن ہے اور صاحبین کی پیش کردہ حدیث ابو ہریرہ کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حالت اغواء پر محمول ہے اور اس قول کے مطابق منہ کا حکم صحیح ہے کہ وہ سميع اللہ لعن حیدہ پر آئندہ برے وہ یہ کہ انکا وئالک الخمد پر آئندہ برے۔ اولیٰ کی وجہ یہ ہے کہ امام فقط سميع اللہ لعن حیدہ پر آئندہ کرتا ہے اور منہ کا حکم اپنے حق میں امام سے نہ ہوگا جس طرح امام پر قراوت واجب نہایتی طرح منہ پر بھی قراوت واجب ہے۔

اور دوسری روایت کی وجہ یہ ہے کہ منہ راگرد و لوں ذرا جتنی سميع اور حمید کو جمع کرے گا تو حمید اعتدال یعنی قومہ کی حالت میں واقع ہو گا۔ انکا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتے وقت اعتدال کی حالت میں ولی ذرا مستنون مشرع نہیں کیا گیا جیسے وہ حمید سے دوسری حالت کی حالت میں ولی ذرا مستنون مشرع نہیں بناس لے کہا گیا کہ منہ سميع اللہ لعن حیدہ نہ کہے جہذا انکا وئالک الخمد پر آئندہ برے۔

دوسری روایت کی تاہم اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ سے دریافت کیا کہ جو شخص فرض نماز میں اپنے دروغ سے اٹھاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت پر لگتا ہے آپ نے فرمایا کہ وئالک الحمد ہے اور رسوت کرے اور اسے نہ کہے۔

قول اصح کی دلیل حدیث صحیح ہے کہ حضور ہر دووں ذرا جتنی سميع اور حمید کو جمع فرماتے تھے صاحبین کی نقلی دلیل کا جواب یہ ہے۔ جب امام نے سميع اللہ لعن حیدہ کہا تو اس نے مقتدیوں کو وئالک الحمد کہنے سے آگاہ کیا پس التذال علی الخیر کما علیہ کے مطابق کہ یہ بھی ممکن تھا اس وقت وہاں ہوا اس نے انا ما فزونی الناس بالبر وتسون انفسکم کی وعید سے تداخل نہیں ہوگا۔

قومہ کا حکم، مجاہد میں جانے اور اس سے اٹھنے کا طریقہ اور جلسہ کا حکم، اقوال فقہاء و دلائل

ہل تہ اذا استوی فایما کثر و سجد اما التکبیر و السجود فلیما بیا و اما الإنجباء فایما فیس یفرض و کذا الخلیفۃ بین السجدتین و الطائیفۃ فی الزکوع و السجود و ہذا عند انبی خیفہ و محمّد و قال ابو یوسف یفرض ذلک کلّہ و هو قول الشافعی لقولہ علیہ السلام فہ فضل فانک یغضّی قالہ لا عراج جہنم اخف الصلوۃ و لیما ان الزکوع هو الإنجباء و السجود هو الانخفاض لعدہ فیعلی الزکیۃ یا لاذنی فیہما و کذا فی الانقیال اذہو غیر مقصود و فی آخر ما روی نسبیۃ اذہ صلوۃ حیث قال و ما نقصت من ہذا شیئا فقد نقصت من صلاحتک تہ القومۃ و الخلیفۃ سجد عندہما و کذا الطائیفۃ فی تخریج الجورجانی و ولی تخریج المکرجی و اجماع حتی تخرجت سجدتنا الشہوتر کینا عندہ

ترجمہ کیا کہ چھ باب سیدھا کھڑا ہونا ہے تو کھینچے اور مجاہد کرے یہ حال صحیح ہے اور وہاں کی سجد سے پوزہ نہ کرے۔ اور یہاں سے سیدھا کھڑا ہونا تو یہ فرض نہیں ہے اور جہاں ہی وہ مجاہدوں نے زمین پر بیٹھا ہے۔ اور وہاں سے تہا (اٹھ نہیں لے) اور یہ وہاں پر نہ کرے۔ نیز یہ ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ یہ سب فرض ہیں اور یہیں اور مشافعی کا قول ہے کہ انکا وئالک الخمد

ایک اعرابی کو جس وقت اس نے نماز میں تخفیف کی تھی فرمایا کہ کھڑے ہو پھر نماز پڑھ کر تو نے نماز نہیں پڑھی۔ طہ فحین کی دلیل یہ ہے کہ رافت میں روع جھٹکا اور کچھ پست ہونا ہے پس رکعت ان دونوں میں ادنیٰ کے ساتھ متعلق ہوگی اور ایسے ہی انتقال میں اس نے کہ یہ مقصود نہیں ہے اور حدیث اعرابی کے آخر میں اس کا نام نماز رکھا ہے چنانچہ کہا کہ جو کچھ اس میں سے کسی کی تو تیری نماز میں سے کی ہوگی۔ پھر قمر اور جلسہ طہ فحین کے نزدیک سنت ہے اور جرجانی کی توحیح کے مطابق طہائیت کا بھی یہی حال ہے اور امام رشیدی توحیح کے مطابق طہائیت واجب ہے حتیٰ کہ کرفی کے نزدیک ترک طہائیت سے دو تہہ کہہ کر واجب ہوں گے۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ نمازی جب روع سے سیدھا کھڑا ہو گیا تو تکبیر کب ہو تہہ میں چلا جائے۔ دلیل سابق میں مذکور ہے کہ اِسَلَّ عِنْدَ السَّلاَہِ کَانَ یُکْمَلُ عِنْدَ کُلِّ حَضْبٍ وَزَفَعٍ اور تہہ پڑا ہوا ہے جب میں پاری تھی کہ قول وار کھو واسعدوات استدلال یا کیا ہے۔ صاحب بدایہ نے کہا کہ تعدیل ارکان یعنی روع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا جس وقت کہتے ہیں دو تہہ ہوں گے درمیان بیٹھنا اور روع اور تہہ میں حرکت یعنی چھوڑنا یا طہ فحین کے نزدیک فرض نہیں ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک تعدیل ارکان فرض ہے اسی کے قول امام شافعی میں ثمرہ اختلاف یہ ہے کہ تعدیل ارکان کے بغیر طہ فحین کے نزدیک نماز پڑھ کر ہوگی لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں ہوگی۔

امام ابو یوسف ہی دلیل حدیث اعرابی ہے۔ اعرابی کا نام غلام بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے صحیحین میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے اَنْ اَعْرَابِیًّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَطَلَّی رُکْعَتَیْ ثُمَّ خَآءَ فَلَسَلَهُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ لَمْ یَہِی النَّائِلَہُ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا أَحْسَنُ غِبْرَہُ فَعَلِمْتُی فَقَالَ لَمْ یَہِی النَّبِیُّ اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلَاۃِ فَکَبِّرْ ثُمَّ اَقْرَأْ مَا یُسْرَ مَعَکَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ اِرْجِعْ حَتّٰی نَطْمِئْنَ رَاکُمْ ثُمَّ اِرْجِعْ حَتّٰی نَطْمِئْنَ قَابِلًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی نَطْمِئْنَ سَاجِدًا ثُمَّ اِرْجِعْ حَتّٰی نَطْمِئْنَ خَالِئًا ثُمَّ اَلْعَلْ دَلِکَ فِی صَلَاتِکَ کُلُّہَا حَتّٰی نَطْمِئَہَا مَعِیْ اعرابی نے مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھی پھر آ کر حضور کو سلام کیا حضور نے اس سے کہا کہ واپس جا کر نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی یعنی تیری نماز نہیں ہوئی۔ پس اس نے واپس جا کر پہلی کی طرف نماز پڑھی پھر آیا اور اللہ کے پاک رسول اللہ کی خدمت میں سلام پیش کیا آپ نے اس سے پھر کہا کہ واپس جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تیری نماز نہیں ہوئی۔ پس اس اعرابی نے تیسری بار میں حضور سے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا اس کے علاوہ کیا صورت بہتر ہے آپ مجھے اس کی تعلیم دیجئے۔ حضور نے اس سے کہا کہ جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر پھر ماہم موزوہ الفضلۃ قرآن کی قرات کر پھر روع کریں تاکہ کہ روع کی حالت میں الطہینان ہو جائے پھر اس واپسی پر ہی نماز میں کریں تاکہ کہ نماز پوری کرے۔

اس حدیث سے اس طور پر استدلال ہوگا کہ تعدیل ارکان ترک کر دینے کی وجہ سے حضور نے نماز کی نفی فرمائی ہے چنانچہ فرمایا فَکَلِمَکَ لَمْ تُصَلِّ اور یہ شان فرض کی ہوتی ہے کیونکہ فرض کے علاوہ کا ممکن ہونا نماز کی نفی کو مستلزم نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ نماز کے اندر تعدیل ارکان فرض ہے۔

طہ فحین کی دلیل پاری تھی کہ قول وار کھو واسعدوات ہے یاں طور کہ کوٹ کہتے ہیں مطلقاً جھٹکا اور تہہ دہکتے ہیں پست ہونے کو یعنی زمین پر پیش کی گئیے ہیں پس روع اور کس تہہ فرض ہے اور آیت سے یہی مطلوب ہے۔ اور چونکہ یہ آیت روع اور تہہ کے معنی

پردہ لائے کرنے میں خاص ہے اور خاص محتاج بیان نہیں ہوتا اس لئے حدیث اعرابی اس آیت کے لئے بیان واقع نہیں ہو سکتی۔

اور آپ نہیں کہ اس آیت کو حدیث اعرابی سے منسوخ مان لیا جائے تو ہم نہیں کہ یہ بھی ممکن نہیں اس لئے کہ یہ حدیث نثر و واحد ہے اور خبر واحد سے کتاب اللہ کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا پس ثابت ہوا کہ مطلقاً جھٹکا اور زمین پر بیٹھنے کی نیکینا فرض ہے (تفصیل نور انوار میں دیکھ لی جائے) جمیل احمد۔

وہی ماروی الخ سے حدیث اعرابی کا جواب ہے جو اب کا حاصل یہ ہے کہ اعرابی نے نماز کی شکل میں جو کچھ بھی تھا حضور نے اس کو نذر کے ساتھ موسوم کیا ہے چنانچہ اسی حدیث اعرابی کے آخر میں یہ الفاظ مروی ہیں وَمَا سَقَطَتْ مِنْ هَذَا شَيْءٍ فَلَقَدْ نَقَضَتْ مِنْ صَلَاتِكَ یحییٰ تو نے جو بھٹکا چیزوں میں کی کی تو تحریری نماز میں کمی ہوئی۔

پس اگر تعدیل ارکان کو ترک کرنا مفید نماز ہوتا ہے تو آپ ہذا (نماز) کے ساتھ موسوم نہ فرماتے جیسا کہ آنر ٹیٹن یہ مجدد کو ترک کر دیا گیا تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اس کو نذر نہیں کہا جاتا پس معلوم ہوا کہ ترک تعدیل سے نماز میں نقصان تو آتا ہے مگر نماز فاسد نہیں ہوتی اور خراب ہے کہ فرض کی یہ شان نہیں ہے پس حدیث اعرابی سے بھی تعدیل ارکان کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

صاحب ہدایہ نے کہا کہ قوم اور دو مجددوں کے درمیان جلسہ ہاتھ ملاتھ ملاتھ طرفین کے نزدیک سنت ہیں اور ہذا (نماز) میں طہنیت کا حکم سواس کی تخریج میں اختلاف ہے چنانچہ امام ابو عبد اللہ اہل حق کی تخریج یہ ہے کہ طہنیت بھی مسنون ہے اور امام شافعی نے تخریج کی کہ یہ واجب ہے حتیٰ کہ امام شافعی کے نزدیک ترک طہنیت سے بیوہ کے دو مجدد واجب ہوں گے جو پانی کے قول کی وجہ یہ ہے کہ یہ طہنیت تکمیل رکن کے لئے مشروع کی گئی ہے اور جو چیز تکمیل رکن کے واسطے مشروع ہو وہ سنت ہوتی ہے ہذا (نماز) میں طہنیت بھی سنت ہوگی۔

اور امام شافعی کے قول کی وجہ یہ ہے کہ یہ طہنیت رکن مقصود خلفہ کے لئے مشروع کی گئی ہے اور جو چیز ایسی ہو وہ واجب ہوتی ہے اس لئے یہ طہنیت واجب ہوگی۔

سجدہ کی کیفیت (طریقہ)

وَيُغْسِمُ بِرَأْسِهِ عَلَى الْأَرْضِ لَا يَنْزِلُ مِنْ حُجْرٍ وَصَفَ صَلَاتَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَجَدَ وَادَّعَمَ عَلَى رَأْسِهِ وَوَضَعَ عَظْمُؤُنَا وَوَضَعَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَيَدَيْهِ حِذَاءَ أُنْثَى لِمَنْزَارٍ رَأَى أَنَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَعَلَ كَذَلِكَ

ترجمہ اور اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ دے کیونکہ وائل بن حجر نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کو بیان کیا تو سجدہ کیا اور ٹیک کیا دونوں ہتھیلیوں پر اور سرین کو اونچی رکھا اور اپنا چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں رکھے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کے مقابل رکھے کیونکہ روایت کیا گیا کہ حضور ﷺ نے ایسا کیا۔

تشریح اس مہارت میں سجدہ کی کیفیت کا بیان ہے چنانچہ فرمایا کہ سجدہ کی کیفیت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دے اور چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اور دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل رکھے کیونکہ وائل بن حجر کی حدیث ہے حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا اَلْحَسْبُكَ وَكَذَّعَهُ عَلَيَّ رَا حَتَمَهُ وَرَفَعَ عَضْرَتَهُ لَمَّا كَانَ آتِیَ بِنَجْدٍ یَا اَوْ
 دُونَ تَحْمِیْمٍ زَمِنَ بِرَہْ یَا اَوْ مَرِیْنِ کَوَاوِجِیَا۔ اور وائل بن حجر جی سے مروی ہے قَالَ زَمِنْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ
 فَسَمَا سَحْدًا وَصَحَّ بِہِذِہٖ حِدَہٗ اَدْبَرُہٗ فَرَمَا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جس نے جب آپ نے نجد کو پہنچا تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے
 دونوں کانوں کے متصل رکھے۔

نیز ابواسحاق کہتے ہیں کہ میں نے براہ بن مازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا یَا اَمِیْنُ کَانَ النَّبِیُّ یَصْنَعُ حِفْہَہٗ اِذَا ضَلَّی
 قَالَ یَلِیْنُ کَتْفَہٖ جَنِّ خُصْرَہٗ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب نماز پڑھتے تو اپنی پیشانی کے ساتھ ہاتھ رکھتے تھے فرمایا کہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان۔

ناک اور پیشانی پر سجدہ کرنے، کسی ایک پر اکتفاء کرنے کا حکم، اقوال فقہاء و دلائل

قَالَ وَسَجَدَ عَلٰی اُفْہِہٖ وَجْہَہٖ، لِأَنَّ النَّبِیَّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاطَّاعَہٗ فَإِنَّ اَلْقَصَرَ عَلٰی أَحَدِہُمَا حَارِجٌ عَنِ
 حِفْہَہٖ، وَقَالَ لَا یَخْوَرُ اَلْاَقْصَارُ عَلٰی الْاَلْفِ اَلْاَمْرِ عُدْرَہٗ وَهُوَ رَوٰیہٗ عَنْہُ، لِذَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اُمِرَتْ اَنْ اَسْجُدَ
 عَلٰی سَبْعَةِ اَعْظَمَہٗ وَعَدَمِہَا الْحِجَہُ وَلَا مِیَّ حِجَہُ اَنَّ السُّجُودَ بِتَحْقِیْقِ یَوْضَعِ بَعْضِ الْوُجْہِ السَّامُوْرَ بِہٖ اِلَّا اَنَّ
 الْحَدَّ وَالذَّلِیَّ حَارِجٌ مَّا لَحَاقَہٗ وَالْمَذْکُوْرُ فَمِمَّا رَوٰی الْوَحْدَہٗ فِی الْمَشْہُوْرِ وَوَضَعَ الْیَدِیْنِ وَالرُّکْبَتَیْنِ مُسْتَعِدًّا
 لِحَقِیْقِ السُّجُودِ ذَوْنِہَا وَامَّا وَضْعُ الْاُغْضِیْنِ فَقَدْ ذَکَرَ الْعُدُوْرُ رِیَّ اَنَّہٗ فَرِیضَہٗ فِی السُّجُودِ

ترجمہ: جب کہ سجدہ کرے اپنی ناک اور پیشانی پر نہ رکھے مندرجہ ذیل سے اس پر ہم اہمیت کی کچھ آیتیں دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفاء یا
 تو ابوحنیفہ نے فرمایا کہ ایک ہاتھ اور دوسرے ہاتھ کے ہاتھ پر اکتفاء کرنا جائز نہیں ہے مگر حدیثی حدیث سے یہی ماحاسب ہے یہ روایت
 ہے یہ حدیث مندرجہ ذیل سے فرمائی گئی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے نماز میں جب سجدہ کرنے کے لیے سر اٹھایا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو
 اپنے دونوں کانوں کے درمیان رکھ دیا۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور اس میں سے کچھ روایتیں ہیں اور روایت مشہورہ میں
 مذکور ہے (چند) آیتیں اور انھوں کا ترجمہ ہے کہ سجدہ کرنے کے وقت ایک ہاتھ سے ناک اور دوسرے ہاتھ سے پیشانی کو چھو جائے اور یہ دونوں قدمہ
 درمیان دو قدمہ کے آگے رکھے جائیں کہ یہ دونوں فرض ہے۔

تشریح: صاحب مہتاب نے لکھا ہے کہ سجدہ کی کیفیت اور سجدہ سے کھڑا ہونے کی کیفیت کے بارے میں مذکور ہے کہ جو منقولہ میں
 سے قریب تر ہو سجدہ کرتے وقت سب سے پہلے اپنی گز زمین پر رکھے اور دو ٹھو آسمان سے اقرب ہو سب سے پہلے اس کو اٹھائے پس اب
 کیفیت ہے یہ کہ وہ زمین پر دونوں ہاتھ رکھے پھر دونوں ہاتھ چھوے اور پیشانی کے ہاتھ کے ہاتھ رکھے۔ بعد ازاں رکھے پھر پیشانی
 رکھے اور اسی وقت آریب یہ کہ پہلے اپنا چہرہ اٹھائے پھر دونوں ہاتھ چھوے۔

مہارت: اصل یہ ہونا کہ سجدہ اور پیشانی دونوں پر سجدہ کرے یا نہ کرے یا نہ کرے۔ ہمیشہ اسی طریقہ سجدہ یا ہے۔ اور اگر ایک پر
 اکتفاء کرے تو اس کی وضاحت میں ہے۔

(۱) یہ سجدہ پیشانی پر سجدہ کرے۔ (۲) یہ سجدہ ناک پر سجدہ کرے۔

جس صورت میں ہمارے علماء احناف کا سجدہ ہے جواز پر اتفاق ہے اور دوسری صورت میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک مع انحراف ہے نہ

ہے۔ ۱۰۔ صاحبین نے کہا کہ باطنیہ تک پر اکتفا کرنا جائز نہیں ہے اس امر کوئی حذر و توقیر کا جائز ہے۔

صاحبین کی دلیل دو حدیث ہے جو کتب متہ میں مذکور ہے

”عَنْ اَبِي عَاسِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اَمْسُوتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْحَبَشَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ وَالْاُظْرَافِ الْقَدَمَيْنِ“

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مجھے خبر ہے کہ میں سجدہ کروں سات ہڈیوں پر پیشانی پر دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں نے چرواہے پر۔

مجاہد رحمہ اللہ یہ ہے کہ جن سات ہڈیوں پر سجدہ کا حکم دیا گیا ان میں ناک کا ٹھکانہ نہیں ہے اس وجہ سے ثابت ہوا کہ ناک کا ٹھکانہ سجدہ میں نہیں ہے اور جب ناک کا ٹھکانہ سجدہ میں ہے تو ناک پر اکتفا کرنا بھی درست نہیں ہوگا۔

۱۱۔ ماہ فیض کی دلیل یہ ہے کہ آن پاکؐ میں مطلقاً سجدہ کا حکم دیا گیا ہے اور سجدہ بعض چیزوں پر رکھنے سے متعلق ہو پا تا ہے کیونکہ چارے کا رکھنا ناممکن ہے اس لئے کہ ناک اور پیشانی ایسی اجزائی بنیاں ہیں جو چارے پر نہ زمین پر رکھنے سے ہیں۔ پس ہر حال جب چارے پر رکھنے کا زمین پر رکھنا حذر ہے تو بعض چیزے کا زمین پر رکھنا ہمارے یہ ہوگا تین گال اور خورزی بالا جماع خارج ہیں یعنی آیت اپنے اطلاق کی وجہ سے اس پر جان و بھی شامل ہے تین بالا جماع آیت میں مراد نہیں ہیں کیونکہ سجدہ سے مراد تقسیم ہے اور گال اور خورزی زمین پر رکھنے سے تقسیم شروع نہیں ہوتی اس سے یہ دونوں سجدہ سے منہبوس سے خارج ہوں گے۔

پس اب ناک اور پیشانی باقی رہ گئے اور یہ دونوں سجدہ کا مکمل ہیں اس لئے ان دونوں پر سجدہ کرنا جائز ہے اور چونکہ پیشانی پر اکتفا کرنا جائز ہے اس لئے ناک پر بھی اکتفا کرنا جائز ہوگا۔

واللہ اعلم فیما روی انہ سے صاحبین کی دلیل کا جواب ہے جواب کا حاصل یہ ہے کہ مشہور روایت میں بھائے چہرہ کے سوا مذکور ہے چنانچہ شیخ اربعہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب نے مروی ہے اَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ اِذَا سَجَدَ الْعَدُوَّ سَجِدْ مَعَهُ سَبْعَةَ اَرَابٍ وَخُفَّهٖ وَكُفَّاهٖ وَرِجْلَاهٖ وَقَدَمَاهٖ مَعْنٰی حضورؐ کو فرماتا ہے تو نے کہ بندہ جب سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اعشاریہ سجدہ کرتے ہیں اس کا چہرہ اس کی ہتھیلیاں اس کے گھٹنے اور اس کے دونوں قدم اس حدیث میں مذکور ہے اور سابق میں مذکور کیا کہ جب سے ناک اور پیشانی دونوں مراد ہیں اس لئے ہم نے یہ کہہ دیا کہ سجدہ کے حکم میں ناک اور پیشانی دونوں برابر ہیں۔

ہاتھوں و گھٹنوں کا زمین پر رکھنا مستنون ہے صاحب ہدایہ نے کہا کہ ہمارے نزدیک ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا مستنون ہے۔ اور مرقا امام شافعی اور فقیر ابواللیث نے کہا کہ یہ واجب بتین حضرات کی دلیل حضورؐ کا قول اَمْسُوتُ اَنْ اَسْجُدَ تَعَالٰی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا امر فرمایا ہے۔ اور امر کا معنی واجب ہے پس معصوم ہوا کہ سجدہ میں سات اعشاریہ کو زمین پر رکھنا واجب ہے اور ان سات اعشاریہ میں ہاتھ اور دونوں گھٹنے بھی ہیں اس وجہ سے دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھنا واجب ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھنے بغیر سجدہ کرنا ناممکن ہے اس لئے ان کا زمین پر رکھنا سجدہ کے مفہوم میں

داخل نہیں ہوگا۔ اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث فقط اسی پر مبنی ہے کہ یہ سات اعتقاد مجددہ کا کھل جیسا کہ اس پر کوئی اختلاف نہیں کہ کہ تم سب جازمین پر خدا نے نصیب ہے۔ اور ہر ایک حدیث میں افسوس کہ فقط آیات قرآن کا جواب یہ ہے کہ اگر جس حدیث کا جواب کے لئے آیت ان میں نہ ملے گی آیت بھی آتا ہے ہو سکتا ہے کہ یہاں امر واجب کے لئے استعمال نہ ہو۔

یہ کہ بعد میں دونوں قدموں کو زمین پر رکھنے کا کیا حکم ہے اس بارے میں امام مقدوری نے فرمایا کہ بعد میں دونوں قدموں کا زمین پر رخن فرض ہے چنانچہ اگر بعد دیکھا اور پیوئی اٹھیں تو زمین سے اوپر اٹھیں یا تو جائز نہیں ہوگا۔ امام کرخی اور ابوبکر بصرہ بھی اسی نے قول ہیں۔

اور اگر ایک قدم زمین پر نہ آوے اور ایک زمین سے اٹھ کر قویہ چڑھے۔ اور قاضی خاں سے منع انحرافیت جائز قرار دیا ہے۔ امام محمد تا ثانی نے کہا کہ ہم فرضیت میں دونوں ہاتھ اور دونوں قدم برابر ہیں۔

پگڑی کے بل پر اور فاضل کپڑے پر سجدہ کرنے کا حکم

فَإِنْ سَجَدَ عَلَى كَوْبٍ عَمَامَتِهِ أَوْ فَاضَلَ نَوْبَهُ حَارَ لَأَنَّ السَّيَّ عَلَى السَّلَامِ كَانَ يَسْجُدُ عَلَى كَوْبٍ عَمَامَتِهِ وَيُرْوَى أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّى فِي نَوْبٍ وَاحِدٍ يَتَغَيَّرُ بِمُصَوِّلِهِ حَرَّ الْأَرْضِ وَتَرْدُهَا

ترجمہ: چنانچہ انسانی جسم کے پیچیدہ و پیچیدہ پرکھ و پڑاؤ کے لیے جو کچھ ضروری ہے اس کے لیے جسم کے ہر حصہ کو اپنا کھانا پینا اور رہائش گاہ ملے۔ اور روایت یہ ہے کہ انسان کے جسم کے ہر حصہ کو اپنا کھانا پینا اور رہائش گاہ ملے۔ اور روایت یہ ہے کہ انسان کے جسم کے ہر حصہ کو اپنا کھانا پینا اور رہائش گاہ ملے۔

[illegible]

ایسا کہ اس نے اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مومن کو کشتا لٹھیلی مع التجا فی شدۃ الحر فاذا لم یستطیع احدا ان
 یسکن وجہہ من الارض یسقط ثوبہ فسد علیہ اس نے اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مومن کو کہ اگر کوئی شخص نہ ہو کہ اس کو
 جس میں نماز پڑھتا ہے وہ جب ہم میں سے مومن کو دیکھتا ہے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اس کو اس کی ہندو کرتا۔

دونوں بازوؤں کو سجیدہ میں کشادہ رکھے

وَيُذِي صُغَيْهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَبَدُ ضَعْفِكَ وَيُرَوَّى وَابْتَدَأَ مِنَ الْإِبْدَادِ وَهُوَ الْمَذَى الْأَوَّلُ مِنَ الْإِنْدَاءِ وَهُوَ الْإِضْطِرَارُ

ترجمہ ... اور کشادہ کر دے اپنے دونوں بازو کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ظاہر کر اپنے بازوؤں کو اور روایت کیا جاتا ہے کہ ابد ابد اسے بازو ہے معنی میں کھینچنا اور اول ابد اسے ہے معنی میں ظاہر کرنا۔

تشریح ... مسجد مجہد کی حالت میں نمازی اپنے بازو ظاہر کرے یعنی تشدد کرے دھمکے کی طرح زمین پر نہ بچے دیکھ کر روایت ہے عَنْ اَدَمَ بْنِ عَتَبَةَ الْبُکْرِيِّ قَالَ وَابْنُ اَبِي عَمْرٍو وَ اَنَا اُصَلِّي لَا اَتَجَاوِزُ عَنْ الْاُزْطِصِ بَلَدًا اَعْمَى فَقَالَ يَا اِبْنِ اَخِي لَا تَسْطُطُ تَسْطُ السَّعْيِ وَادْعُهُمْ عَلٰى رَاحَتَيْكَ وَ اَتِدْ صَنْعُكَ فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذَلِكَ تَسْجُدُ كُلُّ عَصُوْمِكَ

آدم بن علی البکر بن عتبہ نے کہا کہ مجھے اس مرض اللہ تعالیٰ نے انہما نے دیا اس حال میں کہ میں نماز پڑھتا کہ زمین سے اپنے ہاتھوں کو جدا نہیں کرتا تو فرمایا کہ اسے پہنچے درندوں کی طرح مت بچھا اور اپنی ہتھیلیوں پر ٹیپ لگا اور اپنے بازو کشادہ کر کیونکہ جب تو نے ایسا کیا تو تیرا ہر عضو مجہد میں ہو گیا۔

ساحب ہدایہ نے کہا کہ روایت میں ابد والی تشدید کے ساتھ آیا ہے ابد اسے مشتق ہے جس کے معنی کھینچنے کے ہیں معنی اپنے بازو کھینچے ہوئے رکھو اور اول ابد اسے مشتق ہے جس کے معنی نہ کر کے ہیں یعنی اپنے بازو نہ کر یعنی کشادہ رکھو۔

مجہد سے پیش کو راہوں سے دور رکھے

وَبُخَاظِي تَطْلُفُهُ عَنْ فَحْدَيْهِ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ إِذَا سَعَدَ جَافَى حَتَّى أَنْ يَهْمَةَ لَوْ أَرَادَتْ أَنْ تَعْمَرَ بَيْنَ يَدَيْهِ لَمَرَّتْ وَقِيلَ إِذَا كَانَ فِي صُفْبٍ لَا يُخَالِفِي كَيْلًا يُوَدِّي بَجَارُهُ

ترجمہ ... اور اپنے پیش کو اپنی راہوں سے جدا کرے کیونکہ حضور ﷺ جب مجہد کرتے تو جدا کرتے تھے کہ اگر کبریٰ کا چھوٹا بچہ آپ کے ہاتھوں کے درمیان سے گزرنے کا ارادہ کرتا تو ٹھہرتا اور نہ بٹھاتا۔ یہ سب دھمکے میں ہو تو جدا نہ کرے تاکہ بڑی کو ایذا نہ دے۔

تشریح ... مسجد یہ ہے کہ نمازی مجہد کی حالت میں اپنا پیش اپنی راہوں سے جدا رکھے۔ دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ جب مجہد کرتے تو خوف ایسے معنی پیش راہوں سے جدا رکھتے اور پیش کو زمین سے اونچا رکھتے تھے کہ اگر کبریٰ کا بچہ آپ کے ہاتھوں کے درمیان سے گزرنے پر توجہ نہ کرتا تو ٹھہرتا تھا۔ اور بعض فقہاء نے کہا کہ اگر صرف نے اندر ہوتا تھا تو وہ خوف نہ دے یعنی ان کو نہ پھیلائے تاکہ برابر والا ایذا محسوس نہ کرے۔

پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رکھے

وَيُوجِّهُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا سَعَدَ الْمُؤْمِنُ تَسَجَّدَ كُلُّ عَظْمٍ مِنْهُ فَلْيُوجِّهْ مِنْ أَعْصَابِهِمُ الْقِبْلَةَ مَا اسْتَطَاعَ

ترجمہ ... اور اپنے پاؤں کی انگلیوں قبلہ کی جانب متوجہ کرے اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب مؤمن مجہد کرتا ہے تو اس کا ہر عضو مجہد رہتا ہے جس جہاں تک قدرت ہوا اپنے اعضا میں سے قبلہ کی طرف متوجہ کرے۔

تشریح - مسدود رہنے کی وجہ سے ہے۔

عبد کی تسبیح

وَيَقُولُ فِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثًا وَذَلِكَ أَدْنَاهُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ فِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثًا وَذَلِكَ أَدْنَى أَذْنَى كَمَالِ الْحَمْدِ وَيُسَبِّحُ أَنْ يُرِيدَ عَلَى الثَّلَاثِ فِي السُّجُودِ وَالسُّجُودُ سَعْدٌ أَنْ يَحْتَمِ بِالْوِزْلَانَةِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَحْمِي بِالْوِزْرِ وَإِنْ كَانَ إِمَامًا لَا يُرِيدُ عَلَى وَحْدٍ نَسَلَ الصُّوْفَ حَتَّى لَا يَبْقَى إِلَى السَّعِيرِ ثُمَّ نَسَحَابُ الْمُرْكُوعِ وَالسُّجُودُ سُنَّةٌ لِأَنَّ النَّسْلَ تَأْوِيلُهُ دُونَ نَسَحَابِهِمْ وَلَا بُرَاءَ عَلَى النَّصْلِ

ترجمہ - بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ اس کی مقدار ہے یہ بھی حضور کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی بد میں ہے تو اپنے بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔ بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ اگر تم میں سے کوئی بد میں ہے تو اپنے بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔ بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔ بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔

تشریح - اس فقرہ میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور تین بار تہمت سے تہمت ہے یہ تہمت ہے۔ اس سے مراد ہے کہ اگر تم میں سے کوئی بد میں ہے تو اپنے بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔ بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔ بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔

روایت - بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔ بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔ بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔ بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔

حدیث - حدیث میں ہے کہ اگر تم میں سے کوئی بد میں ہے تو اپنے بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔ بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔ بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔ بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔

تشریح - اس حدیث میں ہے کہ اگر تم میں سے کوئی بد میں ہے تو اپنے بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔ بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔ بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔ بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔ بد میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اور یہ سب سے نالائق مال بیچ اس کی مقدار ہے اور مستحب ہے۔

عورت کے لئے سجدہ کا طریقہ

وَالْمَرْءُ أَنْ يَحْفَظَ فِي سُخُودِهَا وَتَفَرَّقَ نَظْمُهَا بِمَحْدَبِهَا لِأَنَّ ذَلِكَ أَسْرَرُهَا

۱۰۔ عورت اپنے بھروسے پرست، دجائے اور اپنے پیت واپنی رائوں سے مرے رہنے لیا کرتا اس کے حق میں زیادہ پروا نہ تھی۔

تشریح: اس مہارت میں عورت کے عہدہ کی کیفیت کا بیان ہے۔ چنانچہ یہ کہ عورت بعد از مہرے وقت پست ہو جائے یعنی زمین سے قریب تر ہو جائے اور پیٹ کو رانوں سے ملاوے۔ وختل یہ ہے کہ اس کیفیت کے ساتھ عہدہ کرنے میں عورت کے حق میں زیادہ سہرا ہے۔ اور آٹھ لکھ عورت کے حق میں ستر ہی مطلوب ہے۔

جبدہ سے اٹھ کر دوسرے جبدہ میں جانے کا طریقہ، جلسہ کا حکم، اقوال فقہاء و دلائل

قَالَ سُبْحَنَ رَبِّيَ أَعْلَىٰ، وَلَمْ يَكُن لِّهَا رُؤْيَا، فَاذْأَطْلَمَ حَالَهَا كَثُرَ وَسَخَدَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي حَدِيثِهِ الْأَعْرَابِيُّ أَنَّهُ الرَّفِيعُ رَأْسُكَ حَتَّى نَسِيَ حَالَهَا وَلَقَوْلُهُ يَسُو حَالَهَا وَكَثُرَ وَسَخَدَ أُخْرَىٰ أَخْرَأَهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَفِي ذِكْرِنَا وَتَكَلَّمُوا فِي مَقْدَارِ الرَّفِيعِ وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ إِذَا كَانَ إِلَى السَّحُودِ أَقْرَبَ لَا يَبْعُورُ لِأَنَّهُ يُعَدُّ سَاجِدًا وَإِنْ كَانَ إِلَى الْجَبَلِ أَقْرَبَ حِينَئِذٍ لَأَنَّهُ يُعَدُّ جَالِسًا فَحَقَّقَ النَّبِيُّ

ترجمہ: آپ کہ چھ اپنا سنا اٹھی۔ اور عجیب ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے جو ہم روایت کرتے ہیں۔ چھ جب احمینان سے بیٹھو چھ تو حکیم
نے اور چھ دوسرے یوں حدیث اعلیٰ میں ہے کہ حضور نے فرمایا چھ اپنے سرائی یہاں تک کہ تو سیدنا بیٹھو چھ۔ اور اس سید صاحب
بیٹھو اور عجیب کہہ دو اور احمد دینا تو اوصیٰ اور احمد کے نزدیک اس کو چھ بیٹھو۔ اور ہم اس کو فرماتے ہیں۔ اور اس کے کی مقدار میں
کھا گیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ جب چھ دوسرے قریب تر ہو تو چھ ان کے چھ۔ اور چھ وہی میں چھ ہوگا۔ اور اگر وہ چھ شک سے نہ ہو
قریب سے تو چھ نہ ہوگا۔ اور چھ وہی میں چھ ہوگا۔ اور اگر وہ چھ شک سے نہ ہوگا۔

تشریح اس عبارت میں وہ ہے جو ان کیفیت کا بیان نہ کرے جو فیہ کہ عہد اول سے اٹھتے ہوئے تکبیر کہ دلیل و روایت سے نہ ہو بلکہ یہ راجح یعنی ان اشیاء کا بیان ہو کہ عہد ثانی کے خفیض و زوفا پہ جب ائمہ بیان سے تھوڑے ٹھیک و تکبیر کہتے ہوئے دوسرے عہد میں چلے گئے۔

دلیل یہ ہے کہ اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے حشر نے فرمایا کہ ارفع و اسک حتیٰ سبونی حالاً یعنی مجھ پر اس امر اظہار یہاں تک کہ سید حایضہ جاکے اور اگر نماز کی پختہ نہ ہو تو اسے سید خنوس دین اور تحکیم ہے۔ اور اس آجودان کو طوفان کے نزدیک کافی ہے۔ اس کی تفصیل مع الاختلاف بعد طر ارکان کے اعلیٰ میں مذکور ہے۔

صاحبِ جہان کہ مشائخ کا اس دور سے اختلاف ہے کہ دورِ انجیل واقعہ ہونے کے لئے پہلے کچھ دوسرے قدم ضروری تھے۔

نماز اسراحت کے واسطے وضع نہیں کی گئی ہے۔

تشریح فرمایا کہ جب مسجد کی حالت میں اطمینان کر لے تو کھڑا ہونے کے لئے عجیب ہے۔ دلیل سابق میں مذکور یعنی مٹی آنی
الشیء: كَانَ يُحْكِمُوهُ عِنْدَ كُلِّ خَفِضٍ وَرَفِعٍ: صاحب حدیث نے لکھا کہ مصنف کو اپنے وقت کے سابق سابق میں مذکور حدیث کی
طرف اشارہ کرنے کے لئے صاف و صاف بیان پڑھتے تھے کہ حدیث مسند میں اسی حدیث کی طرف اشارہ کرنے کے لئے صاف
روینا لکھا تھا اور اب یہاں اس صاف و صاف کی طرف ذکر کرنا سے اشارہ کیا گیا ہو۔

امام قدوسی نے کہا کہ مسجد ثانیہ سے فراغت کے بعد اپنے بیٹوں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے۔ نہ بیٹھے اور نہ اپنے ہاتھوں سے زمین
پر ٹیک لگائے اگر عذر نہ ہو تو یہ مستحب ہے۔ حضرت امام شافعی نے کہا کہ چاکر سجدہ کرے پھر زمین پر ہمارا۔ برا بھلا ہے۔

امام شافعی کی دلیل مالک بن الحورث کی حدیث ہے أَنَّ الشَّيْءَ: كَانَ إِذَا رَفَعَ وَانْقَضَ مِنَ السُّجُودِ فَعَدُّهُ بِهَضْبٍ: **ق**
حضور: جب اپنا سر مسجد سے اٹھاتے تو بیٹھ جاتے پھر اٹھتے ہماری دلیل حضرت ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ أَنَّ
الشَّيْءَ: كَانَ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُكْرٍ: قَدَمُهُ مِثْلِي مَسْرُورٍ نماز میں اپنے بیٹوں کے بل اٹھتے تھے۔

اور امام شافعی سے مروی ہے قَالَ كَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ وَأَصْحَابُ الشَّيْءِ: يَنْهَضُونَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُكْرٍ مِثْلِي مَسْرُورٍ
عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور اصحاب اللہؓ نماز کے اندر اپنے قدموں کے بل اٹھتے تھے۔ اور رضی اللہ عنہما۔
امام شافعی کے استدلال میں پیش کیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحابہ کی حالت پر مبنی ہے یعنی بڑھاپے۔۔۔۔۔
میں آپ نے ایسا کیا ہے ہماری طرف سے عقلی دلیل یہ ہے کہ یہ بیٹھنا اسراحت کے لئے ہے اور نماز اسراحت اور آرام کے لئے وضع
نہیں کی گئی اس لئے یہ قہر نہ کرے۔

دوسری رکعت مکمل کرنے کی کیفیت

وَيَنْهَضُ فِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى لِأَنَّهُ نَكَوْا الزَّكَاةَ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَسْتَعْنِجُ وَلَا يَنْعَوِدُ لَانْتِهَاءِ
لَمْ يَسْتَعْنِجَا إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً

ترجمہ اور دوسری رکعت میں اسی کی مثل کر۔ جو پہلی رکعت میں کیا کیونکہ وہ ارکان کا تکرار ہے مگر یہ کہ مسح الکرۃ اربعہ
باللہ پڑھنے کے لئے کہ یہ دونوں صرف ایک بار شروع ہوئے۔

تشریح رکعت اولیٰ سے فراغت کے بعد نماز پڑھنے والا رکعت ثانیہ پڑھے گا اور رکعت ثانیہ میں وہ سب کام کرے گا جو رکعت اول
میں کیا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ رکعت ثانیہ میں ارکان کا تکرار ہے اور تکرار اول کے اعادہ کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لئے کہا گیا کہ رکعت ثانیہ میں
اسی کے مثل کرے جو پہلی رکعت میں کیا ہے ہاں تاخلف ضرور ہے کہ دوسری رکعت میں نہ یُسَبِّحُكَ اللَّهُ پڑھے اور نہ اعدو دہ
پڑھے کیونکہ یہ دونوں باتیں ایک ہی مرتبہ شروع ہوئیں ہیں اس لئے کہ جن حضرات صحابہؓ مسنونہ کی نماز کو روایت کیا ہے انہوں
نے ان چیزوں کو صرف ایک مرتبہ روایت کیا ہے۔

تشریح اس عبارت میں تعدد کی کیفیت کا بیان ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ جب دوسری راحت کے دوسرے جہدے سے اپنا سر اٹھایا تو اپنی پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور دائیں کھڑا کرے۔ اور دونوں جہدوں کی انگلیاں قبل کی طرف متوجہ کرے۔

دلیل یہ ہے کہ امام ابوحنیفین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کا نماز میں بیٹھنے اسی کیفیت کے ساتھ بیان کیا ہے بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر رکھے اور انگلیاں بچھا کرے۔ یعنی جس حال پر ہیں پھوڑ دے بائیں نہ ملے اور ہاتھوں سے کھینچ نہ پکڑے دلیل یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجر کی حدیث میں اسی کیفیت کے ساتھ روایت کی گئی ہے اور عقلی دلیل یہ ہے کہ اس وضع میں ہاتھوں کی انگلیوں کا قبل رخ متوجہ کرنا حاصل ہو جاتا ہے اور جہاں تک ہر عضو و قبل رخ متوجہ کرنا ممکن ہو سکتی ہے۔

صاحب غنایہ نے لکھا ہے کہ امام محمد نے حضور ﷺ کی ایک حدیث بیان کی ہے جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے ہذا بھی اسی طرح کریں کہ اور یہی قول ابوحنیفہ کا ہے اور یہاں ہے۔ اور اس اشارہ کی تفصیل یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہضم اور ہنر کو بند کرے اور وسطی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے۔ اور معنوی سے مروی ہے کہ تشہد میں لفظ لا الہ کے وقت اپنی شہادت کی انگلی کھڑی کرے اور الا اللہ کے وقت پست کر دے تاکہ انگلی کھڑی نہ رہے اللہ تعالیٰ اور پست کر دے اللہ تعالیٰ کے لئے اثبات ہو جائے۔

اور عورت کے بیٹھنے کی کیفیت یہ ہے کہ وہ اپنے بائیں سر پر بیٹھ جائے اور دونوں پاؤں دائیں طرف نکال دے کیونکہ یہ وضع عورت کے لئے زیادہ پردہ پوش ہے۔

تشہد ابن مسعودؓ

وَالشَّهَادَةُ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيَّاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ الْإِلٰهِ أَجْرُهُ، وَهَذَا تَشَهُدُ عِنْدَ اللَّهِ نَبِيٍّ مَسْعُودٍ فَإِنَّهُ قَالَ أَحَدُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بَيِّنِي وَعَلَّمَنِي التَّشَهُدَ كَمَا كَانَ يَعْلَمُنِي سُورَةُ مِنَ الْقُرْآنِ وَقَالَ قُلُوبُ النَّحْبَاتِ لِلَّهِ الْإِلٰهِ أَجْرُهُ وَالْأَحْذُ بِهَذَا أُولَى مِنَ الْأَحْذِ بِشَهَادَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ قَوْلُهُ النَّحْبَاتُ الْمَسَارِكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيَّاتُ لِلَّهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِلٰهِ أَجْرُهُ لِأَنَّ فِيهِ الْأَمْرَ وَالْقُدْرَةَ الْإِسْنَحَابُ وَالْأَلْفُ وَالْكَلامُ وَهُمَا لِلْإِسْنَحَابِ وَزِيَادَةُ الْوَاوِ وَهِيَ لِتَحْدِيدِ الْكَلَامِ كَمَا فِي الْقَسَمِ وَتَاكِيدِ التَّعْيِينِ

ترجمہ اور تشہد التحیات لله والصلوات والطیات السلام علیک ایہا النبی الی آخرہ اور یہ تشہد عبد اللہ بن مسعود کا ہے اس نے کہا کہ ابن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اچھا پڑا اور مجھ کو تشہد کی اس طرح تعلیم دی جس طرح قرآن کی کسی سورت کی تعلیم دیا کرتے تھے اور فرمایا کہ کہہ التحیات لله الی آخرہ اور اس تشہد کا نیز اونی ہے بہ نسبت ابن عباس کے تشہد کے اور وہ یہ ہے کہ التحیات المبارکات الصلوات الطیات لله سلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ سلام علیا الی آخرہ کیونکہ اس تشہد کے پڑھنے میں صفا و وار د ہوا ہے اور امر کا کثر درجہ احتیاج ہے۔ اور الف اور لام وہ دونوں استغراق کے لئے ہیں اور واو کی زیادتی اور وہ قید یہ کلام کے لئے ہے جیسے قسم میں اور تعین کی یہ قید ہے۔

تشریح اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قطعاً اولیٰ میں اصح قول کی بنا پر تشہد پڑھنا واجب ہے۔ اور تشہد کی افغانہ میں سہا پر رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اختلاف فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تشہد ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تشہد ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تشہد ہے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تشہد ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تشہد ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا تشہد ہے۔ اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی تشہد منقول ہے علماء احناف نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تشہد کو اختیار کیا ہے اور امام شافعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تشہد کو اختیار کیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تشہد یہ ہے،

الشَّجَائِدُ الْمَارَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيَّابَاتُ بِسَلَامٍ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْكَ
وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد یہ ہے،

الشَّجَائِدُ بِسَلَامٍ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيَّابَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْكَ
وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

مشرقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تشہد کو اختیار کرنا چند وجوہ سے اولیٰ ہے،

(۱) ابن عباس کے تشہد میں کلمہ مبارک تریہ ہے جو ابن مسعود سے تشہد میں نہیں ہے۔

(۲) ابن عباس کا تشہد قرآن پاک کے موافق ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تَحِيَّةٌ مِّنْ عِبَادِ اللَّهِ فَبَارِكُةٌ طَيِّبَةٌ (سورہ ۲۱)

(۳) ابن عباس نے لفظ سلام بغیر الف لام کے ذکر کیا اور قرآن پاک میں بھی اکثر تسلیمات بغیر الف لام کے مذکور ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طَيِّبٌ قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ دَلَّىٰ وَدَلَّىٰ شَارِدٌ ہوتا ہے جو قرآن کے موافق ہو۔

(۴) ابن عباس کا تشہد ابن مسعود کی خبر سے مؤخر ہے کیوں کہ ابن عباس صغیر ہائیں اور ابن مسعود بیویوں میں سے تھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مؤخر مقدم کے لئے ناخ ہوتا ہے علماء احناف نے کہا کہ ابن مسعود کے تشہد کو اختیار کرنا بھی چند وجوہ سے اولیٰ ہے،

۱۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو تشہد کی تعلیم دی اور فرمایا قُلِ الصَّحَابَةُ لَكَ اَسَدٌ اس حدیث میں حضور ﷺ کا قول قل امرک صیغہ ہے اور امر کا کثر ورجحان ہے۔

۲۔ السلام علیک الف لام کے ساتھ مفید استغراق ہے۔

۳۔ والصلوات واو کے ساتھ تہجد یہ کلام کے لئے ہے

۴۔ حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑنا اور سورت قرآن کی طرح تعلیم دینا مفید تاکید ہے

۵۔ احتیاط صلوۃ اور غیر صلوۃ سب کو عام ہے لیکن جب ابن عباس کے تشہد میں صلوات بغیر واو کے کہا تو یہ تخصیص ہوئی اور اس احتیاط سے مراد بیہ صلوات ہونیں اور جب والصلوات واو کے ساتھ کہا جیسا کہ ابن مسعود کے تشہد میں ہے تو اول یعنی احتیاط مہربان اور چونکہ کلام سے نا کرنا مطلق ہے اس لئے یہی اولیٰ ہوگا۔

کے مقدّمہ میں ہے اور برکت التّقیات کے مقابلہ میں ہے برکت کے معنی نماز اور زیادتی کے ہیں۔

شبِ معراج میں بارگاہِ خداوندی میں حاضری کے وقت فرمایا تھا الصّحبات لله والصلوات والطّیبات ربّ اعزّت نے جواب میں فرمایا السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا السلام علینا وعلی عباد اللہ الصّالحین ائمہ کرام نے من کر فرمایا اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمدًا عبدہ ورسولہ۔

قعدہ اولیٰ میں مقدار تشہد پر اضافہ نہ کرے

وَلَا يَزِيدُ عَلٰی هٰذَا فِي الْقَعْدَةِ الْاَوَّلٰی لِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّسْهَدُ فِي وَسْطِ الصَّلٰوةِ وَالْاٰخِرُهَا قِيَادًا كَانَ وَسْطُ الصَّلٰوةِ تَهَضُّ اِذَا قَرَعَ مِنْ النَّسْهَدِ وَاِذَا كَانَ الْاٰخِرُ الصَّلٰوةِ دَعَا لِنَفْسِهِ بِمَا شَاءَ

ترجمہ اور تفسیر: وہ کہے اس تشہد پر قعدہ اولیٰ میں کیونکہ ابن مسعودؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے تشہد سکھایا درمیان نماز میں اور آخر نماز میں پس جب درمیان نماز ہوتی تو جو جس تشہد سے فارغ ہوتے تو اُنھیں کہے ہوئے اور جب آخر نماز ہوتی تو اپنے واسطے جو چاہئے دعا کہتے۔

تشریح فرمایا کہ قعدہ اولیٰ میں مقدار تشہد پر اضافہ نہ کرے اور امام شافعی کا قول یہ یہ ہے کہ قعدہ اولیٰ میں صلوٰۃ علی النبی بھی مسنون ہے۔ امام شافعی کی دلیل امام سلمہ کی حدیث ہے یعنی کُلِّی وَرَغَبَی تَشْهَدُ وَسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِیْنِ یعنی ہر دو رکعت میں تشہد اور سلام علی المرسلین ہے۔ اور دوسری دلیل ابن مسعود کا قول ہے۔

عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّسْهَدُ فِي وَسْطِ الصَّلٰوةِ وَالْاٰخِرُهَا قِيَادًا كَانَ فِي وَسْطِ الصَّلٰوةِ تَهَضُّ اِذَا قَرَعَ مِنْ النَّسْهَدِ وَاِذَا كَانَ الْاٰخِرُ الصَّلٰوةِ دَعَا لِنَفْسِهِ مَا شَاءَ اور امام سلمہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ سلام علی المرسلین سے مراد درود شریف نہیں بلکہ سلام تشہد مراد ہے یعنی وہ سلام مراد ہے جو تشہد میں ہے یعنی السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصّالحین۔

آخری دو رکعتوں کے پڑھنے کا طریقہ

وَيَقْرَأُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْاٰخِرَتَيْنِ بِقَابِضَةِ الْكِتَابِ وَحَدَّثَهَا لِحَدِيثِ اَبِي قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ فِي الْاٰخِرَتَيْنِ بِقَابِضَةِ الْكِتَابِ وَهَذَا بَيِّنُ الْاَفْضَلِ هُوَ الصَّحِيحُ لِاَنَّ الْقِرْءَةَ قَرَضٌ فِي الرَّكَعَتَيْنِ عَلٰی مَا يَأْتِيكَ مِنْ بَعْدِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

ترجمہ اور تفسیر: آخری دو رکعتوں میں فقط قاتحہ الکتاب پڑھے کیونکہ ابوقحافہؓ کی حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام نے اخیر کی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھی اور یہ فضیلت کا بیان ہے یہی صحیح ہے کیونکہ قرأت کرنا تو وہی رکعت میں فرض ہے اس میں نہ پڑھنا نہ پڑھنا اللہ بعد میں آئے گا۔

تشریح مسند یہ ہے کہ ہم صبر اور عشا کی آخری دو رکعتوں میں اور مغرب کی آخری ایک رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھی جائے گی۔ دلیل حدیث ابن قحافہؓ ہے اِنَّہٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْاَوَّلَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِقَابِضَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَفِي الْاٰخِرَتَيْنِ بِقَابِضَةِ الْكِتَابِ۔ صحیح۔

یعنی حضور ﷺ اور عسکری پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور سورت پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ بیان افضل ہے یعنی آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھنا افضل اور مستحب ہے چنانچہ آخری دو رکعتوں میں قرأت فاتحہ اور تسبیح دونوں کو ترک کر دینا تو کوئی حرج نہیں اور اس پر مجدد سبوحی واجب نہیں ہوگا لیکن قرأت افضل ہے لیکن صحیح روایت ہے۔

حسن بن زیاد نے امام اعظم سے ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ اگرچہ جن میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے چنانچہ اگر سبوح ترک کر دے تو اس پر مجدد سبوح لازم ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ انیسویں میں قیام مقصود ہے لہذا اس وقت اگر قرأت دونوں سے خالی رکھ کر دے گا وہ بے حیہ کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب نے نبی رحمت کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔ اور قول صحیح کی دلیل یہ ہے کہ قرأت صرف پہلی دو رکعتوں میں فرض ہے ان شاء اللہ اس کی تفصیل بعد میں آئے گی فَانْطَبِرُوا لِلَّهِ الْمُنْتَظَرِ۔

قعدہ اخیرہ قعدہ اولیٰ کی مانند ہے

وَجَلَسَ فِي الْأَخْيَرِ كَمَا خَمَسَ فِي الْأُولَى لِمَا زَوَّيْنَا مِنْ حَدِيثِ وَابِلٍ وَعَابَسَهُ وَلَا يَهَيَّا أَنْشَقَ عَلَى النَّذْبِ فَكَانَ أُولَى مِنَ الشُّرُوكِ الْبَدِي يَسْمُلُ الْبَيْتَ مَالِكٌ وَالْبَدِي يُزَوِّي أَمَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَدْ مُتَوِّدًا ضَعْفَهُ الطَّحَاوِيُّ أَوْ يُحْمَلُ عَلَى حَالَةِ الْكِبَرِ

ترجمہ اور قعدہ اخیرہ میں اسی طرح بیٹھے جس طرح قعدہ اولیٰ میں بیٹھا تھا اس حدیث کی وجہ سے جو ہم روایت کر چکے یعنی حدیث وابل بن جر اور عائشہ اور اس سے کہ یہ بیٹھتے بدن پر زیادہ شاق ہے پس یہ بیٹھتے اولیٰ ہوگی یہ نسبت اس دور تک کے جس کی طرف امام مالک میں آتے ہیں اور وہ حدیث جو دور تک میں روایت کی جاتی ہے حضور ﷺ دور تک بیٹھے اس کو امام طحاوی نے ضعیف کہا ہے یا محمول کیا جائے بزرگی کی حالت پر۔

تشریح فرمادے کہ قعدہ اخیرہ میں اسی بیٹھنے پر بیٹھے جس بیٹھنے پر قعدہ اولیٰ میں بیٹھا تھا اور امام مالک نے کہا دونوں قعدوں میں متورک بیٹھنا مسنون ہے اور دور تک یہ ہے کہ کونے پر بیٹھ کر دونوں پاؤں دائیں طرف نکالے جیسے عورتیں بیٹھا کرتی ہیں۔ حضرت امام مالک اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اَنَّ الشَّيْءَ قَدْ مُتَوِّدًا كُنْهًا اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس کو ہم واکل بن حجر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کر چکے چنانچہ اس بیٹھنے کے بعض حالات کا بیان تو حدیث واکل میں تھا اور حدیث یعنی یہاں پاؤں بچھا اور دایاں کھڑا رکھنا حدیث عائشہ میں مذکور اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اس بیٹھنے کے ساتھ بیٹھنا بدن پر زیادہ شاق ہے اور عبادت میں کس پر جو زیادہ شاق ہو وہ افضل ہے اس لئے ہم نے کہا کہ اس بیٹھنے کے ساتھ بیٹھنا افضل ہے۔ دوسری وہ حدیث جس میں حضور ﷺ کا متورک بیٹھنا مروی ہے تو اس کو امام محمد بن حنفیہ نے ضعیف کہا ہے کیونکہ یہ حدیث عبدالحمید ابن جعفر کے طریق سے مروی ہے اور عبدالحمید بن جعفر بائیں حدیث کے نزدیک ضعیف ہیں صاحب ہدایہ نے کہا کہ اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو جو یہ ہوگا۔ اس دور تک بیٹھنا بزرگی کی حالت پر محمول کیا جائے گا یعنی من شریف جب بزرگوں کو قعدہ اولیٰ سے بچھتے تھے۔

تشہد کی شرعی حیثیت، اقوال فقہاء و دلائل

وَتَشْهَدُ وَهُوَ وَاجِبٌ عِنْدَنَا عَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ لَيْسَ بِفَرِيضَةٍ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فِيهِمَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا قُلْتَ هَذَا أَوْ لَعَلْتَ فَقَدْ تَعَثَّ صَلَاتُكَ إِنْ شِئْتَ أَنْ تَقُومَ فِيهِ وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَقْعُدَ فَأَقْعُدْ وَالصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَارِجٌ مِنَ الصَّلَاةِ وَاجِبَةٌ بِأَمْرٍ وَاجِدَةٍ كَمَا قَالَهُ الْكُرْجِيُّ أَوْ كَلِمَاتُ ذِكْرِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا اخْتَارَهُ الطَّحَاوِيُّ فَكَلِمَاتُ مُؤَمَّةِ الْأَمْرِ وَالْقَرَصُ الْمُزَوِيُّ فِي التَّشْهَدِ هُوَ الْقَدِيرُ

ترجمہ اور تشہید پر مھے اور یہ ہمارے نزدیک واجب ہے اور حضور ﷺ پر درود بھیجے اور یہ ہمارے نزدیک فرض نہیں ہے اور امام شافعی نے انہوں میں اختلاف کیا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی یہ کہتا ہے یا تو میری نماز پوری ہوگئی۔ اگر تو کھڑا ہو ناچا ہے تو کھڑا ہو جا اور اگر بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جا۔ اور حضور ﷺ پر درود بھیجنا نماز سے باہر واجب ہے یا تو ایک مرتبہ جیسے کہ امام کرشی نے کہا ہے یا بارہ مرتبہ جیسے کہ ائمہ حنفیہ نے اختیار کیا ہے پس امام کا بار ٹھیکہ ہم پر سے کفایت کیا اور امام فرض جو تشہید کے حق میں مروی ہے وہ تقدیر کے معنی میں ہے۔

تشریح قعدہ کا آخرہ میں تشہد پڑھنا ہمارے نزدیک واجب ہے اور اگر وہ شریف پڑھا فرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اور اگر اہل شیعہ نے نزدیک تشہد پڑھنا اور حضور ﷺ پڑھنا اور وہ بھی نہ ان دونوں فرض ہیں۔

قرآن مجید کے فرض ہونے پر امام شافعی نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے اسے قائل گنا بقول قَبْلَ أَنْ يُفْضَرَ مِنَ الشَّهَادَةِ السَّلَامَ عَلَى اللَّهِ السَّلَامَ عَلَى جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُولُوا اللَّهُمَّ اتَّخِذْ لِلنَّبِيِّ آخِرَ مَرِيضٍ فَمَا إِذَا أَقْبَلْتُ هَذَا أَوْ فَعَلْتُ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَواتُكَ اس حدیث سے تین طریقوں سے استدلال کیا گیا ہے اول یہ کہ حضورؐ نے فرمایا قَبْلَ أَنْ يُفْضَرَ مِنَ الشَّهَادَةِ یعنی تعہد پر فرض کا اطلاق کیا پس اس سے ثابت ہوا کہ تشہد فرض ہے دوم یہ کہ آیا نے فرمایا قُولُوا اللَّهُمَّ اتَّخِذْ لِلنَّبِيِّ آخِرَ مَرِيضٍ کا صیغہ ہے اور امر واجب کے لئے آتا ہے پس معلوم ہوا کہ التَّحِيَّات کا پڑھنا واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک واجب اور فرض دونوں ایک ہیں اس لئے جب التحیات کا پڑھنا واجب ہو تو فرض بھی ہوگا۔ سو ہم کیے حضورؐ نے نماز کا پڑھنا واجب کیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ نماز بغیر تشہد کے پوری نہیں ہوتی اور جس کے بغیر نماز پوری نہ ہو وہ فرض ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ تشہد کا پڑھنا فرض ہے۔

بہاری طرف سے جواب یہ ہے کہ قُلْ اَنْ يَخْفَظَ هَٰذَا الشَّهَادَتَيْنِ فَرَضَ الْغَوَىٰ معنی مراد میں بین تقدیر اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَيُصَفِّ مَا فِي رُفُفِ شَيْءٍ یعنی قدرِ حق مطلب یہ ہوگا کہ تشہدِ مقدمہ سے پہلے ہم یہ کیا کرتے تھے والسلام علی اللہ! پس اب تشہدِ پُر فرض کا اطلاق کرتا لازم نہیں آیا۔

اور۔ طریقہ استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہاں صیغہ امر تعلیم و تلقین کے لئے ہے ہذا اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

تیسرے طریقہ استدلال کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں نماز کا پورا ہونا قرأتِ شہدہ اور قعدہ اخیرہ ان دونوں میں سے ایک پر معلق کیا گیا ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز کا پورا ہونا قعدہ اخیرہ پر معلق ہے کیونکہ اگر قعدہ اخیرہ چھوڑ دیا تو نماز نہیں ہوگی پس جب نماز کا پورا

ہوں تعدد ثبوت پر مطلق ہو یہ تو قرأت تشہد پر مطلق نہیں ہوگا تاکہ تحقق ہو جائے۔

امام شافعی نے درود شریف نے فرض ہونے پر باری تعالیٰ کے قول یا ایہا الذین امنوا صلوٰۃ علیہ سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ صلوٰۃ صلوٰۃ امر کا صیغہ ہے اور امر کا موجب واجب ہے اور خارج صلوٰۃ درود پڑھنا واجب نہیں ہے ثابت ہوا کہ نماز کے اندر درود پڑھنا واجب ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ یُصَلِّ عَلَیْ فِی صَلَوةِہِ یعنی جس شخص نے اپنی نماز میں میرے اوپر درود نہیں بھیجا اس کی نماز نہیں ہوئی۔ اور خام ہے کہ نماز کا نہ ہونا ترک فرض کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ ترک سنت کی وجہ سے پس ثابت ہوا کہ درود پڑھنا فرض ہے۔

صلوٰۃ علی النبی کے فرض نہ ہونے پر ہمارے علماء نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے اس صلوٰۃ پر کہ ابن مسعودؓ کو تشہد کی تعلیم دینے کے بعد حضورؐ نے فرمایا: اِذَا قُلْتَ هَذَا وَفَعَلْتَ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَوةُکَ یعنی حضورؐ نے نماز کا پورا ہونا قرأت تشہد اور قعدہ اخیرہ ان دونوں میں سے ایک پر مطلق کیا ہے۔ پس جس شخص نے سلاط علی ابی پر مطلق کیا اس نے نفس یعنی حدیث سے ابن مسعودؓ کی مخالفت کی۔

اور امام شافعی کا یہ کہنا کہ نماز سے باہر درود بھیجنے واجب نہیں ہیں یہ بات تعمیر نہیں کیونکہ امام شافعی نے ذکر کیا کہ میں ایک بار حضورؐ پر نماز سے باہر درود بھیجنے واجب ہے اس سے کہ صلوٰۃ امر کا صیغہ ہے اور امر نکرار کا قضا نہیں کرتا۔ اور امام صحابی نے فرمایا کہ جب بھی حضورؐ کا ذکر کرے یا آپؐ کا ذکر کرے تو درود بھیجنے واجب ہے لیکن بار بار درود بھیجنے اس لئے واجب نہیں کہ امر نکرار کا قضا کرتا ہے جبکہ اس نے کہ درود کا وجوب سب محضر کے ساتھ مطلق ہے اور وجوب مکرر مکرر کر کے اور دہر دہر کر کے جیسے کہ اوقات کے مکرر سے نماز کا وجوب مکرر ہو جاتا ہے ہم حال جب نماز سے باہر درود بھیجنے واجب ہو گیا تو صلوٰۃ صیغہ امر پر عمل ہو گیا اور نماز کے اندر درود کے واجب ہونے کو ثابت کرنے کی چنداں ضرورت نہیں رہی۔

امام شافعی کی پیش کردہ حدیث لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ یُصَلِّ اُنْ کا جواب یہ ہے کہ حدیث فی کمال پر محمول ہے مثنیٰ بغیر درود کے نماز کامل نہیں ہوتی جیسے کہ لَا صَلَوةَ لِحَاکِ الْمَسْجِدِ لَا فِی الْمَسْجِدِ فِی کمال پر محمول ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضورؐ نے جب احوالی و انفس نمازی تعلیم دی تو اس وقت آپؐ نے صلوٰۃ علی السی کا ذکر نہیں کیا۔ صلوٰۃ علی السی فرض ہوتا تو آپؐ اس کو ضرور ذکر فرماتے۔

فوائد۔ رہی یہ بات کہ آپؐ پر کثیف کے ساتھ درود بھیجے تو اس سے کہ میں جی بن ابیہان نے کتاب الحج علی ابن امیہ میں ذکر کیا کہ ہم سے صدیق انبی سے کہ میں دریافت کیا تو فرمایا کہ یَا کِبَ اللّٰہُمَّ صَلِّ عَلَیْ مُحَمَّدٍ وَعَلَیْ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلَیْ اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ وَعَلَیْ اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مُّجِیْدٌ صَدِّقٌ کَذِبٌ یٰ اَللّٰہُ یہ دعا کہ یہ درود عجب بن حجر کی حدیث سے ماخوذ ہے۔

مثنیٰ علی ابن عباس اور باری رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے کہا کہ ہم تو آپؐ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو معلوم ہے لیکن درود اس طرح بھیجیں پس آپؐ نے فرمایا: یَا کِبَ اللّٰہُمَّ صَلِّ عَلَیْ مُحَمَّدٍ وَعَلَیْ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ عَلَیْ مُحَمَّدٍ وَعَلَیْ اٰلِ مُحَمَّدٍ

ترجمہ اور ایسے الفاظ کے ساتھ دعا نہ کرے جو لوگوں کے کلام سے مشابہ ہوں۔ فساد نماز سے بچنے کی وجہ سے اور اسی وجہ سے نمازی کو وہاں وہاں جو مخلوق ہیں پرستے اور جس چیز کا تلمذ بندوں سے محال نہ ہو جیسے اس کا قول اللہم زوجنی فلاحہ کلام الناس سے مشابہ ہے اور جس چیز کا تلمذ محال ہو جیسے اس کا قول اللہم اعف عریقی تو یہ کلام ان سے نہیں ہے۔ اور مصلیٰ کا کہن اللہم اور فسی السماء سے بیونکہ یہ کلام انہوں میں باجم مستعمل ہے (چنانچہ) کہا کہ تاجہ رزق امیرہ انجش امیرہ نے لشکر و رزق دیا۔

تشریح مسند یہ ہے کہ صلہ علی اہل بیت کے بعد ایسے الفاظ کے ساتھ دعا نہ کرے جو انہوں کے کلام سے مشابہ ہوں تاکہ نماز کا وہ جز جو کلام الناس کے متصل ہے فاسد نہ ہونے سے محفوظ رہ سکے اسی وجہ سے کہا گیا کہ نمازی کو چاہئے کہ وہ ماثور دعا نہیں پڑھے۔

کلام الناس کے مشابہ دعا مقصد صلوة ہے یہ بات واضح رہے کہ تشبیہ کے بعد اگر ایسے الفاظ کے ساتھ دعا کی جو کلام ان سے مشابہ ہوں تو اس سے بڑی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ تشبیہ کے بعد اگر خطیہ کلام ان سے یاد آجائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ پس اگر کلام ان سے مشابہ کلام ہو تو چاہے اولیٰ نماز فاسد نہیں ہوتی۔ یہ تصحیح حدیث کے نزدیک تو چاہئے ہے اور اسی طرح امام صاحب کے نزدیک بھی فاسد نہیں ہوتی اس لئے کہ کلام ان سے مصلیٰ کی طرف سے غرضت بصد ہے ہذا اس سے اس کی نماز چاروں طرف سے ہو جائے گی اور وہ دعا جو تشبیہ کے بعد کلام الناس سے مشابہ الفاظ کے ساتھ پڑھی گئی ہے وہ نماز نہ ہے نہ ہی یہ کہ نماز کو فاسد نہ کرنے والی ہوگی۔ (حاشیہ)

کلام الناس کے مشابہ ہونے کا مفہوم اب رہی ہے یہ کہ کون سی دعا کلام ان سے مشابہت رکھتی ہے اور کون سی دعا ان سے مشابہت نہیں رکھتی تو اس کے بارے میں فرمایا کہ جس چیز کا بندوں سے ماخذ محال نہ ہو جیسے کہا کہ اللہم زوجنی فلاحہ تو یہ کلام ان سے مشابہ ہے۔ اور جس کا بندوں سے ماخذ محال ہو جیسے کہا کہ اللہم اعف عریقی تو یہ کلام ان سے مشابہ نہیں ہے۔ اور اگر مصلیٰ نے کہا کہ اللہم اور فسی (الہی رزق دے) تو یہ اگر سوال ہے یعنی کلام الناس کے مشابہ ہے یہی صحیح ہے دلیل یہ ہے کہ یہ کلام ان میں باجم مستعمل ہے چنانچہ کہا کہ تاجہ رزق امیرہ انجش امیرہ نے لشکر و رزق دیا۔

دائیں بائیں سلام پھیرنا، سلام میں نیت کس کی کرے

لَمْ يُسَلِّمْ عَنْ يَمِينِهِ فَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَعَنْ يَسَارِهِ مِنْ ذَلِكَ لِمَا رَوَى ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ حَتَّى يُرَى يَمَانُ حَتَّى يَرَى يَسَارَهُ وَعَنْ يَسَارِهِ حَتَّى يُرَى يَمَانُ حَتَّى يَرَى يَسَارَهُ وَرَوَى ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْخُفَطَةِ وَتَحْدِيكٍ فِي النَّبَاتِ لِأَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّسَاءِ وَلَا يَسُوِي النِّسَاءَ لِيَوْمٍ زَمَانًا وَلَا مَنَ لَا يَسُوِي كَلَهُ فِي صَلَاتِهِ هُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّ الْجَطَاتِ حَطَّ الْخَاصِرِ

ترجمہ پھر اپنی دائیں طرف سلام پھیرے پھر کیے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور بائیں طرف اسی نے مثل کیونکہ ابن مسعود نے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دائیں طرف سلام پھیرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دائیں رخسار کی عقیدہ دیکھی جاتی تھی۔ اور بائیں طرف یہاں تک کہ آپ کے بائیں رخسار کی عقیدہ دیکھی جاتی تھی اور پیچہ سلام سے ان کی نیت نہ کرے جو اس کے دائیں طرف ہوں خواہ مرد ہوں یا عورتیں اور انہیں حفظ اور اسی طرح دوسرے سلام میں کیونکہ اعمال کا دائرہ توں پر ہے اور ہمارے زمانے میں (اوس) عورتوں کی نیت نہ کرے اور نہ ایسے شخص کی نیت نہ کرے جس کو اس کی نماز میں شرکت نہیں۔ یہی قول صحیح ہے کیونکہ خطب کا حاضرین کا حصہ ہے۔

نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ ایک اسلام کے اندر نیت کرنا کافی ہے۔ صاحب دایہ نے کہا کہ عام میں کسی حدیث میں نیت نہ ہے۔ مصنف حدیث کی نیت کرے کیونکہ مانگہ حفظ کی تعداد میں اکثر روایات مختلف وارد ہوتی ہیں۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اَنَّهُ قَالَ مَعَ كُلِّ مُؤْمِنٍ عَشْرَةٌ مِنَ الْحَفَظَةِ وَاحِدٌ مِنْ تِسْعَةٍ يَكْتُمُ الْحَسَابَ وَالْآخَرُ عَنْ سَارِهِ يَكْتُمُ الْكِتَابَ وَالْآخَرُ أَمَانَةُ يُلْقِيهِ الْخَيْرَاتِ وَالْآخَرُ وَآلَهُ يَذْفَعُ عَنْهُ الْمَكَايِدَ وَالْآخَرُ عِدَّةً يَصْنَعُ يَكْتُمُ مَا بَيْنَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعْدُّ إِلَى الرُّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ ابن عباس نے کہا کہ یہ دعویٰ نے ساتھ پانچ لفظ رکھتے ہیں ایک دہا میں طرف جو نہیں لکھتا ہے۔ دوسرا دہا میں طرف جو برائیاں لکھتا ہے۔ تیسرا اس کے آگے رہتا ہے جو اس وقتیں کی قیمن کرتا ہے۔ چوتھا اس سے پہلے جو اس سے کارہ اور ناکارہ چیزوں کو دور کرتا ہے۔ پانچواں اس کی پیشانی کے پاس رہتا ہے جو اس کو صحت سے جو کچھ دیکھتا ہے اور دیکھتا ہے اور اس کو اللہ کے رسول تک پہنچاتا ہے ایک روایت میں سے مع قل مومن متون کا دہا ایک میں سے صاف و مستور کچھ دہا حفظ کی تعداد متعین نہیں تو بغیر متعین کے ان کی نیت کرے۔ اور یہ مسئلہ انبیاء و پیغمبر اسلام پر ایمان آنے سے پہلے یا بعد کی حدیث متعین کے بغیر تمام انبیاء و پیغمبر اسلام پر ایمان لانا ضروری ہے۔

نماز سے لفظ سلام کے ساتھ ٹھکانا واجب ہے۔ واضح ہو کہ ہمارے نزدیک لفظ اسلام اور الزم واجب ہے فرض نہیں اور امام شافعی کے نزدیک لفظ اسلام کہنا رکھنا اور فرض ہے امام شافعی کی دلیل حضور ﷺ کا قول تَحْبِرُ نَفْسُهَا الْكِبْرُ وَمِنْ خَلِيلِهَا التَّسْلِيمُ۔ یہ استدلال ہے کہ جس طرح بغیر تکبیر کے نماز میں دخول صحیح نہیں اسی طرح بغیر سلام کے نماز سے نکاح صحیح نہیں ہے اور سابق میں مذکور ہے کہ تکبیر تحریر فرض ہے لہذا نماز سے نکلنے کے لئے اسلام کہنا بھی فرض ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی توبہ کی آپ نے ان سے فرمایا کہ تَبَيَّنْ بِي إِذَا قُلْتَ هَذَا أَوْ فَعَلْتَ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ فَإِنْ نَسِيتَ أَنْ تَقُولَهُ فَقُلْ وَأَنْ نَسِيتَ أَنْ تَقْعُدَ فَقْعُدْ۔ اس حدیث سے اس طور پر استدلال ہوگا کہ اللہ کے برحق حق میں جس نے سلام سے نماز پوری ہوئے کا ضمیر پورا ہے اور اس وقتیں اور نماز کے دہا میں اختیار دیتے ہیں اور اختیار دینا کسی چیز کے فرض ہونے اور واجب ہونے کے معنی ہے جس ثابت ہو کہ مقدار تشہد کے بعد سلام وغیرہ کو کسی چیز فرض نہیں ہے لیکن اگر کوئی اعتراض کرے کہ اختیار دینا تو واجب ہے جس معنی میں ہے لہذا سلام اور واجب بھی نہ ہوتا چاہے تھا حالانکہ علماء احناف وجوب تسلیم کے قائل ہیں۔

جواب ہم نے وجوب کو اختیار حال حدیث کی وجہ سے ثابت کیا ہے اس و امام شافعی نے روایت کیا تَحْبِرُ نَفْسُهَا الْكِبْرُ الحدیث اور یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے وجوب تو ثابت ہو جاتا ہے عرفیت ثابت نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم بحیل احمد علی عن۔

فصل فی القراءۃ

ترجمہ... (یہ) فصل قرات کے احکام کے بیان میں ہے۔

تشریح مصنف علیہ الرحمۃ جب نماز کی مفت اس کی کیفیت اس کے ارکان و فرائض و اجابت اور اس کی باتوں کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب اس فصل میں قرات کے احکام ذکر کریں گے اور ان ہی قرات بھی نماز کے ارکان میں سے ہے۔ دوسرے ارکان کی پابست

یہ بات ہے۔ چوتھیں بات میں لے کے احکام قرأت کو مسجد و فصل میں ذکر کیا گیا۔

جہری قرأت کن نمازوں میں ہوگی بمنفرد کے لئے جہر کا حکم

وَيُخْبِرُ بِالْفَرْقِ هَذِهِ فِي الْفَجْرِ وَالزَّكَاةِ مِنَ الْأَنْبَسِ مِنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِنْ كَانَ إِيمَانًا وَيُخْفِي فِي الْأَحْزَنِ هَذَا
هُوَ الْمَغْرِبُ وَإِنْ كَانَ مُغْرَدًا فَهُوَ مُخْتَارٌ شَاءَ خَيْرٌ وَأَسْمَعُ نَفْسَهُ لِأَنَّهُ إِمَامٌ فِي حَقِّ نَفْسِهِ وَإِنْ شَاءَ حَافِظٌ
وَأَمَّا مَنْ حَفِظَ مِنْ نَفْسِهِ وَلَا فُضِّلَ هُوَ الْخَيْرُ لِيَكُونَ الْإِذَاءُ عَلَى خَيْرٍ وَالْمَخَافَةُ

اور یہ بات ہے کہ جب نماز میں جہر پڑھنا ہو تو اس میں قرأت سے پہلے جہر سے پہلے ارشاد فرمایا کہ میں انشاء اللہ یہی
کے لئے پڑھ رہا ہوں اور اس میں اختیار ہے کہ جہر سے پہلے ارشاد فرمائیے کہ میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں یا میں
انشاء اللہ یہی کرتا ہوں۔ اور اگر کسی نے جہر سے پہلے ارشاد نہ کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے
تشریح میں لکھا ہے کہ اگر نماز میں جہر پڑھنا ہو تو اس میں جہر سے پہلے ارشاد فرمائیے کہ میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں
یا میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں۔ اور اگر کسی نے جہر سے پہلے ارشاد نہ کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے
تشریح میں لکھا ہے کہ اگر نماز میں جہر پڑھنا ہو تو اس میں جہر سے پہلے ارشاد فرمائیے کہ میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں
یا میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں۔ اور اگر کسی نے جہر سے پہلے ارشاد نہ کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے

تشریح میں لکھا ہے کہ اگر نماز میں جہر پڑھنا ہو تو اس میں جہر سے پہلے ارشاد فرمائیے کہ میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں
یا میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں۔ اور اگر کسی نے جہر سے پہلے ارشاد نہ کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے
تشریح میں لکھا ہے کہ اگر نماز میں جہر پڑھنا ہو تو اس میں جہر سے پہلے ارشاد فرمائیے کہ میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں
یا میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں۔ اور اگر کسی نے جہر سے پہلے ارشاد نہ کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے

تشریح میں لکھا ہے کہ اگر نماز میں جہر پڑھنا ہو تو اس میں جہر سے پہلے ارشاد فرمائیے کہ میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں
یا میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں۔ اور اگر کسی نے جہر سے پہلے ارشاد نہ کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے
تشریح میں لکھا ہے کہ اگر نماز میں جہر پڑھنا ہو تو اس میں جہر سے پہلے ارشاد فرمائیے کہ میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں
یا میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں۔ اور اگر کسی نے جہر سے پہلے ارشاد نہ کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے
تشریح میں لکھا ہے کہ اگر نماز میں جہر پڑھنا ہو تو اس میں جہر سے پہلے ارشاد فرمائیے کہ میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں
یا میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں۔ اور اگر کسی نے جہر سے پہلے ارشاد نہ کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے
تشریح میں لکھا ہے کہ اگر نماز میں جہر پڑھنا ہو تو اس میں جہر سے پہلے ارشاد فرمائیے کہ میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں
یا میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں۔ اور اگر کسی نے جہر سے پہلے ارشاد نہ کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے

تشریح میں لکھا ہے کہ اگر نماز میں جہر پڑھنا ہو تو اس میں جہر سے پہلے ارشاد فرمائیے کہ میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں
یا میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں۔ اور اگر کسی نے جہر سے پہلے ارشاد نہ کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے
تشریح میں لکھا ہے کہ اگر نماز میں جہر پڑھنا ہو تو اس میں جہر سے پہلے ارشاد فرمائیے کہ میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں
یا میں انشاء اللہ یہی کرتا ہوں۔ اور اگر کسی نے جہر سے پہلے ارشاد نہ کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے

تشریح مسئلہ اگر کسی شخص کی عشاء یا مغرب اور فجر کی نماز فوت ہوئی پھر اس وقت آپ صبح ہوئے کہ بعد ازاں یہ تو اس کی سو گئی ہیں یا تو باجماعت قضاء کرے گیا یا تنہا اگر جماعت کے ساتھ تھا۔ فی ہر توجہ۔ ۱۔ اس میں یہ نہ کہ یہ اتنے میں سے موقع پر۔ آپ نے فجر کی نماز کو باجماعت قضاء کیا تو آپ نے جہ فرمایا تھا۔

حضور ﷺ نے قضاء نماز میں قرأت بالجہر فرمائی، بخلاف واقعہ یہ ہے کہ غریبہ سے وہی میں صحابیین درخواست پر آپ نے فقرہ اترے اور حضرت ہانی نے جاگنے کی ذمہ داری کی مگر سوئے اور اس وقت جب کہ ان پر سوچا فی میں مشغول تھے وہاں سے کوئی حکم دیا اور آگے بڑھ کر جب آقا جب ایک نذرہ بلند ہوا تو اتر کر وضو کیا اور مؤذن کو اذان کا حکم دیا کہ ۱۰۰ جہتیں یہ ہیں ان کی حالت پر اچھا نماز کی اقامت گئی کئی گھر نماز پڑھی جیسے روز پڑھا کرتے تھے اور غایب تھے آپ نے فجر کی نماز میں پھر قرات سے تھے وہاں سے جہت ۱۰ کر آپ نے یہ اتنے میں سے موقع پر فجر کی نماز وقت پڑھا۔

تنہا جہر کی نماز کی قضا کرتے وقت افشاء واجب ہے اور اگر وہ وقت نماز تھا پھر جہر تو افشاء واجب ہے اور اس وجہ سے افشاء درمیان اختیار نہیں ہے۔ یہی قول صحیح ہے جس میں ایک ایسا شخص اور شرا و ملامہ وغیرہ نے جب کہ یہ افشاء سے وہاں سے یہ اتنے افشاء ہوئی ہے اور اس کی نمازوں میں افشاء کے حق میں اختیار ہے۔ جہر سے یہ افشاء ہے۔ وجہ افشاء سے یہاں ایسی قضا میں وجہ افشاء نہیں کی۔ نہیں یہ ہے کہ جب جہر نمازوں میں صورتوں میں مختص ہے ایک یہ کہ نماز پڑھا جہت ۱۰۰ یہ نماز وقت سے بعد وہی صورت میں ۱۰۰ واجب ہے۔ دوسری صورت میں منفرد کے حق میں بطور اختیار کے ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جب افشاء شرعی تو قیف پر توقف ہے۔ ورنہ شرط ہے کہ جہر ۱۰۰ طریقوں سے پڑا ایک توجہ واجب یا اس وقت ہے کہ جہر نماز پڑھتے ہو اور افشاء یا قضا ہو اور وہ جہر نہیں یا اس وقت جب جب منفرد وقت کے اندر جہر کی نماز پڑھے۔ اور یہاں جب کہ منفرد صلوات آقا جب بعد جہر کی نماز پڑھتے تو وہاں سے وہاں سے وہاں سے نہیں پائی گئی یعنی نہ جہر عت ہے اور نہ وقت اس لئے اس صورت میں نہ جہر واجب ہوتا ہے نہ جہر جائز ہے۔ واجب ہے افشاء نہیں ہوتا۔

عشاء کی پہلی دو رکعت میں سورت ملائی فاتحہ نہیں پڑھی یا فاتحہ پڑھی اور سورت ساتھ

نہیں ملائی تو اس کے لئے کیا حکم ہے

وَمَنْ قَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي الْأُولَيَيْنِ **الْحُجَّةُ** وَلَمْ يَفْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ لَهُ يُعَدُّ فِي الْأَخْرَبِ وَإِنْ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ وَلَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا قَرَأَ فِي الْأَخْرَبِ الْفَاتِحَةَ وَالسُّورَةَ وَجَهْرًا وَهَذَا عَنِ أَبِي حَبِيبَةَ وَ مُحَمَّدٍ وَ ذِي الْأُوْنُوْسَتِ لَأَنْفَعِي وَاحِدَةً مِنْهُمَا لِأَنَّ الْوَاجِبَ إِذَا قُرِئَ عَنْ وَجْهِهِ لَا يَفْصِلُ إِلَّا بِذَلِكِ وَلَيْسَ وَهُوَ الْفَرْقُ بَيْنَ تَرْجِيهِ أَنْ يَفْرَأَ الْفَاتِحَةَ شَرَعًا عَلَى وَجْهِ يَتَرْتَّبُ عَلَيْهَا السُّورَةُ فَلَوْ قَضَاهَا فِي الْأَخْرَبِ يَنْزِلُ الْفَاتِحَةُ عَمَّا السُّورَةُ وَهَذَا جَلَالُ الْمَوْضُوعِ بِجَلَالِ مَا إِذَا تَرَكَ السُّورَةَ لِأَنَّهُ امْكُنْ قَضَاهَا عَلَى الْوَاجِبِ السُّورَةُ ثُمَّ ذَكَرَ هِيَ مَا يَدُلُّ عَلَى الْوُجُوبِ وَفِي الْأَصْلِ بِلَفْظَةِ الْإِسْتِحْبَابِ لِأَنَّهَا إِنْ كَانَتْ مُؤَخَّرَةً فَعَبْرَ مَوْضُوعٍ بِالسُّورَةِ فَهِيَ مُسَبَّحَةٌ مُرَافَعَةً مَوْضُوعَهَا مِنْ كُلِّ وَجْهِ

ترجمہ اور جس نے عشاء کی پہلی دو رکعت میں سورت پڑھی اور سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تو جہنم میں داخل ہے۔ اور جس نے فاتحہ پڑھی اور سورۃ

نے فاتحہ پڑھی اور اس پر نذر دیکھیں یہ تو بعد میں دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے اور حج کرے۔ اور یہ امام ابوحنیفہؒ اور مجتہد کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ دونوں میں سے کسی کی قضاء نہ کرے اس لئے کہ واجب جب اپنے وقت سے فوت ہو گیا تو بغیر دلیل اس کی قضاء نہیں کی جاتی۔ اور طریقین کی دلیل اور وہی دونوں صورتوں میں فرق بھی ہے کہ فاتحہ کا پڑھنا ایسے طور پر مشروع ہوا ہے کہ سورت اس پر مرتب ہوگی اگر فاتحہ کی دو رکعتوں میں قضاء کی تو سورت پر فاتحہ مرتب ہوا ہے کی اور یہ خلاف موضوع ہے اس کے برخلاف جب (آخرین) میں سورت و تہجد آئے کیونکہ سورت کی قضاء مرنا مشروع طریقہ پر نہیں ہے بھریہاں وہ لفظ کہنا یہ جو واجب پر احکامات نہایت اور بموجب میں شرط احتیاط ہے اس لئے کہ سورت اور سورۃ فاتحہ کے ساتھ متصل نہ رہی پس اس کے موضوع کی رعایت میں کل وجہ ممکن نہیں ہے۔

تشریح صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے عشاء کی پہلی دو رکعت میں سورت پڑھی مگر سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی۔ تو یہ شخص آخر کی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ قضاء نہیں کرے یا اور آخر پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھی مگر سورۃ فاتحہ کے بعد کچھ اور نہیں پڑھا تو آخر کی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے اور دونوں کے ساتھ حج کرے۔ یہ مذکورہ قسم طریقین نے نزدیک ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ اور سورت دونوں میں سے کسی کی قضاء نہ کرے۔

اور میں یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ اور سورت ان دونوں میں سے ہر ایک واجب ہے۔ یعنی وہ ہے کہ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو سہواً ترک کرے یا تو سجدہ ہو یا واجب ہو گا خواہ شفع ثانی میں اس کی قضاء کرے یا قضاء نہ کرے اور واجب جب اپنے وقت سے فوت ہوا ہے تو اس کی قضاء نہیں کی جاتی "یہ کہ کوئی نہیں قضاء پڑھی ہے" نہیں قضاء یہاں موجود نہیں اس لئے ان دونوں کی قضاء بھی نہیں ہوگی اور دلیل اس لئے موجود نہیں کہ قضاء کہتے ہیں مالہ مشروع کا مالمالیک کی طرف پیچیدہ یعنی شریعت نے اس کے لئے جو حق مشروع کیا تھا اس کو اس کی طرف پیچیدہ یہ کہ جو اس پر واجب ہے اور یہاں حال یہ ہے کہ آخر کی دو رکعتوں میں سورت مشروع نہیں ہوگی پس جب آخر کی دو رکعتوں میں سورت اس کا حق بن کر مشروع نہیں ہوگی تو پہلی دو رکعتوں میں فوت شدہ سورت کی آخری دو رکعت میں قضاء نہیں کر سکتا۔

مرفیقین کی دلیل اور پہلی دونوں صورتوں میں وجہ فرق بھی ہے کہ فاتحہ کا پڑھنا ایسے طور پر مشروع ہوا ہے کہ سورت اس پر مرتب ہو یعنی فاتحہ ایسے طور پر پڑھے کہ اس کے بعد میں سورت پڑھے پس پہلی صورت میں جب سورت پڑھی اور سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اگر آخرتین میں فاتحہ کی قضاء کی تو سورۃ فاتحہ سورت پر مرتب ہوگی یعنی صورت پہلے پڑھی کی اور سورۃ فاتحہ بعد میں اور یہ حالت موضوع شرع کے خلاف ہے کیونکہ پہلے فاتحہ پھر سورت پڑھنا مشروع ہے۔ اور یہاں نہیں ہوتا اس لئے کہ اس صورت میں فاتحہ قضاء کر کے کا حکم نہیں دیو۔

دینی اور یہ صورت یعنی جب آخرین میں فاتحہ پڑھی اور سورت نہیں پڑھی تو آخرتین میں قضاء کرے گا کیونکہ اس صورت میں مشروع طریقہ پر فاتحہ اور سورت کے قوس کا جواب دینے سے فائدہ کہ ہمیں یہ بات تسلیم نہیں کہ آخرتین میں سورت فیہ مشروع ہے طریقہ پر فاتحہ اور سورت کے قوس کا جواب دینے سے فائدہ کہ ہمیں یہ بات تسلیم نہیں کہ آخرتین میں سورت فیہ مشروع ہے۔

صاحب کتاب نے امام ابو یوسفؒ سے قوس کا جواب دینے سے فائدہ کہ ہمیں یہ بات تسلیم نہیں کہ آخرتین میں سورت فیہ مشروع ہے کیونکہ اس سے شرع جامع صغیر میں فرمایا کہ آخرتین میں سورت کا پڑھنا مندوب ہے اسی وجہ سے اگر آخرتین میں سورت پڑھنی تو سجدہ ہو گا واجب نہیں ہوگا۔

عبارت کا اختلاف: ائمہ ذکر کرنا یہاں سے عبارتوں کا اختلاف ذکر کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ جامع صغیر کی عبارت میں آیا لفظ مذکور ہے جو آخری دو رکعتوں میں سورت کی قضاء کے وجہ پر اہانت کرتا ہے کیونکہ جامع صغیر میں یہ قرأھی الاحزاب اور یہ بھنو۔ اور اس کے ہے۔ اور امر واجب پر اہانت کرتا ہے پس جامع صغیر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ آخرین میں سورت کی قضاء کرنا واجب ہے۔ اور دلیل وہ ہے جو مذکورہ طور میں مذکور ہے اور مہسوط میں لفظ استحباب کے ساتھ مذکور ہے اس لئے کہ مہسوط کی عبارت یہ ہے کہ **اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعْ لَهُ** اور احباب استحباب پر اہانت کرتا ہے پس مہسوط کی عبارت سے ظاہر ہوا کہ اگر اولین میں سورت کو ترک کر دے تو آخرین میں اس کی قضا کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے اور دلیل استحباب یہ ہے کہ سورت بلاشبہ قح سے مؤخر ہوئی لیکن فاتحہ اولیٰ کے ساتھ متصل نہیں رہی اس لئے کہ قح اولیٰ اور سورت کے درمیان قح ہے (دو قح) جس کا آخرین میں پڑھنا افضل ہے) کا فصل واقع ہو گیا ہذا من کل وجہ موعود سورت کی رعایت کرنا ممکن نہ رہا اس لئے مہسوط میں کہا گیا کہ سورت کی قضاء کرنا مستحب ہے نہ کہ واجب۔

فاتحہ اور سورت جبراً پڑھے

وَيَجْهَرُ بِهَا هُوَ الصَّخِجُ لِأَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الْحَيْوَرِ وَالْمُحَافَةِ فِي زَكَاةٍ وَاحِدَةٍ شَيْخٌ وَتَغْيِيرُ اللَّفْظِ وَهُوَ الْفَاتِحَةُ أَوَّلَى
ترجمہ اور سورت اور قح دونوں کا جبر کرنا۔ یہی صحیح ہے کیونکہ جبر اور افتخار کا ایک رکعت میں جمع کرنا واجب۔ اور نقل کا متفقہ کرنا اور وہ قح ہے اولیٰ ہے۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ جب آخرین میں سورت کی قضاء کرے تو سورۃ فاتحہ اور سورت دونوں کے ساتھ جبر کرے۔ یہی صحیح قول ہے۔ ابن سہم نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ صرف سورت کے ساتھ جبر کرنا اور بشم نے امام محمد سے روایت کی کہ بالکل بجز کرنا نہ قح کے ساتھ نہ سورت کے ساتھ۔ بشم کی روایت کی وجہ یہ ہے کہ جبر اور افتخار دونوں ایک رکعت میں جمع کرنا شائع اور برا ہے اور سورت کا متغیر کرنا معنی بجائے جبر کے سورت کو ہلکا پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ قح اپنے محل میں بھی ہے اور سورت پر مقدم بھی ہے اس لئے فاتحہ اصل ہوئی اور سورت اس کے تابع ہوئی آخرین میں قح کا حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ افتخار کیا جائے پس اس کے تابع ہو کر سورت کے ساتھ بھی افتخار کیا جائے گا۔

روایت ابن سہم کی وجہ یہ ہے کہ آخرین میں قح کا پڑھنا واجب ہے اور سورت کا پڑھنا قضاء ہے اور اول اپنے محل کے مطابق ہوتا ہے اور قضا بحسب القوات ہوتی ہے پس چونکہ سورت صفت جبر کے ساتھ فوت ہوئی ہے اس لئے اس کی قضاء صفت جبر کے ساتھ ہوگی اور فاتحہ چونکہ اپنے محل میں ہے اس لئے قح میں اس کی صفت کی رعایت کی جائے گی اور فاتحہ کی صفت آخرین میں افتخار ہے اس لئے قح کے ساتھ افتخار ہوگا۔ رہی یہ بات کہ اگر جبر اور افتخار کا ایک رکعت میں جمع ہونا لازم آیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ قضا اپنے مقام کے ساتھ حق ہوتی ہے جس سورت اگرچہ آخرین میں پڑھی مگر محسوب اولین میں ہوتی۔ اس وجہ سے قح یا ایک رکعت میں جبر اور افتخار کا جمع کرنا جائز نہیں آئے گا۔

قول صحیح دلیل یہ ہے کہ ایک رکعت میں جبر اور افتخار کو جمع کرنا شرعاً مذموم ہے اب دوسری صورتیں ہیں یا تو دونوں میں افتخار

تو یہ جیسا کہ امام محمد سے ہشام نے روایت کی ہے اور یادوں کے ساتھ جو کسے پہلی صورت میں اقویٰ کو ادنیٰ کے تابع کرنا لازم آتا ہے جو کسی طرح مناسبت نہیں ہے کیونکہ سورت کا بالآخر پڑھنا واجب تھا اور آخر کی رکعتوں میں قحط کا بالا افتاء پڑھنا سنت ہے بلکہ نفل کے درجہ میں ہے پس قحط جو سنت ہے اس کی مفت یعنی افتاء کی رعایت کے پیش نظر سورت جو واجب ہے اس کی مفت یعنی جہر کو خفیہ کرنا اقویٰ کو ادنیٰ کے تابع بنانا ہے جو کسی طرح بھی مناسب نہیں اس لئے یہ صورت درست نہیں ہے اب دوسری صورت باقی رہی یعنی دونوں کو بالآخر پڑھنا سو سن میں وہی قحط نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں واجب (سورت) کی مفت (جہر) کی وجہ سے نفل (قحط) کی مفت (افتاء) کو بدلتا ہے تاہم یہ اولیٰ ہے اس سے کہ اس صورت میں ادنیٰ اقویٰ کے تابع ہوگا۔

جہر اور افتاء کی تعریف

ثُمَّ الْمُحَافَظَةُ أَنْ يَسْمَعَ نَفْسَهُ وَالْجَهْرُ أَنْ يَسْمَعَ غَيْرَهُ وَهَذَا عِنْدَ الْقَوَائِمِ أَيْ جَعْفَرِ الْبُخَارِيِّ لِأَنَّ مُخْتَرَدَ حَرْفِ الْبَلَدِ لَا يُسَمَّى بِزَاوَةِ مَدُونِ الصَّوْتِ وَقَالَ الْكُوزَجِيُّ أَذْنِي الْجَهْرِ أَنْ يَسْمَعَ نَفْسَهُ وَأَذْنِي الْمُحَافَظَةِ تَصَحُّحُ الْحُرُوفِ لِأَنَّ الْبُقْرَاءَ فِعْلُ اللَّسَانِ دُونَ الصَّنَاعِ وَلِئِنْ لَفِظَ الْكِتَابِ إِشَارَةً إِلَى هَذَا وَعَلَى هَذَا الْأَصْلِ كُلُّ مَا يَنْعَلِقُ بِالطَّلُقِ كَالطَّلَاقِ وَالْعِنَاقِ وَالْإِنْشَاءِ وَغَيْرِ ذَلِكَ

ترجمہ۔ پھر افتاء کا پڑھنا یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنتا اور جہر یہ ہے کہ دوسرے کو سنتے اور یہ فقیر ابو جعفر ہندوئی نے مزید یہ ہے کہ جہر یعنی آواز کے محض زبان کی حرکت کا نام قرأت نہیں کہلاتا۔ اور امام کوزجی نے کہا کہ جہر کا کلمہ مرتبہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنتا ہے اور افتاء کا کلمہ مرتبہ یہ ہے کہ حرف صحیح نہیں۔ کیونکہ قرأت تو زبان کا فعل ہے نہ کہ کان کا۔ اور لفظ کتاب میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ اور اسی اصل پر جہر و امام ہے جو فلق کے متعلق جو بھیہ طریق آزمایا تھا اور ان سے مراد ہے۔

تشریح۔ اس عبارت میں جہر اور افتاء کی تعریف کی گئی ہے۔ صاحب حاشیہ کے بیان کے مطابق حاصل یہ ہے کہ کلمات کے اجزاء جو زبان پر مستعمل ہیں ان کی دو قسمیں ہیں کلام اور قرأت کیونکہ اس سے خطاب و نصیحت کا فائدہ پہنچنا مقصود ہوگا یا نہیں اور اول ہے تو یہ کلام ہوگا ورنہ قرأت ہے پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں جہر اور مخفی لیکن ان دونوں کے درمیان حد فاصل میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے چنانچہ فقیر ابو جعفر ہندوئی نے کہا کہ افتاء (آہستہ پڑھنا) یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنتا ہے اور اگر اس سے کلمہ ہے تو اس کو جہر اور دہن کہتے ہیں نہ یہ کہ کلام ہے اور نہ قرأت اور جہر یہ ہے کہ دوسرے کو سنتا ہے یعنی اتنی آواز ہے کہ قریب کا آدمی سن لے۔ دلیل یہ ہے کہ بغیر آواز کے خالی زبان کی حرکت کا نام قرأت نہیں نہ خدا اور نہ عرفا۔

امام کوزجی نے کہا کہ جہر کا کلمہ مرتبہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنتا ہے اور افتاء کا کلمہ مرتبہ یہ ہے کہ حرف صحیح نکلیں کیونکہ قرأت زبان کا فعل ہے نہ کہ کان کا۔

اعتراض۔ افتاء کی اس تعریف پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ کتابت کے ساتھ صحیح حروف پڑھا جائے عمرادانہ ہونے کی وجہ سے اس کو قرأت نہیں کہا جائے جس معلوم ہو کہ قرأت کے لئے فقط صحیح حروف کافی نہیں۔ بلکہ آواز کا ہونا بھی ضروری ہے۔

جواب۔ مطلقاً صحیح حروف قرأت نہیں بلکہ زبان سے صحیح حروف قرأت ہے اسی وجہ سے امام کوزجی نے کہا کہ قرأت زبان کا فعل ہے نہ

کہ کان کا صاحب ہر ایسے نبی کا کہ وہ نبی کی ہدایت میں بھی اسے نبی کی طرف اشارہ موجود ہے کیونکہ اول فصل میں مذکور ہے
 قَدْ مَحَبَّرْنَا بِأَنَّهُمْ وَأَنْ شَاءَ خَلَقَتْ - صاحب ہدایہ نے کہا کہ یہی اختلاف برائے چیز میں ہے جس کا تحقق عقل
 کے ساتھ ہے جیسے طلاق، عتاق اور استنشاء وغیرہ مثلاً اگر کسی نے اپنی بیوی سے انت طالق یا عتاق سے انت حراً کہا اور کہنے والے نے
 ہر بات خود نہیں مگر تو امام کرئی کے نزدیک طلاق اور عتاق واقع ہو جائیں گے اور ہندوئی کے نزدیک واقع نہیں ہوں گے۔ اسی طرح اگر
 ان دونوں کے ساتھ جبر کیا اور استنشاء کا ایسے طور پر اخذ کیا کہ خود بھی نہیں سن رکھا تو امام کرئی کے نزدیک عتاق اور عتاق واقع نہیں ہوں
 گے۔ اور استنشاء معتبر ہوگا اور ہندوئی کے نزدیک دونوں فی الحال واقع ہو جائیں گے اور استنشاء معتبر نہیں ہوگا۔ اسی اختلاف پر ذبیحہ پر تیرہ
 اور وجوب مجددہ تفاوت ہے۔

کم سے کم قرأت کی وہ مقدار جس سے نماز درست ہو جائے، اقوال فقہاء و دلائل

وَأَذْنِي مَا يُخْبِرُ مِنْ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ أَيْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَ ثَلَاثُ آيَاتٍ قِصَارًا أَوْ آيَةُ طُولًا لَا يَكْفِي
 لَا يُسْمَى قَارِئًا بِدُونِهَا شَبَّهَ قِرَاءَةَ مَا دُونِ الْآيَةِ وَلَمْ يَقُولْ تَعَالَى فَافْرَغَ وَأَمَّا تَبَسُّرُ مِنَ الْقُرْآنِ مِنْ غَيْرِ قِصَلٍ إِلَّا أَنْ
 مَا دُونِ الْآيَةِ خَارِجٌ وَالْآيَةُ لَيْسَتْ فِي مَعْنَاهُ -

ترجمہ - اور قرأت کی ادنی مقدار جو نماز میں کفایت سرچتی ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایک آیت ہے اور صاحبین نے کہا کہ تین
 چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت ہے کیونکہ اس سے کم قرأت کرنے والا نہیں کہلاتا کہ جس پر دونوں آیتوں کی قرأت کے مشابہ ہو یا دو
 امام صاحب کی دلیل باری قلی کا قول فافرقاً واما تبسّر من القرآن بغیر کسی تفصیل کے ہے۔ تحریر کہ ایک آیت سے کم حارث ہے اور
 پوری آیت اس کے معنی میں نہیں ہے۔

تشریح - نماز کے اندر قرأت حالتِ حضور میں ہوگی یا سفر میں پس اگر حضور میں ہے تو اس کی تین قسمیں ہیں (۱) مایجوز بہ الصلوۃ
 یعنی جس کے ساتھ جواز صلوۃ متعلق ہوتا ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ (۲) جس کے ساتھ حدِ کراہت سے نکل جاتا ہے۔ (۳) جس
 کے ساتھ حدِ احتیاب میں داخل ہو جائے گا۔ اور اگر سفر میں ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں نمازی ثلث میں ہوگا یا حالتِ امن اور قرأت میں۔

اس عبارت میں مایجوز بہ الصلوۃ مقدار کو بیان کیا گیا ہے خواہ حضور میں ہو یا سفر میں چنانچہ فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک
 قرأت کی ادنی مقدار جس سے نماز جائز ہو جائے گی ایک آیت ہے پس اگر ایت دو گلوں یا زیادہ پر مشتمل ہو تو اتفاقاً مثلاً نمازِ پنجگانہ
 ہو جائے گی جیسے پڑھنا تو قیل فقیل فلفظ مظهر اور انرا ایک ہی کلمہ ہے جیسے مذهبِ اثنان یا ایک حرف ہے جیسے ص۔ ن
 فی تو اس میں مشابہ کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک کافی ہو جائے گی اور بعض کے نزدیک کافی نہیں ہوگی۔ صاحبین نے کہا کہ
 مایجوز بہ الصلوۃ کی مقدار چھوٹی تین آیتیں ہیں یا بڑی ایک آیت جیسے یہ آخری اور آیت مدینت صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ چھوٹی
 تین آیت یا بڑی ایک آیت سے کم پڑھنے والے کو حرفِ نام میں قاری قرآن نہیں کہنا پڑا پس اس کی قرأت، دونوں آیتوں کی قرأت کے
 مشابہ ہوگی اور دونوں آیتوں کے لئے کافی نہیں ہند چھوٹی تین آیت یا بڑی ایک آیت سے کم قرأت بھی کافی نہیں ہوگی۔

صاحبین کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ ایک آیت اگرچہ ہند چھوٹی تین آیت یا بڑی ایک آیت یا بڑی ایک آیت یا بڑی ایک آیت پر قرآن کا اطلاق

سے روایت کی ہے اور اس کے آخر میں ہے فَلَمَّا نَزَلَ بِصَلَاةِ الصُّبْحِ صَلَّى بِهِنَّ صَلَاةَ الصُّبْحِ لِلنَّاسِ یعنی جب حضور ﷺ صبح کے لئے اترے تو لوگوں کو انیس، دونوں ساتوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ نصف نماز سادہ کرنے میں سفر کو بہت بڑا دخل ہے پس جب سفر کو نصف نماز سادہ کرنے میں دخل ہے تو قرات کی تخفیف میں بدرجہ اولیٰ دخل ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ جب سفر کی وجہ سے اصل نماز میں کچھ کمی ہوئی تو اس کے وصف یعنی قرات میں بدرجہ اولیٰ کمی ہوئی۔ صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ اس قدر تخفیف اس وقت ہے جب یہ شخص غلت میں ہو اور اُرمین اور قرات کی حالت میں ہے مثلاً کسی منزل پر ٹھہرے اور ارادہ یہ ہے کہ اطمینان سے ٹھہر کر روانہ ہوگا تو ایسی صورت میں فجر کی نماز میں وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ اور اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ پڑھے کیونکہ اس صورت میں تخفیف بھی ہوگئی اور سنت کی رعایت بھی ہوگئی۔

حالت حضر میں فجر کی نماز میں قرات کی مقدار

وَبَشِّرْ فِي الْخَضِرِ فِي الْفَجْرِ فِي الْمَرْكَبَيْنِ اَيُّهُ اَوْ خَمْسِينَ اَيُّهُ يَسُوِي فَاتَّخَذَ الْكِتَابَ وَيُزَوِّي مِنْ اَرْبَعِينَ اِلَى سِتِّينَ وَمِنْ يَسْتَبِينَ اِلَى مِائَةٍ وَكُلُّ ذَلِكَ وَرَدَ الْاَوَّلُ وَوَجْهُ التَّوْفِيقِ اَنَّهُ يَقْرَأُ بِالْاَرْبَعِينَ مِائَةً وَبِالْكُتَالِي اَرْبَعِينَ وَبِالْاَوْسَاطِ خَمْسِينَ اِلَى سِتِّينَ وَقِيلَ يَسْطُرُ اِلَى طَوْلِ النَّبَالِي وَقَصُرَ هَا وَبِالِي كَثُورَةُ الْاَسْعَالِ وَقَلِيلُهَا

ترجمہ اور حالت حضر میں فجر کی دونوں رکعتوں میں چالیس یا پچاس آیتیں پڑھے ملوہ سورۃ فاتحہ کے اور روایت کیا جاتا ہے کہ چالیس سے ساٹھ تک اور ساٹھ سے سو تک اور ہر ایک پراثر وارو ہے اور توفیق کی وجہ یہ ہے کہ قدرت کرنے والے مقتدیوں کے ساتھ سو ۱۰۰ آیت پڑھے اور سب کرنے والوں کے ساتھ چالیس پڑھے اوسطاً ہر دووں کے ساتھ پچاس سے ساٹھ تک پڑھے۔ اور کہا گیا کہ راتوں کی درازی اور کمی کو دیکھنے اور اشغال کی کثرت اور قلت کو دیکھئے۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ حضر کی حالت میں فجر کی دونوں رکعتوں میں ملوہ سورۃ فاتحہ کے چالیس آیت پڑھے یا پچاس آیتیں پڑھئے یعنی ہر رکعت میں بیس یا پچیس آیتیں پڑھے اور ایک روایت میں چالیس سے ساٹھ تک اور ایک میں سو تک ہے۔ صاحب ہدایہ نے یہ کہا کہ ان میں سے ہر ایک پراثر وارو ہوتا ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ «قَرَأَ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْحُمْصَةِ اَلَمْ تَسْأَلِ السَّجْدَةَ وَهَلْ اَتَى عَلَى الْاِنْسَانِ» یعنی حضور ﷺ نے جمعہ کے دن فجر کی نماز میں اَلَمْ تَسْأَلِ السَّجْدَةَ اور هَلْ اَتَى عَلَى الْاِنْسَانِ پڑھی ہے پہلی سورت میں تیس آیتیں ہیں اور دوسری میں انیس آیتیں ہیں صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ کی حدیث ہے اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بَقِ اَوْ اَبْوَابِ يَدُوسُ مَرَّةً يَوْمَ هُوَ فِي الْفَجْرِ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ غَابِثِينَ اِلَى مِائَةٍ اَيُّهُ۔

مختلف روایات میں حدیث توفیق صاحب ہدایہ نے بیان کیا ہے روایات میں حدیث توفیق یہ ہے کہ مقتدی اتر قرات سننے کی رغبت رکھتے ہوں تو سوا آیت تک پڑھے اور اگر کامل اور سب لوگ ہوں تو چالیس آیتیں پڑھے اور اوسطاً درجہ کے لوگ ہوں تو پچاس سے ساٹھ آیتیں پڑھے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ راتوں کے دراز اور کوتاہ ہونے میں نظر رکھئے یعنی سہمی کی راتوں میں زیادہ قرات کرے اور گرمی کی راتوں میں کم قرات کرے اور سردی

چاہئے کہ وہ اپنے مسئلہ یوں کے اشغال کی زیادتی اور کسی کا بھی لحاظ رکھے۔ مگر مقتدی اگر زیادہ مشغول ہوں تو مختصر قرات کرے اور اگر قرات یوں قریب ۱۰۰ قرات پڑھے۔

ظہر کی نماز میں قرات کی مقدار

قَالَ وَفِي الظُّهْرِ مِثْلَ ذَلِكَ لِإِسْتِوَائِهَا فِي سَاعَةِ الْوَقْتِ وَقَالَ فِي الْأَصْلِ أَوْ دُونَهُ لِأَنَّهُ وَقْتُ الْإِسْتِغْنَاءِ فَيَقْصُرُ عَنْهُ تَحَوُّرًا عَنِ الْمَالِ

ترجمہ - اور ظہر کی نماز میں اسی کے مثل پڑھے اس لئے کہ دونوں نجی ش وقت میں برابر ہیں اور محمد نے مہبوط میں کہا ہے۔ یا فجر سے نماز پڑھئے۔ یہ ایک ظہر کا وقت کاموں میں مشغول ہونے کا وقت ہے اس لئے فجر سے کسی نروی پائے آتا بہت سے چارے چل کر۔

تشریح - ظہر کی نماز میں اس کے مثل پڑھے جو قرات فجر میں مذکور ہوئی۔ یعنی وسعت وقت میں دونوں برابر ہیں اور مروی ہے کہ حضور ﷺ ظہر کی نماز میں الم السجدۃ پڑھتے تھے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز میں حمد و تلاوت کیا جس سے نماز کیا کہ آپ نے الم تسویل السجدۃ پڑھی اور ہم پیچھے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فجر کی پہلی رکعت میں الم تسویل السجدۃ اور دوسری رکعت میں هل التی علی الانسان پڑھتے تھے۔ ان روایات کو کیا کہ آپ نے ظہر میں وہی پڑھا جو آپ فجر کی ۱۰۰ رکعتوں میں پڑھا کرتے تھے۔ امام محمد نے مہبوط میں کہا کہ ”او دونہ“ یعنی ظہر کی نماز میں فجر کی نماز کے مقابلے میں قرات کرے۔ یہ وہ ظہر کا وقت مشغولیت کا وقت ہے اس لئے قرات کمتر ہے تاکہ لوگوں میں آتا بہت پیدا نہ ہو جائے۔ اور ابو سعید قدسی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ اِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ قُلْ لَّهِ الْحَمْدُ سُوْرَةً الْمُلْكِ یعنی حضور ﷺ ظہر کی نماز میں تیس آیات کی مقدار پڑھتے تھے اور وہ سورۃ ملک کے مانند ہے۔

عصر اور عشاء میں اوساط مفصل کی قرات مغرب میں قصار مفصل کی قرات

وَالْعَصْرُ وَالْعِشَاءُ سَوَاءٌ يَقْرَأُ فِيهِمَا بِأَوْسَاطِ الْمُفْصَلِ وَفِي الْمَغْرِبِ دُونَ ذَلِكَ يَقْرَأُ فِيهَا بِقِصَارِ الْمُفْصَلِ وَالْأَصْلُ فِيهِ كِتَابُ عُمَرَ الَّذِي مَوَّسَى الْأَشْعَرِيَّ أَنْ يَقْرَأَ فِي الْفَجْرِ وَالظُّهْرِ بِطَوَالِ الْمُفْصَلِ وَفِي الْعَصْرِ وَالْعِشَاءِ بِأَوْسَاطِ الْمُفْصَلِ وَفِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفْصَلِ وَلَا يَمْنَى الْمَغْرِبَ عَلَى الْعَجَلَةِ وَالْتَحْفِيفِ أَلَيْسَ بِهَا وَالْعَصْرُ وَالْعِشَاءُ يُسْتَحَبُّ فِيهِمَا التَّاجِيزُ وَقَدْ يَفْعَانِ بِالتَّطْوِيلِ فِي وَقْتٍ غَيْرِ مُسْتَحَبٍّ فَيُوقَّتُ فِيهِمَا بِالْأَوْسَاطِ

ترجمہ - اور عصر اور عشاء دونوں برابر ہیں ان دونوں میں اوساط مفصل پڑھے اور مغرب میں اس سے کمتر مغرب کی نماز میں قصار مفصل پڑھے اور اصل اس پڑھے میں ابو موسیٰ اشعری کی طرف حضرت عمر کا فرمان ہے کہ ظہر اور فجر میں طویل مفصل پڑھا اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل اور اس لئے کہ مغرب کی قریب آمدی ہے اور عصر کے مناسبت تخفیف ہے اور عصر اور عشاء میں تاجیز مستحب ہے اور تطویل سے بھی یہ دونوں وقت غیر مستحب ہیں اور دونوں میں اوساط مفصل سے توجہ دینی چاہئے۔

تشریح - صاحب قدوری سے کہا کہ وسعت وقت میں عصر اور عشاء دونوں برابر ہیں جہاں دونوں میں اوساط مفصل سے توجہ قرات

ترجمہ۔ دلیل چہرین سرور کی روایت ہے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ ذَاتَ الشُّرُوحِ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ یعنی حضور ﷺ پہلی دو رکعت میں وَالسَّمَاءِ ذَاتَ الشُّرُوحِ اور وَالطَّارِقِ پڑھا کرتے تھے۔ اور دوسری دلیل معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اَنْ قَوْمًا شَكَّوْا اِلَى زُكْوَالِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَطَوُّلٌ قَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْتَنِ اَنْتَ يَا مَعَاذُ اَيْنَ اَنْتَ مِنْ سَبْحِ اسْمِ رَبِّكَ الْاَعْلَى وَالشَّمْسِ وَضَحْهَا یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی قوم نے حضور ﷺ سے شکایت کی کہ معاذ عشاء کی نماز میں تطویل قرأت کرتے ہیں تو حضور ﷺ نے معاذ سے کہا کہ اس معاذ کیا تو لوگوں کو بتائے کہ تم نے کیا ہے یہاں ہے تو سَبْحِ اسْمِ رَبِّكَ الْاَعْلَى اور وَالشَّمْسِ وَضَحْهَا سے یعنی تو ان سورتوں کو کیوں نہیں پڑھتا بہر حال یہ دونوں روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عصر اور عشاء میں اوسط مفصل میں سے قرأت کرنا مستحب اور اولیٰ ہے۔

اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل کے ساتھ قرأت کرنا۔ دلیل یہ روایت ہے اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَرَأَ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ بِالْمَعْوَذَتَيْنِ یعنی حضور ﷺ نے مغرب کی نماز میں معوذتین کی قرأت کی ہے۔

صاحب ہدایہ نے کہا کہ تمام نمازوں کی مستحب قرأت کے بارے میں اصل دو فرمان ہے جو علیہ السلام نے امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایامی اشعری رضی اللہ عنہ کے نام بھیجے تھے۔ اَيُّ الْفُرَا فِي الْمَغْرِبِ وَالطَّهْرِ يَطَوُّلُ الْمُفْصِلِ وَفِي الْعَصْرِ وَالْعِشَاءِ بِأَوْسَاطِ الْمُفْصِلِ وَفِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفْصِلِ یعنی نغم اور فجر میں حوال مفصل میں سے پڑھا اور عصر اور عشاء میں اوسط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل پڑھا۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ مغرب کا معنی غلط اور جلدی پر ہے اور جلتے مناسب تخفیف ہے۔ اور عصر اور عشاء میں تاخیر مستحب ہے پس اُن میں طویل قرأت شروع کر دی گئی تو یہ دونوں نمازیں غیر مستحب وقت میں واقع ہو گئی۔ اس لئے ان دونوں نمازوں میں اوسط مفصل کا تعین کیا گیا۔

فوائد۔ طویل مفصل سورہ حجرات سے سورہ قُلُوبِ السَّمَاءِ ذَاتِ الشُّرُوحِ تک ہے اور اوسط مفصل سورہ بروج سے سورہ کلمہ یکس تک ہے اور لم یکن سے آخر تک قصار مفصل ہے۔

بعض حضرات فقہاء کی رائے یہ ہے کہ سورہ حجرات سے سورہ جس تک طویل مفصل ہے اور شُورَاتِ وَالضُّحَى تک اوسط مفصل اور وَالضُّحَى سے آخر تک قصار مفصل ہے۔ جمیل احمد علی عنہ

فجر کی پہلی رکعت دوسری رکعت کی نسبت لمبی ہو

وَبَطِيلُ الرَّكَعَةِ الْأُولَى مِنَ الْقَبْرِ عَلَى النَّبِيِّ إِعَانَةً لِلنَّاسِ عَلَى إِذْوَكَ الْجَمَاعَاتِ

ترجمہ۔ اور فجر کی رکعت اولیٰ دو رکعت ثانیہ پر طویل دے تاکہ لوگ جماعت کو پکس۔

تشریح۔ مسئلہ فجر کی پہلی رکعت کو دوسری پر طویل دے یعنی پہلی رکعت میں قرأت زیادہ کرنے اور دوسری رکعت میں اس کی نسبت کم

پائی آیت اور قلْ اَعُوْذُ بِالنَّاسِ میں چھ آیتیں ہیں۔ یعنی سورۃ انسان میں یہ سب سورۃ غفلت کے آیت نہ دہے۔

قرأت کے لئے سورت معین کرنے کا حکم

وَلَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ قِرَاءَةٌ سَوِيَّةٌ بَعْثُهَا لَا يَخْوَرُ عَنْهَا لَا يَخْلَقُ مَا لَنَا وَلَا يُكْرَهُ أَنْ يُؤَكَّدَ بِشَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ لِشَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ لِمَا فِيهِ مِنْ حُجْرٍ سَابِقٍ وَأَيَّاهُ التَّفْصِيلُ

ترجمہ کسی نماز میں سورت معین کا پڑھنا نہیں ہے کہ اس نے صواب زمانہ اس آیت کے مطابق ہونے کے وجہ سے جو ہم نے تلاوت کی ہے اور کسی نماز کے لئے قرآن میں سے کسی چیز کا متعین کرنا بھی مردود ہے کیونکہ اس میں باقی قرآن کا چھوڑنا ناجائز آتا ہے۔ اور تفصیل کا وہم دلانا (لازم آتا ہے)۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ کسی نماز میں کسی معین سورت کے پڑھنے کو اپنے طور پر متعین کرنا اس کے مردود کے ساتھ نماز جائز نہیں ہوگی اور متعین نہیں ہے دلیل پاری قلی کا قول فانقرءوا ما نيسر من القرآن کا مطلق ہوتا ہے۔ اور اطلاق کا اقتضا یہ ہے کہ کوئی سورت متعین نہ ہو اور کسی نماز کے لئے کسی سورت یا آیت کا متعین کر لینا مردود ہے۔ کیونکہ اس میں ایک تو باقی قرآن کا چھوڑنا لازم آئے گا۔ دوم یہ کہ تفصیل کا وہم پیدا ہوگا کہ یہ سورت قرآن کی دوسری سورتوں سے افضل ہے حالانکہ افضلیت میں پورا قرآن برابر ہے۔

قرأت خلف الامام کی شرعی حیثیت اقوال فقہاء و دلائل

وَلَا يَنْفَرُ الْمُؤَنَّمُ خَلْفَ الْإِمَامِ جَلَالًا لِلنَّاسِ فَعَنَى هِيَ الْعَابِدَةُ لَهُ أَنَّ الْقَبْرَاءَ فَوَكَّلَ مِنْ الْأَرْكَانِ فَخَسَّرَ كَانَ فِيهِ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَ فِيهِ عَلَيْهِ إِحْمَاغُ الصَّخَانَةِ وَهُوَ وَكَّلَ مُشْتَرِكٌ بَيْنَهُمَا لَكِنْ حَقَّ الْمُقْتَدِي الْإِمَامَاتِ وَالْإِسْمَاعُ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِذَا قَرَأَ فَاتَّصُوا وَتَسْمَعُوا عَلَى سَبِيلِ الْإِحْتِنَاطِ فِيمَا يَزِيدُ عَنْ مُحَقِّدٍ وَيُكْرَهُ عِدْهُمَا لِمَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ

ترجمہ اور مقتدی امام کے پیچھے قرات نہ کرے۔ امام شافعی کا تو میں ناف ہے۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ قرات ارکان میں سے ایک رہن ہے لہذا اس میں امام مقتدی دونوں شریک ہوں۔۔۔ اور امامی دلیل حضور ﷺ کا یہ قول ہے کہ جس مقتدی کا امام ہو تو امام کی قرات ہی اس کی قرات ہے اور ایسی ہی ہر جمعیہ امام کا ہوتا ہے اور یہ قرات ایسا رکن ہے جو امام مقتدی کے درمیان مشترک ہے لیکن مقتدی کا حصہ خاموش رہنا ہے اور کان لگا کر سنا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب امام قرات کرے تو تم خاموش رہو۔ اور (مقتدی کا مردود قرات پڑھنا) بطور احتیاط مستحسن ہے اس قول میں جو امام محمد سے مروی ہے اور شیخین کے نزدیک مردود ہے کیونکہ مقتدی کے پڑھنے میں وہید وارد ہوتی ہے۔

تشریح امام قدوری نے احناف کا مسئلہ نقل کرتے ہوئے کہا کہ مقتدی امام کے پیچھے بالکل قرات نہ کرے۔ نہ قاحتی اور نہ سورت کی خواہ نماز جمعی ہو یا سری ہو۔ امام شافعی کا سورۃ فاتحہ میں اختلاف ہے یعنی مقتدی پر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور امامی کا قول یہ ہے کہ مقتدی پاری نماز جمعی میں جہاں امام کا قرات پڑھنا واجب ہے یہی امام مالک کا قول ہے

اور مشرقی کا قول چہ یہ اس صحیح مذہب ہے کہ مقتدی پر یہ نماز میں قحہ پڑھنا واجب سے نماز نہ ادا ہوتی ہو یہ سہی ہو۔

۵۔ مشرقی کی عقلی دلیل یہ ہے کہ قرأت ایدرین سے اہتمام ارکان میں امام اور مقتدی دونوں شریک ہیں مثلاً قیاموں، سجود، غیرہ میں دونوں شریک ہیں ہذا قرأت میں بھی دونوں شریک ہوں گے۔ اور نقلی دلیل ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صریح ہے کہ یہ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صَلَّحَ فَتَلَّحَ عَلَیْهِ الْقُرْآنَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ (يَا لَأَكْمَلُ تَفَرُّؤُنَ حَلْفًا اِنَّمَا مَكُّهُ قَسَمٌ اَحْلَى قَالَ لَانْفَعُوا دَلِيكَ الْاِتِّبَاعُ الْكِتَابُ فَإِنَّهُ لَا ضَلُوعَ لِنُصْلٍ كَمَا يَقُولُ أَخِي حَنْظَلَةُ)۔ اے ہر صحابی میں نے یہ نماز پڑھانی ہے آپ پڑھنا بخیر رہی ہو یہ نہیں جب آپ نے سہم پھیرا تو فرمایا کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو مجھے سے کہہ دو آپ نے فرمایا یہ امت کرہ عرف قحہ کے ساتھ کیونکہ جو قحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

یہی دلیل آئمہ سے۔ کارشاد حسن کمان لہ امامہ فقہاء اہل امامہ لہ فقہاء اہل امامہ سے چاہا استدلال یہ ہے کہ امامی قرأت صحابہ مقتدی سے کافری ہوئی پس جب مقتدی کی طرف سے عداوت پائی گئی تو اب مقتدی دو چار وقت نہیں پڑھ سکا۔ ورنہ مقتدی کا دو چار وقت کرنا لازم آئے گا حالانکہ نماز میں دو چارہ قرأت کرنا مشروع نہیں ہوا ہے۔

۶۔ مقتدی قرأت خلف الامام پر اکثر صحابہ کا اجماع ہے۔ صحابہ ہر ایک کہہ رہے ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع بھی اسی پر ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔ لیکن اس پر یہ شبہ ہوگا کہ بعض حضرات صحابہ قرأت قحہ خلف الامام سے واجب ہے۔ قول میں ہیں ہا وہ ان اصحاب رضی اللہ عنہم اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہاں اکثر صحابہ کا اجماع مرا ہے۔ چنانچہ ان ۸۰ صحابہ صحابہ نے قرأت قحہ خلف الامام کیا ہے۔ امام شافعی نے کہا کہ میں نے ستر حدیثیں سنی ہیں۔ اور قرأت خلف الامام سے منع کرتے ہوئے چار حدیثیں دیکھیں ہیں۔ قحہ امام شافعی نے حدیثیں ہیں۔ اس لئے اس واقعہ صحابہ کا اجماع کہنا درست نہیں ہوگا۔

بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ مجتہدین صحابہ اور صحابہ سے یہ کا اجماع مرا ہے صحابہ صحابہ پر اور مجتہدین صحابہ پر بھی (۱) ابوہریرہ صدیق (۲) عمر بن الخطاب (۳) عثمان بن عفان (۴) علی ابن ابی طالب (۵) عبدالرحمن بن عوف (۶) سعد بن ابی وقاص (۷) عبداللہ بن مسعود (۸) عبداللہ بن عمر (۹) عبداللہ بن عباس (۱۰) زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

یہ حضرات یہ بھی ہے کہ جو حضرات قرأت قحہ خلف الامام سے قائل ہیں ان کا رجوع ثابت ہو تو اس صورت میں اجماع تام ہو جائے گا۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اب اس میں تباہی ہے۔ ثابت ہے اور ان کے خلاف کسی صحابی کا روایت نہیں حالانکہ اس وقت صحابہ بہت بڑی تعداد میں موجود تھے تو اجماع سنائی ہو گیا۔

۷۔ ہا مشرقی کا یہ کہہ کر قرأت امام اور مقتدی سے درمیان رہن مشدک ہے تو ہمیں یہ تسلیم ہے لیکن مقتدی کا حصہ خاموش رہنا اور کان جا کر سننے منظور ہے۔ فرمایا ادا فقہاء فانصتوا لاجب امام قرأت کرے۔ تو تم خاموش رہو۔ اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے (لَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ اِلَّا قَسْوًا مَوْعُظًا اَوْ تَكْسُوًا) یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو تم کان لگا کر سنو اور خاموش رہو اور یہ آیت نماز کے ہر سے لازم ہوئی ہے کیونکہ ان میں رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اَنِّ اصْحَابَ رَسُولِ اللہِ قَسَّوْا حَلْفًا فَحَلَطُوا عَلَیْهِ الْقُرْآنَ فَفَسَّرُوْا لَئِنْ رَسُوْلُ اللہِ سے کہنے منظور ہے کہ پیچھے قرأت کی جس آپ پڑھو قرأت خط ملط ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

بَابُ الْإِمَامَةِ

(یہ) باب امامت کے (احکام کے بیان میں) ہے

جماعت کی شرعی حیثیت

الْحَمَاعَةُ سَنَةً مُؤَكَّدَةً لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَمَاعَةُ مَنْ سُرَّ الْيَدَى لَا يَتَحَلَّفُ عَلَيْهَا إِلَّا مُنَاقِقٌ

ترجمہ جماعت سنت مؤکدہ ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جماعت سنن ہدیٰ میں سے اس سے نہیں چھڑے گا امر من فوق۔

تشریح مصنف علیہ الرحمۃ نے سابق میں امام کے افعال کا ذکر کیا ہے یعنی جو بوجہ اور وجوہات و مقدمات و مستندی نے افعال کو کر لیا یعنی جو استقامت اور انصاف کو آپ میں سے شریعت امت کی صفت کا بیان ہے چنانچہ سب سے پہلے حق و امت کا ذکر کیا اس کے بعد امامت کے خواص کا بیان ہے۔

جماعت سنت مؤکدہ ہے کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ جماعت سنت جہی میں سے ہے اس سے منہ منقب ہی چھپے رہتا ہے۔ سنت کی وہ شخصیں ہیں ایک سنت جہی دوم سنت زائد سنت جہی وہ ہے جس پر نبی کریم ﷺ نے صریح ہدایت ملاحظہ فرمائی تاہم بھی بعض لوگ اس کے ساتھ اس کا ترک کرنا غلط ہے اور یہ شعائر اسلام میں سے ہے۔ اور سنت زائد وہ ہے جس کو اختلاف ہے۔ اسے صریح ہدایت نہ ملے اس کے ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے تہجد کی نماز بہر حال جماعت سنت مؤکدہ ہے بغیر ہرگز اس کا ترک نہ کرنا جس حق کر اسرائیل شب نے جماعت کو ترک کر دیا تو ان کا اقامت جماعت کا قصہ یاد ہے کہ اسرائیلیوں نے اس پر حمل کیا تو نبی کریمؐ ان سے قتال کرنا غلط ہوگا۔

جماعت کے سنت کو ترک نہ کرنے کی تاکید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جو جماعت کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد: **صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ الْاَحَدِ كَيْفَ وَخَلْدٌ بِخُمُسٍ وَعَشْرَيْنِ دَرَجَةٍ** یعنی جماعت میں پانچ سو دس درجے کی نجات ہے۔ نماز میں جیسے کچھ عیب درجہ افضل ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ: **اَلْمُؤْمِنُ اَفْضَلُ** ہے۔

[illegible]

ترک کرنا مراد ہے۔

امام احمد بن حنبل اور ابو داؤد نے ہی کہتے ہیں کہ جماعت فرض میں ہے یہ حضرات لاصلوٰۃ لیحارم المسجد الاہی المسجد سے متذکرہ کرتے ہیں یعنی مسجد کے دروازوں میں رہنے والے کی نماز سوا سے مسجد کے دروازوں میں ہوتی ہے۔

ہوئی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں صلوٰۃ کا مذکور ہے کہ کسی نے جیسے نہ صلوٰۃ، للعباد الا بقرآن، وَلَا لِلْمُتَرَاۤفِقِ النَّشْرَةِ
میں نہ زکاۃ کی کسی نے نہ امر مہربانی اور اس پر شریعت کے نزدیک جماعت فرض کفایہ ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ مقصود فرض
شعائر اسلام کا اظہار ہے اور یہ مقصود بعض کے فعل سے حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر یہ استدلال اجتہاد کی ضرورت ہے کیونکہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں
مسجد میں جمعہ ہوئی تھی اس کے باوجود آپ ﷺ نے تاریکین جماعت کے لئے سخت وعید فرمائی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب جمیل احمد

منصب امامت کا سب سے زیادہ کون حقدار ہے؟

وَأُولَى السَّابِ بِالْإِمَامَةِ أَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَقْرَهُهُمْ لِأَنَّ الْقِرَاءَةَ فَلَا يَدُ مِنْهَا وَالْحَاجَةُ إِلَى الْعِلْمِ إِذَا رَتَبَتْ نَائِبَةً وَتَحْتَ مَقُولِ الْقِرَاءَةِ فَتُفْتَنُ إِلَيْهَا لَوْ كُنَّ وَاحِدَةً وَالْعِلْمُ لِسَابِ الْأَرْكَانِ

ترجمہ اور جو شخص جماعت و اول میں سے سنت کا زیرو دوا عالم، دووہ امامت کے لئے اولیٰ ہے اور ارجح سب سے مراد یہ ہے کہ ان میں جو اقرب ہو وہ اولیٰ ہے کیونکہ قرأت نماز کے لئے ضروری ہے اور عمر بنی ہے اس وقت ہے جب کوئی واقعہ پیش آئے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ قرأت کی سبب اصحابِ ائمہ عین کے لئے نہ اور علم کی اصحابِ ائمہ پر کان کے لئے نہ۔

تشریح امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو سنت کا زیادہ جانتے والا ہو یعنی ان احکامات شرعیہ کا جاننے والا ہو جو نبی کے ساتھ جعق ہیں مثلاً نماز کی شرطیں، نماز کے ارکان، نماز کی شرطیں اور اس کے آداب بشرطیکہ صلیح جو یہ ال صلوٰۃ قرأت پر قدرت رکھتے ہو۔ اور اوپر سب سے ایک روایت یہ ہے کہ امامت کا زیادہ مستحق وہ ہوگا جو قرأت قرآن میں سب سے اچھے ہوگا بشرطیکہ قدرت ضرورت سمجھتا ہو۔ اور جو سخت دلیل ہے یہ ہے کہ قرأت نماز کا ایک ایسا رکن ہے جس کے بغیر چاروں نہیں ہے اور ہم کی ضرورت اس وقت پیش آئے گی جب کہ کوئی عارض مفسد پیش آئے تاکہ مکر کے ذریعہ نماز کو درست کر سکے اور عارض نماز کے اندر کبھی پیش آتا ہے اور کبھی پیش نہیں آتا۔ پس معلوم ہوا کہ قرأت کا ہم زیادہ ضروری ہے یہ نسبت علم پاسنت کے اس لئے اور کو اعلم پالت پر مقدم کیا گیا۔ لیکن ہم طرفین کی طرف سے جواب یہ دیں کہ قرأت کی بنیاد احتیاج فقط ایک رکن کے لئے ہے اور ہم کی طرف احتیاج تمام ارکان کے لئے ہے کیونکہ نماز کو فاسد کرنے والی چیز کی معرفت بھی ہم سے ذریعہ ہوتی اور نماز کو درست کرنے والی چیز کی معرفت بھی علم کے ذریعہ ہوگی پیش ہیئت ہوا کہ ہم کی ضرورت نسبت قرأت کے زیادہ ہے اس لئے اعلم پالت کو قرآن پر ترجیح دینی پائی۔ طرفین کی تائید حاکم کی روایت سے بھی ہوتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا **يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْجُوهُ فَإِنْ كَانُوا فِي الْخُفَّةِ سَوَاءٌ فَأَفْضَلُهُمْ فِي الْيَمِينِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْيَفَةِ سَوَاءٌ فَلَهُمْ** **لِلْقُرْآنِ** (شرح تفسیر) یعنی قوم کی امامت وہ کرے جو ہجرت میں مقدم ہو جس اُرجحیت میں سب برابر ہوں تو افتی الدین امامت سے اور اگر افتی میں سب برابر ہوں تو قرآن امامت کرے۔ اس حدیث میں افتی الدین یعنی اعلم کو قرآن پر مقدم کیا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے **إِنَّ الْيَمِينِ جَسْمُ الْقُرْآنِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةٌ**

كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ أَمَّا بِيْنُ كَعْبٍ وَمَعَادُنُ حَبْلٌ وَرَيْدُنُ نَابِتٌ وَأَكُوْدُ بِيْنُ لَاءٍ أَكْثَرُ قِرَاءَةٍ مَنْ أَمْسَى مَكْرُورَ حَسْبِ اللَّهِ
لَعَالَى عَنْهُ حَتَّى قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْرَأُكُمْ أَمْسَى شَيْئًا مِمَّا رَسَتْ فِيهِ بِرْغَمُكُمْ بِمَعِيقَةِ آتِ تَحْتَهُ أَوْ بِرْغَمُكُمْ بِمَعِيقَةِ آتِ تَحْتَهُ
سے تھا ابلیس نے کعب معاذ بن جبلؓ کا یہ بیان ثابت اور ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہما نے بھی یہی چاروں بہ نسبت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ کے لئے قرآن
قرآن کے زیادہ پڑھنے والے ہیں قرآن کے باوجود حضورؐ نے امامت کے لئے صدیق اکبرؓ کو بڑھایا پس معصوم ہو کہ جب اقراء
العلم میں اعتراض ہو جائے تو اہم کو مقدم کیا جائے گا نہ کہ اقراء کو۔

اعلم بالسنتہ میں سب برابر ہوں تو کون مستحق امامت ہے؟

فَإِنْ تَسَاوَوْا فَافْزَؤْهُمْ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ الْقِيَامِ أَفْرَأُكُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ كَانُوا اسْتَوَوْا فَعَلْمُهُمْ بِاللَّسْبِ
وَأَفْرَؤُهُمْ كَانَ أَغْلَبُهُمْ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَتْلَفُونَهُ مَا حُكِّمَهُمْ فَفِيهِ فِي الْحَدِيثِ وَلَا كَذَلِكَ فِي رِوَايَاتٍ فَقَدْ مَنَّا الْأَعْلَمُ

ترجمہ۔ پھر اگر سب علم میں برابر ہوں تو ان میں جو بھتر قاری ہے وہ اس نے کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ تو کون امامت دے گا۔ دوسرے جو
کتاب اللہ کا بھتر قاری ہو پھر اگر یہ سب برابر ہوں تو ان میں سے سنت کا زیادہ پڑھنے والا امامت دے گا۔ تیسرے اگر سب یہ میں جو اقراء ہیں وہ اہم
تھا کیونکہ وہ حضرات قرآن موقع احکام کے سمیٹتے تھے اس لئے حدیث میں اقراء کو مقدم کر دیا یہ مراد ہے کہ زمانے میں ایسا نہیں ہے اس
لئے ہم نے اہم کو مقدم کیا۔

تشریح۔ مسئلہ یہ ہے اگر علم بالسنتہ میں تمام اہل جماعت برابر ہوں تو اب ان میں سے جو بھتر قاری ہے وہ اس نے کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ
یَوْمَ الْقِيَامِ أَفْرَأُكُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ كَانُوا اسْتَوَوْا فَعَلْمُهُمْ بِاللَّسْبِ اس حدیث سے چار قسم کے جواب ملتے ہیں۔ دوسرے امامت اس
واقع ہوگا۔ اول یہ کہ یَوْمَ الْقِيَامِ امر کے معنی میں ہے اور امر و جواب سے آیت ہے جس جو کتاب حدیث میں مذکور ہے وہ واجب الرعايت
ہوئی یعنی اقراء کو اہم پر مقدم کرنا یا انکے ایسا نہیں اس لئے کہ ترتیب مذکور بیان اہلیت کے لئے ہے نہ کہ بیان جواز کے لئے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث سے استدلال دہلی کے خلاف ہے نہ انکے دہلی ائمہ ہدایتی فقہاء نے اس حدیث امامت مرفی ہے
اقراء کتاب اللہ کی تقدم پر ہذا اس حدیث کو استدلال میں پیش کرنا ایسا درست ہوگا۔

اعتراض اول کا جواب یہ ہے کہ یہ یَوْمَ الْقِيَامِ امر کے معنی میں نہیں ہے بلکہ صیغہ اخبار ہے بیان شریعت کے لئے۔ اور یہ حقیقت
ہے اور قاعدہ ہے کہ جب تک حقیقت پر عمل کرنا ممکن ہو تو مجزی طرف رجوع نہیں کیا جاتا اس لئے یہاں مجزی طرف رجوع نہیں کیا
جائے گا اور یہ صیغہ امر کے معنی میں نہیں ہوگا۔

دوسرا اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز میں جو اقراء ہیں وہ اہم بھی تھا کیونکہ اس زمانے میں لوگ قرآن کو اس کے احکام کے ساتھ
سمیٹتے تھے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپؐ نے بارہ سال میں سورۃ بقرہ پڑھ لی تھی۔ ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کا اس قدر طویل مدت میں سورۃ بقرہ کا پڑھنا اس کے احکام کے ساتھ ہوگا پس چونکہ عہد صحابہ میں جو اقراء ہوتا تھا وہ اہم بھی ہوتا تھا اس
لئے حدیث میں اقراء کو اہم پر مقدم کیا گیا ہے اور ہمارے زمانے میں چونکہ ایسا نہیں ہے اس لئے ہم نے اہم کو اقراء پر مقدم کیا ہے۔

غلام، دیہاتی، فاسق اور ناچنے کی امامت کا حکم

وَيُحْذِرُهُ تَقْدِيمُ الْعَمَلِ لِأَنَّهُ لَا يَنْفَعُ لِلتَّعَلُّمِ وَالْأَعْرَابِ لِأَنَّ الْعَالِمَ فِيهِمُ الْجَهْلُ وَالْعَابِقُ لِأَنَّهُ لَا يَهْتَمُّ لِأَمْرِ دِينِهِ وَالْأَعْمَى لِأَنَّهُ لَا يَتَوَقَّى السَّجَاةَ وَوَلَدَ الرِّثَاءِ لِأَنَّهُ لَا يَسِئُ لَهُ أَنْ يَشْفُقَهُ قَبِيلُهُ عَلَيْهِ الْجَهْلُ وَلِأَنَّ تَقْدِيمَهُ هَذَا لَا يَكُونُ الْجَمَاعَةُ فِيْكَوْرَةَ وَإِنْ تَقَدَّمَ أَحَدُ الْمَقُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلُّوا عَلَيْهِ كُلُّ بَرٍّ وَفَاحِشٍ

ترجمہ اور خام کو آگے کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ سیکھنے کے لئے فراغت نہیں پاتا ہے اور اعرابی کا کیونکہ اعراب میں جہالت غالب ہے اور فاسق کا کیونکہ فاسق اپنے اموال کے لئے اہتمام نہیں کرتا۔ اور اندھے کا کیونکہ وہ نجاست سے بچا نہیں رکھتا اور والد الزنا کا کیونکہ اس کا کوئی باپ نہیں جو اس پر شفقت کرے۔ پس اس پر جہل غالب ہوگا اور اس لئے کہ ان کو ٹوں کو آگے کرنے میں جرم و غفرت ان سے اس لئے مکروہ ہے اور اس پر بول آگے بڑھ گئے تو چاہئے کہ یہ کیونکہ حضور ﷺ فرمایا کہ ہر نیلو کا ر اور بدکار کے پیچھے تازیانہ نہیں۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ غلام کو امامت کے لئے آگے بڑھانا ضروری ہے اگرچہ وہ آزاد مرد یا گنہگار ہو یعنی آزاد مردہ غلام اور اسلی آزاد جمع ہوئے تو اسلی آزاد کو امتحان امامت ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ غلام نماز کے احکام سمجھنے کے لئے فراغت نہیں چاہا اس لئے اس سے چھپتے نماز ضروری ہے۔ امام شافعی نے کہا کہ اگر آزاد اور غلام دونوں قرأت علم اور ورع میں برابر ہوں تو آزاد کو غلام پر ترجیح نہیں دی جائے گی کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَلَوْ أَنِّي عَلَيَّكُمْ عَبْدٌ لَّخَفَعْتُ سِنُوا وراعات کرو اگرچہ تم مجھ پر جی غلام یا امیر بنا یا شیعو۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ ابوسعید مولیٰ اسید سے روایت ہے اِنَّهُ قَالَ دَعَوْتُ زُهَاطَیْنِ اَصْحَابِ الرَّبِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فِیْہِمَا اَبُو ذَرٍّ فَحَضَرَتْ الصَّلٰوۃُ فَقَدْ مَوْنٰی وَاَنَا یَوْمَئِذٍ عِنْدَ النَّبِیِّ ابُو حَیْدَرٍ کہ جس میں نے اصحاب نبیؐ میں سے ایک جماعت کی دعوت کی ان میں ابو ذر بھی تھے پس نماز کے وقت آگئی تو امامت کے لئے مجھے آگے بڑھایا اور میں اس زمانے میں خاص تھا۔ یہ واقعہ دلالت کرتا ہے کہ کلام کو آگے بڑھانا مکروہ نہیں ہے۔

ہماری طرف سے پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ غلام کو آگے بڑھانا تقبیل جماعت کا سبب بنے گا کیونکہ لوگ اس کی منہ جت کرنے سے ناک منہ چڑھیں گے اور جو چیز تقبیل جماعت کا سبب ہو وہ مکرہ ہے اور حدیث میں امرات مراد ہے نہ کہ امامت اور ابوسعید کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ صحابہ نے ابوسعید کو صاحب خانہ ہونے کی وجہ سے آگے بڑھایا کیونکہ صاحب خانہ اہل حق دار امامت ہوتا ہے۔ اعرابی (ننوار) کو بھی امامت کے لئے آگے بڑھایا مکرہ ہے کیونکہ ان میں جہالت کا غلبہ ہوتا ہے نیز حضور کا قول **لَا لَا يَسُوْمُ** **مِنْزَلًا وَلَا جُلُوسًا** اِذَا كَانَ فِي الْخِيَرَةِ عَمْرٍاءُ یعنی خیر وادارہ عورت مرد کی امامت کرے اور نہ اعلیٰ۔

اور فاسق کو بھی آگے بڑھانا مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کے معاملے میں اہتمام نہیں کرتا۔ اہم مالک نے فرمایا کہ اس کے پیچھے نہ جاؤ نہیں ہے۔ کیونکہ جب اس کی طرف سے امور دینیہ میں خیانت ظاہر ہوگئی تو وہ قدر جیسے اہم امور میں بھی امین نہیں ہوگا لیکن ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر انصاری بن مالک اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہ اور تابعین نے تاج بن یوسف رکھیں اسحاق کے پیچھے نہ جاسکتے تھے۔

امامت کے لئے، چناؤ آگے بڑھنا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اندھا ہونے کی وجہ سے نجاست سے بچاؤ نہیں رکھتا اور ولد اثران کو بھی

آئے بڑھانہ کر وہ ہے کیونکہ اس کا کوئی باپ نہیں جو اس پر شفقت کرے، اس کو ادب سکھائے اور اس کو تقسیم دے۔

صاحب ہدایہ نے مشترکہ دلیل کے طور پر کہا کہ ان لوگوں کو آگے بڑھانے میں اہل جماعت کو نفرت دلانا ہے اس لئے ان کو آگے بڑھانا کر وہ ہے ہاں اگر یہ لوگ خود آگے بڑھ گئے تو نماز پڑھا ہو جائے گی کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے صَلُّواْ خَلْفَ مُحَمَّدٍ وَتَوَلَّوْاْ جِبْرَہٖ استدلال یہ ہے کہ مذکورہ لوگوں میں سے ہر ایک نیک ہو گا یا فاجر پس اس کے پیچھے ہر حال میں نماز جائز ہے۔

امامت کے لئے کن امور کی رعایت کا خیال رکھنا ضروری ہے

وَلَا يَنْطَوِّلُ الْاِمَامُ بِهٖمُ الصَّلٰوةَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ اَمَّ قَوْمًا فَلْيَصِلْ بِهٖمُ صَلٰوةً اَضْعَفُہُمْ اِنَّ فِيہُمْ الْمَرِيضَ وَالْكَبِيرَ وَذَا النِّحَاحَةِ

ترجمہ اور امام مقتدی کے ساتھ ترجمہ کو طول نہ دے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی قوم کا امام بنے تو ان کو نماز پڑھائے ان میں سے سب سے ضعیف کی اس لئے کہ ان میں بیمار بھی ہیں بوڑھے بھی ضرورت مند بھی۔

تشریح مسند امام لوگوں کو لمبی نذر نہ پڑھائے۔ دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قوم کی امامت کی وہ ان کو ان میں سے اضعف کی نماز پڑھائے کیونکہ مقتدیوں میں بیمار بھی ہیں، بوڑھے بھی ہیں اور ضرورت مند بھی ہیں اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی مستدل ہے جبکہ معاذ نے اپنی قوم کو لمبی نماز پڑھائی تو قوم کے لوگوں نے حضور ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اَلنَّاسُ اَلتَّابِعَاتُ مَا مَعَاذُہٗ اَیہ حدیث سابق میں گزر چکی ہے اور یہ بات بطریق صحت ثابت ہے کہ ایک روز حضور ﷺ نے فجر کی نماز میں معوذہ تین کی قرات کی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول اللہ آج آپ نے بڑا اختصار کیا تو فرمایا کہ بچہ کے رونے کی وجہ سے مجھے خوف ہوا کہ اس کی ماں قسمیں نہ پڑ جائے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے لئے اپنی قوم کے حال کی رعایت کرنا مناسب ہے۔

عورتوں کی تہا جماعت کا حکم

وَبُكْرَةُ اِبْنِ سَاءٍ اَنْ يُّصَلِّيَنَّ وَحَدَّثَنَا الْجَمَاعَةُ لِأَنَّہَا لَا تَتَخَلَّوْا عَنْ اِذَا نَكَبَ مُحَرَّمٌ وَهُوَ قِيَامُ الْاِمَامِ وَسَطَ الصَّغِيرِ فَبُكْرَةُ كَالْعُرْفِ اِنْ لَمْ يَلْعَنَ فَاَمَّتْ الْاِمَامُ وَسَطُہٗ اِنْ لَمْ يَلْعَنَ كَذَلِكَ وَحَدَّثَنَا الْجَمَاعَةُ عَلَى اِبْنِ سَاءٍ الْاِسْلَامَ وَلَا اِلٰى التَّغْيِيہِ وَبَيَادَةُ الْكُشْفِ

ترجمہ اور عورتوں کے لئے تہا جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ عورتوں کی جماعت ارتکاب حرام سے خالی نہیں ہے اور وہ امام کا وسط صف میں کھڑا ہونا ہے پس یہ فعل مکروہ ہو گا جیسے ننگے مردوں کا حکم ہے اور اگر عورتوں نے جماعت کی تو امام ان کے نچ میں کھڑی ہو کیونکہ امام المؤمنین۔ نہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا اور امام المؤمنین کا فعل جماعت ابتدا اسلام پر محمول یا گیا اور اس وجہ سے کہ آگے بڑھنے میں کشف عورت زیادہ ہے۔

تشریح مسند عورتوں کے لئے تہا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ عورتوں کی جماعت فعل حرام (مکروہ) کے

ارتکاب سے خالی نہیں اس لئے کہ ان کی امام اقتدار کرنے والی عورتوں سے آگے کھڑی ہوئی یا ان کے درمیان میں کھڑی ہوگی۔ پہلی صورت میں کشف عورت زیادہ ہے ورنہ صحیح یہ ہے کہ وہ ہے اور دوسری صورت میں امام کا اپنے مقام کو چھوڑنا لازم آتا ہے حالانکہ یہ بھی مکروہ ہے اور جماعت سنت ہے اور قاعدہ ہے کہ بہ نسبت ارتکاب مکروہ کے سنت کو ترک کرنا اولیٰ ہے اس لئے عورتوں کے حق میں جماعت کی سنت کو ترک کر دیا گیا اور عورتوں کا حال ٹھوس کے حال کے مانند ہوتا ہے یعنی جس طرح ٹھوس کی جماعت مکروہ ہے اسی طرح عورتوں کی جماعت مکروہ ہے۔

صاحب قدرتی نے کہا کہ اگر کراہت تحریمی کے باوجود عورتوں نے جماعت کی تو عورتوں کی امام ان کے بیچ میں کھڑی ہو کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایسا ہی کیا لیکن اب اشکال یہ ہوگا کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی ہے تو پھر مکروہ تحریمی کیوں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ امام مومنین کا یہ فعل ابتدا، اسلام پر محمول کیا جائے گا مگر اس جواب پر اشکال ہے وہ یہ کہ نبوت کے بعد آنحضرت ﷺ نے تیرہ سال تک اہل مکہ میں قیام فرمایا پھر مدینہ منورہ میں حضرت عائشہ سے چھ سال کی عمر میں نکاح کیا پھر جب نو برس کی ہوئیں تو ان کو خلاف میں لایا یعنی عائشہ کی رخصتی ہوئی اور آپ کی حیات میں ۹ برس رہیں پس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا امامت کرنا بالغ ہونے کے بعد ہوا ہوگا تو اس صورت میں یہ ابتدا، اسلام کا فعل کہاں سے ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابتدا، اسلام پر محمول کرنے سے مراد یہ ہے کہ عورتوں کی جماعت کا حکم منسوخ ہے۔

ایک مقتدی ہو تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہو

مَنْ صَلَّى مَعَ وَاجِدٍ أَقَامَهُ عَنْ تَجْمِيعِهِ لِحَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَإِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّى بِهِ وَأَقَامَهُ عَنْ تَجْمِيعِهِ وَلَا يَتَأَخَّرُ عَنِ الْإِيمَامِ وَزَعْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يَضَعُ أَصَابِعَهُ عِنْدَ عَقِبِ الْإِمَامِ وَالْأَوَّلُ هُوَ الظَّاهِرُ وَإِنْ صَلَّى حَلْفَهُ أَوْ لَفِي يَسْلُوهُ حِجَارًا وَهُوَ مُسَيِّئٌ لِأَنَّهُ خَالَفَ السُّنَّةَ

ترجمہ اور جو شخص ایک شخص کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کو اپنے دائیں کھڑا کرے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے کہ چونکہ حضور ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی اور ان کو اپنے دائیں طرف کھڑا کیا اور مقتدی امام سے پیچھے نہ رہے اور امام محمد سے مروی ہے کہ مقتدی اپنی انگلیوں کو امام کی ایڑی کے برابر رکھے اور اولیٰ علی ظاہر ہے اور اگر اس ایک مقتدی نے امام کے پیچھے یا بائیں طرف نماز پڑھی تو بھی جائز ہے اور وہ گنہگار ہے کیونکہ اس نے سنت کے خلاف کیا۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک مرد ایک مرد مقتدی کے ساتھ نماز پڑھے تو اس مقتدی کو اپنے دائیں کھڑا کرے۔ دلیل حدیث ابن عباس ہے۔ پوری حدیث یہ ہے بِسْطٍ عِنْدَ خَاتَمِ مِثْمُونٍ لَأَزِيقَ صَلَوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَانْتَبَهَ فَقَالَ نَأْتِبُ الْعَبْدُونَ وَعَبَّاسُ السُّجُودِ وَبَقِيَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ثُمَّ قَرَأَ آجِرَ سُورَةِ الْاِنْشِاقِ عِشْرَانِ اِنْ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالتَّحْلِيفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلٰى اَجْرِهَا ثُمَّ قَامَ اِلٰى حَيْثُ مَعْلَقُ قُرْآنًا وَانْتَبَهَ فَقُمْتُ وَنَزَلَتْ عَلَيَّ يَسَارُوهُ وَاحَدًا بِاُذُنَيَّ وَادَّارَ بَيْنَ خَلْفَتَيْ اَقَامَتِي عَنْ تَجْمِيعِهِ (متفق علیہ) یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں اپنی خالہ میمونہ کے یہاں رات سو رہا تھا کہ نبی ﷺ نے رات کی نماز کو دیکھوں پس آنحضرت ﷺ نے اٹھ کر ہاتھیں سونپیں اور سترے ڈوب گئے اور حی قیوم

باقی ہے پہلے آپ نے سورۃ آل عمران کی آخری آیتیں ان فی خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار سے آخر تک پڑھا ہے آپ نے ایک لکھے ہوئے مظہر سے پانی لے کر وضو کیا اور نماز شروع کی پس میں نے بھی اٹھ کر وضو کیا اور میں آپ کی پانچ طرف نماز ایسا ہی آپ نے میرا کان پڑا کر رکھے اپنے پیچھے سے حمایت یہاں تک کہ مجھ کو اپنی دائیں طرف نماز آیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام نے ساتھ ایک مقتدی ہو تو اس کو دائیں طرف نماز آ کر نماز ہے۔ نماز اگر وہاں ہی میں ہے کہ مقتدی واحد امام کے پیچھے نہ نماز آوے اور امام سے مروی ہے کہ مقتدی اپنی انگوٹھوں والی ہاتھ کی بازو رکھے۔ اور اول نماز ہے۔ اور اگر ایک مقتدی نے امام کے پیچھے یہ نہیں نماز پڑھی تب بھی جائز ہے یعنی نماز فاسد نہ ہوئی البتہ نہ نماز کا کیونکہ اس نے سنت کے خلاف عمل کیا۔

دو مقتدی ہوں تو امام مقدم ہو جائے

وَأَنَّ اِمْرَأَتَيْنِ تَقْدُمُ عَلَيْهِمَا وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ يَتَوَسَّطُهُمَا وَيَقُلُ ذَلِكَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَلَا اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَقْدُمُ عَلَى امْرِئٍ وَالْيَمِينُ جَمْعٌ صَلَّى بِهِمَا فَهَذَا لِلْإِفْضَالِ وَالْأَنْزِلِ دَلِيلُ الْإِبَاحَةِ

ترجمہ اور اگر دو مردوں کی امت کی تو امام دونوں پر مقدم ہو۔ اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ امام دونوں کے بیچ میں کھڑا ہو۔ اور یہ ابن مسعود سے منقول ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ ان میں اور یقیناً سے آگے نماز ہے تو ہے جب کہ دونوں کے ساتھ نماز پڑھی تھی پس یہ افضلیت کے لئے ہے اور اثر مباح ہونے کی دلیل ہے۔

تشریح اور اگر امام کے علاوہ دو مقتدی ہوں تو امام ان دونوں سے آگے نماز اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ امام ان دونوں نے درمیان میں کھڑا ہو اور درمیان میں کھڑا ہونا بعد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے چنانچہ روایت کیا گیا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طاہرہ اور اسود کو نماز پڑھائی اور ابن مسعود دونوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب حضور ﷺ نے ان میں اور یقیناً کو نماز پڑھائی تو آپ ﷺ ان دونوں سے آگے کھڑے ہوئے پس آنحضرت ﷺ کا آگے کھڑا ہونا افضلیت کی دلیل ہے اور ابن مسعود کا اثر مباح ہونے کی دلیل ہے۔

ابراہیم نخعی نے کہا کہ ابن مسعود سے روایت کی گئی کہ جب کے ٹک ہونے کی وجہ سے ایسا کیا گیا پس اب ابن مسعود کے اثر سے اباحت بھی ثابت نہیں ہوگی۔

مردوں کے لئے عورت اور بچے کی اقتداء کا حکم

وَلَا يَجُوزُ لِلرِّجَالِ أَنْ يَقْدُمُوا إِمْرَأَةً أَوْ صَبِيًّا أَمَّا الْمَرْأَةُ فَلْيَقُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَجُوزُ هُنَّ مِنْ حَيْثُ أَحْرَهِنَّ اللَّهُ فَلَا يَجُوزُ تَقْدِيمُهُنَّ وَأَمَّا الصَّبِيُّ فَلْيَلْزَمْ مُتَعَلِّقًا فَلَا يَجُوزُ أَفِيدَاءُ الْمُغْتَرَضِ بِهِ وَفِي التَّرَاوُجِ وَالسَّنَنِ الْمُطْلَقَةِ جُوزُهُ مُشَابِهٌ تَلْزَمُ لَهُ يَجُوزُهُ مُشَابِهًا وَهَنَهُمْ مَنْ حَقَّقَ الْخِلَافَ فِي الْفِيلِ الْمُطْلَقِ بَيْنَ أَبِي يُوسُفَ وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ وَالْمُحْشَرُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ هِيَ الصَّلَاةُ كُلِّيًّا لِأَنَّ نَقْلَ الصَّبِيِّ دُونَ نَقْلِ الْفِيلِ حَيْثُ لَا يَلْزَمُهُ الْقَضَاءُ بِالْإِفْسَادِ بِالْإِحْسَادِ وَلَا يَتَّبَعِي الْقَوَى عَلَى الضَّعِيفِ بِخِلَافِ الْمُظُونِ لِأَنَّهُ مُحْتَجِدٌ فِيهِ قَاعِصَرُ الْعَارِضِ عَدَمًا بِخِلَافِ أَفِيدَاءِ الصَّبِيِّ وَالصَّبِيِّ لِأَنَّ الصَّلَاةَ مُتَّحِدَةً

ترجمہ مردوں کو چڑھیں کہ وہ عورت یا بچہ کی اقتداء کریں یہ جس عورت تو اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کو مؤخر کرنا
جہاں ان کو اندے سے مؤخر کیا پس عورت کا مقدم کرنا چڑھیں ہے اور یہ حال بچہ تو اس لئے کہ وہ نعل پہنتے والا ہے ہذا مفسر نے اس کی
اقتداء کرنا چڑھیں ہے اور تراویح اور سنن معتد میں مشائخ نے اس کو چڑھا اور ہمارے مشائخ نے اس کو چڑھا کر رکھا ہے۔

اور ہمارے مشائخ میں سے بعض نے ابو یوسف اور امام محمد کے درمیان نعل مطلق کی صورت میں اختلاف محقق کیا۔ اور عقائد یہ ہے کہ
یہ مت مذہبوں میں چڑھیں ہے کیونکہ بچہ کا نعل پہننے سے مکتہ ہے اس لئے کہ نعل فاسد کر دینے سے بالیدہ بچہ پر قضاء لازم نہیں آتی اور
نہیں ہٹائی جاتی ہے قوی کی ضعیف پر خلاف نماز مطلقوں کے کیونکہ وہ جہد فیہ ہے پس اعتبار کیا گیا عارضہ عدم پر خلاف بچہ کا اقتداء کرنا
بچہ کے ساتھ کیونکہ نماز متحد ہے۔

تشریح مسند مردوں کے لئے نہ عورت کی اقتداء جائز ہے اور نہ بچہ کی عورت کی اقتداء جائز نہ ہونے تو اس لئے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا
أَجْسَرُكُمْ وَسُوءُ حَيْثُ أَخَذْتُمْ اللَّهَ يُدْأِئِدْ أَلْیَہِہِ بِہِ کہ لفظ حیث سے مراد مکان ہے اور جس مکان میں عورتوں کی تاخیر واجب ہو
ماوردی کا مصدق کے کوئی مکان نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ اقتداء قوی نے عورتوں کو مکان صدق میں مؤخر کیا ہے یعنی اس کو مردوں کے لئے
امام بننے کا حق نہیں دیا ہے۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ جب تعیل نے سے ہے اب ترجمہ یہ ہوگا کہ عورتوں کو مؤخر کرنا اس لئے کہ اقتداء قوی نے نہ مؤخر
کیا ہے چنانچہ مقتدا قوی نے ان کو شہادت وراثت و سبب اور تمام آیات میں مؤخر کیا ہے پس جب مقتدا قوی نے عورت کو مؤخر کیا تو اس
کو مقدم کرنا یعنی امام بنانا بھی جائز نہیں ہوگا۔

۲۔ یا بچہ کی امامت کا بیان تو اس کی امامت اس لئے چڑھیں کہ وہ نعل ادا کرنے والا ہے لہذا فرض ادا کرنے کے لئے اس کی اقتداء
چڑھیں ہوگی یعنی پہلے کی فرض نماز اس کے پیچھے جائز نہ ہوگی۔ صلابہ یہ ہے کہ یہاں ہے کہ تراویح اور سنن مطلق میں اختلاف ہے۔ مشائخ
نے قول کے مطابق تراویح اور سنن مطلق میں پہلے بچہ کی اقتداء کرنا جائز ہے اور ہمارے مشائخ یعنی مشائخ ماوردی السہر نے اس کو
جائز کیا ہے۔ سنن مطلق سے مراد وہ سنن رواج ہیں جو فرائض سے پہلے اور فرائض کے بعد شروع ہو میں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق
میدان نماز بھی سنت ہے۔ اور تراویح، خسوف اور استسقاء کی نماز بھی صدیقین کے نزدیک سنت ہے۔

۳۔ اصل یہ ہے کہ سنت نمازوں میں اگر تا بالغ بچہ نے امامت کی تو مشائخ پہلے کے نزدیک ہالہ مردوں کے لئے اس کی اقتداء کرنا جائز
ہے اور تراویح یعنی نماز اور ہر قدر کے علماء و مشائخ نے اس کو چڑھا ہے۔ مشائخ نے مکتون نماز پر قیاس کیا ہے۔ مکتون نماز یہ ہے
کہ ایک شخص نے یہ خیال کیا کہ اس کے ذمہ نماز واجب ہے پس اس نے اس گمان کے ساتھ وہ نماز کر لی شروع کر دی پھر درمیان میں
کوئی مسند پیش آیا اور نماز نہ پائی پھر معلوم ہوا کہ اس کے ذمہ واجب نہ تھی تو اب شروع کرنے کی وجہ سے اس کا قضا کرنا واجب ہے
یا نہیں؟ تو اس کے بارے میں احمد خلاص کے نزدیک عدم یہ ہے کہ قضا واجب نہیں ہے البتہ امام زفر کے نزدیک قضا واجب ہے۔ پھر اگر
نفل ادا کرنے والا بالغ آدمی مکتون نماز ادا کرنے والے کی اقتداء کرے تو جائز ہے۔

۴۔ مشائخ نے قیاس کا حوالہ یہ ہوگا کہ نفل نماز شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے اور مکتون نماز واجب نہیں ہوتی ہے پس

جب نفس چمٹے اور مظلوم کو ہمارا دادا کرنے والے دن قتلہ درست ہے تو یہ جی نفس "اگرے" والے بچے کا اقتدار درست ہے۔

اور ہمارے مشائخ میں سے بعض نے مطلق کی صورت میں اہم و بدستور اور اہم محمد کے درمیان اختلاف بیان کیا ہے چنانچہ امام ابو یوسف نے کہا کہ مطلق میں بھی باقی مراد کا پھینا افتد کہ وہ چار نہیں ہے اور امام محمد نے اس کو باقی قرار دیا ہے۔

صاحبِ ہدایہ نے کہا کہ باغِ حرم کو بچہ کی اقتدار کرنا جس بھی نماز میں یا نماز میں ہے خود انھیں متعلق ہو یہ موقت ہو۔ یہی ماوراءِ انہل ہے۔ مشائخ کا مذہب حق رہی دلیل ہے کہ بچہ کی نماز باغ کی نماز سے متعلق اور واقعی سے متعلقہ ہاں حق کی نماز بچہ کی نماز شروع کر کے قائم کر دے تو اس پر اس کی قضاء واجب نہیں ہوتی اور اگر باغ کی نماز قائم کر دے تو اس کے وقت قضاء کرنا واجب ہے اور قاعدہ ہے کہ قوی و باطنیہ میں کسی کی جاتی اس لئے باغ کی نماز کی بناء پر یہ نماز نہیں کی جائے گی۔

محافل المصنوعہ سے مشائخ کائنات کے قیاس کا جواب ہے۔ جو اب کا ناسل یہ ہے کہ بلی کا بچہ اقتدار سے وطن کی اقتدار پر
پیس کر کے قاسم سے یہ بھونک رہا ہے، مختلف غیہ ہے، چنانچہ امام زفر کے نزدیک یہ ندرت کی صورت میں طمان پر قضا کرتا، واجب ہے اور
بچہ نماز کو نہ کی قضا ہو، ہر من واجب نہیں ہے۔ یہ غفلت (انچھوٹ) ایسا امر ہے جو بالغ ہونے تک بہر حال ہوتی رہے گا۔ جس کا
ن نماز کی نماز سے حتمہ نہ ہو، یہ بھونک رہا ہے، یہ صورت میں بلی پر قضا واجب ہوتی ہے اور نہ بلی پر قضا، جب نہیں ہوتی۔
اس سے برخلاف مظلون کی کھن ایک مارشی چیز ہے۔ ہذا اس وعدہ و معیت کیا یہ جس اب نرمل پڑھتے والے نے مظلون نماز پڑھنے
والے سے چاہیے اقتدار، ان دونوں کی نماز حتمہ ہو سکتی ہے یا نہیں اس امر زفر کے نزدیک کیونکہ خدا کی صورت میں دونوں پر قضا واجب
ہو جاتی ہے۔

اصل یہ کہ پانچ اور تاج پانچ کی نماز پھر تھمہ ہے اور پانچ اور طہان کی نماز تھمہ ہے بالخصوص امام زفر کے نزدیک نہیں اس فرق کے ہوتے ہوئے اقلہ پانچ یا صحتی و اقلہ اہل ظن پر قیاس کرنے قیاس مع غلطی ہے۔ اس پر خلاف پانچ لکھا پانچ کی اقلہ اگر تاج پانچ ہے کیونکہ دونوں کی نماز تھمہ ہے اس لئے کہ دونوں میں سے کسی پر قضا واجب نہیں ہے پس یہ ضعیف کی بنا ضعیف ہو گی۔

صفحوں کی ترتیب کیسے ہوگی؟

وَيَصِفُ الرَّجُلَ ثُمَّ الصِّبْيَانُ ثُمَّ الْبَسَاءُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِيُنَبِّئِي بَيْنَكُمْ أَلْوَالِئَهُمْ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُحَادَّةِ مُقْسِدَةً فَيُحَرِّوْنَ

ترجمہ : اور صف ہند جن مرد پرچہ پہنچے پھر عورتیں، کیا کہیں حضورؐ ان سے فرمایا کہ قریب رہیں مجھ سے تم میں سے ہر شخص مرد اور اس کے۔ عورت کی محاذات مفہد نماز ہے اس لئے عورتیں موشکی جائیں۔

تشریح میں مام کے پیچھے کھڑے ہونے کی ترتیب کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا کہ امام کے پیچھے سب سے پہلے مرد کھڑے ہوں پھر ان کے پیچھے بچے کھڑے ہوں اور ان کے پیچھے عورتیں کھڑی ہوں۔ دلیل منورہ کا یہ قول ہے "لِيُتَبَيَّنَ مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنَّسَبِ" بعل امر کا صیغہ ہے ولی سے، خواہے جس کے معنی قریب ہونے کے ہیں۔ احلام غم یا غصہ کی جمع ہے غم و دہیز جو سونے والا دیکھتا ہے لیکن اس کا نائب استعمال خوب کی دلالت بلوغ کی چیز میں سے اور نہیں سمجھتے کی جمع ہے معنی عقل "ہیں، اب حدیث کا مطلب یہ

ہوگا کہ تم میں سے مجھ سے قریب وہ لوگ ہیں جو عاقل بالغ ہوں۔

نہیں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ حدیث مردوں کو بچوں پر مقدم کرنے کا ثبوت کرتی ہے مگر عورتوں پر بچوں کی تقدیم ثابت نہیں کرتی، تو اس کا جواب یہ ہے احتمال رجولیت کی وجہ سے بچے مردوں کے تابع ہیں اور تابع متبوع کے بعد ہوتا ہے، ہذا بچے مردوں کے بعد ہوں گے اور عورتوں سے مقدم ہوں گے اور جواب میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عورتوں پر بچوں کی تقدیم حضور پر ان کے ثبوت ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے ایک برہمنی عورت کو حنیہ نامی بٹن کے پیچھے کھڑا کیا تھا۔ زیادہ بجز استدلال اس حدیث سے دوسرے جس کو امام احمد نے اپنی مسند میں ابو امامہ اشعری سے تخریج کیا ہے روایت کے الفاظ یہ ہیں اِنَّهُ قَالَ مَا مَعَشَرُ الْاَشْعَرِيَّيْنَ اَجْتَمِعُوا وَاجْتَمِعُوا لِسَاءِ كُفَّةٍ وَ اِنَّهُ كَلَّمَ حَتَّى اُرِيَكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَاجْتَمِعُوا وَاجْتَمِعُوا لِسَاءِ كُفَّةٍ ثُمَّ تَوَضَّأُوا اَازَاهُمْ كَيْفَ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ تَقَدَّمَ قَصْفُ الرِّجَالِ فِيْ اَذَى الصِّفِّ وَ صَفَّ الرِّجَالُ اَنْ حُلِقَتْهُ وَ صَفَّ النِّسَاءُ حُلِقَ الصِّبَا اَيْ بَنِي ابُو اَمَامَةَ اشعری نے کہا کہ اے اشعری قبیلہ کے لوگو! تم خود بھی جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور اولاد کو بھی جمع کرو لیکن یہیں تک کہ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز دکھاؤں پس وہ خود بھی جمع ہوئے اور اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی جمع کیا پھر وضو کیا اور ان کو دکھایا کہ آپ کس طرح وضو کرتے تھے۔ پھر ابو امامہ آگے بڑھے پھر مردوں کی صف بندی، اور انہوں نے ان کے پیچھے اور عورتوں کی صف بندی کے پیچھے بنائی۔

متلی دلیل یہ ہے کہ عورت کی حیثیت مرد سے مفید نماز ہے۔ اس لئے عورتیں مؤخر کی جا میں تھیں۔

مسئلہ محاذات

وَ اِنْ حَسَدَتْهُ اِمْرَاَةٌ وَ هُمَا مُشْبِرٌ كَانِ فِيْ صَلَوةٍ وَاحِدَةٍ، فَسَدَتْ صَلَاتُهُ اِنْ نَوَى الْاِمَامُ اِمَامَتَهَا وَ الْقِيَاسُ اَنْ لَا تَقْصُدَ وَ هُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ اَعْيُنُنَا بِصَلَاتِهَا حَيْثُ لَا تَقْصُدُ وَ جِهَةُ الْاِشْبِخِ حَسَنٌ مَا رَوَيْنَا وَ اَنَّهُ مِنْ الْمُسْتَأْجِرِ وَ هُوَ الْمُحَاطَبُ بِهٖ دُونَهَا فَيَكُوْنُ هُوَ النَّارِكُ لِقَرْوِضِ الْمَقَامِ فَتَقْصُدُ صَلَاتُهُ دُونَ صَلَاتِهَا كَالْمَأْمُوْمِ اِذَا تَقَدَّمَ عَلَى الْاِمَامِ

ترجمہ اور اگر کوئی عورت مرد سے محاذی ہوگی اور حال یہ ہے کہ دونوں ایک نماز میں شریک ہیں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی بشرطیکہ امام نے اس عورت کی امامت کی نیت کی ہو اور قیاس یہ ہے کہ مرد کی نماز فاسد نہ ہو اور یہی امام شافعی کا قول ہے عورت کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے کیونکہ عورت کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور ہذا آیت میں وہ حدیث ہے جو ہم روایت کر چکے۔ اور حدیث احمدیہ مشہورہ میں ہے اور مرد ہی اس حکم کا مخاطب ہے نہ کہ عورت پس مرد ہی مقدم مفرض کا ترک کرنے والا ہوگا لہذا اسی کی نماز فاسد ہوگی نہ کہ عورت کی نماز۔ جیسے مقتدی جب وہ امام سے آگے ہو جائے۔

تشریح صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی عورت کسی مرد سے محاذی ہوئی دراصل یہ مرد اور عورت دونوں ایک نماز میں مشترک ہیں اور امام نے اس عورت کی امامت کی نیت بھی کی ہے تو ایسی صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور قیاس کا تھک یہ ہے کہ مرد کی نماز بھی فاسد نہ ہو۔ اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ امام شافعی نے مرد کی نماز و عورت کی نماز پر قیاس کیا ہے یعنی محاذات کی وجہ سے عورت کی نماز باطل ہوگی فاسد نہیں ہوگی لہذا مرد کی نماز بھی فاسد نہ ہوگی اور قیاس کی وجہ یہ ہے کہ محاذات ایسا فعل ہے کہ چاہئین سے متحقق ہوتا ہے نہیں

دہلی میں حیات نماز کے منہ نہیں تھے تو عمر کی نماز کے منہ نہیں ہوگا۔ جب احسان اہل حدیث ہے جو ہم سب کی میں روایت کرتے ہیں۔ عبد بن مسعود نے کہا: ان رسول اللہ ﷺ قَالَ أَتَجُزُّوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخَذُوهُنَّ اللَّهُ، ہر حدیث میں مردوں کو حکم دیا گیا کہ جو عورتوں کو نماز میں پیچھے رہیں پس جب عورت اس سے بھی آگے ہوگی تو وہ مردوں نے اپنے فرض مقام ترک کر دیا کیونکہ اس کی نماز میں جس سے خدو ہواں شریک ہوں عورت کو مؤخر کرنا مرد پر فرض ہے۔ اور یہ بات علم ہے کہ جس نے فرض ترک کیا اس کی نماز اہل حدیث کے لئے نہ ہو۔ اس لئے ہم نے کہا کہ حدیث کی حدیث ہے مرد کی نماز کا ہونا ہی عورت کی۔

اور یہ حقہ شریعی ہے۔ لیکن وہ امد ہے، ناجہ و امد سے فطرت ثابت نہیں ہوتی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ امد سے
السنہیر مراد یہ ہے یعنی یہ امد یا اے شہورہ میں ہے بقول فی الدلائل ہوتی ہے اور مدیث مشہورہ سے فطرت ثابت
نہ ہوتی ہے نہ اس کا ہوتی حقہ شریعی نہیں ہو سکتا۔

وہو المحاط سے قین کا جواب ہے جو بکا وصل یہ ہے کہ عورت کی نماز کے ساتھ ہونے سے مرد کی نماز کے ساتھ ہونا لازم نہیں آتا۔ یہ نکتہ مشورۃً قبل احسروں کا بھی مضموم ہے نہ کہ عورت ہی جہاں فرض ہو وہاں کہ عورت اس لئے صرف مرد کی نماز کے ساتھ ہونے کی شرط ہے نہ کہ عورت کی نماز کے ساتھ ہونے کی شرط ہے۔ جب وہاں سے کہ عورت اس لئے نماز کے ساتھ ہونے کی شرط ہے۔ تاہم تو ان فرض مقام چھوڑنے کا تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

فوائد : محاضرات مفید ہیں جبکہ نماز کے اندر عورت کا قید مجسّم کے کسی عضو کے مجازی اور متقابل ہو پئے۔

امام نے محاذی عورت کی امامت کی نیت نہ کی ہو تو اس کا حکم

وَأَنَّ لَهُ سِيَامَهَا لَهُ نَصُّهُ وَلَا تَحُورُ صَلَاتُهَا لِأَنَّ الْأَشْيَاقَ كُذِّبَتْ عَنْهَا لَا يَنْبُتُ عِنْدَنَا بَخْلًا قَلِيلًا لَزُفَرِ الْأَمْرِ أَنَّهُ
بِزَمَرَةٍ الْتَزَيْتِ فِي الْمَقَامِ فَيَنْقُضُ عَلَى الزَّوَامِ كَالْأَغْيَدَاءِ وَإِنَّمَا يَنْتَرِطُ بَيْتُ الْإِمَامَةِ إِذَا بَيَّضَتْ مَحَابِدُهُ وَأَنَّ لَهُ
سَكَنَ يَحْبِبُهَا رَحُلٌ فِيهِهِ وَوَيْثَانٌ وَالْفَرْقُ عَلَى حُجَّتِهِمَا أَنَّ الْعَسَادَ فِي الْأَوَّلِ لَأَرْوَهِ النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ

[illegible]

تشریح: اس عبارت میں ایک صورت دیوان یا پتہ ہے جب کہ امام نے صحابہ عورت کے امام ہونے کی حیثیت نہ تو موقوفی یہ بیت نہیں
 ن کہ میں اس عورت کا امام ہوں تو اس صورت میں عورت کی حجازات مرد کو کچھ مضرت نہ ہوگی اس عورت کی نماز بھی جاہل ہوتی، دلیل یہ
 ہے کہ مرد کے نزدیک بغیر میت کے شہادت کی عقل و قیامت نہیں ہوتی اگرچہ امام فرقہ کے نزدیک بغیر میت بھی شہادت کے قیامت ہوتی ہے
 ہاں امام فرقہ کے نزدیک عورت جب مرد کی نماز میں داخل ہوئی تو مرد کی نماز نہ ختم ہونے کے لئے عورت کا جام ہونے کی حیثیت نہ رکھتا

شرط نہیں ہے اس لئے کہ مرد مردوں اور عورتوں دونوں کی امامت کر سکتا ہے۔

پھر واضح ہو کہ مرد کا اس امام مرد کی اقتداء کرنا بغیر نیت امامت کے صحیح ہے یعنی اگر امام نے یہ نیت نہیں کی کہ میں اس کا امام ہوں تب بھی مرد اس امام کی اقتداء کر سکتا ہے جس اسی طرح بغیر نیت امامت کے عورت کا اقتداء کرنا بھی صحیح ہوگا پس ثابت ہوا کہ مرد کی نماز کے فساد کے لئے عورت کے امام ہونے کی نیت کرنا شرط نہیں ہے۔ لیکن بناءً زائد ایک بغیر امام کے اشتراک ثابت نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نہایت "احصو وھن" کی وجہ سے مقتدیوں کو پھر تہیب کھڑا کرنے کی ذمہ داری امام پر ہے ختی ترتیب مقتدیوں پر لازم ہے اور جس شخص پر کوئی چیز لازم ہو وہ اس کے لازم کرنے پر موقوف ہوتی ہے یعنی اگر لازم کرے گا تو لازم ہوگی ورنہ نہیں۔ جیسے اقتداء کا حال ہے کہ مقتدی کا اقتداء کرنے کی نیت کرنا شرط ہے اس لئے کہ اسی نیت اقتداء سے دو اپنی نماز کو امام کی ضاعت میں دے گا تا کہ امام کی کسی حرکت سے نماز میں نقص و ضرر پیدا نہ ہو تو مقتدی کے قبول کرنے اور اس کی رضامندی سے اس پر لازم آئے۔ اسی طرح امام کا عورتوں کی امامت کی نیت کرنا شرط ہے تاکہ عورتوں کی جانب سے اگر کوئی ضرر ہو تو وہ امام کا قبول کیا بنا ہو۔

خمس الامم السرخسی نے بغیر نیت امامت کے امام کی نماز کا ساند نہ ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اگر بغیر نیت امامت کے عورت کی اقتداء صحیح قرار دی جائے تو برعکس من چاہے ہر طریق پر مرد کی نماز کا ساند نہ دینے پر قادر ہوگی اس طرح پر کہ مرد کی اقتداء کرے اس سے یہ وہیں خطری ہو جائے اور ظاہر ہے کہ اس میں مرد کا ضرر ہے ان وجہ سے مرد کے لئے نیت امامت کو شرط قرار دیا گیا تاکہ یہ ضرر مرد کی رضامندی سے اس پر لا نہ جائے۔

والصاحب طحیة الامامة، یہاں سے صاحب ہدایہ نے کہا کہ امام کا امامت کی نیت کرنا ہی وقت شرط ہے جب کہ عورت امامی ہو یا یہود۔ اس مقتدی نے، یعنی ہی ذات کی وجہ سے امامی نماز جب ہی فاسد ہوگی جبکہ عورت نے اس کے صحیحی ہو کر اقتداء نہ ہو اور امام نے اس کی امامت کی بھی نیت کی ہو اور اگر عورت امام کے پیچھے کھڑی ہوئی تو اس کی دوسو تیس ہیں ایک یہ کہ یہ عورت کسی مرد مقتدی سے محاذی بن کر کھڑی ہوئی۔ دوم یہ کہ کسی مرد مقتدی کے صحیحی بن کر کھڑی نہیں ہوئی۔ یعنی اس کے پہلو میں کوئی مرد نہیں ہے۔ اگر یہ عورت مرد مقتدی کے صحیحی بن کر کھڑی ہوئی تو صحیح یہ ہے کہ بغیر امامت کی نیت یہ عورت مقتدیہ نہیں ہوگی۔

اور اگر عورت کے پہلو میں کوئی مرد نہ ہو یعنی اس کا صحیحی کوئی مرد نہ ہو تو اس میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں امامت کی نیت کرنا امام کے لئے شرط ہے اور ایک روایت میں شرط نہیں ہے۔ دونوں روایتوں کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں الفصل تو عورت صحیحی نہیں ہے لہذا اس کی ذات سے کوئی فساد بھی نہیں ہے لہذا اس بات کا احتمال ہے کہ وہ آگے بڑھ کر صحیحی نہ ہو جائے پس اس احتمال کا اعتبار کیا جائے تو نیت امامت شرط ہوگی تاکہ فساد نماز اس کے ساتھ نہ آئے۔

دوسری بات کہ ان دونوں روایتوں میں نیت شرط ہونے کی روایت وراول صورت میں کیا فرق ہے تو اس کا جواب دو کمال صورت میں یعنی جب کہ عورت کسی مرد کے محاذی کھڑی ہوئی جو فساد بالفعل واقع ہے اور دوسری صورت میں فساد کا امکان ہے یعنی جب کہ عورت امام کے پیچھے کھڑی ہوئی اور اس کے پہلو میں کوئی مرد نہ ہو۔ تو اس صورت میں فساد کا احتمال ہے کہ وہ آگے بڑھ کر مرد کے صحیحی نہ ہو جائے پس اس احتمال کو واقع پر قیاس کر کے نیت شرط کی گئی حتیٰ کہ اگر اعتبار نہ کریں تو نیت شرط نہیں۔ جیسا کہ دوسری روایت ہے۔

علامہ بدر الدین یعنی شازح ہادیہ نے لکھا ہے کہ فاضل مصنف کے پیش کردہ صورت اول اور دوسری روایت (عدم اشتراط نیت) کے درمیان فرق کرتا ہے پس اب فرق یہ ہوگا کہ صورت اول میں چونکہ فساد نماز لازم ہے اس لئے نیت شرط ہے تاکہ فساد نماز کے التزام سے ہوا اور دوسری صورت میں فساد چونکہ متصل ہے اس لئے نیت کی شرط نہیں لگائی گئی۔

محاذات کی شرائط

مِنْ شَرِيطِ الْمُحَاذَاتِ أَنْ تَكُونَ الصَّلَاةُ مُشَوَّكَةً وَأَنْ تَكُونَ مُطْلَقَةً وَأَنْ تَكُونَ الْمَرْأَةُ مِنْ أَهْلِ الشَّهْوَةِ وَأَنْ لَا يَكُونَ بَيْنَهُمَا حَائِلٌ لَا تَشْهَدُ عَنْهَا عُرْفُ مُفْسِدَةٍ بِالْبَيْتِ بِجَلَالِ الْقِيَامِ عَلَى حَوْصِ مَا وَرَدَ فِيهِ النَّصُّ

ترجمہ۔ اور محاذات مفسدہ کی شرطوں میں یہ ہے کہ نماز مشتک کہ ہوا اور یہ کہ نماز مطلقہ ہو اور یہ کہ عورت اہل شہوت سے ہو اور یہ کہ مرد اور عورت کہ درمیان کوئی چیز نہ ہو جو کہ محاذات کا مفسدہ ہوئے خلاف قیاس نہیں سے معلوم ہوا ہے پس ان تمام امور کی رعایت کی جائے گی جن کے ساتھ نہیں وارد ہوئی ہے۔

تشریح۔ ان محاذات میں محاذات مفسدہ کی چند شرطیں ذکر کی گئی ہیں۔ اول یہ کہ دونوں کی نماز تحریمہ اور ادا نہ ہونے والا نہ ہو۔ اگر وہ مشتک ہو۔ تحریمہ میں مشتک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کے تحریمہ کی بناء امام کے تحریمہ پر ہو یا ان دونوں میں ایک نے دوسرے کے تحریمہ پر بناء کی ہو یا اس طور کہ عورت اور مرد میں سے ایک امام اور دوسرا مقتدی ہو۔ اور ادا نہ ہونے والا میں اشتراک کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز وہ دونوں ادا کریں گے اس میں ان دونوں کے لئے کوئی امام ہو حقیقتاً یا ظناً مثلاً ایک مرد اور عورت نے تیسری راعت میں امام کی اقتداء اپنی پھر ان دونوں کو حدث ہوا تو وہ دونوں گئے حجرہ کر پڑھنے لگے اور عورت اس کی محاذی ہو گئی۔ پس اگر عورت امام کی تیسری اور پہلی راعت میں محاذی ہوئی جو ان دونوں کی محاذی اور دوسری ہے تو مرد کی نماز اس محاذات کی وجہ سے فسد ہو جائے گی کیونکہ تیسری اور پہلی راعت میں تحریمہ اور ادا دونوں اعتبار سے اشتراک ہے اور اگر ایک فی آخر یہ تو اس لئے ہے کہ دونوں کے تحریمہ کی بناء امام کے تحریمہ پر ہے اور اشتراک فی ادا اس لئے ہے کہ تیسری اور پہلی راعت میں دونوں کے لئے ایک امام ہے اگرچہ ظہار ہے صلاً اس لئے ہے کہ جب یہ دونوں وضو کے لئے گئے تھے تو امام اپنی نماز پوری کر چکا تھا پس تیسری اور پہلی راعت میں یہ دونوں اہل حق ہوں گے اور اہل حق کے لئے اگرچہ حقیقتاً امام نہیں ہوگا مگر ظہار امام ہوتا ہے۔

اور اگر بعد کی دونوں راکعتیں پڑھ کر اپنی تیسری اور پہلی راعت میں (جو وہ حقیقت ان کی پہلی اور دوسری ہے) میں جا کر محاذی بنی تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ پہلی اور دوسری راعت میں یہ دونوں مسبوق ہیں اور مسبوق جب اپنی فوت شدہ راکعتوں کو پڑھتا ہے تو اس کے لئے نہ حقیقتاً امام ہوتا ہے اور نہ ظہار امام ہوتا ہے پس ان دونوں راکعتوں میں شرکت فی آخر یہ امر چھوڑ دینا چاہئے کہ شرکت فی ادا موجود نہیں۔ اس لئے اس صورت میں محاذات مفسدہ نماز نہیں ہوگی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ نماز مطلقہ (رکوع مجدد والی) ہو اگرچہ کسی حدیث سے اس کا اشارہ سے ادا کرتے ہوں چنانچہ نماز جنازہ میں محاذات مفسدہ نہیں ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ عورت شہوات (قابل شہوت) ہو خواہ یہ عورت ہندی ہو یا آزاد خواہ بوی ہو یا ماں یا بہن وغیرہ حرم ہو۔

چاقی شرط یہ ہے کہ دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو مثلاً ستون یا کوئی اور چیز یہ حتیٰ جد نہ لی ہو کہ اس میں ایک مرد کھڑا ہو جائے۔
ان مذکورہ شرطوں کی دلیل یہ ہے کہ حیوانات کا مسند نماز ہونا خلاف قیاس نہیں یعنی اَحْسَنُ وَهُوَ مِنْ حَيْثُ احْتَرَفَ اللہ سے معلوم ہوا
ہے ہذا ان تمام امور کی رعایت رکھی جائے گی جن کے ساتھ نہیں ہوا۔

صاحب عتایہ نے اس استدلال کو مسترد کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ اس حدیث میں نمازی کا ذکر نہیں ہے چاہے کہ ان قیود کا ذکر ہو یا نہ ہو
بعض حضرات نے ان قیود کو حاجت کرنے کے لئے بے نیابت سے کام لیا ہے اس کے لئے حرمہ اہل ہدایہ نے عتدائی کا حاشیہ
پر یہ یہ ملاحظہ کیجئے۔

عورتوں کے لئے جماعت کی نماز میں شرکت کا حکم

وَبُكْرَةُ لَهُنَّ حُطُورُ الْجَمَاعَاتِ، يَتَّبِعِي الشَّوَابَ مِنْهُنَّ لِمَا يَهْدُوْنَ مِنْ خَوْفِ الْفِتَنِ

ترجمہ... اور عورتوں کے لئے جماعتوں میں حاضر ہونا ضروری ہے مراد جوان عورتیں ہیں کیونکہ ان کی حاضری میں فتنہ کا خوف ہے۔

تشریح جوان عورتوں کو جماعتوں میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ امام شافعی نے یہ کہ عورتوں کا مسجد کی طرف ہنگامہ مباح ہے امام شافعی کی
دلیل حضور ﷺ کا قول لَأَتِمَّنَّوْا أَمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ یعنی بدنی و نہیوں کو اللہ کی مساجد سے مت روکو اور ایک روایت میں ہے رَأَى
اِسْتِثْنَاءً اَنْتَ اَحَدُكُمْ اَمْرًا اَنْتَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَبْعَثُهَا یعنی جب تم میں سے کسی سے اس کی بیوی مسجد میں جائے گی اجازت مانگے تو
اس کو منع نہ کرے۔

دہری دلیل یہ ہے کہ جوان عورتوں کی حاضری میں فتنہ کا خوف ہے اس سے ان کو مسجد میں حاضر ہونے سے روکا جائے گا۔ دہری
دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد کی طرف لگانے سے منع کیا تو عورتوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
سے شکایت کی تو ام المومنین نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تھکے ہوئے تھے تو آپ بالکل اجازت نہ
دیتے ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین نے فرمایا حضور ﷺ اب جن میں نہایت پختہ ہو سرائیل کی عورتیں ممنوع ہو میں تم
بھی منع کی جاؤ گی۔

دوسرے مذہب کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں یہ ہے کہ ام المومنین نے اپنی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کیا ہے اِنَّهَا النَّاسُ اَتَمُّوْا بِسَاءَ كُمْ عَنْ لُبِّ الْيَهُودِ وَتَسْبِيْهِ الْفَسَادِ فَاِنْ نَبِيٌّ اَمْسَرَ اِسْرَآئِلَ لَمْ يُلْعَمُوْا حَتّٰى يَكُوْنُ
نِسَاءً هُمُ الْيَهُودُ وَتَسْبِيْهِ الْفَسَادِ لِقَوْلِ امِّ يٰ مَعْشَرُ اِنَّمَا يَنْبَغِيْ لَكُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا مِثْلَ الْمَسْجِدِ كَمَا هِيَ اَنْ تَكُوْنُوْا مِثْلَ الْمَسْجِدِ
يَوْمَ سَرَّاهُ لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَيْهَا بَعْدَ اَنْ تَكُوْنُوْا مِثْلَ الْمَسْجِدِ كَمَا هِيَ اَنْ تَكُوْنُوْا مِثْلَ الْمَسْجِدِ كَمَا هِيَ اَنْ تَكُوْنُوْا مِثْلَ الْمَسْجِدِ كَمَا هِيَ
فماں کا غلبہ ہے اس سے غیر مزین عورتوں کو بھی منع کیا گیا ہے۔

بوڑھی عورتوں کے لئے جماعت میں شرکت کا حکم اقوال فقہاء

وَلَا نَأْسَ لِلْعَجُوزِ اَنْ تَخْرُجَ فِي الْعَجُوزِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعَتَمَاءِ وَهَذَا بِعَدَائِئِ حَبِيْبَةٍ وَقَالَ لَا يَخْرُجْنَ فِي الصَّلَاةِ كُنْتُمَا

لَا تَلَا فِتْنَةً لِّقَعَةِ الرَّعْدِ وَلَا يَكْفُرُهُ كَمَا فِي الْعَبْدِ وَلَهُ أَنْ قَرَطَ الشَّيْءَ حَامِلٌ فَتَنَعَ الْفِتْنَةَ غَيْرَ أَنْ الْعُسَاقِي رَأَتْشَارَهُمْ
لِيِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْحُمُوعُ أَمَا فِي الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ هُمْ نَائِمُونَ وَهِيَ الْمَغْرِبُ بِالطَّلَامِ مَشْعُورُونَ وَالْحَبَانَةُ
مُتَّعِيَةً فَيُمْكِنُهَا الْإِعْزَالُ عَنِ الرَّجَالِ فَلَا يَكْفُرُهُ.

ترجمہ اور بوزجی عورت کے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ فجر، مغرب اور عشاء میں نکلے اور یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے اور
صحابین نے کہا کہ بوزجی عورتیں تمام نمازوں میں نہیں بیٹھتی (بوزجی عورتوں میں) درخت کی کی کی وجہ سے کوئی فتش نہیں ہے پس مکروہ
نہیں ہوگا جیسے عید میں اور امام ابوحنیفہ نے دلیل یہ ہے کہ شدت شبوت باعث جماع ہے پس فتش واقع ہوگا۔ مگر یہ کہ فساق ظہر، عصر اور جمعہ
میں پیچھے رہتے ہیں اور فجر اور عشاء میں سوتے رہتے ہیں اور مغرب کے وقت نماز میں گئے رہتے ہیں جنگل وسیع ہوتا ہے پس وسیع
میدان میں عورتوں کے لئے مردوں سے الگ رہنا ممکن ہے اس لئے (عید میں) کھانا مکروہ نہیں ہے۔

تشریح حضرت امام ابوحنیفہ نے بوزجی عورتوں کو عصر کے وقت میں نکلنے سے منع کیا ہے ابتدا فجر عشاء اور مغرب کے وقت نکلنے
کی اپنا نہ دی ہے اور صحابین نے بوزجی عورتوں کو تمام نمازوں میں نکلنے کی اپنا نہ دی ہے۔ صحابین کی دلیل یہ ہے کہ بوزجی عورتوں
کی طرف میان طبعی کم ہونے کی وجہ سے کوئی فتش نہیں ہے اس لئے ان کا کھانا بھی مکروہ نہیں ہے جیسا کہ عید میں کھانا بالاقا اتفاق جائز ہے مگر
یہ بات کہ عید میں کھانا عید کی نماز کے لئے یا بغیر نماز کے سوا اس بارے میں امام ابوحنیفہ سے دور روایتیں ہیں ایک روایت جس کو حسن نے
روایت کیا ہے کہ بوزجی عورتیں نماز میں عید کے لئے نکلیں اور آخری صف میں کھڑی ہو کر مردوں کے ساتھ نماز پڑھیں کیونکہ عورتیں مردوں
کے تابع ہو کر اہل جماعت میں سے ہیں۔

دوسری روایت جس کو معنی نے ابو یوسف سے اور ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ عید میں بوزجی عورتوں کا کھانا مکشیر
جائز ہے اس سے ہے بلکہ ایک طرف کھڑی ہو جائیں اور مردوں کے ساتھ نماز پڑھیں کیونکہ مطہری صحت یہ بات ثابت ہے کہ
حضور ﷺ نے نبض والی عورتوں کو عید کے لئے نکلنے کا حکم دیا حالانکہ وہ اہل نماز میں سے نہیں تھیں پس معلوم ہوا کہ عید میں کھانا نماز عید کے
لئے نہیں ہے بلکہ جمع کو زیادہ کرنے کے لئے ہے۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ شدت شبوت باعث جماع ہے ابتدا بوزجی عورتوں کے نکلنے میں بھی فتش واقع ہوگا۔ ہاں اتنی بات ضرور
ہے کہ فاسق لوگ فہم اور عصر اور جمعہ کے اوقات میں پھرتے رہتے ہیں اس لئے ان اوقات میں بوزجی عورتیں نہ نکلیں رہا فجر اور عشاء کے
وقت میں تو وہ سوتے رہتے ہیں اور مغرب کے وقت کھانے میں مشغول ہوتے ہیں پس معلوم ہوا کہ ان تینوں اوقات میں فاسقوں سے
اسن ہے اس لئے ان تینوں اوقات میں بوزجی عورتوں کو نماز کے لئے نکلنے کی اپنا نہ دی گئی ہے۔

صحابہ ہدایہ کہتے ہیں کہ صحابین کا عید میں نکلنے پر قیاس درست نہیں کیونکہ عید کی نماز بالعموم جنگل میں ہوتی ہے اور جنگل وسیع ہوتا
ہے پس وسیع میدان میں بوزجی عورتوں کا مردوں سے الگ رہنا ممکن ہے اس لئے اس کا عید میں کھانا مکروہ نہیں ہے۔

فوائد آج کل چونکہ فساد عام ہے اس لئے تمام نمازوں میں بوزجی عورتوں کا کھانا مکروہ ہے۔ (منہ)

طاہرہ کے لئے مستحاضہ کی اقتداء کا حکم

قَالَ وَلَا يُصَلِّي الطَّاهِرُ خَلْفَ مَنْ هُوَ فِي مَعْنَى الْمُسْتَحَاضَةِ وَلَا الطَّاهِرَةُ خَلْفَ الْمُسْتَحَاضَةِ لِأَنَّ الصَّحِيحَ أَقْوَى حَالًا مِنَ الْمَعْدُورِ وَالشَّيْءُ لَا يَنْصَحُنْ مَا هُوَ فَوْقَهُ وَالْإِمَامُ ضَامِنٌ بِمَعْنَى تَضَمُّنِ صَلَواتِهِ صَلَوةَ الْمُقْتَدَى

ترجمہ اور پاک مرد اس شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے جو مستحاضہ کے حکم میں ہے اور نہ پاک عورت مستحاضہ کے پیچھے نماز پڑھے کیونکہ تندرست کا حال بہ نسبت معذور کے اقویٰ ہے اور شے اپنے سے مافوق کو تضمن نہیں ہوتی حالانکہ امام ضامن ہے ابائین معنی کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو تضمن ہے۔

تشریح مستحاضہ اور جو مستحاضہ کے حکم میں ہے فقہا کی اصطلاح میں اس کو معذور کہتے ہیں پس اب صورت مسئلہ یہ ہوگی کہ پاک مرد معذور مرد کے پیچھے نماز نہ پڑھے اور نہ پاک عورت مستحاضہ عورت کے پیچھے پڑھے۔

دلیل سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ اس طرح تمام مسائل کی اصل حضور ﷺ کا قول الامام ضامن ہے اور حدیث کے معنی یہیں کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو تضمن ہے یہ معنی نہیں کہ امام مقتدی کی نماز کا ذمہ دار یعنی ملقف ہے دوسری بات کہ شے اپنے سے کمتر کو تضمن ہوتی ہے یا اپنے ہم مثل کو لیکن اپنے سے مافوق کو تضمن نہیں ہوتی۔

اب دلیل کا حاصل یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں مقتدی چونکہ پاک اور غیر معذور ہے اور امام معذور کے حکم میں ہے اس لئے مقتدی کی نماز کا حال امام کی نماز سے اقویٰ اور ارفع ہے اور امام کی نماز کا حال کمتر اور ادنیٰ ہے اور چونکہ کتہ اور ضعف اقویٰ کو تضمن نہیں ہوتا اس لئے امام کی نماز مقتدی کی نماز کو تضمن نہیں ہوگی حالانکہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو تضمن ہوتی ہے اس لئے پاک اور غیر معذور مرد کا معذور کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے۔

اس طرح پاک عورت کی نماز مستحاضہ کے پیچھے درست نہیں ہوگی کیونکہ مستحاضہ کی نماز کا حال مقتدی عورت کی نماز کے حال سے ناقص ہے۔

قاری کے لئے امی اور کپڑے پہننے والے کے لئے نیچے کی اقتداء کا حکم
وَلَا يُصَلِّي الْقَارِئُ خَلْفَ الْأُتْبَى وَلَا الْمُكْنَسِي خَلْفَ الْعَارِي لِقَوْلِهِ حَالِهِمَا

ترجمہ اور قاری امی کے پیچھے نہ پڑھے اور نہ کپڑا پہننے والا نیچے کے پیچھے پڑھے کیونکہ قاری اور مکنسی کا حال بہ نسبت امی اور نیچے کے قویٰ ہے۔

تشریح ... مسئلہ اور اس کی دلیل واضح ہے۔

متوضمین کے لئے متمم کی اقتداء کا حکم ... اقوال فقہاء

وَيَجُوزُ أَنْ يَوْمَ الْمَتَبِّسِمِ الْمَتَوَضِّعِينَ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُونُسَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ طَهَارَةٌ

حَسْرُورِيَّةٌ وَالْعَطْفَارَةُ بِالنَّمَاءِ أَصْلِيَّةٌ وَلَهُمَا أَنَّهُ طَهَارَةٌ مُطْلَقَةٌ وَلِهَذَا لَا يَسْقُطُ مِنْهُمَا الْحَاجَةُ

ترجمہ اور تیمم کرنے والے کے لئے وضو والوں کی امامت کرنا چاہئے اور یہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک ہے اور امام محمد نے کہا کہ چاہئے نہیں کیونکہ تیمم تو طہارت ضروریہ ہے اور پانی کے ساتھ طہارت کرنا اصلی ہے اور تشیخین کی دلیل یہ ہے کہ تیمم طہارت مطلقہ ہے اسی وجہ سے وہ قدرہ جہت تک مقدم نہیں۔

تشریح اس بارے میں اختلاف ہے کہ متوضی تیمم کی اقتدا کر سکتا ہے یا نہیں تشیخین نے اس کو چاہئے قرار دیا ہے اور امام محمد عدم جواز کے قائل ہیں۔

امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ تیمم طہارت ضروریہ ہے اور طہارت ہلما، طہارت اصلیہ ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص طہارت اصلیہ پر مشکل ہے اس کا حال اقویٰ ہے بہ نسبت اس کے حال کے جو طہارت ضروریہ پر مشکل ہو پس معلوم ہوا کہ مقتدی کا حال امام کے حال سے اقویٰ ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ ادنیٰ حال والا افضل اقویٰ اور ارفع حال والے کی امامت نہیں کر سکتا۔ اس لئے ہم نے کہا کہ تیمم کے لئے متوضیین کی امامت کرنا چاہئے نہیں ہے۔

تشیخین کی دلیل یہ ہے کہ تیمم طہارت مطلقہ غیر موقتہ ہے یعنی تیمم مطلق طہارت ہے مستحکم طہارت کی طرح موقت نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ تیمم قدرہ جہت کے ساتھ مقدم نہیں ہے بلکہ ہر سال تک بھی اگر پانی دستیاب نہ ہو یا اس کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمم مشروع رہے گا پس جب تیمم طہارت مطلقہ ہوا تو تیمم اور متوضی دونوں کا حال یکساں ہوا اور جب دونوں کا حال یکساں ہے تو ایک دوسرے کی امامت کر سکتا ہے۔

ہاتھین کے لئے مباح کی اقتداء کا حکم

وَيَوْمَ الْمَسْبُوحِ الْعَابِلِينَ لَأَنَّ الْحَفَّ فَنَافِعَ مَرَايَةِ الْحَدَثِ إِلَى الْقَدَمِ وَمَا حَلَّ بِالْخُفِّ بِزَيْلِهِ الْمَسْبُوحِ بِغَيْرِ الْفِ

ترجمہ اور مسح کرنے والا دھونے والوں کی امامت کر سکتا ہے کیونکہ موزہ حدیث کو قدم تک سرایت کرنے سے روکنے والا ہے اور جو کچھ موزہ میں حلول کر گیا اس کو موزہ دور کر دے گا برخلاف مسحافہ کے کیونکہ حدیث ایسی چیز ہے جس کا زوال شرعاً معتبر نہیں ہے یا وجود یکہ حدیث حقیقہ موجود ہے۔

تشریح صورت مسہ یہ ہے کہ موزوں پر مسح کرنے والا پاؤں دھونے والوں کی امامت کر سکتا ہے دلیل یہ ہے کہ صابن نف نے اپنے پاؤں دھو کر موزے پہنے ہیں اور موزہ قدم تک حدیث کو سرایت کرنے سے منع کرتا ہے تو یہ شخص پیروں کا دھونے والا باقی رہا۔ یہ کہ حدیث موزہ میں حلول کر گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو کچھ موزہ میں حلول کر گیا اس کو مسح دور کر دیتا ہے اس لئے موزہ والے کی صہارت دھونے کے محل باقی ہے۔

اس کے برخلاف مستحاضہ عورت ہے یعنی جس کے پیچھے معذور ہونے کی وجہ سے اقتداء جائز نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ معذور کا حدیث درحقیقت قائم ہے پس حدیث موجود ہونے کے باوجود شریعت نے اس کو معذور رکھا ہے ایسا نہیں کہ حدیث کو ازل قرار دیا ہو پس چونکہ معذور کے ساتھ حدیث قائم ہے اس لئے فیہ معذور کے واسطے معذوری اقتداء میں جائز نہیں ہے۔

قائم کے لئے قاعدہ کا حکم

وَيُضِلِّي الْقَائِمُ خَلْفَ الْقَاعِدِ وَ قَالَ مُحَمَّدٌ لَا يُحْزَرُ وَهُوَ الْقَبَاسُ لِقُوَّةِ خَالَ الْقَائِمِ وَ لَحْنٌ تَوَكَّنَهُ بِالْقَبَاسِ وَ هُوَ مَا رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّى أَحْزَرَ صَلَاتِهِ فَسَاعِدَا الْقَوْمِ حَلَقَهُ فِيمَا

ترجمہ اور حذر ایوں والے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے اور امام محمد نے کہا کہ چار نہیں ہے اور میں قیاس ہے کیونکہ قائم کا حال قوی ہے اور ہم نے قیاس نہیں کی وجہ سے پھوڑ دیا اور نہیں وہ حدیث ہے جو روایت کی گئی کہ حضور ﷺ نے اپنی آخری نماز پڑھ کر چمکی اور قوم آپ کے پیچھے کھڑی تھی۔

تشریح مسند قائم کا حدیث اقتداء کر سکتا ہے۔ امام محمد نے کہا کہ قاعدہ کے لئے قاعدہ کی اقتداء لازمہ چار نہیں ہے۔ یہی مختصا قیاس ہے کیونکہ قائم کا حال قاعدہ سے قوی ہے پس جس طرح مسند مست نے لئے اس مرض میں اقتداء چار نہیں ہوگا۔ اشارے سے نماز پڑھتا ہے کیونکہ مسند مست کا حال اس مرض سے قوی ہے اسی طرح قائم کے لئے قاعدہ کی اقتداء لازمہ چار نہیں ہوگا۔ لیکن ہم نے اس قیاس کو نہیں کی وجہ سے ترک کر دیا کیونکہ قیاس سے مراد یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر سے کہو کہ وہ دو گونہ نماز پڑھا میں یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اللہ کے رسول اللہ ﷺ سے عرض کرو کہ ابو بکر قیاسی غیب آدمی ہیں جب آپ ﷺ نے نبی صلی پر کھڑے ہوں گے تو اپنے اوپر قابض نہیں یا نہیں گئے اس لئے کسی اور کو نماز پڑھانے سے فرمادیں۔ عائشہ نے یہ بات دہرا دی کہ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اسن صوا حصات ہو ضعیف ابو بکر سے کہو کہ دو گونہ نماز پڑھا میں جب صدیق اکبر نے نماز شروع کی تو آپ ﷺ نے مرض میں فتق محسوس کیا پھر حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے ہاتھ سہارا لے کر مسجد کعبہ تک پہنچائے پس جونہی ابو بکر نے آپ ﷺ کی آمد کی آہٹ محسوس کی تو پیچھے ہٹ گئے اور حضور ﷺ آگے بڑھے اور بیٹھ کر نماز پڑھی اور ابو بکر آپ ﷺ کی نماز سے ہٹ کر نماز پڑھتے اور لوگ ابو بکر کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے۔ مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بیٹھ کر امامت فرمائی اور ابو بکر آپ ﷺ کی تکبیر کی اور اس نے تکبیر کہتے اور لوگ ابو بکر کی تکبیر سن کر تکبیر کہتے تھے یہ حضور ﷺ کی آخری نماز ہے جس میں آپ ﷺ نے امامت فرمائی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والوں کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی اقتداء کرنا جائز ہے۔

مومی کے لئے مومی کی اقتداء کا حکم

وَيُضِلِّي الْمُؤْمِنُ خَلْفَ مِنْبَلِهِ لِإِسْنَادِهِمَا فِي الْحَالِ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنَ الْمُؤْمِنُ قَاعِدًا أَوْ إِمَامًا مُضْطَحًّا لِأَنَّ الْقُعُودَ مُعْتَبَرٌ فَيُسْتَبَدُّ بِهِ الْقُوَّةُ

ترجمہ۔۔۔ اور نماز پڑھنے کا اشارہ کرنے والا اپنے محل اشارہ کرنے والے کے پیچھے کیونکہ حالت میں دونوں برابر ہیں مگر یہ کہ مقتدی بیٹھ کر اشارہ کرے اور امامت لیت کر کیونکہ قعود معتبر ہے پس اس کے ساتھ قوت ثابت ہوگی۔

تشریح مسئلہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا اپنے محل اشارہ سے نماز پڑھنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے اگرچہ امام بیٹھ کر اشارہ کرتا ہو اور مقتدی کھڑا ہو کر اشارہ کرے۔ کیونکہ کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھنے کی صورت میں قیام رکھنا نہیں رہت بلکہ اس کا ترک کرنا اولیٰ ہوتا ہے پس یہ قیام عدم قیام کے حکم میں ہے۔

حاصل دلیل یہ ہے کہ امام اور مقتدی حالت میں دونوں مساوی ہیں ہذا ایک کا دوسرے کی اقتداء کرنا جائز ہوگا۔

ہاں اگر مقتدی بیٹھ کر اشارہ کرتا ہو اور امام لیت کر تو اس صورت میں اقتداء جائز نہیں ہے کیونکہ یہ قعود معتبر رکھن ہے۔ اور معتبر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی کو بیٹھ کر اشارہ کرنے کی قدرت ہو تو لیت کر اشارہ کے ساتھ نفل نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قعود معتبر رکھن ہے اور جب قعود معتبر رکھن ہے تو اس کے ساتھ مقتدی کے حال سے قوت ثابت ہوگی جو امام کے لئے ثابت نہیں ہے۔ اور چونکہ اقدی کا حال والے کے لئے غیر اقویٰ حال والے کی اقتداء جائز نہیں ہے اس لئے بیٹھ کر اشارہ کرنے والے کے لئے لیت کر اشارہ کرنے والے کی اقتداء جائز نہیں ہے۔

راکع اور ساجد کے لئے مومنی کی اقتداء کا حکم

وَلَا يُصَلِّيَنَّ الَّذِي يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ خَلْفَ الْمُؤْمِنِي لِأَنَّ خَالَ الْمُتَقْبِدِي أَقْوَىٰ وَهُنَا حِلَافٌ رُفِعَ

ترجمہ۔ اور رکوع اور سجدہ کرنے والا اقتداء نہ کرے اشارہ کرنے والے کے پیچھے کیونکہ مقتدی کی حالت قوی ہے اور اس میں امام زفر کا اختلاف ہے۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ رکوع اور سجدہ کے ساتھ نماز پڑھنے والا اشارہ کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھے۔ امام زفر نے کہا کہ اشارہ کرنے والا رکوع سجدہ کر ہیوالے کی امامت کر سکتا ہے۔ امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ اشارہ سے نماز پڑھنے والے سے رکوع اور سجدہ پابندی ساتھ ہوئے جتنی رکوع اور سجدہ سرچہ ساتھ ہوئے لیکن ان کا جس معنی اشارہ موجود ہے اور بدل کے ساتھ ادا کرنا ایسا ہے جیسے اصل کے ساتھ ادا کرنا ایسا وجہ ہے کہ مکہ متوجعین کی امامت کر سکتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں مقتدی کا حال اقویٰ ہے اور امام کا ضعف اور سابق میں یہ اصول گذر چکا ہے کہ اضعف کی قوی کا واسطے کی امامت نہیں آسکتا۔ وہ یہ کہ اشارہ رکوع اور سجدہ کا بدل ہے سو ہمیں یہ بات تسلیم نہیں کیونکہ اشارہ رکوع اور سجدہ کا ضعف ہے اور پیش کی پیشی کا بدل نہیں ہوتا۔

مفترض کے لئے متقبل کی اقتداء کا حکم

وَلَا يُصَلِّيَنَّ الْمُتَقَبِّرُ خَلْفَ الْمُتَقَبِّلِ لِأَنَّ الْإِقْبِدَاءَ يَسَاءُ وَوَضَعُ الْقُرْصَةِ مَعْدُومٌ لِيُحَقِّقَ الْإِمَامُ فَلَا يَلْتَحِقُ بِالسَّاعِي عَلَى الْمَعْدُومِ

ترجمہ اور فرض ادا کرنے والا نکل ادا کرنے والے کے پیچھے نہ پڑے کیونکہ اقتدا کرنا بنا ہے حالانکہ امام کے حق میں فرضیت کا معدوم ہے جس بنا کر معدوم پر تحقیق نہ ہوگا۔

تشریح... مفترض کے لئے حصول کے اقتدا کرنا چاہنا نہیں ہے کیونکہ اقتدا عام ہے بنا کر کے کا اور بنا دہم وجودی ہے نہ کہ امر بعدی اور نہ دہم وجودی اس لئے ہے کہ بنا دہم ہے ایک شخص کا دوسرے شخص کی متابعت کرنا اس کے افعال میں منع ان کی صفات کے اور یہ بات ظاہر ہے کہ متابعت مفہوم وجودی ہے نہ کہ مفہوم سہی اور امر وجودی بنا دہم یعنی پر صحیح نہیں ہے پس چونکہ مسند مذکورہ میں وصف فرضیت امام کے حق میں معدوم ہے اس لئے بنا کرنا تحقیق نہیں ہوگا اور جب بنا کرنا تحقیق نہیں ہوا تو اقتدا کرنا بھی صحیح نہیں ہوگا۔

ایک فرض والے کے لئے دوسرے فرض والے کے پیچھے نماز کا حکم

قَالَ وَلَا مَنْ يُصَلِّي فَرَضًا خَلْفَ مَنْ يُصَلِّي فَرَضًا آخِرُ لِأَنَّ الْإِقْدَاءَ يَنْزُكُ وَمُؤَافَقَةُ فَلَانِدَّ مِنَ الْإِتِّحَادِ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يَصِحُّ لِيْ حَتَّىٰ دَلِيْلُكَ لِأَنَّ الْإِقْدَاءَ عِنْدَهُ أَذَاءٌ عَلَىٰ سَبِيلِ الْمُؤَافَقَةِ وَعِنْدَ نَا مَعْنَى النَّظْمَيْنِ مُرَاعَاةٌ

ترجمہ اور نہ اقتدا کرنے والے شخص جو فرض پڑھتا ہے پیچھے اس شخص کے جو دوسرا فرض پڑھتا ہے کیونکہ اقتدا اولیٰ شرکت اور موافقت کا نام ہے اس لئے اتحاد ضروری ہے اور امام شافعی کے نزدیک ان سب صورتوں میں اقتدا صحیح ہے کیونکہ امام شافعی کے نزدیک اقتدا علی سبیل الموافقت ادا کرنے کا نام ہے اور ہمارے نزدیک تضمین کے معنی حوالہ ہیں۔

تشریح صورت مسند یہ ہے کہ ایک فرض ادا کرنے والا دوسرا فرض ادا کرنے والے کی اقتدا کرے مثلاً گھبراہٹ میں نماز پڑھنے والے کی اقتدا دہم کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے چاہنا نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اقتدا عام ہے تحریر کے اندر شرکت اور افعال بدینہ کے اندر موافقت کا۔ اور شرکت میں موافقت اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ دونوں کے تحریر اور افعال میں اتنی ہمواری ہو کہ مذکورہ صورت میں اتحاد نہیں اس لئے اقتدا بھی درست نہیں ہوگی۔

امام شافعی کے نزدیک مذکور تمام صورتوں میں اقتدا درست نہیں ہے یعنی رکوع مجدد کرنے والے اشارہ کرنے والے کی اقتدا کر سکتا ہے ہی صحیح مفترض مطلق کی اور ایک فرض ادا کرنے والا دوسرا فرض ادا کرنے والے کی اقتدا کر سکتا ہے۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ (اِقْدَاءٌ عَلَىٰ سَبِيلِ الْمُؤَافَقَةِ) ارکان کے ادا کرنے کا نام ہے جن سے فاعل میں موافقت ہو پس گو یا ان کے نزدیک ہر شخص اپنی نماز میں منفرد ہے اور جو امت صرف اسی قدر ہے کہ افعال جو ایک اور کرتا ہے وہ ایک ساتھ ادا کرتے ہیں اس دلیل سے معلوم ہوا کہ شافعی نے نزدیک صرف افعال کے اندر موافقت ضروری ہے نہ شرکت فی تحریر ضروری نہیں ہے اور جب شرکت فی تحریر ضروری نہیں تو ایک فرض ادا کرنے والا دوسرا فرض ادا کرنے والے کی اقتدا کر سکتا ہے اور ہمارے نزدیک موافقت کے ساتھ تضمین کے معنی بھی ملتا ہیں یعنی عام کی نماز مقتدی کی نماز کو تضمین ہوتی ہے جن کی کہ امام کی نماز قاسد ہونے سے مقتدی کی نماز بھی قاسد ہو جائے گی اور امام کی نماز کے صحیح ہونے سے مقتدی کی نماز درست ہو جائے گی۔ ضمانت امام کی دلیل حدیث الہم یرثکم اللہ ما کان علیہم من الذلک ہے۔

اصل یہ کہ ہمارے نزدیک ہم امت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں جیسے کوئی شخص چاند کو ان کی دعوت کرے اور کھائے گا نظار بھی خود دیکھتا ہے اور حضرت نے اس کے خاص میں ہوئے۔ اور امام شافعی نے نزدیک یہ دعوت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں جیسے چاند کو

اپنے چنے گھر سے خدا کو کسی ایک آدمی کے دستِ خوان پر جمع ہو کر حق و دل کرئیں۔ تو گوین ان کے صرف کھانا کھائے میں موافقت پائی گئی
وہی کی کا: مدارِ ارض میں نہیں ہوا۔

ماہنامہ کا استدلال اس مسئلہ میں کہ مفترض کی نماز متقلل ہے پیچھے پڑتا ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ منہ حدیث ہے کہ اَنَّا
سَعَادًا كَانُوا يُصَلُّونَ الْعِشَاءَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُونَ فَيُصَلُّونَهَا بِقَوْمِهِمْ هِيَ سَلَمَةٌ فَلَمَّا كَانَ صَلَاةُ قَوْمِهِمْ
فَرَّضُوا صَلَاةً ثَلَاثًا بِعِشَاءٍ مَعَهُ رَضُوهُمُ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَوْهُمْ يَنْتَهِزُونَ بِالنَّبِيِّ يَنْتَهِزُونَ بِالنَّبِيِّ يَنْتَهِزُونَ بِالنَّبِيِّ يَنْتَهِزُونَ بِالنَّبِيِّ
پس معاذ کی قوم کی نماز فرض ہوتی اور معاذ کی نماز رکعت ہوتی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مفترض کی نماز متقلل ہے پیچھے پڑتا ہے۔

دوسری طرف سے جواب یہ ہوگا کہ ہو سکتا ہے کہ معاذ پانچ رکعت نفل حضور سے ساتھ نماز پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو فرض پڑھاتے
ہوں۔ پس ان ائمہ کے ساتھ امام شافعی کا استدلال درست نہیں ہوگا۔ ہماری طرف سے یہ بھی جواب ہے کہ اگر مفترض کا متقلل و
اقتدار نہ پڑتا تو مسلوۃ خوف میں یہ طریقہ مشروع نہ ہوتا کہ آدمی نماز ایک رکعت کو پڑھائے اور آدھی دوسری رکعت کو نفل پڑھ لے اور وہ
پوری پڑی نماز پڑھادی جاتی چنانچہ یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے ایک زمانہ تک بعد از نماز ہوں و ایک
نماز آدھی آدھی پڑھائی اور درمیان میں ہر دو نماز کے مابین افعال کرتے پڑے پس اگر مفترض کے لئے متقلل کی اقتدار نہ پڑتا ہوتا
تو آپ - ہر دو پوری نماز پڑھاتے آدھی آدھی نہ پڑھاتے۔

متقلل کے لئے مفترض کی اقتداء کا حکم

وَيُصَلِّي الْمُتَقَلِّلُ خَلْفَ الْمُفْتَرِضِ لِأَنَّ الْحَاجَةَ فِي حَقِّهِ إِلَى أَصْلِ الصَّلَاةِ وَهُوَ مَوْجُودٌ فِي حَقِّ الْإِمَامِ فَيَسْتَحَقُّ
الْبَيَّأَةَ

ترجمہ۔ در نماز پڑھنے متقلل مفترض کے پیچھے کیونکہ متقلل کو اصل نماز کی حاجت ہے اور وہ امام کے حق میں موجود ہے جس کا حق
متقلل ہو جائے گا۔

تشریح۔ نفل اور فرض اور ائمہ والے کی اقتدار نہ پڑتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ متقلل کے حق میں صرف اصل نماز کی حاجت
ہے اور اصل نماز امام کے حق میں بھی موجود ہے اس لئے متقلل کا مفترض کے پیچھے جانا جہتِ حق ہو جائے گا ہر کسی کی یہ ہے کہ نفل نماز
درست ہونے کے لئے مطلق نیت کافی ہے اور مطلق نیت پر فرض بھی مستثنیٰ ہے اس لئے اقتدار صحیح ہے۔

ایک شخص نے امام کی اقتداء کی پھر معلوم ہوا امام محدث ہے، اس کے لئے کیا حکم ہے

وَمَنْ اتَّخَذَ بِإِمَامِهِ ثُمَّ عَلِمَهُ أَنَّ إِمَامَهُ مُدْخِلٌ أَعَادَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ أَمَرَ قَوْمًا ثُمَّ ظَهَرَ أَنَّهُ كَانَ مُدْخِلًا أَوْ حَبًّا
أَعَادَ صَلَاتَهُ وَأَعَادَ وَأَوْفَرَ خِلَافَ الشَّافِعِيِّ بِأَنَّ عَلَى مَا نَفَعَهُ وَنَحْنُ نَعْبِرُ عَنْهُ النَّصْبُ كَمَا دَلَّ فِي الْحَوَازِ
وَالْفَسَادِ

ترجمہ۔ اور جس نے کسی امام کی اقتداء کی پھر ظہور ہوا کہ اس کا امام محدث ہے تو نماز کا اعادہ کرے یہ تک حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے

الْمَوْجُودُ فِي حَقِّ الْإِمَامَةِ لَا يَكُونُ مُوجُودًا فِي حَقِّ الْمُتَقَلِّدِ

ترجمہ اور اُمرائی کے قاریوں کی ایک قوم اور امیوں کی ایک قوم کو نماز پڑھائی تو ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان سب کی نماز فاسد ہے اور صاحبین نے کہا کہ امام کی نماز اور جو شخص قاری نہیں ہے ان کی نماز پوری ہے کیونکہ ایک معذور آدمی نے ایک معذور قوم کی امامت کی پس ایسا ہو گیا جیسے امامت کی ننگے نگوں اور ستر ڈھکے ہوؤں کی۔ اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ امام نے قدرت سے حق امتیاز سے باوجود فرض قرائت ترک کر دی (بجدا) امام کی نماز فاسد ہو جائے گی اور یہ بات اس لئے ہے کہ اُمرائی نہ کو کسی قاری مقتدی کی اقتدا کر لیں تو قاری کی قرائت اس کی قرائت ہو جاتی۔ بخلاف اس مسئلے کے اور اس کے مثل مسائل کے کیونکہ جو بات امام کے حق میں موجود ہے وہ مقتدی کے حق میں موجود نہ ہوگی۔

تشریح امی ان پانچ منسوب ان ائمہ یعنی جیسا اس کو اس کی ہاں نے بنا تھا ویسا ہی ہے اور کتاب اللہ حدیث اور زبان عرب میں جہاں بھی یہ فقہ آیا ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو سمجھتا اور پڑھتا ہے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ جو شخص قرآن کی ایک آیت پڑھ سکتا ہو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ امی ہونے سے خارج ہوگا اور صاحبین کے نزدیک جو تین آیات یا ایک بڑی آیت پڑھنے پر قادر ہو وہ امی ہونے سے خارج ہوگا۔ (عنایہ)

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اُمرائی نے امیوں اور قاریوں کو نماز پڑھائی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان سب کو نماز فاسد ہوگی۔

صاحبین کا قول یہ ہے کہ امام اور غیر قاریوں کی نماز پوری ہو جائے گی اور جو مقتدی قرائت پر قادر ہیں ان کی نماز نہیں ہوگی۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ ایک معذور امی نے ایک معذور قوم کی امامت کی ہے اور یہ بالاطلاق صحیح ہے پس یہ ایسا ہو گیا جیسے ایک ننگے آدمی نے نگوں اور ستر ڈھکے ہوؤں کی امامت کی ہوا اس صورت میں بالاطلاق ننگے امام اور ننگے مقتدیوں کی نماز چھڑ جائے اور ستر ڈھکے ہوؤں کی فاسد ہے اسی طرح یہاں بھی امی امام و امی مقتدیوں کی نماز چھڑ جائے اور قاریوں کی فاسد نہ ہوگی۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قدرت علی القرائۃ کے باوجود فرض قرائت ترک کر دے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور پھر اس مسئلہ میں بھی امام یعنی امی نے قرائت پر قدرت ہونے کے باوجود فرض قرائت ترک کر دی ہے۔ اس لئے امام کی نماز فاسد ہو گئی اور جب امام کی نماز فاسد ہوئی تو سب کی نماز فاسد ہو گئی کیونکہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو صحت و فساد کے اعتبار سے مضمّن ہوتی ہے رہی یہ بات کہ امامی نے قدرت سے حق امتیاز سے باوجود فرض قرائت ترک کر دی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اُمرائی امام کسی قاری مقتدی کی اقتدا کر لیں تو قاری کی قرائت اس کی قرائت ہو جاتی۔ کیونکہ حضورؐ کا ارشاد ہے عَسَىٰ تَحْتَابَ لَكُمْ اَمَانَةٌ فَيَقْرَءُوا فِي الْاِمَامَةِ قِرَاءَةً لَّكُمْ لَا تَرَدُّوا عَنْهَا حَتَّىٰ تَسْمَعُوا قِرَاءَتَهُ فَاِنْ كُنْتُمْ لَا تَسْمَعُوْنَ فَاِنْ كُنْتُمْ لَا تَسْمَعُوْنَ فَاِنْ كُنْتُمْ لَا تَسْمَعُوْنَ فَاِنْ كُنْتُمْ لَا تَسْمَعُوْنَ۔

اس کے برعکس ننگے اور ستر ڈھکے ہوؤں کا مسئلہ ہے اور اس کے مثل مسائل میں مثلاً گوتے آدمی نے گوتوں اور قریوں کی امامت کی یا اشارہ کرنے والے نے چند اشارہ کرنے والوں اور کچھ قدرت علی القرائۃ والہجہ دینی امامت کی۔ جیسا کہ یہ ہے کہ ان مسائل میں جو بات امام نے صحت حاصل ہے وہ مقتدی کے لئے موجود نہ ہو سکے گی یعنی اور ستر ڈھکے ہوئے شخص نے امامت کی تو مقتدی کے حق میں شریعت نے یہ اختیار نہیں دیا کہ مقتدی کا ستر ڈھکے یا امام کے رواج اور عہدہ اور سترنے سے مقتدی کا رواج اور عہدہ دیا ہو گیا پس اس فرق کے ساتھ

ایک کا دوسرے پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

قاری اور امی کے لئے الگ الگ نماز پڑھنے کا حکم

وَلَوْ كَانَ يُصَلِّي الْأُمِّيُّ وَحْدَهُ وَالْقَارِئُ وَحْدَهُ جَازَ هُوَ الصَّحِيحُ، لِأَنَّهُ لَمْ يَظْهَرْ فِيهِمَا رَجْعَةٌ فِي الْحَمَاءِ

ترجمہ۔ اور امی تنہا نماز پڑھتا ہے اور قاری تنہا پڑھتا ہے تو جائز ہے کہ صحیح ہے کیونکہ ان دونوں سے جماعت کرنے کی رغبت ظاہر نہیں ہوتی۔

تشریح۔ مسئلہ امی اور قاری علیحدہ علیحدہ نماز پڑھیں تو یہ جائز ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ اس صورت میں امی کی نماز جائز نہ ہوگی امام مالک نے دلیل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بھی امی قرأت پر قادر ہے اس طور پر کہ امی قاری کے پیچھے اقتداء کرتا تو امی کے لئے بھی قرأت حاصل ہو جاتی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ امی اور قاری دونوں کی طرف سے جماعت کرنے کی رغبت ظاہر نہیں ہوئی جب جماعت کی رغبت نہیں پائی تو ہر امی کا قدرتی فقرات ہوتے بھی ظاہر نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کو ما جزئی خیال کیا جائے گا۔

امام نے دو رکعتیں پڑھائیں پھر آخری دو میں امی کو مقدم کر دیا تو کیا حکم ہے

فَإِنْ قَرَأَ الْإِمَامُ فِي الْأَوَّلَيْنِ ثُمَّ قَدَّمَ فِي الْأُخْرَيَيْنِ أَمَّا قَسَدَتْ صَلَاتُهُمْ وَكَانَ كَقَوْلِهِ لَا تَقْسُدُ لِنَاؤِي قَوْلُ صِ الْفَرَاءِ فِي
وَلَسْنَا أَنْ نَكُلَّ وَشَعْبُهُ صَلَوَةً فَلَا تَحُلِّيَ عَنِ الْفَرَاءِ فِي أَمَّا تَحْقِيقًا أَوْ تَقْدِيرًا وَلَا تَقْدِيرًا بِزُرْهِ حَقِّ الْأَمِّيِّ لِإِعْدَادِهِ
الْأَهْلِيَّةِ وَكَذَا عَلَي هَذَا لَوْ قَدَّمَ فِي التَّحْقِيقِ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

ترجمہ۔ پس اگر امام نے اول کی دونوں رکعتوں میں قرأت کردی پھر آخری میں یہ اسے ایک امی کو آتے پڑھا دیا (غیظ کر دیا) تو مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام زفر نے کہا کہ فاسد نہیں ہوگی کیونکہ فرض قرأت ادا ہو گیا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ہر رکعت حقیقہ نماز ہے پس قرأت سے ٹھٹھی نہ ہوگی۔ (خواہ قرأت) تحقیق ہو یا تقدیر ابو اور امی کے حق میں قرأت کا مقدم کرنا بھی نہیں ہے کیونکہ اس میں اہلیت ہی نہیں ہے اور یوں ہی امی پر ہے اگر امام نے امی کو تشہید میں غیظ کر دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تشریح۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ امام نے اس کی دونوں رکعتوں میں قرأت کردی پھر امام نوٹھٹ ہو گیا اور اس نے بعد و دو رکعتوں میں مغرب میں ایک رکعت کے واسطے کسی امی کو غیظ کر دیا تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ امام زفر کا مذہب یہ ہے کہ فاسد نہیں ہوگی۔ یہی ایک روایت امام ابو یوسف سے ہے۔ امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ فرض قرأت تو ادا ہو گیا اور خیرین میں قرأت فرض نہیں ہے بلکہ مسنون ہے اس وجہ سے اخیرین کے واسطے غیظ بنانے میں قاری اور امی دونوں برابر ہیں ہذا آخری دو رکعتوں میں امی کو غیظ کرنے میں کسی کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ہر رکعت حقیقہ نماز ہے اس لئے کوئی رکعت قرأت سے خالی نہ ہوگی خواہ قرأت تحقیق ہو یا تقدیر ہو چنانچہ قرأت اولین میں تحقیق ہے اور اخیرین میں تقدیر کیونکہ حدیث رسول سے معلوم ہوتا ہے۔ اولین کی قرأت ہی اخیرین کی قرأت ہے اور

میں نے اس میں سے کوئی چیز نہیں لی۔ حق میں تہتہ قرأت کا نہ سوا تو ظاہر ہے اور تقدیر اس سے مبرا نہیں۔
 اس میں اہلیت ہی نہیں ہے اور مقدمہ کرنا اور اسی جگہ مقبرہ بنانا یہ جہاں سے تحقیق ممکن ہو پس چونکہ اسی حق میں تہتہ قرأت مبرا
 نہیں ہے اس لئے اس کے حق میں مقدمہ کرنا بھی ممکن نہیں ہوگا۔

ن سرن ار تشید میں مقدر ار تشید جینے سے پہلے اسی ونیویں ۔ اے قوام ہونے نزا کیے نماز قاسم دیکھیں ہو کی اور ہمارے نزا کیے نہ ہو پائے کی ۔ اور ار مقدر ار تشید جینے کے بعد نیویں اے قوام صاحب نے نزا یہ نماز کی ۔ ہر بوجہ کی اور صاحبین کے نزا کیے نہ ہو شخص ہو کی اور بعض ختمی نے کیا کی تینوں نمازات کے نزا یہ نماز دیکھیں ہوں ۔ اے اعدا توئی صحراب صاحب ۔

بَابُ الْحَدِيثِ فِي الصَّلَاةِ

ترجمہ (۱) آپ نماز کے اندر نہ بیٹھیں گے۔ (۲) اے ایمان! میں ہے۔

تشریح: مسئلہ نے سابق میں مسئلہ اصولہ پر عوارض سے ماضی کے ادج حکم کا ذکر کیا ہے اب اس باب میں ان عوارض کا ذکر کریں گے۔ جو نہ تو اصل میں ہو سکتے ہیں نہ کچھ ادج مسابقت اصل میں ہو، اصل کو ہی بالکل نیکہ ہوتا ہے اس کے ادج مسابقت و مسئلہ

امام کو نماز میں حدیثِ اہل حق ہو جائے تو کیا کرے، بناء کا علم

وَمَنْ سَفِهَ الْحَدِيثَ فِي الصَّلَاةِ بَصُرَ فَإِنْ كَانَ إِمَامًا اسْتَخْلَفَ وَنَحَصًا وَبَنَى وَالْقِيَامُ أَنْ تَسْقُبَ وَهُوَ قَوْلُ
الشَّافِعِيِّ لِأَنَّ الْحَدِيثَ بِنَافِعِهَا وَالْمَنْعَى وَالْإِجْرَافُ بِقَيْدِهَا فَانْتَبِهَ الْحَدِيثُ الْعَمْدَ وَلَمَّا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ
قَامَ أَوْ رَكَعَ أَوْ أَمَدَى فِي صَلَاتِهِمْ قَبِضَ بَصُرَ وَنَحَصًا وَلَيْسَ عَلَى صَلَاتِهِمْ مَا لَهُ يَكْفِيهِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا
صَلَّى أَحَدُكُمْ قِيَامًا أَوْ رَكَعًا فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى فِئِهِ وَلْيَقْدِمْ مَنْ لَمْ يُسْقِ يَسِيءَ وَالْبُلَايُ فِيمَا تُسْقِ دُونَ مَا
يَعْمَدُهُ فَلَا يَلْحَقُ بِهِ

ترجمہ: اس شخص کو نماز میں حدیث پیش آگیا۔ وہ چاہا کہ اس کی تعظیم اور توقیر کے لئے اور نماز وضو کے اور بارگاہ اور قیام میں یہ کتاب کو اور نماز پڑھنے اور کسی خاص نامی قوس ہے۔ لیکن حدیث کو نماز کے منافی ہے اور چنانچہ اس وقت کے خوف نماز کو نماز و فرائض میں یہ حدیث و مشابہ ہو کر حدیث مہملہ اور تاریخی و اہل انشاء سے یہ قوس ہے کہ جس کو کہتے ہیں یہ حدیث چوٹی یا بڑی کھلی یا جانی نماز میں تو وہ چہرہ ہے اور وضو کے جانی نماز پڑھنے اور یہ حدیث کا مکمل یا ہوا اور وضو کے لئے آیا۔ یہ حدیث قرص سے منی نماز پڑھنے چہرہ ہے یا نہ یہ حدیث ہے تو چاہا کہ اپنے منہ پر نہ لے اور خود مسجود و غلیظ نہ رہے۔ اور یہ حدیث میں ہے کہ جب حدیث پیش آگئے تو اس میں جس کو کہہ کر کہ جس حدیث میں ہے کہ حدیث جانی سے ہو گا۔

نکسرت صورت مسند یہ ہے اور فی نفس کوئی اور اندر نہ دشت کشا آئی یعنی فیہ اختیار فی دشت چیش آید جسو دشت مصلحتی کہہ چہ سہتا بہتو
نکسرت صورت میں فی الغرہ با کی تو کثرت ہے چہ کہ فی الغرہ نہایت چہ ہے کا ضمیر اس نے یہ ہے کہ نہ دشت۔ بعد از ارایک ہمت

ترجمہ اور مفرد سرچ ہے تو اسی جگہ نماز پوری کر دے اور سرچ ہے تو اپنی جگہ ٹوٹ آئے اور اگر مقتدی اپنی جگہ ٹوٹ آئے مگر یہ کہ اس کا امام فارغ ہو چکا ہو یا ان دونوں کے درمیان کوئی حائل نہ ہو۔

تشریح فرمایا کہ منفر کو اختیار ہے کہ اگرچہ ہے تو بنا کر کے وہیں نماز پوری کرے جہاں وضو کیا ہے کیونکہ اس میں تکمیل مضمی ہے اور سرچ ہے اپنی جگہ ٹوٹ آئے پوری نماز یا یک جگہ اور کرنے والا ہو جائے قول اول ہمارے لاش مشن کا ہے و قول ثانی جس الزمہ اسرفی و شرح الاسلام خواہر زادہ کا ہے۔

اور مقتدی اپنی جگہ لوٹ کر نماز پوری کرے گا اگرچہ یہ مقتدی امام محدث ہو جس نے نفی دیا یہ مقتدی کے لئے یہ حکم واجب اور الزم ہے لیکن و صورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ (۱) یہ کہ اس کا امام فارغ ہو چکا ہو۔ (۲) یہ کہ اس کے اور امام کے درمیان کوئی مانع اقتداء چیز حائل نہ ہو یعنی مقتدی نے جہاں وضو کیا وہاں سے امام سے ساتھ تھا کرتے میں کوئی چیز درمیان میں حائل نہ ہو جو مانع اقتداء ہے جیسے چوڑا راستہ بڑا دریا بغیر حکریوں کی بند، یا ارمان دونوں صورتوں میں مقتدی اگر مقام وضو میں نماز پوری کرے چاہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

وہ شخص جس نے بحالت نماز گمان کیا کہ وہ محدث ہو گیا ہے وہ اپنی جگہ سے پھر گیا

پھر اسے معلوم ہوا کہ وہ محدث نہیں تو اس کے لئے کیا حکم ہے

وَمَنْ طَلَّ أَنَّهُ أَحَدُتْ فَخَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ لَمْ يُعِدِّثْ الصَّلَاةَ وَالْأَمْرُ لَمْ يَكُنْ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ يُصَلِّي مَا بَقِيَ وَالْقِيَّاسُ فِيهِمَا الْأَسْفَلُ وَهُوَ رَوَاهُ عَنْ مُحَمَّدٍ لَوْ جُودَ الْإِنْصِرَافُ مِنْ عِنْدِ عِلْمِهِ وَجُودَ الْإِنْصِرَافُ أَمَّا الْمَصْرُفُ عَلَيْهِ فَصُدَّ الْأَصْلَاحُ الْأَنْزَالِي أَمَّا لَوْ تَحَقَّقَ مَا كَوْنَهُمْ نَسَى عَلَى صَلَاتِهِ فَالْحَقُّ قَصْدُ الْإِنْصِرَافِ بِحَقِّقَتِهِ مَا كُنْ بِمُخْتَلِفِ الْمَكَانِ بِالْخُرُوجِ

ترجمہ اور جس نے گمان کیا کہ اس وقت محدث ہو گیا جس وہ مسجد سے خارج نہ ہو یا جو یہ مسجد ہو کہ محدث نہیں ہو تھا تو وہ از سر نو نماز پڑھے و اگر وہ مسجد سے باہر نہ ہوا تو وہ اپنی نماز پڑھ لے اور قیاس دونوں صورتوں میں یہی ہے کہ اگر وہ پڑھ لے اور یہی وہ مسجد سے مروی ہے کیونکہ قید سے منہ پھیرنا بغیر ہڈر کے پایا گیا۔ اور وہ احتسان یہ ہے کہ یہ شخص اصدا کے لئے اسے سے پھر اقتداء کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر وہ تحقیق ہوتا جو اس نے وہم کیا تھا تو وہ اپنی نماز پڑھنا کرتا جس اصدا کے قصد و تحقیق اصدا کے ساتھ افاق کیا گیا جب تک کہ مسجد سے نکل جائے کی وجہ سے جگہ نہ بدلے۔

تشریح مسجد ایک شخص کو ہی امت نماز یہ گمان ہوا کہ اس وقت محدث نہ ہوا جس ۱۰ اپنی نماز کی جگہ سے پھر گیا پھر اس کو معلوم ہوا کہ محدث نہیں ہوا تو قیاب دیکھا جائے کہ اس کا قبضہ کی طرف سے پھر نہ نماز کی اصدا کے ارادے سے تھا یہ نماز وہ پھوڑنے کے لئے ہے۔ اگر وہ اپنی نماز پڑھ لے کر پڑھنا ہوگا اور اگر اس سے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں کیونکہ مسجد سے خروج پایا گیا ہوگا یا نہیں۔ اگر مسجد سے نکلنا پایا گیا تو اس وقت میں از سر نو نماز پڑھ جائے یا نہ کرنا چاہئے نہیں ہوگا اگر مسجد سے نہیں نکلا تو وہ اپنی ہوائی نماز پوری کرے از سر نو پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

صاحب دارالہدیہ یہ کہتے ہیں کہ صلوات نماز کے ارادے سے پھر ان کے برخلاف ہے کہ اس نے گمان کیا کہ اس نے بغیر وضو نماز شروع کر لی ہے پھر وضو کے ارادے سے اس نے رخ پچھیرا پھر معلوم ہوا کہ وہ وضو ہے اور گمان غلط تھا تو اس صورت میں اس کی نماز فاسد ہوئی۔ اگرچہ وہ مسجد سے دم نہکا ہو کیونکہ یہ پھر نماز شروع کر لیا یعنی نماز کو پورا کرنے کے طور پر پھر اس کے صلوات نماز کے طور پر پھر اس کے وضو ہو کر تحقیق ہو جائے تو یہ از سر نو نماز پڑھتا ہے۔ پس نہ اس اور اصل یہی ہے کہ اگر انصراف بقصد اصلاح ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی بشرطیکہ بروح من المسجد اور اختلاف نہ ہو یہ ہو اور اگر انصراف عارض اور نفس کے ارادے سے ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

ومکان الصلوف ان سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر یہ بات مسجد میں پیش نہ آئی ہو بلکہ نماز صحرا اور میدان میں پڑھی اور پھر نماز میں جھٹک آئی تو صلوات کی جگہ کے واسطے مسجد کا حکم ہے یعنی حدیث کا ثبوت کرنے والا اگر چھپنے کی جانب نہیں ہو وضو سے تہجد نماز کیا پھر معلوم ہوا کہ حدیث نہیں ہوا تھا تو اس کو نہ مکرنا چاہئے نہ نہیں ہوگا اور اسی طرح اگر وہ اس جانب نہیں ہوگا اور اس جانب صلوات سے تہجد نماز کیا تو بناء برآجہ نہیں ہوگا اور اگر صلوات سے تہجد نماز نہیں کیا تو بناء برآجہ نہیں ہے۔

اور اگر وہ آئے کی طرف بڑھ ہو اور آگے سے بھی ہو تو حدیث ہے حتیٰ کہ اگر تہجد سے تہجد نماز کیا ہو تو نماز فاسد ہوئی اور آگے سے ہو تو چھپنے کی صلوات کی مقدمہ ہوئی مثلاً اگر چھپنے میں گئے تو تکبیر ہوں تو آگے کی حدیث پائی تو بے کس سے تہجد نماز میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

اور اگر نماز میں حدیث کرنے والا سفر ہو تو اس کی حدیث صحیحہ نہ ہوگی اور یہ حدیث برطرف سے شرع ہوئی حتیٰ کہ اگر اس میں چھپنے منظر سے نہ ہو تو حدیث ہے۔

مصلیٰ دوران نماز مجنون یا قتلیم یا مدہوش ہو گیا نماز کا حکم

إِنْ حَسُنَ أَوْ سَاءَ فَاحْتَكَمَ أَوْ اُتِمَّتْ عَلَيْهِ اِمْتِنَانًا لَّأَنَّهُ يَنْدَرُ مُؤَخَّرًا هَدِي الْعَوَارِضَ فَلَهُ يَكُونُ فِي مَعْنَى مَا وَرَدَ فِي
شَيْءٍ وَكَذَلِكَ إِذَا فَهَّقَهُ لَأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ الْكَلَامُ وَهُوَ قَاطِعٌ

ترجمہ۔ اور اگر مصلیٰ مجنون ہو گیا یا سوکر نہ آواقت ہو گیا۔ یا بے ہوش ہو گیا یا عارض کا قتلیم یا مدہوش ہو گیا تو نماز کو سننے سے پہلے کیونکہ اپنے عارض کا وجود ناظر ہوتا ہے تو یہ عوارض ماورپا اخص۔ معنی میں نہیں ہوتے۔ میں ہی اگر اس نے قہقہہ مار دیا کیونکہ قہقہہ بھلا کیونکہ سننے کے لئے اور کلام نماز کا قاطع ہے۔

شریح۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر مصلیٰ مجنون ہو گیا خواہ مدہوش ہو گیا یا مقتدی یا مفقود ہو۔ یا عیال نماز سو گیا یا احتلام ہو گیا یا اس پر سپہوشی ہوئی یا بوی تو از سر نو نماز پڑھتا ہے۔

دلیل یہ ہے کہ نماز میں ان عوارض کا پورا پورا نہ ہونا ہے پھر یہ عوارض ان عارض کے معنی میں نہیں ہوتے جن کے ساتھ نفس وارد ہوئی یعنی عوارض کا قول سن فاء کو زعفرانی صلاۃ۔ الحاصل یہ کہ حدیث غیر مذکورہ (میں، تے، تمہیں) میں بناء چاہئے اور حدیث مذکورہ میں بناء چاہئے نہیں ہے۔ اور اسی طرح اگر اس نے قہقہہ مار دیا تو بھی بناء چاہئے نہیں بلکہ نماز از سر نو پڑھے کیونکہ فعل قہقہہ بمنزل کلام ہے اور کلام قاطع نماز ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا لَمْ يَكُنْ لِي جِبْتٌ كَمَا تَفْعَلُونَ یا تو بناء کر سکتا ہے اور اگر کسی نے کراہی تو نہ۔

امام قرأت سے عاجز ہو گیا اس حالت میں دوسرے کو اس نے آگے بڑھا دیا

خلیفہ بنانے کا حکم، اقوال فقہاء

وَأَنَّ خَيْصَرُ الْإِمَامِ عَنِ الْفِتْرَةِ، فَقَدْ غَبَرَهُ أَخْرَافُهُ عِنْدَ أَبِي حَبِيبَةَ، وَقَالَ لَا يُخْرِجُهُمْ لِأَنَّهُ يَسُدُّ وَجُوهَهُ فَانْتِ
الْحَسَابَةُ وَلَكِنَّ الْإِنْسَانَ خَلِيفَةُ الْعَجَبِ، وَهُوَ هَذَا الزَّمَنُ وَالْعَجَزُ عَنِ الْفِتْرَةِ عَيْرُ نَادِرٍ فَلَا يُلْحَقُ بِالْحَمَاءِ

ترجمہ اور قرأت سے بندھ گیا ہے اس نے دوسرے کو اپنے تمام ابو حنیفہ کے نزدیک لوگوں کو کافی ہے اور صاحبین۔
 کہ ان کا یہ کہیں ہے کیونکہ ایسا وقت نہ درالوجود ہے پس جنابت کے ساتھ مشابہ ہو گیا۔ اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ غلیظہ نہ
 شرعی ہے نہ سے ہوتی ہے اور وہ یہاں خوب اذہمت اور محنت اور قرائت تہمہ دار الوجود سے تہذیب جنابت کے ساتھ اس کو حل نہیں کیا ہے۔

تشریح: حصہ (۷) اور صاعد کے ساتھ) سینکڑاں تک پہنچا ہوا، مگر اس کا ہر حصہ ہوتا، صاحب مانیہ نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی چیز سے اس طور پر منع ہو گیا کہ اب اس پر تو وہ نہیں رہا تو اس سے ہارے میں کہا جائے گا کہ قدح حصر عندہ، چنانچہ انہوں نے جو شخص قدر آقاؐ کو دیا تھا اُمرائے بارہ و فاضل تہذیب نے اس سے منع کیا کہ اس سے عاجز ہو گیا تو کہا جائے گا کہ وہ قرأت سے رک گیا پس اُمرائے بارہ و فاضل تہذیب نے یہ قول اور حدیث لے کر ایک نیا مزمع ہوگا۔ اور یہی اہل علم کا قول ہے اور صاحب مانیہ نے کہا کہ یہ چار نہیں ہے۔ صاحب مانیہ نے یہ کہہ کر صحنہ آخر سے نامہ اور وجود نہیں لے کر نامہ اندر لے گئے ہوں اور انہوں نے جس جہت کی حرج یہ بھی ماوردیہ النص (مسند اور عرف) نے معنی میں نہیں ہوگا اور جب ماوردیہ النص نے معنی میں نہیں ہے تو جس طرح جہت کی صورت میں انہوں نے صحنہ ضروری سے اس طرح صحنہ آخر آقاؐ کی صورت میں بھی انہوں نے صحنہ ضروری ہوگا اور طیفہ بنانا درست نہیں ہوگا۔

ماہنامہ فیفہ کی ویب سائٹ پر یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ حادثہ پیش آنے کی صورت میں فیفہ نہ صرف چائے کی بوتلیں اور کھانا بھی تقسیم کرے گا بلکہ اس وقت تک کھانا بھی تقسیم کرے گا جب تک کہ اس وقت تک کھانا تقسیم نہ ہو سکے۔

والمحصر عن الفوات سے سائنسین نے قول کا جواب ہے۔ جواب کا صلہ یہ ہے کہ بخرو عن القرأت تادیر الوجود نہیں جسے فیروز
 ۱۰۰ جو ۱۰۰ مرہ نہ تادیر ۱۰۰ جو ۱۰۰ ہے اس ایک غیر تادیر الوجود چینی و تادیر الوجود چیز کے ساتھ الحق کرنا کیسے درست ہوگا۔

امام فرض قرأت کرنے کے بعد عاجز آجائے تو خلیفہ بنانے کا حکم

وَلَوْ قَرَأَ مِقْدَارَ مَا تَجَوَّرُ بِهِ الصَّلَاةُ لَا يَحُورُ بِالْإِخْمَاعِ لِعَدَمِ الْحَاجَةِ إِلَى الْإِسْتِحْلَافِ

ترجمہ : اور اس نے اس قدر قرأت کر لی جس سے نماز جا رہا ہو جاتی ہے تو غیظ نہ رہا، اجڑا چاڑھ نہیں ہے یہ کدہ خلیفہ کرتے ہیں

ہا جت نہیں ہے۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام مایحوز بہ الصلوٰۃ قرأت کر چکا، مگر ایک ایسا وقت آئے اور وہ آئین کے نزدیک
میں آیتیں قرأت کر چکا پھر قرأت کرنے سے باز ہو گیا تو اس وظیفہ نماز پر نہیں ہے اور اگر اس نے کسی وظیفہ نماز کو نماز ہی نہ سمجھا
چاہے گی۔ یہ قسم و اجماع ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب مایحوز بہ ال صلوٰۃ قرآن کی قرأت برحق وظیفہ نماز کی کوئی ضرورت باقی
نہیں رہی اور یہ بات ظاہر ہے کہ باا ضرورت شرعی وظیفہ نماز درست نہیں ہے۔

تشہد کے بعد حدث لاحق ہو تو نماز مکمل کیسے کرے

اِنْ تَسْقَہُ الْحَدَثَ بَعْدَ التَّشْهِدِ تَوَضَّأَ وَسَلَّمَ لِأَنَّ التَّسْلِيْمَ وَاحِدٌ فَلَا تُدْعَى مِنَ التَّوَضُّعِ لِتَسْلِيْمٍ بِهِ
جمہ اور مصلی کو تشہد کے بعد حدث ہو گیا تو وضو کرے۔ مایحییہ۔ یعنی وہ امام یحییہ نے واجب ہے جس وضو نماز نہ دینی ہوتا ہے۔
کلام پھر ہے۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ کسی نماز میں کو تشہد کے بعد حدث ہوا تو قسم یہ ہے کہ وہ وضو کرے۔ اور پھر مایحییہ۔ کیونکہ تمیم واجب نہیں
ہو جب سے وضو کرنا ضروری ہوا تا کہ وجوب سلام ادا کرے۔

تشہد کے بعد نماز حدث لاحق کیا یا کلام کی یا منافی صلوٰۃ عمل کر لیا، کیا نماز مکمل ہو جائے گی؟

اِنْ تَعَمَّدَ الْحَدَثُ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ اَوْ تَكَلَّمَ اَوْ عَمِلَ عَمَلًا يَنْفِي الصَّلَاةَ تَمَّتْ صَلَاتُهُ لِأَنَّهُ تَعَلَّوْا السَّاءَ لَوْ جُوزَ
قَطَاعُ لَكِنْ لَا رَاعَاةَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ لَمْ يَتَّقِ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنَ الْأَرْكَانِ

جمہ اور اگر اس نے اس حالت میں عمدہ حدث کر دیا یا کلام کیا یا منافی صلوٰۃ عمل کر لیا تو اس کی نماز پوری ہوئی یہ عمدہ
قطع پانے جانے کی وجہ سے بنا، مگر تا حدیث رہیں اس پر نماز کا کلام نہیں ہے کیونکہ اس پر ارکان میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ اگر تشہد کے بعد مصلی نے عمدہ حدث کر دیا یا کلام کیا یا منافی صلوٰۃ عمل کر لیا تو اس کی نماز
پوری ہوئی۔ دلیل یہ ہے کہ قطع نماز کے پانے کی وجہ سے یہ عمدہ حدث ہو گیا لیکن اس پر نماز کا کلام بھی نہیں ہے کیونکہ ارکان
میں سے اس پر کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ اور دوسری تحلیل یعنی غروہ صمد و عمدہ فعل سے وہ بھی چکی تھی اگرچہ لفظ سلام سے اسے تحلیل واجب
کی لیکن اس سے اس پر کلمہ ارکان میں آچوٹ نہیں ہوتا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جامع حدیث (جس میں تشہد تمام کر کے دیا۔
اگر کھڑا ہونے کوئی چاہے تو کھڑا ہو جائے) بھی اسی کی مقتضی ہے۔

مقیم نماز میں پانی دیکھ لے تو نماز باطل ہے

فَاِنْ رَأَى الْمُقِيمُ الْمَاءَ فِي صَلَاتِهِ بَطُلَتْ وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ

جمہ اس پر مقیم نماز میں پانی دیکھ تو اس کی نماز باطل ہوئی۔ اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہے۔

اس طرح ڈھیلے تھے کہ باتوں کی ضرورت نہ پڑی صرف پاؤں کے اشارے سے کوئی موزہ نکل گیا۔

(۴) یا مصلیٰ انہی تھا پھر تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد اس نے کوئی قرآن کی سورت سیکھ لی۔ صاحب عنایت نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ قرآن بھول گیا تھا لیکن مقدار تشہد کے بعد یاد آ گیا یہ مطلب نہیں کہ اس نے سیکھا کیونکہ تقام کے لئے قیام ضروری ہے اور قیام منافی صلاۃ فعل ہے اور عمل کثیر ہے۔ اس لئے بالاتفاق نماز پوری ہو جاتی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ قیام سورت کا مطلب یہ ہے کہ اس نے بغیر اختیار کے سنا اور بغیر کوشش کے اس کو یاد ہو گیا۔

(۵) یا مصلیٰ ۱۵ نماز پڑھتا تھا پس اس نے مقدار تشہد کے بعد کھڑا پایا۔

(۶) یا مصلیٰ اشارے سے رکوع اور رکعت کرنے والا تھا پھر وہ مقدار تشہد کے بعد رکوع اور رکعت پڑھ گیا۔

(۷) یا مصلیٰ کو مقدار تشہد کے بعد قضا نماز یاد آ گئی جو اس پر اس نماز سے پہلے واجب اعتناء ہے مثلاً نماز ظہر میں قعدۃ اخیرہ نے بعد یہ آیا کہ فجر کی نماز قضا ہو گئی تھی حالانکہ ترتیب کی فرضیت سے وہ اوّل پڑھنی چاہتے تھے۔

(۸) یا مقدار تشہد کے بعد امام قاری کو حدیث ہو ایسے اس نے انہی کو نسیخہ کر دیا۔

(۹) یا مقدار تشہد کے بعد فجر کی نماز میں آفتاب طلوع ہو گیا۔

(۱۰) یا مقدار تشہد کے بعد عصر کا وقت داخل ہو گیا حالانکہ یہ فیض نماز جمعہ میں ہے۔

(۱۱) یا مصلیٰ جبیر و مسح کئے ہوئے تھا پس مقدار تشہد کے بعد اچھا ہونے سے گر پڑا۔

(۱۲) یا معذرت تھی لیکن مقدار تشہد کے بعد اس کا معذرت منقطع ہو گیا یعنی وہ معذرتی جا تا رہا جیسے مستحضرہ عورت یا جو اس کے معنی میں ہو جیسے جس آدمی کو چھشاب جاری ہونے یا گھیر جاری ہونے کا معذرت ہو۔

ان بارہ مسائل میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز باطل ہو گئی اور صاحبین نے کہا ان تمام صورتوں میں نماز پوری ہوئی۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اس باب میں اصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز سے باہر ہونا مصلیٰ کے اختیاری فعل سے فرض ہے۔ صاحبین کے نزدیک فرض نہیں ہے۔ پس اس اصل کے پیش نظر امام ابو حنیفہ کے نزدیک قعدۃ اخیرہ کے بعد ان عوارض کا پیش آنا جو ہر مسئلہ میں الگ الگ مذکور ہوئے ہیں ایسا ہے جیسے درمیان نماز میں پیش آنا اور چونکہ درمیان نماز ان عوارض کا پیش آنا مستند نماز ہے اس لئے قعدۃ اخیرہ کے بعد بھی اگر یہ عوارض پیش آ گئے تو نماز باطل ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک قعدۃ اخیرہ کے بعد ان عوارض کا پیش آنا ایسا ہے جیسے سلام بھرنے کے بعد پیش آنا اور یہ خارج ہے کہ سلام بھرنے کے بعد کوئی عارض نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اس لئے قعدۃ اخیرہ کے بعد ان عوارض کے پیش آنے سے نماز قاسد نہیں ہوگی۔

صاحبین کی دلیل عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے حدیث یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ابن مسعود سے فرمایا: اذ اقلست هذا اوفعلت هذا فقللتمت صلاتک ان جئت ان تقوم فقم یعنی جب تو نے یہ کہا یا یہ کیا تو میری نماز پوری ہو گئی اگر تم اچھے کو چاہتے تو تو اتنے کھڑا ہو۔ اس حدیث سے استدلال اس طور پر ہوگا کہ حضور ﷺ نے نماز پوری ہونے پر تشہد پڑھنے یا تشہد کی مقدار بیٹھنے پر معلق کیا ہے پس جس شخص نے تمام کو نماز کو تیسری چیز پر معلق کیا اس نے نفس کی مخالفت کی۔ حاصل یہ کہ مسائل میں قعدۃ اخیرہ کے بعد ان

عوارض کا ذکر ہے اور تعداۃ اخیرہ پر نماز پوری ہوگئی پس جب تعداۃ اخیرہ پر نماز پوری ہوگئی تو اس کے بعد نماز باطل ہونے کا کیا سوال ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ دوسری نماز کا اس کے وقت میں ادا کرنا فرض ہے اور یہ ممکن نہیں ہوگا کہ جب تک اس موجودہ نماز سے باہر نہ ہو۔ پس اس موجودہ نماز سے لکھنا دوسری فرض نماز ادا کرنے کا ذریعہ ہے یعنی دوسری فرض نماز ادا کرنا اس موجودہ نماز سے نکلنے پر موقوف ہے۔ اور چونکہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے اس لئے اس موجودہ نماز سے لکھنا بھی فرض ہوگا یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک خروج بعد فرض ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص پر نقد واجب ہے اور وہ بغیر کمائی کے حاصل نہیں ہو سکتا تو اس پر کمائی کرنا بھی فرض ہوگا۔ یا مثلاً جبہ فرض ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ رکوع سے منتقل نہ ہو پس یہ منتقل ہونا بھی فرض ہوگا۔ کیونکہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے۔

و معنی قولہ تمت انّ سے حدیث ابن مسعود کا جواب ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ حدیث میں تمت صلوٰۃ تک کے معنی قاربت التمام کے ہیں یعنی جب تو نے یہ کہہ لیا یا یہ کر لیا تو تیری نماز تمام ہونے کے قریب ہوگئی یہ ایسا ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا قول ”من وقف بغرفۃ فقلنہم حجۃ“ یعنی جس نے وقف عرفہ کیا اس کا حج تام ہو گیا حالانکہ وقف عرفہ کے بعد ابھی طواف زیارت کا فرض باقی رہتا ہے پس یہاں بھی یہی معنی ہوں گے کہ اس کا حج تمام ہونے کے قریب ہو گیا۔

والا متخلاف لیس بنفسفسد ہے ایک سوال مقدمہ کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ جب امام قاری کو حدیث ہو اور اس نے امی کو خلیفہ کر دیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہونی چاہئے کیونکہ خلیفہ کرنا مفید نماز نہیں ہے چنانچہ اگر قاری محدث کسی قاری کو خلیفہ کر دیتا تو نماز فاسد نہ ہوتی پس اسی طرح یہاں بھی فاسد نہ ہونی چاہئے تھی۔

جواب بلاشبہ خلیفہ کرنا مفید نماز نہیں ہے اسی وجہ سے قاری کا قاری کو خلیفہ کرنا جائز ہے مگر مذکورہ صورت میں فساد اختلاف کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ امر آخری وجہ سے ہے اور وہ امر آخری حکم شرعی کی ضرورت ہے اور امر شرعی کی ضرورت یہ ہے کہ امی جس کو خلیفہ مقرر کیا ہے اس میں امامت کی صلاحیت نہیں ہے پس امام میں صلاحیت امامت نہ ہونے کی وجہ سے نماز فاسد ہوئی ہے نہ کہ اس کو خلیفہ کرنے کی وجہ سے۔

امام کو حالت نماز میں حدیث لاحق ہوا تو مسبوق کو خلیفہ بنا تا جائز البتہ مد رک کو خلیفہ بنا نا اولیٰ ہے

ومن اقصیٰ بالانعام بغد ما صلی زعمۃ فاخذت الانام، ففدۃ الخرافۃ لوجود المشارکۃ فی الشریکۃ والأولیٰ للانعام ان یتقدم مڈرکاً لانه اقدر علی انعام صلابۃ ویسعی لهذا المسبوق ان لا یتقدم لبعجزه عن التسليم

ترجمہ اور جس شخص نے ام کے ایک رکعت پڑھنے کے بعد اس کی اقتدا کی پھر امام کو حدیث ہو گیا پس امام نے اسی مسبوق کو خلیفہ کر دیا تو کافی ہے۔ کیونکہ تحریر میں مشارکت پائی جاتی ہے اور امام کے لئے اولیٰ یہ تھا کہ کسی مد رک کو آگے کرے (خلیفہ کرے) کیونکہ مد رک کو امام کی نماز پوری کرنے پر زیادہ قدرت ہے اور اس مسبوق کے لئے مناسب ہے کہ وہ آگے نہ بڑھے (یعنی خلافت قبول نہ کرے) اس لئے کہ وہ سلام پھیرنے سے عاجز ہے۔

تشریح صورت مسند یہ ہے کہ ایک شخص نے ایسا مد رک کی جو ایک رکعت پڑھ چکا ہے پھر اس امام کو حدیث ہو گیا اور اس نے اس

مبسوق واپن خلیفہ کر دینا تو یہ چاہئے کیونکہ اختلاف کے نتیجے میں شرکائے کفر کے اندر مشرکت ہے اور مشرکت فی آخر میں اپنی اس لئے خلیفہ کرنا درست ہوگا۔

یعنی اولیٰ یہ ہے کہ امام کسی حد تک کو خلیفہ مقرر کرے کیونکہ حد تک امام کی نماز پوری کرانے پر زیادہ قادر ہے اس لئے کہ اگر مبسوق خلیفہ نہ رہا یہ تو وہ سلام پھیرنے کے لئے کسی دوسرے کو خلیفہ کرنے کا محتاج ہوگا اور اسی وجہ سے اس صورت میں دوسرے خلیفہ بنانا لازم آئے گا اور ایک بار خلیفہ بنانا بہتر ہے نسبتاً بار بار خلیفہ بنانے کے۔

سادب یہ کہ جتنے ہیں کہ مبسوق کے لئے بھی منہاسب یہ ہے کہ وہ آگے نہ بڑھے یعنی خلیفہ ہونا قبول نہ کرے اس لئے کہ وہ سلام پھیرنے سے عاجز ہے ہاں اگر آگے بڑھ گیا تو چاہئے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔

مبسوق خلیفہ بن جائے تو نماز مکمل کہاں سے کرانے

قُلُوْا تَقَدَّمْ يَنْتَوِيْ مِنْ حَيْثُ رَأَيْتُمُو الْاِمَامَ لِيَقَامَ مَقَامَهُ وَاِذَا رَأَيْتُمُو الْاِمَامَ يَقْدِمُ مُنْكَرًا يُسَلِّمُ بِهٖمْ قُلُوْا اِنَّهٗ رَجَسٌ اِنَّهٗ صَلَوَةُ الْاِمَامِ فَهَلْكَ اَوْ اُخْذَتْ مُتَّبِعِيْهٖ اَوْ تَكَلَّفَ اَوْ تَخَرَّجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَسَدَتْ صَلَوَتُهُ وَ صَلَوَةُ الْقَوْمِ نَاسًا لِاَنَّ الْمُسَلِّمَ فِيْ حَقِّهٖ وَجَدَ فِيْ جِلَالِ الصَّلٰوةِ وَفِيْ حَقِّهٖ بَعْدَ نِصَاحٍ اَوْ تَخَابُهَا وَ الْاِمَامُ الْاَوَّلُ اِنْ تَكَانَ فَرَعٌ لَا تَقْسُدُ صَلَاتُهُ وَاِنْ لَمْ يَفْرَعْ نَفْسُهُ وَهُوَ الْاَصَحُّ

ترجمہ جس امر مبسوق آگے بڑھ گیا تو وہاں سے ابتدا کرے جہاں تک امام پہنچے ہے کیونکہ یہ مبسوق امام کے قائم مقام ہے اور جب یہ مبسوق سلام تک پہنچ گیا تو کسی حد تک کو آگے بڑھا دے جو قوم کے ساتھ سلام پھیرے۔ پھر اگر مبسوق خلیفہ نے اسی وقت امام کی نماز پوری کی تو قہراً زیادہ یہ ہمہ محدث کیا یا کام کیا یا مسجد سے نکل گیا تو اس کی نماز فاسد ہوئی اور مقتدیوں کی نماز پوری ہوئی کیونکہ مسند مبسوق خلیفہ کے حق میں نماز کے درمیان چڑھ گیا اور مقتدیوں نے انہوں کے حق میں تمام ارکان پورے ہو جانے کے بعد اور امام اول اگر فارغ ہو گیا ہو تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر فارغ نہ ہوا ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یہی صحیح ہے۔

تشریح صورت مسند یہ ہے کہ اگر امام محدث نے مبسوق کو خلیفہ بنایا اور یہ مبسوق آگے بڑھ گیا تو اسی حالت سے شروع کرے جس حالت تک امام پہنچا ہے کیونکہ یہ امام کے قائم مقام ہے اور جب یہ مبسوق امام کی نماز پوری کر کے سلام پھیرنے کے وقت تک پہنچ گیا تو خود پیچھے ہٹ جائے اور کسی حد تک کو آگے بڑھا دے تاکہ وہ مقتدیوں کے ساتھ سلام پھیر کر ان کی نماز پوری کرادے اور مبسوق (خلیفہ) حد تک و اس نے آگے بڑھائے گا کہ مبسوق بذات خود سلام پھیرنے سے عاجز ہے کیونکہ ابھی اس پر ایک رکعت ہوتی ہے ہذا وہ اپنے شخص سے مدد طلب کرے جس پر قادر ہو۔

اور اگر یہ صورت ہوئی کہ مبسوق خلیفہ نے جب امام کی نماز پوری کی تو قہراً زیادہ یہ محدث بنایا یا کام کیا یا مسجد سے نکل گیا تو اس صورتوں میں مبسوق خلیفہ کی نماز بذات خود فاسد ہوئی اسی طرح مقتدیوں میں سے کوئی مبسوق ہو تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی اور مقتدیوں کی نماز پوری ہوگی بشرطیکہ یہ مقتدی اول سے آخر تک امام کے ساتھ شریک رہے ہوں۔

نیل یہ ہے کہ مسند نماز مبسوق کے حق میں نماز کے درمیان میں چڑھ گیا اور مقتدیوں کے حق میں تمام ارکان پورے ہونے کے بعد

چاہیے اور یہ امر مسلم ہے کہ درمیان نماز مفصلہ کا پڑھنا نماز کو فاسد کرتا ہے۔ ارکان پورے ہونے کے بعد نماز نہیں ہو سکتی۔

رہا امام اول تو اس کی دو حالتیں ہیں ایک یہ کہ وہ چوٹی ہوئی مقدار غنیفہ کے پیچھے پوری کر کے قارغ ہو گیا ہو۔ دوم یہ کہ ابھی قارغ نہیں ہوا۔ پہلی حالت میں اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ وہ بھی مد رکوں کے مثل ہو گیا اورچہ درمیان میں لاحق ہوا تھا اور دوسری حالت میں اس کی نماز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ مسبوق کی نماز فاسد ہو جاتی ہے یہی روایت صحیح ہے۔

امام کو حد ث لاحق نہیں ہوا اور قدر تشہد بیٹھنے کے بعد قہقہہ لگایا یا عہد احدث لاحق کیا تو نماز کا حکم

فَإِنْ لَمْ يُحْدِثِ الْإِمَامُ الْأَوَّلُ وَقَعْدَ قَدَرِ الشَّهَادَةِ ثُمَّ كَفَّهَ أَوْ اخْدَتَ مُتَعَمِّدًا فَسَدَتْ صَلَوةُ الْبَرِيِّ لَمْ يُلْزَمْ كُتْلُ صَلَوةِ صَلَاحِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَ لَا تَفْسُدُ وَإِنْ تَكَلَّمَ أَوْ حَرَّحَ مِنَ الْمَسْجِدِ لَمْ تَفْسُدْ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا لِهَمَّا أَنَّ صَلَوةَ الْمُفْسِدِ بِنَاءٌ عَلَى صَلَوةِ الْإِمَامِ جَوَازًا وَفَسَادًا وَلَمْ تَفْسُدْ صَلَوةُ الْإِمَامِ فَكَلَّا صَلَوةً وَهَازَ كَالسَّلَامِ وَالْكَلَامِ وَلَمْ أَنْ الْقَهْقَهَةَ مُفْسِدَةً لِلْخَوَرِ الَّذِي يُلَاقِيهِ مِنْ صَلَوةِ الْإِمَامِ فَيَفْسُدُ مِنْهُ مِنْ صَلَوةِ الْمُفْسِدِ غَيْرُ أَنَّ الْإِمَامَ لَا يَسْتَحَاجُّ إِلَى الْبِنَاءِ وَالْمُسْبُوقِ مُتَحَاجٌّ إِلَى الْبِنَاءِ عَلَى الْفَاسِدِ فَاسِدٌ بِخِلَافِ السَّلَامِ لِأَنَّهُ مِنْهُ وَالْكَلَامُ فِي مَعْنَاهُ وَتُسْقِطُ وَصُوَّةُ الْإِمَامِ لَوْ جُودَ الْفَهْقَهَةُ فِي حُرْمَةِ الصَّلَوةِ

ترجمہ۔ پس اگر امام اس کو حد ث نہیں ہوا اور مقدار تشہد بیٹھ گیا پھر اس نے قہقہہ مار دیا یا عہد احدث کر دیا تو اس مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی جس نے امام کی اول نماز نہیں پائی ہے ابوحنیفہ نے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر امام نے کہا کہ یہ مسجد سے نکل گیا تو ہا۔ اتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مقتدی کی نماز امام کی نماز پر مبنی ہوتی ہے جواز ابھی ورنہ ابھی اور امام کی نماز فاسد نہیں ہوتی پس یوں ہی مقتدی کی نماز بھی (فاسد نہ ہوگی) اور یہ سلام اور کلام کے مانند ہو گیا، اور ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ قہقہہ اس جزو فاسد کرنے والا ہے جو امام کی نماز کے ملحق ہے پس اسی کے مثل مقتدی کی نماز سے بھی فاسد ہو گا جیسا امام بنا کلمات نہیں اور مسبوق اس کا ملحق ہے اور فاسد جزو ہر بناء کرتا فاسد ہوتا ہے برخلاف سلام کے کیونکہ نماز کو پورا کرنے والا ہے اور کلام سلام کے معنی میں ہے اور امام کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ قہقہہ حرمت صلوٰۃ میں پایا گیا۔

تشریح۔ عبارت میں امام کو اول سے تھو مقید کرنا تاہل سے کیونکہ ان مسئلہ میں اختلاف نہ ہونے کی وجہ سے امام غالی نہیں ہے۔ اب صورت مسئلہ یہ ہوگی کہ امام کو حد ث نہیں ہوا بلکہ اس نے تمام حرکتیں پڑھائیں اور تشہد کی مقدار بھی بیٹھ لیا پھر اس نے قہقہہ مار دیا یا عہد احدث کر دیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسے مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی جس نے امام کی اول نماز نہیں پائی ہے یعنی مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

مستند نے مسبوق کی نماز سے فساد کی قید اس لئے باہر کی کہ وہ اس کی نماز کا اتفاق فاسد نہیں ہوتی اور دوسری لاحق کی نماز تو اس کے بارے میں اور باتیں ہیں۔ ایک فساد کی دوم مد مضبوطی۔ اور صاحبین نے کہا کہ مسبوق کی نماز بھی فاسد نہیں ہوگی اور اگر مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد امام نے کہا کہ یہ مسجد سے نکل گیا۔ تو ہا اتفاق کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ امام نے مسبوقین اور مد رکین کی امامت کی پس جب امام محل سلام تک پہنچ گیا تو اس نے قہقہہ مار دیا یا عہد

حدیث کیا تو امام صاحب کے نزدیک مسبوqین کی نماز فاسد ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک فاسد نہ ہوگی اور اگر محل سراسر تک پہنچ کر امام نے کلام کیا یا مسجد سے نکل گیا تو بالاحقاق مسبوqین کی نماز بھی فاسد نہ ہوگی۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جواز و فساد کے اعتبار سے مقتدی کی نماز امام کی نماز پر مبنی ہوتی ہے جیسا کہ اَلَا مَنَامُ صَاحِبُ (اعدیث) میں بیان ہو چکا ہے۔ اور امام کی نماز فاسد نہیں ہوتی لہذا مقتدی کی نماز بھی فاسد نہیں ہوگی۔ مقتدی خواہ مسبوq ہو یا نہ کہ بالحق اور عدا حدیث و فقہیہ سلام اور کلام کے مانند ہوگی یعنی جس طرح مقتدا رشید کے اِحد امام کے سلام اور کلام سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی اسی طرح فقہیہ اور عدا حدیث سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ امام کی نماز میں سے جس جزء سے متصل فقہیہ واقع ہو اس جزء کو اس نے فاسد کر دیا لہذا اس جزء کے مثل مقتدی کی نماز میں سے بھی فاسد ہوگا۔ کیونکہ مقتدی کی نماز امام کے نماز پر مبنی ہوتی ہے۔ اور جب مقتدی (مسبوq) کی نماز کا ایک جزء فاسد ہو گیا تو اب باقی نماز اس پر بناء نہیں کر سکتا کیونکہ فاسد جزء پر بناء کرنا بھی فاسد ہوتا ہے۔ حاصل یہ کہ مسبوq کی نماز کی بناء ممکن نہ ہوئی اس لئے نماز بھی تمام نہ ہو سکے گی بلکہ مسبوq کی نماز فاسد ہوگی۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ امام کو بناء کرنے کی احتیاط نہیں ہے کیونکہ اس کے ارکان سب پورے ہو چکے اب تو ختم کا وقت ہے اس لئے امام کی نماز پوری ہو چکی۔ اور اسی طرح ہر رکعت پوری کی بھی پوری ہو چکی۔ اور یہاں مسبوq تو وہ بناء کرنے کا محتاج ہے کیونکہ اس کی بناء نماز اول کی باقی ہے اور سابق میں گزر چکا کہ جس جزء پر بناء کرے گا وہ جزء فقہیہ کی وجہ سے فاسد ہے اور فاسد جزء پر بناء کرنا فاسد ہوتا ہے۔ اس لئے مسبوq کے واسطے بناء کرنا ممکن نہ ہوا۔ اور جب بناء کرنا ممکن نہ ہوا تو نماز فاسد ہو گئی۔

برخلاف سلام کے کیونکہ سلام نماز کو پورا کرنے والا ہے نماز کو فاسد کرنے والا نہیں ہے اور کلام سلام کے ہم معنی ہے یاں صورت پر سے سلام درحقیقت قوم کے ساتھ داعی اور پائیں چاہے منکر کر کے کلام کرتا ہے کیونکہ سلام (السلام علیکم) میں کاف خطاب موجود ہے جو کلام ہونے پر دعاء کرتا ہے بہر حال جب کلام بھی سلام کے ہم معنی ہے تو کلام بھی نماز کو پورا کرنے والا ہوگا نہ کہ فاسد کرنے والا۔ پس جس طرح سلام کے بعد مسبوq اپنی چھوٹی ہوئی نماز پوری کر سکتا ہے اسی طرح کلام کے بعد بھی پوری کر سکتا ہے۔

صاحب نہایہ نے امام ابوحنیفہؒ کی دلیل کو اس طرح قلمبند فرمایا ہے کہ حدیث اور فقہیہ دونوں موجدات تحریرہ میں سے نہیں ہیں بلکہ ممنوعات تحریرہ میں سے ہیں اس لئے یہ دونوں امام کی نماز کا وہ جزء فاسد کر دیں گے جس کے ساتھ متصل ہو کر ہو کر واقع ہوئے ہیں اور چونکہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو جواز اور فساداً قطعاً نہیں ہوتی ہے اس لئے مقتدی کی نماز سے بھی یہ جزء فاسد ہو جائے گا اور مسبوq چونکہ باقی نماز پوری کرنے کے لئے بناء کا محتاج ہے اور فاسد پر بناء کرنا فاسد ہوتا ہے اس لئے ان دونوں صورتوں میں مسبوqین کی نماز فاسد ہو جائے گی اور سلام اور غرض عن مسجد دونوں موجدات تحریرہ میں ہیں۔ سلام تو اس لئے موجب تحریرہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا یا علیہا السلیحہ اور غرض۔ اس لئے کہ باری تعالیٰ شانہ نے فرمایا ادا فضیلت الصلوٰۃ فان شئتوا لعلی الاذنیٰ، پس جب یہ دونوں موجب تحریرہ ہیں تو مشد نماز نہیں ہوں گے بلکہ نماز کو پورا کرنے والے ہوں گے اور جب امام کی نماز پوری ہو گئی کوئی جزء فاسد نہیں ہوا تو مسبوq بھی اپنی نماز کی بناء کر سکتا ہے۔

نمازی کو رکوع یا سجدہ میں یاد آیا کہ اس پر رکوع یا سجدہ باقی ہے اس کے لئے کیا حکم ہے

وَلَوْ تَذَكَّرَ وَهُوَ رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ أَنْ عَلَيْهِ سَجْدَةٌ فَانْحَطَّ مِنْ رُكُوعِهِ لَهَا أَوْ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ سُجُودِهِ فَسَجَدَ لَهَا يُعِيدُ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ وَهَذَا بَيَانُ الْأَوَّلِيِّ لِنَقْعِ الْأَفْعَالِ مُؤْتَبَرٍ بِالْقَدْرِ الْمُمْكِنِ وَإِنْ لَمْ يَبْعُدْ أَحْزَاهُ لِأَنَّ السَّرِيضَ فِي أَفْعَالِ الصَّلَاةِ لَيْسَ بِشَرْطٍ وَلِأَنَّ الْإِنْشِقَالَ مَعَ الطَّهَارَةِ شَرْطٌ وَقَدْ وَجِدَ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يُلْزِمُهُ إِعَادَةَ الرُّكُوعِ لِأَنَّ الْقَوْلَ قَرَضٌ عَنْهُ

ترجمہ اور آخر مصلی نے یاد کیا اس حالت میں کہ وہ رکوع کرنے والا یا سجدہ کرنے والا ہے اس بات کو کہ اس پر سجدہ باقی ہے جس وہ رکوع سے سجدہ قضا کے واسطے جھکا یا اپنا سر سجدہ سے اٹھ کر قضا کا سجدہ کیا تو رکوع اور سجدہ کا اعادہ کرے گا۔ اور یہ بیان اسی ہے کہ حتیٰ امکان افعال ترتیب وار ہوں۔ اور اگر اس نے رکوع یا سجدہ کا اعادہ نہ کیا تو بھی اس کو کافی ہے کیونکہ ترتیب نماز کے افعال میں شرط نہیں ہے۔ اس لئے کہ طہارت کے ساتھ متعلق ہونا شرط ہے اور وہ پڑھ گیا اور ابویوسف سے روایت ہے کہ متصل نہ کرے رکوع کا دوبارہ لازم ہے کیونکہ ابویوسف کے نزدیک قرض فرض ہے۔

تشریح صورت مندرجہ ہے کہ مصلیٰ نے رکوع کی حالت میں یاد کیا کہ اس پر سجدہ باقی ہے یا سجدہ کی حالت میں یاد کیا کہ اس پر سجدہ باقی ہے خود سجدہ نماز است بویہ سجدہ نماز ہو۔ پس اگر اس نے رکوع میں یاد کیا اور رکوع ہی سے اس کی قضا کے واسطے جھک گیا اور سجدہ قضا کیا۔ اور اگر سجدہ کی حالت میں اس کو سجدہ قضا یاد آیا تو اس نے سجدہ موجودہ سے سر اٹھ کر سجدہ قضا کیا تو جس رکوع یا سجدہ میں وہ کر کے قضا کا سجدہ کیا ہے اس رکوع اور سجدہ کا اعادہ کرے۔ اور یہ اعادہ کرنا اولیٰ اور مستحب ہے تاکہ جہاں تک ممکن ہوں افعال ترتیب سے آجھوا ہوں۔ یعنی موجودہ رکوع سے سجدہ قضا یا سجدہ کرنا ممکن ہے۔ اس لئے اس کو مقدم کرنا اولیٰ ہے اور اگر اس نے رکوع اور سجدہ کا اعادہ نہیں کیا تب بھی درست ہے کیونکہ جس رکوع اور سجدہ میں سجدہ قضا یا سجدہ قضا واقعیت میں تو بویہ اعادہ صرف ترتیب کے پیش نظر تھا مگر چونکہ نماز کے افعال میں ترتیب شرط ہے اس لئے ترتیب افعال نہ پایا جانے کی وجہ سے نماز میں کوئی حرج واقع نہیں ہوگا و افعال میں ترتیب شرط نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مسبوق اپنی نماز اس جگہ سے شروع کرتا ہے جہاں سے امام کو پتا ہے پھر امام کے سلام پڑھنے کے بعد اس نماز جو چھوٹی ہوئی ہے اس کو ادا کرتا ہے گویا مسبوق نے آخر نماز کو پچھلے ادا کیا اور اول نماز کو بعد میں ادا کیا پس اگر ترتیب شرط ہوتی تو مسبوق کے لئے مقرر جماعت کی وجہ سے اس کا ترک کرنا جائز نہ ہوتا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ رکوع یا سجدہ قضا یا سجدہ نماز سے دوسرے دن کی طرف طہارت کے ساتھ متعلق ہونا شرط ہے جب یہ شخص رکوع سے سیدھا سجدہ میں چلا گیا یا سجدہ سے سر اٹھ کر قضا کے لئے سجدہ کیا تو طہارت کے ساتھ متعلق ہونا پڑ گیا ہذا اور رکوع یا سجدہ میں قضا کا سجدہ یا سجدہ نماز ہو گیا۔ اور ابویوسف سے ضرورت نہیں رہی۔

امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر رکوع سے سر اٹھنے کے بغیر سیدھا سجدہ میں چلا گیا تو اس پر رکوع کا دوبارہ لازم ہے۔ دلیل یہ ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک قرض یعنی رکوع سے سر اٹھنا فرض ہے پس جب اس نے رکوع سے سر نہیں اٹھا یہ جگہ رکوع سے سیدھا سجدہ میں چلا گیا تو اس نے فرض چھوڑ دیا اور جب فرض یعنی قرض ترک کر دیا تو رکوع بھی ادا نہیں ہوا۔ اور جب رکوع ادا نہیں ہوا تو

ایک سی شخص کی امامت کر رہا تھا اور اسے حدیث لائق ہو گیا اور مسجد سے نکل گیا تو مقتدی
امام ہے خواہ امام اول نے خلیفہ بنانے کی نیت کی ہو یا نہیں

وَمِنْ أَمْرٍ جَلِيلٍ وَأَجَلٍ فَتَأَخَّرْتُ وَخَرَجْتُ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتُمَا مُؤْمَرًا نَوَى الْوَلَايَةَ لِمَا فِيهِ مِنْ صِبَاةِ الصَّلَاةِ وَ
نَعِيشِ الْأَوَّلِ لِقَطْعِ الْمَرَامِ وَبَيْتِ الْأَوَّلِ صَلَاتُهُ مُقْتَدِرًا بِاللَّيْلِ كَمَا إِذَا اسْتَحَقَّقَتْ حَقِيقَةً وَلَوْ كَلَّمَهُ بِكُنْ خَلِيفَةً إِلَّا
صَبَّحَ أَزْمَرًا قَبْلَ تَقْدُسُ صَلَاتِهِ لَا يَسْبِغُ خِلَافٍ مَنْ لَا تَصْلُحُ لِلْإِمَامَةِ وَقِيلَ لَا تَقْدُسُ لِأَنَّهُ لَمْ يُوَحَّدِ إِلَّا سَبْخًا لَا فُتُّ
قَصْدًا وَهُوَ لَا يَصْلُحُ لِلْإِمَامَةِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

ترجمہ ۱۰۔ جس مرد نے امامت کی کسی ایک مرد کی پھر امام وحدت ہو اور وہ مسجد سے نکل گیا تو مقتدی امام ہے خواہ وہ مال سے اس کی
خداقت کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو کیونکہ اس میں نماز کی حفاظت ہے اور امام اس کا (کسی و) متعین کرنا عزامت واقع کرنے کے لئے تھا اور
یہاں وہی عزامت نہیں ہے اور امام اول اپنی نماز کو پورا کرنے کے لئے کی اقتداء کر کے جیسا کہ جب اس کی حقیقت خلیفہ کرتا۔ اور امام
محدث سے پیچھے کوئی نہ ہو سوا۔ بچہ یہ عورت سے تو کہا گیا کہ امام کی نماز فاسد ہو جانے کی کیونکہ اس شخص کو خلیفہ بنا دیا گیا جو امامت
سے لائق نہیں ہے اور کہا گیا کہ امام محدث کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ قصد خلیفہ کرنا نہیں پایا گیا اور وہ امامت کے لائق نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔
تشریح ۱۱۔ صورت مسند یہ ہے کہ ایک مرد نے دوسرے ایک مرد کی امامت کی پھر امام وحدت ہو گیا اور وہ مسجد سے نکل گیا تو مقتدی امام
ہو گا۔ مال سے اس کی خداقت کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو بشرطیکہ وہ امامت کا اہل ہو۔ عبارت میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس مقتدی
نے خلیفہ ہونے کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں یعنی مقتدی کے امام متعین ہونے میں مقتدی کی نماز کی محافظت
نہیں ہے کہ امام متعین نہ ہو تو امامت کی جگہ امام سے خالی رہے گی اور امامت کی جگہ کا امام سے خالی ہونا مقتدی کی نماز کو فاسد کر دے گا
ہے اس لئے ہم نے کہا کہ صورت مذکورہ میں مقتدی خود بخود امام مقرر ہو جائے گا۔

ونعین الاول سے اعتراض کا جواب ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ تعین (متعین ہونا) بغیر تعین (متعین کرنے بغیر) متعلق نہیں ہو سکتا اور
یہاں یہ ہے کہ امام محدث نے مقتدی کو امامت کے لئے متعین نہیں کیا ہے بلکہ مقتدی امام اس طرح ہو سکتا ہے؟
جواب یہ ہے کہ امام محدث کسی کو خلیفہ کرنا عزامت واقع کرنے کے لئے ہوتا ہے اور کیونکہ یہاں کوئی عزامت نہیں ہے اس لئے تعین
حکم موجود ہوگی۔ اور جب حکم تعین موجود ہے تو ایسا ہو گیا کہ امام محدث نے اس کو خلیفہ مقرر کیا ہے اب یہ امام محدث اپنی نماز دوسرے
کی اقتداء کرنے پر بھیجے گا۔ اس پر اس کو حقیقت خلیفہ رہے تو اس کی اقتداء کر کے چوری کرتا۔

۱۲۔ امام محدث سے پیچھے باقی بچہ یہ عورت کا وہ کوئی نہ ہو تو اس بارے میں مشائخ کا اکتاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ امام
کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اس نے اس شخص کو خلیفہ مقرر کیا ہے جو امامت کا اہل نہیں ہے پس جب بچہ یہ عورت امامت کے لئے متعین
ہوئی اگرچہ خدا ہے امام محدث اس کی اقتداء کرنے والا ہوگا۔ اور قاعدہ ہے کہ جو شخص اپنے آدمی کی اقتداء کرے وہ باہمت کا اہل نہ ہوتا
اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ امام محدث کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ نماز کا فاسد ہونا تو مقتدی کے خلیفہ ہونے سے

پاماتوق ہے اور وہ یہاں پایا نہیں گیا کیونکہ اختلاف (خفیہ کرنا) حقیقت ہو گیا یہ حکم ہوگا۔ اور یہاں دونوں میں سے کوئی موجود نہیں۔ حقیقت تو اس لئے نہیں کہ امام محدث کی طرف سے قصد خفیہ کرنا نہیں پایا گیا۔ اور خدا اس لئے نہیں کہ بچہ و عورت امامت کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

پس جب ان دونوں میں امامت کی صلاحیت نہیں تو حکماً خفیہ بھی نہیں ہو سکتے۔ پس جب نہ حقیقت کرنا پایا گیا اور نہ علناً تو امام محدث کی نماز بھی فاسد نہ ہوگی کیونکہ امام کی نماز کا فاسد ہونا مقتدی سے خفیہ ہونا ہے پڑھتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب بحسب الامر

بَابُ مَا يَفْسِدُ الصَّلَاةَ وَمَا يَكْرَهُ فِيهَا

ترجمہ (یہ) باب ان چیزوں کے بیان میں جو نماز کو فاسد کرتی ہیں اور جو نماز میں مکروہ ہیں

تشریح نذر شد باب میں ان عوارض کا ذکر کیا گیا جو نماز میں غیر اختیاری طور پر پیش آتے ہیں اور اس باب میں ان عوارض کا بیان ہے جو نماز میں نمازی نے اختیار سے عارض ہوتے ہیں۔ حاصل یہ کہ نذر شد باب میں غیر اختیاری عوارض کا بیان تھا اور اس باب میں اختیاری عوارض کا بیان ہے۔

نماز میں کلام کرنے سے خواہ عمدہ ہو یا نسیاناً نماز باطل ہوگی یا نہیں، اقوال فقہاء و دلائل

وَمَنْ تَكَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ عَمْدًا أَوْ سَاهَا بَطُلَتْ صَلَاتُهُ جَلَاءً لِلشَّاعِبِ فِي الْخَطَاءِ وَالْإِسْبَانِ وَمَقَرُّهُ الْخِدْبُ الْمَعْرُوفُ وَلَسَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ صَلَاتَنَا هَذِهِ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ وَرَأْسًا مِنَ التَّنَسُّعِ وَالتَّهْلِيلِ وَفَرَاةِ الْفُرَّانِ وَمَا زَوَاهُ مُحْمُولٌ عَلَى كَرَفِ الْإِثْمِ بِخِلَافِ السَّلَامِ سَلَامًا لِأَمْنِهِ مِنَ الْأَذْكَارِ فَبَعَثُوا كُرًا فِي حَالَةِ الْإِسْبَانِ وَكَلَامًا فِي حَالَةِ التَّعَمُّدِ لِشَايِعِهِ مِنْ كَلَامِ الْخَطَابِ

ترجمہ اور جس شخص نے اپنی نماز میں کلام کیا خواہ عمدہ و خواہ سہوا تو اس کی نماز باطل ہوگی خطا اور نسیان کے اندر امام شافعی کا اختلاف ہے اور امام شافعی کا وجہ حد معروضہ ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہماری یہ نماز اس میں لوگوں کے کلام سے کچھ راق نہیں ہے اور یہ تو فقط تسبیح، تہلیل اور قرأت قرآن ہے۔ اور حدیث جس کو امام شافعی نے روایت کیا ہے وہ گناہ دور ہونے پر محمول ہے بخلاف سہوا اسلام کے کیونکہ وہ اگر نماز میں سے ہے۔ جس سلام و اذان نسیان میں اسراعتاً رکھا گیا جائے گا اور حدیث امام میں کلام، کیونکہ اس میں کاف خطاب ہے۔

تقریباً... سہو کہتے ہیں قوت مذکر سے صورت کا زائل ہونا، اور نسیان قوت نہ فکد سے صورت کا زائل ہونا ہے۔ یہاں تک کہ سب جدید کا نشان ہو اور فعل یہ ہے کہ صورت تو باقی ہے لیکن جب ایک چیز کے کلمہ کا ارادہ یا تو بغیر ارادے کے دوسری چیز زبان سے نکل گئی اس جگہ سہو سے عام معنی مراد ہیں جو تین قسموں کو شامل ہوں گے اور چونکہ سہو اور نسیان کے درمیان شہرعی میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے مصنف مایہ الرحمت نے بھی ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔

مسئلہ اگر کسی شخص نے اپنی نماز میں عمدہ یا سہوا کلام کیا تو اس کی نماز باطل ہوگی۔ کلام مفید معنی حریفی آواز کو کہتے ہیں کبھی ایک حرف کافی

ہوتا ہے جیسے کہ شیخؒ نے فرمایا کہ ایک حرف بے معنی ہو تو کلام نہیں۔ حضرت امام شافعیؒ نے نیز ایک خطا اور نسیان کی صورت میں کلام مفہود نہیں رہتا۔ یہ شرط حدیث میں مذکور ہے۔ یونہی جو اصل کلام خطا اور نسیان سے منافی ہے۔ امام شافعیؒ کا مسئلہ حدیث معروفہ و رفع عن ائمتہی السیئہ و الخطا و النسیان یعنی میں نے امت سے خطا اور نسیان کو روک دیا۔ چنانچہ مسئلہ اس پر ہے کہ حکم کی قسمیں ہیں۔ دنیوی (مسئلہ نماز ہوتا) اور اخروی (گندہ کار ہوتا) تو گویا حضورؐ نے فرمایا کہ میری امت سے خطا اور نسیان کا قصہ دنیوی اور اخروی دونوں کا اٹھ جائیگا۔ یعنی ان دونوں سے نہ دنی پرچہ نہ دہوگی اور نہ ہی آخرت میں گناہگار ہوگا۔

ملاحظہ فرمائیے کہ یہ مسئلہ لالہ یہ ہے کہ ان دونوں کی حقیقت تو غیر معروف ہے کیونکہ یہ دونوں بین الناس موجود ہیں لہذا ان کا حکم یعنی مفہود ہونا مردود ہوگا۔

یہ دینی مسئلہ مجاہد بن احمد اسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے پوری حدیث سے ملتا ہے کہ،

قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَمَطَّكَ بَعْضُ الْقَوْمِ فَقُلْتُ بَرَحَمَكَ اللَّهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَأَنْتُمْ أَتَاهُ مَا لِي أَرَاكُمْ تَنْظُرُونَ أَلَيْسَ شَرُّوا فَمَضَوْا بِأَبْصَارِهِمْ عَلَيَّ اِفْعَادِهِمْ فَلَعَلْتُ أَنَّهُمْ يُسَكِّنُونَنِي فَلَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ ﷺ دَعَانِي فَوَ اَللَّهِ مَا أَرَأَيْتُمْ مُعَلِّمًا أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ مَا كَثُرْتُ وَلَا رَحَرْتُ وَلَكِنْ قَالَ إِنَّ صَلَاتَكُمْ هَذِهِ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ وَرَأْمَا هِيَ التَّسْبِيحُ وَالتَّهْلِيلُ وَتَجْوِيزُ الْقُرْآنِ

ترجمہ: معبودین غم کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پیچھے نماز پڑھی جس کی نے چہرہ کا تو میں نے برحمتک اللہ کہا جس کو مجھ کو اپنی تیر نظروں دیکھنے سے پس میں نے کہا اس کی ماں اس کو کمر کے جیسے کیا ہو گیا کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم مجھ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ پس انہوں نے اپنی ران پر اپنا ہاتھ مارا جس میں مجھ گیا کہ یہ لوگ مجھ کو خاموش کرنا چاہتے ہیں پس جب حضور ﷺ فارغ ہوئے تو مجھ کو پایا بخدا میں نے آپ سے اچھے معلم نہیں دیکھے۔ مجھ کو آپ نے ہجر کا وقت مجھ کو اذان پڑھنا کہ ہماری اس نماز میں لوگوں کے کلام میں سے کوئی چیز لائق نہیں ہے یہ تو فقط صحیح جمیل اور قراءۃ قرآن ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کلام کہہ کر نماز کا حق ہے جس طرح کہ عبادت کا پورا جائز نماز کا حق ہے جس طرح عدم عبادت کے ساتھ نماز جائز نہیں ہوتی اسی طرح وجود کلام کے ساتھ بھی جائز نہیں ہوتی امام شافعیؒ نے پیش کردہ حدیث کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں رفع عن ائمتہی السیئہ و الخطا و النسیان، رفع پر محمول ہے۔ اصل یہ ہے کہ حدیث میں ہم آخرت یعنی گنہگار بنانا مراد ہے اب ترجمہ دینی یعنی مفہود ہونا بھی مراد لیا جائے تو عموم مشترک لازم آئے گا حالانکہ عموم مشترک جائز نہیں ہے "بخلاف السلام" امام شافعیؒ نے قیاس کا جواب ہے۔

قیاس کا حاصل یہ ہے کہ سلام کلام کے مانند ہے۔ نیز کہ ان دونوں میں سے ہر ایک قطع نماز ہے اور سلام کے حق میں عذر و نسیان کے مپاؤں تفصیل ہے یعنی سوا اسلام مفہود نہیں اور عذر مفہود ہے جس کی تفصیل کلام میں بھی ہونی چاہئے یعنی سوا کلام مفہود نہ ہوتا اور عذر کلام مفہود ہوتا۔

اصل جواب یہ ہے کہ سلام میں کل وجہ کلام کے مانند نہیں ہے۔ نیز کہ سلام تو انکار نماز سے ہے حتیٰ کہ اکتیاب میں پڑھا جاتا ہے اَللّٰہُمَّ

میں نہ رہیں مصلحت زدہ ہوں تو اس کی نماز کو سدھو پاتی۔ جس اسی صریح دالہ اور کنیت جزیع اور تاسیف کے اظہار سے نماز قاسد ہو پاتی۔

۱۰۰۔ صورت ۳ پر یہ اثر بھی مستند ہوگا کہ سُبُلْتُ عَابَسْتُ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا عَنِ الْاَبْنِیْنِ فِی الصَّلٰوۃِ فَقَالَتْ اِنْ كَانَ مِنْ حَسَنَةِ اللہ تَعَالٰی لَأَنْفُسُ صَلَاتُہُ وَاِنْ كَانَ مِنْ اِلَالِہ تَعَسَّدُ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ طُوْلُی لِلْبَحَائِنِ فِی الصَّلٰوۃِ یعنی ما شہدتی بخدا کہ نماز کے اندر رہنے اور آہ و بکا سے مسند میں رہیقت کیا یہ تو آپ سے فرمایا کہ نہ یہ نیت خداوندی کی وجہ سے ہے تو نماز قاسد نہیں ہوگی اور اگر مردہ والحق وجہ سے ہے تو نماز سدھو پاتی اور زہدوں سے فرمایا کہ نہ زہد سے نہ مردوں سے نہ نیکوئی کی بوجہ اور نہ سب سے مروی ہے کہ آہ (بجز کے فحش اور باہ کے جزم کے ساتھ) کہتا دوں کہ لٹوں میں مسند نہیں ہے نو بہت یہ ۱۰۰ فتنہ ذکر سے ہو کر سے ہو کر اور اس کا کہنا مفید ہے۔

۱۰۱۔ حضرت نے کہا کہ اگر یہ ایسی صورت ہو کہ ایک ضابطہ ہے یہ کہ جب کلمہ اور حرفوں پر مشتمل ہو اور وہ دونوں حرف زوائد میں سے ہوں جن میں سے ایک حرف زائد ہو جس سے وہ تو نماز قاسد ہو جاتی اور نہ دونوں حرف اصلی ہوں تو نماز قاسد ہو جائے گی وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ عربی نہیں ہوں کہ عربی ہوتی ہے۔ چونکہ ایک حرف کی ضرورت تو اس کے پیش آتی کہ اس سے ابتداء کی جائے گی۔ اور یہی اس لئے کہ اس پر وقف کیا جائے اور ایک حرف ان دونوں کے درمیان فصل کرنے کے لئے ہوگا پھر حرف واحد تو اصل جہ سے اس پر وقف کیا جائے گا کہ اصل حق نہیں ہوگا اور وہ حرف اگر ان میں سے ایک نہ ہو تو حرف اصلی کی طرف تھکرتے ہوئے اس کی بنا بھی ایک ہی حرف پر ہوگی اور اگر وہ حرف اصلی ہیں تو تین حرفوں میں سے اکثر چارے کے لئے اور اکثر کل کے لئے صرف ہو جائے گا اور اصلی حرف پر مشتمل حرف نہ تھا تو نماز قاسد نہ ہوگا۔

۱۰۲۔ جس ضابطہ میں جن آداب میں مسند نماز نہیں ہے یہ نہ کہ یہ کلمہ اور حرفوں (بجز وہاں) پر مشتمل ہے اور وہ دونوں حرف زوائد میں سے ہیں اور وہ دونوں حرف زوائد ہوں گے یا نہ ہوں گے اس میں وہ حرف سے زائد حرف ہیں اور وہ حرف سے زائد میں ان کے اصلی اور زوائد میں سے ہونے کی صرف تشریح نہیں کی جاتی بلکہ وہ حرف سے زائد حرف پر مشتمل کلمہ طاعت نماز قاسد نہ ہوگا خواہ وہ سب کے سب حرف زوائد میں سے ہوں نہ ہوں۔

فی مثل مسند نے کہا کہ حرف زوائد اصل وقت نے اپنے قول اَلْیَوْمَ نَسْکُہُ میں جمع نہ رہے ہو۔

۱۰۳۔ شریعی نے حرف زوائد پر ایک واقعہ نقل کیا ہے واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک شاعر نے اپنے استاد سے حرف زوائد کے متعلق پوچھا تھا۔ استاد صاحب نے جواب دیا مسئلہ یہاں شاعر نے یہ کیا کہ اس نے ماضی میں بتلائے ہوئے کلام کی طرف اشارہ کر دیا کہ الگ ما نہیں میں نے میں نے اس واقعہ رواست دینے چاہے جواب دیا تھا اس لئے فوراً اس نے کہا سُبُلْتُ نَقَطُ کہ حضرت میں نے آپ سے یہی پوچھا تھا جس میں ہے۔ چنانچہ استاد نے جواب دیا۔ اَلْیَوْمَ نَسْکُہُ وَاَنَا رَدِیَ بِمَا كُنَّا نَقُولُ کہ صرف اس کے معانی مراد لے رہے ہیں۔

۱۰۴۔ شریعی نے یہ بھی رواست صاحب میرے قصور سے نقد و تذکرہ کرنا چاہتا ہے کہ اس میں تم کو تاؤں تو آتی ہیں پوچھے اس لئے پھر اس نے زوائد اَللّٰہُ لَا نَسْکُہُ جب استاد صاحب نے دیکھا کہ شاعر کے لئے اشارہ ناگفتی ہے تو پھر حمید فرمائی اور کہیں اَحْمَقُ احسبک مرہقین۔

وہکذا لا یقوی الخ سے کہتے ہیں جو اصول امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیان فرمایا ہے۔ وہ قوی نہیں ہے کیونکہ مفسد نماز کا ماہر اس ہے۔ وحراف۔ میں کلام اناس ہوتا وہ تو اس کے تابع ہے۔ اس سے یہ کہ حروف ہی۔ پے۔ چا میں حتی کہ اگر کسی کی آواز میں کوئی حرف ای نہ ہو تو ہا اتفاق مفسد نہیں ہے۔ دوم یہ کہ حروف ہی مفید معنی ہوں حتی کہ اگر وہ حروف مفید معنی نہ ہوں تو مفسد نماز نہ ہوگا۔

اور یہ بات مسلم ہے کہ کلام ہوگا اس وقت بھی تحقیق ہو جاتا ہے جب کہ اس سے تمام حروف زائدہ میں سے ہوں مثلاً کسی نے کہ کہ اسمہ البوم سالتمو نیہا۔ اس جملہ میں مبتداء و خبر کی ترکیب ہے اور اس کلام سے تمام حروف زائدہ میں سے ہیں اس کے وجود مفسد نماز ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مطلق کلام مفسد نماز ہے حروف زائدہ پر مشتمل وہ یہ حروف اصلی ہیں۔ عربیہ صواب یہ ہے کہ حروف میں فرق ہے کہ کلام یہ ہر حرف کا کلام دو حروف میں ہے یعنی اگر کلام دو حروف زائدہ پر مشتمل ہو تو وہ مفسد نماز نہیں ہوگا اور اگر دو حروف سے زائدہ حروف پر مشتمل ہو تو وہ سب حروف زائدہ میں سے ہوں و امام ابو یوسفؒ کا قول بھی حرفین نے قول کیا۔ مفسد ہے یعنی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

نماز میں کھانسا عذر سے ہو یا بغیر عذر کے اسی طرح چھینکے اور ڈکار لینے کا کیا حکم ہے

وَأَنْ تَسْحَبَ بِغَيْرِ عَذْرٍ بَأْن لَمْ يَكُنْ مَذْفُوعًا إِلَيْهِ وَحَصَلَ بِهِ الْحُرُوفُ يُعْبَى أَنْ يَفْسُدَ عَنْهُمَا وَإِنْ كَانَ يُعْلَى فَبِهِ عَفْوٌ كَالْعَطَائِي وَالْجُشَاءِ إِذَا حَصَلَ بِهِ حُرُوفٌ

ترجمہ۔۔۔ اور اگر مصلی نے کچھ بغیر عذر کے یا اس طور مدح و ثناء کی تو وہ اور اس سے حروف پیرایہ ج میں تو منہ سے یہ بات کہ حرفین نے زائدہ ایک نماز فاسد ہو جائے اور اگر عذر کی وجہ سے ہو تو یہ معاف ہے جیسے چھینک اور ڈکار۔ اس سے حروف پیرایہ ج میں۔

تشریح۔ مسند یہ ہے کہ اگر مصلی نے کچھ بغیر عذر کے یا اس طور مدح و ثناء کی تو وہ اور اس سے حروف پیرایہ ج میں تو منہ سے یہ بات کہ حرفین نے زائدہ ایک نماز فاسد ہو جائے اور اگر عذر کی وجہ سے ہو تو یہ معاف ہے جیسے چھینک اور ڈکار۔ اس سے حروف پیرایہ ج میں۔

نماز میں چھینک کا جواب دینا مفسد صلوۃ ہے

وَمَنْ عَطَسَ فَقَالَ لَهُ أَحَرُّ بَرَحْمِكَ اللَّهُ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَسَدَتْ صَلَوَاتُهُ لِأَنَّهُ يَجْعَلُ فِي مُحَاظَبَاتِ النَّاسِ فَكَانَ مِنْ كَلَامِهِمْ بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ الْعَاطِسُ أَوْ السَّامِعُ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى مَا قَالُوا لِأَنَّهُ لَمْ يَتَعَارَفْ حَوَارًا

ترجمہ۔۔۔ اور اگر کسی کو چھینک آئی پھر اس سے دوسرے نے جو نماز پڑھتا ہے کہ برحمتک اللہ تو اس کی نماز فاسد ہو جائے۔ یہ وہی وہی کے معنی میں جاری ہوتا ہے ہند یہ وہی کے کلام سے ہوگا۔ وحراف۔ اس سے جب چھینک کے معنی میں ہے۔ مصلی نے یہ الحمد للہ کا پیرایہ ج میں کہہ کر الحمد للہ پڑھنا جو اب معاف نہیں ہے۔

تشریح۔ مسند یہ ہے کہ اگر ایک شخص کو چھینک آئی پس دوسرے آدمی نے جو نماز پڑھتا ہے کہ برحمتک اللہ تو اس کا اس کی نماز فاسد ہو جائے۔ یہی وہی کے معنی میں جاری ہوتا ہے ہند یہ وہی کے کلام سے ہوگا۔ وحراف۔ اس سے جب چھینک کے معنی میں ہے۔ مصلی نے یہ الحمد للہ کا پیرایہ ج میں کہہ کر الحمد للہ پڑھنا جو اب معاف نہیں ہے۔

نہیں جامع صغیر میں یہ شرط نہیں ہے کیونکہ لقمہ دینا کام کرتا ہے اور کلمہ نہ پڑھتا تو منہ نہ دیتا اور چہ نہیں پڑھتا نہ کہہ سکتا۔ یہ لقمہ دینے کو مہسوط میں فعل شمار کیا ہے اور جامع صغیر میں قول اور کام شمار کیا ہے۔ بعض شیخ منہ نہ دیتے تھے بلکہ منہ نہیں دہا دہا کر کے منہ دیتے تھے۔ صاحب ہدایہ نے اس پر کسی کو توجہ نہیں دی بلکہ بعض مشائخ نے جامع صغیر میں نہایت احتیاج ہے۔

مقتدی کا اپنے امام کو لقمہ دینے کا حکم

وَأَنْ فَتَحَ عَلَى رَأْسِهِ كَلِمَةً يَكُنْ كَلَامًا رَاسِيًا حَسَنًا لِأَنَّهُ مُصْطَوِّرٌ إِلَى إِصْلَاحِ صَلَاتِهِمْ فَكَانَ هَذَا مِنْ أَعْمَالِ صَلَاتِهِ
مَعْنَى وَيَنْوِي الْفَتْحَ عَلَى رَأْسِهِ ذِكْرَ الْفَرَاءَةِ فَهُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّهُ مُرَاحِلٌ فِيهِ وَفَرَاءَةٌ تُلْهُمُ مَسْئُورًا عَلَيْهِ

ترجمہ۔۔۔ اور اگر مقتدی نے اپنے امام کو قلم دیا تو یہ جہم نہ ہوگا (اور یہ نعمت) کہ نبی نے اپنے امام مقتدی اپنی نماز راستہ سے منقطع ہو کر
نہ اس نے یہ قلم دینا معنی کی نماز کے احوال میں سے ہو یہ امام مقتدی نے امام مقتدی کے وقت سے لے کر آج تک کی پیش
کش ہے کیونکہ قلم دینا ایسا امر ہے جس کی اجازت ان کی ہے اور مقتدی کا قلم نہ دینا ایسا امر ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔

تشریح۔۔۔ اس مہارت میں بکڑا صورت جس کا کہنتہ مسدس مدہ یا کہ تال عین بنیانی امر مستصح اور فائز ہو تو بن نماز
مقتدی وہ بن طور و مستصح امام فتح اور مقتدی ہو تو یہ تمام جہم نہ ہوگا۔ بلکہ تنہا وہ ثابت ہے جس کو روایت یا جمالیاتی و رسول اللہ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ أَوْ فِي الصَّلَاةِ سُورَةُ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ بَيْنَهُ خِشْيَةً فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهَا قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَلِمَةً يَكُنْ فِيكُمْ أَمْرٌ مِّنْ كَعَبٍ فَقَالَ بَعْضُ يَارَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا فَتَحْتَ فَقَالَ طَلَبْتُ إِلَيْهَا سُبْحَانَ
فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْلَا سُبْحَانَ لَأَنْتَ تَكْفُلُ لِي رَأْسَ صَلَاةٍ نَمَازٍ مِّنْ صَلَاةٍ مِّنْ صَلَاةٍ يَأْتِي أَوَّلُهَا قَوْلُهَا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
فَارْجُو تَوَفُّؤَ مَا كَلِمَةً تَمْلِكُ تَمْلِكُ لِي رَأْسَ صَلَاةٍ يَأْتِي أَوَّلُهَا قَوْلُهَا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لَمْ يَكُنْ يَدْرِي أَنَّهُ يَكُونُ بِهَا صَلَاةٌ
مَنْسُورٌ يَوْمَ تَقَامُ تَمْلِكُ تَمْلِكُ لِي رَأْسَ صَلَاةٍ يَأْتِي أَوَّلُهَا قَوْلُهَا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لَمْ يَكُنْ يَدْرِي أَنَّهُ يَكُونُ بِهَا صَلَاةٌ

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اذ استطعتك لاصد فاطمة بنی ابیہم تخرجت من تحتك من قوس و قوس و قوس و قوس
اقدیر (حضرت اس رضی اللہ عنہ نے یہ کلمہ کہ زائد اس حدیث میں ہوا منہ دینا تھا۔ (جہم)

دلیل عقلی یہ ہے کہ مقتدی اپنی نماز درست کرنے کی طرف مجبور ہے لہذا یہ لقمہ دینا کسی اس کی نماز کے احوال میں سے ہوگا۔ اور نماز کا
کوئی مطلق مفید نہیں ہے اس لئے لقمہ دینا مفید نہیں ہوگا۔

مشائخ کا اس پر۔۔۔ میں اختلاف ہے کہ مقتدی اپنے امام کو لقمہ دینے کی نیت کرے یا قرأت قرآن کی نیت کرے بعض نے کہا کہ
تمامت اور قرأت کی نیت کرے نہ کہ لقمہ دینے کی۔ صاحب ہدایہ نے یہ کہا کہ صحیح یہ ہے کہ لقمہ دینے کی نیت کرے نہ کہ قرأت قرآن کی
نیت مقتدی قلم دینے کی اجازت دیتی تھی ہے۔ اور قرأت کرنے سے روکا گیا ہے اس سے جس چیز کی اجازت اس کو دینی تھی ہے اس کو
مجبور کر دیا کہ نہ کرے جس سے اس کو روکا گیا ہے یعنی قرأت کی نیت نہ کرے۔

لقمہ دینے میں جلد بازی سے کام لیا اور امام دوسری آیت کی طرف منتقل ہو گیا

تو لقمہ دینے والے کی نماز کا حکم

وَلَوْ كَانَ الْإِمَامُ أَنْتَقَلَ إِلَى آيَةِ أُخْرَى تَقْضِي صَلَوةَ الْفَاتِحِ. وَتَقْضِي صَلَوةَ الْإِمَامِ لَوْ أَخَذَ بِقَوْلِهِ يُوجِبُ التَّلَفُّعَ وَالتَّلَفُّعُ مِنْ غَيْرِ صُورَةٍ وَنَسَبَةٍ لِلْمُقْتَدِي أَنْ لَا يَعْمَلَ بِالْفَتْحِ وَالْإِمَامُ أَنْ لَا يُلْجِئَهُ إِلَيْهِ بَلْ يُرَكِّعُ إِذَا جَاءَ أَوَانُهُ أَوْ يَنْقِلُ إِلَى آيَةِ أُخْرَى

ترجمہ۔ اور اگر امام دوسری آیت کی طرف منتقل ہو گیا تو لقمہ دینے والے کی نماز کا فائدہ ہو جائے گی اور امام نے اس کے قول کو یہی تو امام کی نماز بھی فائدہ ہو جائے گی کیونکہ مقتدی کا تلقین کرنا وہ امام کو اس کا لینا یا ضرورت کے پایا گیا۔ اور مقتدی کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے اور امام کو چاہئے کہ مقتدی کو یہی لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے بلکہ روع کر دے جبکہ اس کا وقت آگیا ہو یا دوسری آیت کی طرف منتقل ہو جائے۔

تشریح۔ صورت سے مسئلہ یہ ہے کہ امام جس آیت پر اکتفا دیکھتی نہیں بلکہ دوسری آیت پڑھنے لگا۔ پھر مقتدی نے لقمہ دیا تو لقمہ دینے والے کی نماز کا فائدہ ہو جائے گی اور امام نے اس لقمہ دینے والے کو امام کی نماز بھی فائدہ ہو جائے گی۔ دلیل یہ ہے کہ مقتدی کی طرف سے تلقین اور امام کی طرف سے تلقین با ضرورت چاہئے یا اس لئے احسان تو رہا نہیں البتہ ہتھکڑے قیاس یہ کلام مفید ہو جائے گا۔

یہ نہیں رہے کہ یہ پیش پیش کا قول ہے جس کو مصنف ہادیہ نے اختیار کیا ہے بلکہ بعض کا قول یہ ہے کہ نہ امام کی نماز کا فائدہ ہوگی اور نہ مقتدی کی جتنی نماز دینے والے کی فائدہ ہوگی اور نہ مقتدی نے امام کی فائدہ ہوگی کیونکہ امام میں جواثر ان رسول اللہ ﷺ قَسْرُ الْكَلَامِ السَّلَوةِ صُورَةَ الْمُؤْمِنِينَ کدرا ہے وہ مصحق ہے اور اس کے اخلاق کا تجھ یہ ہے کہ لقمہ دینے والے اور امام کی نماز کی حال میں فائدہ نہ ہو۔

صاحب ہادیہ نے امام اور مقتدی دونوں کو ہدایت فرمائی ہے چنانچہ فرمایا کہ مقتدی کی لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے اور امام مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے مثلاً ہادیہ آیت کو تو تار ہے نہ وہ پیش کھڑا رہ جائے ایسا نہ کرے بلکہ جب مقدار مضر و ضعیفی امام صاحب کے نزدیک ہے آیت اور صاحبین کے نزدیک آیت پڑھا تو روع کر دے اور بعض حضرات نے قرأت مستحب کا اعتبار کیا ہے جتنی آیت مستحب پڑھا تو روع کر دے یہ امام دوسری آیت کی طرف منتقل ہو جائے یعنی جس آیت پر اکتفا ہے اس کو چھوڑ کر دوسری آیت شروع کرے۔

نماز میں کسی کو "لا الہ الا اللہ" کے ساتھ جواب دینے کا حکم

فَلَوْ احْتَجَّ فِي الصَّلَاةِ بِحُجَّتِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَدْ كَلَّاهُ مُضَيِّدٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٌ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ لَا يَحْزُنُ مُضَيِّدٌ أَوْ هَذَا الْخِلَافُ فِيهِمَا إِذَا أَرَادَ بِهِ حُجَّتَهُ لَمْ يَكُنْ يَصْنَعُهُ فَلَا يَنْتَعِمُ بِغَيْرِ نَيْمِهِ وَلَهُمَا أَنَّ أَخْرَجَ الْكَلَامَ مَحْزُونٌ الْكُزُوبُ وَهُوَ بِحُجَّتِهِ فَيُحْضَلُ جَوَابُ كَلَامِهِمْ عَلَى الْإِثْمِ جَاءَ عَلَى الْخِلَافِ فِي الصَّحِيحِ

ترجمہ :- پس اگر مصلیٰ نے نماز کے آخر کسی آدمی کو لا الہ الا اللہ کے ساتھ جواب دینے کا یہ کلام جو ضعیف اور امام محمد کے نزدیک منسوخ ہوگا اور ابو یوسف نے کہا کہ منسوخ نہیں ہوگا اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ مصلیٰ نے اس کلام سے پہلے اس کے جواب کا ارادہ کیا ہو اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ کلام اپنی وضع کے اعتبار سے ثابتاً باہمی ہے جس کو مصلیٰ نے عزائم سے سمجھ کر دیا ہوگا اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ (لا الہ الا اللہ) جواب کے طور پر استعمال ہوا ہے اور یہ جواب کا احتمال بھی رکھتا ہے اس لئے اس کو جواب قرار دینا جائے گا جیسے چہینک کا جواب اور استرجاع (اللہ واللہ واللہ واجمعون) بھی صحیح روایت میں ای اختلاف ہے۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ اگر مصلیٰ نے اس لئے کسی نے کہا اللہ مع اللہ (یعنی یا اللہ کے ساتھ) اور کوئی مقبوضہ ہے؟ تو اس شخص نے ان کہ لا الہ الا اللہ جواب دینے کا ارادہ کیا ہے تو اس سے جواب کا قصد کیا ہوگا اور یہ اپنے نماز میں ہونے کی اطلاع ہوگی کیا ہوگا۔ اگر نہ ہوتی ہے تو اس کا حکم اگلی سہر میں آئے گا اور اگر احوال سے تو طرفین کے نزدیک نماز قاسد ہو جائے گی۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک نماز قاسد نہیں ہوگی۔ امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ یہ کلام اپنے معنی موضوع کے اعتبار سے ثابتاً باہمی ہے اور چہینک کا معنی موضوع کے اعتبار سے ثابتاً باہمی ہے اور وہ منقطع کے عزائم اور ارادے سے متعلق نہیں ہوتا جیسا کہ جب مصلیٰ نے اپنے اس کلام سے اپنے نماز میں ہونے کی خبر دینے کا ارادہ کیا ہو تو اس سے معنی موضوع کے متعلق نہیں ہوتا اسی طرح جواب کا ارادہ کرنے کی صورت میں بھی معنی موضوع کے متعلق نہیں ہوں گے اور معنی موضوع کے لئے چہینک کا ارادہ نہیں ہوتا اور چہینک کا ارادہ نہیں ہوتا اس لئے لا الہ الا اللہ کہنے سے نماز قاسد نہیں ہوگی۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنا یہ کلام ہے جو ثابتاً باہمی ہے اور جواب دونوں کا احتمال رکھتا ہے ہذا ایک مشترک کے مانند ہوگی اور مشترک کے معنی میں سے قصد اور ارادے سے ایک معنی و متعین کرنا چاہئے جس جب مصلیٰ نے لا الہ الا اللہ سے جواب کا ارادہ کیا تو اس کو جواب قرار دینا جائے گا جیسے چہینک کا جواب یعنی صریحاً کہ اللہ چہینک کا جواب ہے اس لئے کلام اناس سے دیکھو اور اس چونکہ مقصد صلوٰۃ ہوتا ہے اس لئے لا الہ الا اللہ بھی جواب مراد لینے کی صورت میں منسوخ ہوگا۔

صاحب عنایہ نے اس موقع پر ایک اعتراض اور جواب ذکر کیا ہے۔ اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔

اعتراض یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ جا رہا تھا اس وقت اللہ کا نبی ﷺ نماز پڑھ رہا تھا آپ نے جواب میں فرمایا: "اذ خلطوا سلاسلہم اصبحت" اس سے آپ نے جواب کا ارادہ کیا تو اللہ کا نبی ﷺ فرمایا: "لا تکلک آپ کی نماز قاسد نہیں ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی آیت یا کلمہ تو حید سے جواب کا ارادہ کیا ہو تب بھی نماز قاسد نہیں ہوتی۔" شمس الاممہ سرخسی نے جواب میں کہا کہ حضور ﷺ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مصلیٰ نے اپنے وقت کی آیت پر اپنی کلمہ گئے تھے جس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اس کو بقصد سلامت پڑھنا نہ کہ بقصد جواب ہذا اس کو نے اعتراض کرنا درست نہیں ہوگا صاحب ہادیہ نے کہا کہ اگر مصلیٰ نے اس لئے کسی نے کہا کہ فلاں مرتبہ مصلیٰ نے کہا: "سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ يَا اَلِہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" اس میں مشائخ کا اختلاف ہے چنانچہ بعض مشائخ نے کہا کہ یہ صورت بھی مختلف فیہ ہے یعنی طرفین کے نزدیک نماز قاسد ہو جائے گی اور امام ابو یوسف نے نزدیک قاسد نہیں ہوگی۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ صورت متفق مابین ہے یعنی امام ابو یوسف نے استرجاع کے مقصد صلوٰۃ ہونے میں طرفین کی موافقت کی ہے رسی یہ بات کہ امام ابو یوسف نے نزدیک فرق کیا ہے کہ لا الہ الا اللہ منسوخ نہیں اور استرجاع منسوخ ہے اس کا

جواب یہ ہے کہ استرجاع اظہار مصیبت کے لئے ہوتا ہے اور نماز اس کے لئے مشروع نہیں کی گئی ہے اور لا الہ الا اللہ تعظیم اور توحید کے لئے ہے۔ اور نماز کی مشروعیت بھی اسی کے ہوئی ہے۔

اصل یہ کہ استرجاع من فی صلوٰۃ ہونے کی وجہ سے منسوخ ہے اور لا الہ الا اللہ چونکہ من فی صلوٰۃ نہیں اس لئے یہ کلمہ منسوخ نہیں ہوگا صاحب ہدایہ نے کہا کہ مختلف فیہ ہونے کا قول صحیح ہے۔

اگر دوسرے کو نماز میں ہونے پر خبردار کرنے کے لئے کلمہ یا آیت پڑھی تو بالا جماع نماز فاسد نہیں ہوگی
وَ اِنْ اَرَادَ سَمِ اعْلَانَهُ اَنَّهُ فِی الصَّلَاةِ لَمْ يَنْفُسْ بِاِلَّا حُتْمًا رَاقٍ فَلَوْ لَمْ يَلْقُوْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَدَا مَا نَبَتْ اَحَدُكُمْ ثَابِتَةً فِی الصَّلَاةِ فَلَمْ يَنْتَحِ

ترجمہ اور اگر کلمہ یا آیت پڑھنے سے رادہ یا دوسرے کو خبردار کرنے کا کہ میں نماز میں ہوں تو بالا جماع نماز فاسد نہیں ہوگی
کیونکہ آپ نے فرمایا کہ تم میں کسی کو نماز میں منیٰ واقعہ پیش آئے تو اتنی پڑھ دو۔

تشریح ماقبل کے مسد میں دوسرے احتمال کا رد دیا یہ تھا اس عبارت میں اس کا بیان ہے یعنی کسی مصیبت نے کلمہ توحید یا قرآن کی کوئی آیت سن لیا ہے سے پڑھی کہ دوسرے اس کا نماز ہونا معلوم ہو جائے تو اس سے بالا جماع نماز فاسد نہیں ہوگی۔ دلیل منقولہ کا قول اِدَا نَبَتْ اَحَدُكُمْ ثَابِتَةً فِی الصَّلَاةِ فَلَمْ يَنْتَحِ لِلرَّحَالِ وَ التَّضْفِیْطِ لِلنِّسَاءِ یعنی جب نماز میں تم میں کسی کو کوئی واقعہ پیش آئے تو اتنی پڑھی چاہئے کیونکہ اتنی ضرورتوں کے لئے ہے اور تعلق عورتوں کے لئے اور تحقیق یہ ہے کہ عورت اپنے دامیں ہاتھ تو کیلی کے رہنے سے نہیں ہاتھ کی پشت پر ماروے۔

ظہر کی ایک رکعت پڑھنے کے بعد عصر یا نفل میں شروع ہوا تو ظہر کی نماز باطل ہو جائے گی
وَمَنْ صَلَّى رَكْعَةً مِنَ الظُّهْرِ لَمْ يَفْتَحِ الْعَصْرَ وَالنَّطَوَّاعَ فَقَدْ نَقَضَ الظُّهْرَ لِأَنَّهُ صَحَّ شُرُوعُهُ فِي غَيْرِهِ فَيُخْرُجُ عَنْهُ

ترجمہ اور اگر کسی نے (مثلاً) ظہر کی ایک رکعت پڑھی پھر عصر کی نماز یا نفل نماز شروع کی تو اس نے ظہر کو توڑ دیا کیونکہ اس کے خیر کو کاٹ دیا کہ صحیح یہ تو ظہر سے نکل چاہئے گا۔

تشریح اگر کسی شخص نے کسی نماز مثلاً ظہر کی ایک رکعت پڑھی پھر عصر کی نماز یا نفل نماز کی نیت کی اور یہ نیت دل سے کی ہے نہ کہ زبان سے اور اگر وہ جب ہاتھ بھی نہیں اٹھائے تو اس صورت میں یہی نماز نیت کی ظہر باطل ہوگئی۔ دلیل یہ ہے کہ اس شخص کا دوسری نماز شروع کرنا صحیح ہے اور دوسری نماز شروع کرنے کے لئے پہلی سے ممکن ضروری ہے اس لئے یہی نماز باطل ہو جائے گی۔

ظہر کی ایک رکعت پڑھنے کے بعد دوبارہ ظہر میں شروع ہوا تو پہلی پڑھی رکعت محسوب ہوگی
وَلَوْ اَفْتَحَ الظُّهْرَ بَعْدَ مَا صَلَّى مِنْهَا رَكْعَةً فَهِيَ حَيٌّ وَ يُجْتَنَبُ بِبَيْتِكَ الرَّكْعَةُ لِأَنَّهُ نَوَى الشُّرُوعَ فِي غَيْرِ مَا هُوَ فِيهِ لَكُنْتُ رَيْبَهُ وَ بَقِيَ الْمُنَوَّى عَلَى حَالِهِ

ترجمہ اور اگر غصہ کی ایک رکعت پڑھنے کے بعد پھر غصہ کی نماز شروع کی تو یہ دوسری نماز وہی پہلی نماز ہے اور وہ رکعت محسوب ہوگی کیونکہ صلی نے شروع کرنے کی نیت کی ایسے فرض میں کہ وہ عینہ رہی ہے جس میں موجود ہے تو اس کی نیت لغو ہوئی اور جس کی نیت نہ ہو وہ اپنی حالت پر رہی۔

تشریح مسند یہ ہے کہ پہلے غصہ شروع کرے اس میں سے ایک رکعت پڑھنے کے بعد پھر وہ دہرائی غصہ کی نیت سے بغیر تحریر کے غصہ زہن سے نیت کئے ہوئے تو یہ دوسری نماز پہلی نماز ہے یعنی پہلی نماز سے خاریق نہ ہوگا اور جو رکعت پڑھا چکا وہ بھی شمار ہوئی حتیٰ کہ اگر اس نے بعد میں رکعتیں پڑھیں تو فرض نہ ظہر ادا ہو جائے گا اور اگر اس کے بعد چار رکعتیں پڑھیں اس گمان کے ساتھ کہ پہلی رکعت خاص ہوئی اور تیسری رکعت پر پیش بھی نہیں تو قعدہ اخیرہ کے فوت ہونے کی وجہ سے اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

دلیل یہ ہے کہ متصل نے بعد اس چیز کو شروع کرنے کی نیت کی ہے جس میں وہ پہلے سے موجود ہے اس لئے اس کی نیت لغو ہوئی اور جس کی نیت کی وہ اپنی حالت پر باقی رہا۔

نماز میں مصحف سے دیکھ کر پڑھنا مفسد صلوٰۃ ہے یا نہیں... اقوال فقہاء

وَإِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ مِنَ الْمُصْحَفِ فَلَمْ يَدْرَ عِنْدَ أَبِي حَبِيبَةَ وَقَالَ هِيَ تَامَةٌ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ لِّتَصَافَتْ إِلَهِ عِبَادَةِ إِلَّا أَنَّهُ بِمَكْرَهٍ لِأَنَّهُ يَنْتَبِهُ بِصَنْعِ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا يَبْنِي حَبِيبَةَ أَنَّ حُلَّ الْمُصْحَفِ وَالْطَّرْقُ بِهِ وَتَقْلِبُ الْأَوْرَاقَ عَمَلٌ كَثِيرٌ وَلَا يَكُونُ تَلْفَنٌ مِنَ الْمُصْحَفِ لِقَوْلِهِ كَمَا ذَاكَ تَلْفَنٌ مِنْ غَيْرِهِ وَعَلَى هَذَا لَا فَرْقَ بَيْنَ الْمُحْمُولِ وَالْمَوْضُوعِ وَعَلَى الْأَوَّلِ يَنْفَرُ فَإِنْ

ترجمہ اور اگر امام نے مصحف میں سے قرأت کی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوگئی اور صاحبین نے کہا کہ دیکھ کر پڑھنے والے نے نماز پوری ہے کیونکہ ایک عبادت ہے جو دوسری عبادت سے مل گئی مگر وہ ہے کیونکہ یہ صورت اہل کتاب نے طریقہ سے پڑھا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ مصحف کا اٹھائے رکھتا اور اس میں دیکھتا اور ورق اٹھائے پڑھا ہے اور اس نے کہ مصحف سے سیکھنا ایسا ہے جیسے کہ دوسرے آدمی سے سیکھنا۔ اور اس وجہ کے موافق (رحل پر) اڑے ہوئے (قرآن سے) پڑھنے اور اٹھائے ہوئے سے پڑھنے میں تفاوت نہیں اور وجہ اس کے موافق دونوں میں فرق ہے۔

تشریح صورت مسند یہ ہے کہ اگر امام یا منفرد نے مصحف میں سے دیکھ کر قرأت کی تو حرامی یا زیادہ تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوئی اور صاحبین نے فرمایا کہ مع کراہت چار نماز ہے یعنی نماز پوری ہوئی البتہ مکروہ ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک تو با کراہت چار نماز ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ قرأت ایک عبادت ہے اور مصحف میں نظر کرنا بھی عبادت ہے کیونکہ حضور نے فرمایا اَعْطُوا أَغْنِيَكُمْ مِنَ الْعِبَادَةِ حَظًّا قَلِيلًا وَكَمَا حَظُّهُ مِنَ الْعِبَادَةِ قَالَ الطَّرْقُ مِنَ الْمُصْحَفِ یعنی اپنی آنکھوں کو عبادت میں سے حصہ دے دیا۔ عبادت میں سے انعام دیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ مصحف میں نظر کرنا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصحف میں نظر کرنا آنکھوں کی عبادت ہے پس یہاں ایک عبادت دوسری عبادت سے ساتھ نہیں لئی اور جب ایک عبادت سے منفرد نماز جس جب وہ عبادتیں مل گئیں تو درجہ اولیٰ مفسد نماز نہیں ہوں گی۔ دوسری دلیل حدیث و کوان "أَنَّهُ كَانَ يَوْمَ عَاشِرَةِ فِي رَمْضَانَ وَكَانَ يَقْرَأُ مِنَ الْمُصْحَفِ" ہے یعنی حضرت عائشہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آزاد یہ ہونا امام کو نئی رہنمائی میں حضرت امام ابو مثنیٰ کی امانت کو توڑ دیا اور دو مختلف سے چار چھ کرتا تھا ورنہ کرامت میں نہ ہے کہ یہ صورت اہل کتاب کے طریقہ کے مشابہ ہے۔ چونکہ اہل کتاب انکار کو غیہ و اختلاف ہونے کی وجہ سے اسی طریقہ پر تھوڑے میں تیار ہو جاتے ہیں وراہل کتاب کی مشابہت سے حدیث میں منفع کیا گیا ہے جس صورت میں بغیر مشابہت کے ثابت پر عمل کرنا ممکن ہوا اس صورت میں اہل کتاب کے ساتھ تشبیہ نہ کرنا ہوگا۔

۱۔ اور وضو کی دلیل یہ ہے کہ قرآن پاک اٹھائے رہنا اور اس میں نظر نہ مارنا اور قوس اوپر چلتے یہ مجموعہ عمل کثیر ہے اور عمل کثیر مفید نماز ہوتا ہے اس لئے یہ صورت مفید نماز ہوگی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ صحیف سے پڑھنا اس سے سیکھ لینا ہے جس میں یہ ایسا ہو گیا جیسے کسی دوسرے آدمی سے نماز میں لکھتے ہیں اور نماز میں کئی دوسرے سے تعلیم اور متقین اگر نماز مفید نماز ہے جتنا اس صورت میں بھی نماز نہ مفید ہوگا۔ صاحب چہ یہ ثابت ہیں کہ دوسری دلیل میں بنا، پر کسی چیز پر نئے ہوئے قرآن سے پڑھنے اور پڑھناں میں اٹھائے ہوئے سے پڑھنے میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ متقین دونوں صورتوں میں پڑھنا اور وہی باعث خدا ہے اور دلیل اول کی بنا پر دونوں میں فرق ہے کیونکہ قرآن کی چیز پڑھنا ہے اور اصلی اس سے کچھ نہ چاہتا ہے اس میں عمل کثیر نہیں ہے اور اگر پڑھناں میں لے کر پڑھتا ہے تو یہ عمل کثیر ہے جس کے عکس اگر وہ مرضی سے دوسری دلیل کو مع قرار دیا ہے۔

نماز میں مکتوب چیز کی طرف دیکھ کر اسے سمجھ لیا تو یہ بالا جماع مقصد صلوٰۃ نہیں

وَلَوْ نَظَرُوا إِلَى مَكَوْبٍ وَفِيهِمَا فَالصَّابِحُ أَمَّا لَا تَفْسُدُ صَلَاتُهُ بِالْإِحْتِمَارِ بِجَلَّافٍ مَا إِذَا خَلَفَ لَا يَقْرَأُ كَمَا تَفْعَلُ
عَنْ تَحُتُّ بِاللَّهْبِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ لِأَنَّ الْمُفْضُودَ هَذَا لِكَ الْفَهْمِ أَمَّا فَسَادُ الصَّلَاةِ بِالْعَمَلِ الْكَبِيرِ وَلَمْ يُؤْخَذْ

قریب صد اور ماسٹی نے (تین لے گا وہ) کسی بھی ہوئی چیز کی طرف دیکھ اور اس کو بھی لیا تو صحیح قول یہ ہے کہ ہر ایمان اس کی نذر ہے۔ یہ نہیں ہوئی اس کے برخلاف جب اس نے قسم کھائی کہ کفران کی کتاب نہیں پڑھے گا تو امام محمد کے نزدیک ایمان بھگنے سے مراد ہو گیا۔ یہ ایمان قسم کھانے سے رہ گیا۔ لہذا یہ ایمان تو وہ جس سے موت ہے اور وہ پڑ نہیں گیا۔

تشریح صورت: مسدود ہے کہ اصلی نے قرآن کے مارد و ماری چیزوں کو ہی اور اس کو سمجھ بھی لیا مگر زبان سے نکلتے نہیں آیا تو سہارے میں داخل مشائخے قرآن نے اس پر اقام ہوئے۔ ہفت۔ ہزار ایک نہاد نہیں ہوگی اور ہر محمد کے نزدیکی فائدہ ہو جائے گی جیسے کہ ان کے قصہ کہانی کے دوران کی کتاب نہیں پڑھوں گا پھر اس پر نظر بانجھی کہ اس کو سمجھ بھی لیا مگر زبان سے نکلتے نہیں آیا تو اب مارد و ماری ہفت۔ ہزار ایک نہاد نہیں ہوگا اور ہر محمد کے نزدیکی حادث ہو جائے گا امام محمد کی دلیل ہے کہ زبان سے قرأت کا مقصد فہم اور مراد کا پہنچنا ہے جس پہنچنا قرأت ہے نہ نہاد ہو یا جتنی جس صحت قرأت اور کلام سے ثابت ہو جائے اسی طرح فہم معانی سے بھی ثابت ہو جائے گا۔ اور مارد و ماری سب سے پہلے یہ ہے کہ قرأت زبان سے ہوتی ہے کیونکہ قرأت کا کام کے قبول سے ہے اور کلام زبان سے ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ قرأت جتنی زبان سے ہوتی ہے اور مسدود ہے کہ کلام نے زبان سے نکلتے نہیں پڑھا بلکہ لکھا ہوا دیکھ کر صرف سمجھا ہے اس لئے وہ حادث نہ ہوگا۔ اور اصلی نے قرآن کی نہاد نہاد نہ ہوگی۔

ساحبِ جبر ہے نہ بیک مسند نور و میں پا، بہت نماز نافہ نہ ہوئی۔ مسئلہ مذکور میں صاحبِ ہدایہ کے بیان کے مطابق امام محمد بھی یہ مفسر و نماز نہ تھے۔ غرض میں جو مفسر کے ساتھ ہیں اب حاصل یہ ہوا کہ قرآن کے علاوہ کبھی ہوئی چیز کو کچھ اگر کچھ لیا اور زبان سے نہیں

تہی۔ اور جب آپ اسے گھر سے جوتے تو پاؤں پھیرا دیتی تھی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث ابوہریرہؓ کی سختی سے انکار کیا اور مصلیٰ کے سامنے سے گزرتے سے غمزدہ منہ نہ دیکھنے کی سنت لب و جہ میں تردید فرمائی۔ زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کلام مصلیٰ کے سامنے سے گزرتے میں ہے کہ پاؤں پھیرنا کر لیتے ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ کے بیان سے پاؤں پھیرنا کر لینا ثابت ہوتا ہے مگر مکرر تین مصلیٰ ثابت نہیں ہوتا۔ جواب جب پاؤں پھیر کر لینے پر مسند نہ رکھیں تو مکرر پاؤں مسند نہیں ہوگا۔

جمہور ماری کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا قول "لَا يَمْلِكُ الصَّلَاةُ أَنْ يَنْفَعَكَ مِنْ شَيْطَانٍ إِلَّا بِمَا تَصِلُ إِلَيْهِ" ہے یعنی کسی چیز کا مزا نہ تو واقع نہیں رہتا جس قدر ممکن ہو دفع کر دے شیطان ہے لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ مصلیٰ کے سامنے سے گزرتے والا کلمہ ہوگا۔ کیا ضرور ہے کہ فرمایا "لَوْ عَلِمَ الْكُفَّارُ أَنَّ يَدِي الْمُسْلِمِينَ مَا دَاغَلَهُمْ مِنَ الْيَوْمِ لَوَقَفُوا رُجُوعِي" یعنی اگر مصلیٰ کے سامنے سے گزرتے والا چاہتا کہ اس پر کسی قدر غمزدہ بناتا ہے تو وہ پاؤں نہیں تھکا رہتا۔ راوی بتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ پاؤں تھکا رہتا ہے یا نہیں۔ ماہ تیس یا پچیس یا پچیس۔ بعض حضرات نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے بطریق صحت ثابت ہے کہ پاؤں سال ماہ ہیں۔

وَالسَّامِعُ لَهُ إِذَا أَمَرَ أَلْفَ اس مقام کا بیان ہے جس کے اندر سے گزرتا حرام ہے یعنی وہ وقت جس کے اندر گزرتا حرام ہے اس کی حد یہ بیان تہی کہ مصلیٰ کے قدم سے لے کر مقدمہ تک ہے یہی اسح ہے۔ اور اسی کو غسل الخاء السخفی و شیخ الاسلام اور قاضی خان نے اختیار کیا ہے۔

بعض مشائخ کی رائے: بعض مشائخ نے کہا کہ حد یہ ہے کہ جب مصلیٰ اپنی نظر اپنے سجدہ کی جگہ ڈال کر پڑھتا ہو تو گزرتے والا پاؤں کی گدھ پڑے یعنی حد موضع ہو تو جی آئے وہاں تک ہے۔ موضع مجوز پر نظر رکھنے کی حالت میں جہاں تک آگے بھی نظر پڑتی ہے پھر جہاں نہ پڑے وہاں سے گزرتے ضرور نہیں ہے بعض نے "صاف پچیس صاف کی مقدار کے ساتھ مقدار کیا ہے اور بعض نے تین ذراں کے ساتھ اور بعض نے پانچ ذراں کے ساتھ مقدار کیا ہے اور بعض نے پاؤں سے لے کر ذراں کے ساتھ مقدار کیا ہے یہ تمام اسی وقت ہے جب کہ وہ سجدہ میں نہ ہو اور اگر سجدہ میں پڑھتا ہے تو بعض نے رائے یہ ہے کہ پچیس ذراں مجوز کر گزرتا ہو سکتا ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ مصلیٰ اور قہر دین اور درمیان سے گزرتا نہ سب نہیں ہے جگہ پانچ ذراں کی طرف سے ہو کر گزرتا ہے۔

مذہب ہدایہ نے فرمایا کہ مکرر تین مصلیٰ کی کراہت اس وقت ہے جبکہ مصلیٰ اور گزرتے والے کے درمیان کوئی چیز حال نہ ہو چھ ستون یا دروازہ یا دیوار یا چیز وغیرہ یا کوئی چیز حال ہو تو گزرتے والا کلمہ نہ ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگر کوئی شخص چوتھے پڑھتا ہے یا سجدہ کرتے سے سامنے سے گزرتے والا اس وقت کلمہ نہ ہوگا۔ بلکہ گزرتے والے کے اعضاء مصلیٰ کے اعضاء کے صحافی اور مقابل ہو جائیں اور اگر وہی کے قدم برابر اوپری جگہ پر نماز پڑھتا ہو تو اس کے آگے سے گزرتے والا کلمہ نہ ہوگا۔

صحرا (میدان) میں نماز پڑھنے والے کے لئے سترہ قائم کرنا مستحب ہے

وَيَسْعَى لِمَنْ تَصَلَّى فِي الصَّحْرَاءِ أَنْ يَتَّخِذَ أَمَامَهُ سُرَّةً لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فِي الصَّحْرَاءِ فَلْيَبْغِضْ مَنْ يَدْبُرُهُ سُرَّةً وَيَقْدِرْ أَرَاهَا ذِرَاعٌ فَصَاعِدًا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَيْعِزُّ أَحَدُكُمْ إِذَا صَلَّى فِي الصَّحْرَاءِ أَنْ تَكُونَ أَمَامَهُ مِثْلُ مَوْحَرَّةِ الرَّحْلِ وَفِي يَسْعَى أَنْ يَكُونَ فِي غِلْظِ الْأَصْبَعِ لِأَنْ مَا دُونَهُ لَا يَبْدُو لِلنَّاطِقِينَ مِنْ تَعْدِيلٍ

فَلَا يَخْصُلُ الْمَقْصُودُ

ترجمہ۔۔۔ اور جو شخص میدان میں نماز پڑھتا ہے اس کے لئے من سب یہ ہے کہ وہ اپنے آگے سترہ بنائے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: سب کوئی تم میں سے میدان میں نماز پڑھتے ہو تو اپنے سامنے سترہ ڈالے۔ اور سترہ کی مقدار ایک اراع یا زیادہ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: یہ ماہر ہوتا ہے تم میں کوئی جب میدان میں نماز پڑھتے یہ کہ اس کے سامنے پیش مؤخرہ کچھ نہ ہو۔ اور یہ بھی کہ من سب ہے کہ موٹی میں انگلی کی مقدار ہو۔ کیونکہ اس سے کم موٹی تو دور سے دیکھنے والوں کو ظاہر نہ ہوگی پس مقصد حاصل نہ ہوگا۔

تشریح۔ مسند یہ ہے کہ اگر کوئی شخص میدان میں نماز پڑھتا ہو تو وہ اپنے آگے سترہ ڈال کر لے اور یہ امر مستحب ہے۔ دلیل حضور ﷺ کا قول: اِذَا صَلَّيْتُ اَحَدُكُمْ هِيَ الصُّخْرَاءُ فَلْيَجْعَلْ بَيْنَ يَدَيْهِ سِتْرَةً بِرَأْسِي يَهْدِي بِهَا كَسْرَةً وَكَيْفَ ارِيَا بَوْنِي قَوَسٍ دَارَسَ فِيهِ مَوْجِدٌ۔ وہی میں تم نماز ایک اراع ہوں پڑھتے ہو اور زیادہ جس قدر ہووئی خیر نہیں۔ دلیل حضور ﷺ کا قول: اِذَا صَلَّيْتُ اَحَدُكُمْ هِيَ الصُّخْرَاءُ اَنْ يَكُوْنَ اَمَامَهُ مِنْ مَوْحَرَةِ الرَّحْلِ، مَوْحَرَةٌ مِمَّا كُنْزُهَا دَارَسَ كَسْرَةً وَكَيْفَ ارِيَا بَوْنِي قَوَسٍ دَارَسَ فِيهِ مَوْجِدٌ۔ اے سرے برابر ہوتی ہے۔ اے موشہ، چاند خط ہے رمل کی، دے معنی میں ہے۔ صاحب تہذیبی نے کہا کہ موٹی ایک انگلی سے برابر ہونی چاہئے۔ دلیل یہ ہے کہ اس سے کم موٹی دور سے دیکھنے والوں کو ظاہر نہ ہوگی پس اس سے کم موٹی والے سترہ دے گا۔ حاصل نہ ہوگا اس لئے کہ یہاں کہہ رہا ہے کہ سترہ ایک انگلی کی مقدار موٹی ہونی چاہئے۔

نمازی سترہ اپنے قریب گاڑھے، سترہ لگانے کا طریقہ

وَلْيُصَرِّبْ مِنَ السُّتُورَةِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ صَلَّى إِلَى سُتُورَةٍ فَلْيَنْزِلْ مِنْهَا وَيَجْعَلِ السُّتُورَةَ عَلَى حَاجِبِهِ الْاَيْمَنِ اَوْ غَيْرِ الْاَيْمَنِ بِهِ وَرَدَ الْاَثَرُ وَلَا تَأْسُ بِسُتُوكِ السُّتُورَةِ اِذَا اَمِنَ الْمُؤَوَّرَ وَلَمْ يُؤَاجِهُ الطَّرِيقَ

ترجمہ۔ اور سترہ سے قریب رہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص سترہ کی طرف نماز پڑھتے ہو تو اس سے نزدیک رہے اور سترہ کو اپنے دائیں یا بائیں بھروسے کے مقابل رکھے یعنی دونوں آنکھوں کے بیچ نہ رکھے کیونکہ اسی کے ساتھ اثر وارد ہوا ہے چنانچہ امام ابو داؤد نے کہا: ہاتھ متدور ہیں اسود سے اور انہوں نے اپنے والد مقداد بن اسود سے روایت کیا ہے: قَالَ تَمَارُثُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ يُصَلِّي اِلٰی عُوْدٍ وَلَا عَمُوْدٍ وَلَا شَجَرَةٍ اِلَّا جَعَلَهُ عَلَى حَاجِبِ الْاَيْمَنِ اَوْ الْاَيْسَرِ وَلَا يَصْمُدُ لَهُ صَمَدًا مَقْدُوًّا فَرَمَا کہ نہیں دیکھ میں نے اللہ کے برحق نبی کو کسی کھڑی یا ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے ہوئے گھر یہ کہ اس کو اپنے دائیں یا بائیں بھروسے کے مقابل کر دے اور اس کا ارادہ نہیں فرماتے تھے۔ (فتح القدیر) اسباب من ہے اس اثر کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے: اِنَّہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ مَا صَلَّی اِلٰی شَجَرَةٍ وَلَا اِلٰی عُوْدٍ وَلَا عَمُوْدٍ اِلَّا جَعَلَهُ عَلَى حَاجِبِ الْاَيْمَنِ وَلَمْ يَصْمُدْ صَمَدًا اَنْیَ لَمْ يَصْمُدْ لِقَوْلِهِ اَلْمُؤَاجِبَةُ۔

تشریح : اسباق میں مفردات نماز کا بیان تھا اس فعل میں کمروہات کا انارت لہذا ہر اندر میں کمروہی کے قول سے معنی ہی عہدہ وہ فعل ہے جس میں غرض ہے جو کمر شری ہے اور اس سے وہ جس میں کوئی غرض نہ ہو۔

مسجد یہ ہے۔ نماز کی گاہ چنے کچنے سے چاہن سے نکالیں ضرور ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نمازوں کے تہوار کا یہ تین روزہ ضرور ہے جس میں سے ایک نماز کے اندر عیسا ہے اور باقی دو میں سے پھر روزہ کی رات میں نبی ﷺ کو کھانا ہے اور دوسری چچہ قمریہ میں قلاب کا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ فصل عید نماز سے پھر حرام ہے نہیں نماز میں حیرا کیا خیال ہے یعنی نماز میں بدھ اور

کنکریوں کو پلٹنے کا علم

وَأَسْقِيتَ الْخَصَالَاتُ نَوْعَ غَيْبٍ إِلَّا أَنْ لَا يُمَكِّنَهُ مِنَ السُّحُودِ قِيَسُوهُ مَرَّةً لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرَّةً يَا أَبَا ذَرٍّ وَلَا فَمَرَّةً وَإِنْ فِيهِ إِصْلَاحٌ صَلَاتِهِ

ترجمہ :- اور ننگریاں کو نہ لوئے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا بھٹ ہے اور یہ کہ اس کو خدہ نہ بن، مصلحت نہ ہو تو ایک مرتبہ اس کو پر ہرگز سے یاد نہ
حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک بار اسے ابوذر رضی اللہ عنہ اس کو بھی چھوڑ دو اس لئے کہ اس میں مصلحت کی کوئی نہ تھی۔

تشریح: مسدودیت ہے۔ نمازی حالت میں کنگریں نہ ہونے اس لئے کہ یہ بھی ایک طرح کا نقص باعث ہے۔ وہں جہد و زہاد قائم رہتا ہے۔ یہ حالت مست ہے۔ یعنی ایک موضوع جہد کو براہِ راست کہتا ہے، غیہ خارجہ اسی میں دوسری بھی اجازت ہے۔ اصل حضورؐ کا قول نمونہ کا اندازہ والا قید ہے۔ یعنی اس وقت ایک جہد رہتا ہے کہ وہی چیز اس میں ہے کہ موضوع جہد ہے ایک پارکنگریں بنانے کی اجازت ہے۔ ایک پارکنگریں نہ بنانے کا جہد ہے تو یہ افضل ہے۔

[illegible]

مقتضی دیکھ چکے ہیں۔ بڑے شہر اپنی نماز کی اصلاح ہے اور جس محل سے نماز کی اصلاح مقصود ہو اس میں کوئی غلط فہمی نہیں ہے۔

نماز میں انگلیاں پٹختانا اور کھوکھوں پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے

نماز میں اٹھیاں چٹھانا اور کھوکھوں پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے

وَأَتَمَّرَ فِي أَصَابِعِهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تُزَوِّجُ أَصَابِعَكَ وَأَنْتَ تُصَلِّيُ وَلَا تَحْضَرُ وَهُوَ وَصَّ النَّبِيَّ عَلَى الْحَابِ رُفَّةً لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَهَى عَنِ الْإِحْضَارِ فِي الصَّلَاةِ وَلِأَنَّ فِيهِ تَزَوُّجَ الْمَوْضِعِ الْمَسْنُونِ

ترجمہ: اور انی لکھیں نہ پختی کے ساتھ حضورؐ نے فرمایا کہ تو انکیاں نہ پختی اور امنی کہ تو نماز میں ہو اور حضورؐ نے فرمایا کہ

پہا بھ رکعت، یہ کہ حضرت ۸۰ نے نماز میں تحصر کرنے سے منع کیا ہے اور اس نے کہ اس میں مستنون طریقہ کا چھوڑنا ہے۔

تشریح نماز کے اندر انہیوں کا بیٹنا بھی مکروہ ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضور ۰ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تَوَاتَبِیْ اُحِثْ لَکَ مَا احِثُ لِنَفْسِیْ لَا تَفْرُقْ اَصَابِعَکَ وَ اَنْتَ تُصَلِّیْ یعنی میں تمہارے لئے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں تو تجارت نماز اپنی اٹھیں۔ مت بانی الیاض کے نزدیک حارث نماز بھی مکروہ ہے۔ چہ کہ اہت یہ ہے کہ یہ تو موقوف کا فعل ہے۔

نماز کی حالت میں تحصر بھی مکروہ تو یہی ہے یہ کہ نماز کی حالت میں تحصر کرنے سے حضور ۰ نے منع فرمایا ہے چنانچہ ابوہریرہ نے روایت کیا اِنَّہُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْاِحْصَاۃِ فِی الصَّلٰوۃِ۔ نقل دلیل یہ ہے کہ تحصر کرنے کی صورت میں مستنون طریقہ چھوڑنا زہر آتا ہے حارث صلوۃ اور عورت دونوں کے لئے مکروہ و تنبیہ ہے۔

تحصر کی ایک تفسیر تو صاحب ہدایہ نے کی ہے یعنی کھپ پکھ پکھ کرنا۔ یہی تفسیر اولیٰ اور انسب ہے لایض نے کہا کہ تحصر عصبہ فیکہ کا ہے۔ اور لایض نے کہا کہ تحصر یہ ہے کہ آیت بعدہ کو حذف کر دے اور باقی پکھ پکھ کرے۔

گردن موڑ کر دائیں بائیں التفات کرنا مکروہ ہے

وَلَا تَلْعَبْ لِقَوْلِهِ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَوْ عَلِمَ الْمُصَلِّیُّ مِنْ مَّيْجَانِیْ مَا لَفَتْ وَلَوْ نَظَرَ بِمُؤَخَّرِ بَیْتِہِ یُفْنِئْہُ وَيُسْرِفْہُ مِنْ عِبَادِہِ اَنْ یَّسْلُبُوْا عُنُقَہُ لَا یُکْرَہُ اِنَّہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ كَانَ یُلَاحِظُ اَصْحَابَہُ فِی صَلَاتِہِ یَسْمُوْنَ عُنُقَہُ

ترجمہ ۱۰ نماز میں التفات نہ کرے یہ کہ حضور ۰ نے فرمایا کہ اگر کسی نے ہاتھ میں پات کرتا ہے تو التفات نہ کرے۔ اور اگر مصی نے گوشہ شمرے دائیں بائیں نظری بغیر اس کے کہ اپنی گردن پیچھے تو مکروہ نہیں ہے یہ کہ آنحضرت ۰ نماز میں اپنے اسباب و اپنی آنکھوں کے گوشہ سے ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔

تشریح مستند گردن موڑ کر التفات نہ کرے یہ کہ اس میں کراہت ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضور ۰ نے فرمایا کہ اگر مصلیٰ چاہتا کہ کس سے نہ پات کرے تو (۱۰۱۱۱۱) التفات نہ کرے۔ یہ حضور ۰ سے مروی ہے کہ اِنَّ السَّوْحَکَہُ تَوَاحِدُ الْعَدَۃِ مَا دَامَ فِیْ صَلَاتِہِمْ فَاِذَا لَفَتْ اَعْرَضَ عَنْہُ یعنی اللہ تعالیٰ براہِ بندہ و پندہ میں اقبال فرماتا ہے پس جب اس نے التفات کیا تو وہ چہ کریم اس سے پیچھے پڑتا ہے۔

تعلیل دلیل یہ ہے کہ گردن موڑ کر التفات کرنے میں مضرت ہے۔ گردن موڑنے کے ساتھ خوف من القبلہ ہے اگرچہ وہ بدان کے ساتھ انحراف من القبلہ ہوتا تو اس کی نماز قاسم ہو جاتی۔ پس جب بعض بدن کے ساتھ انحراف من القبلہ ہوتا تو نماز مکروہ ہوئی۔ چھتے نماز کے اندر مثل قلیل مکروہ ہے یہ کہ گردن مائل کی طرف مصلد ہے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں سَأَلْتُ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ النِّیَابِ الرَّجُلِ فِی الصَّلَاۃِ فَقَالَ هُوَ اَحْتِلَاسٌ یَّخْتَلِسُ الشَّیْطَانُ مِنْ صَلَاۃِ الْعَبْدِ یعنی میں نے رسول اللہ ۰ سے عرض کیا نماز میں التفات سے متحقق رہتے کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ احتیاس (قریب دے راجحہ مارا) ہے کہ اس کو بندہ کی نماز میں سے شیعان پسند پڑتا ہے۔ (بخاری)

۱۰۱۱۱۱ روایت اور تعلیل دلیل یہ ہے کہ پات ثابت ہوئی کہ التفات مفید نماز نہیں کر چکا میں پات انحراف من القبلہ ہو

وَعَدَاةُ الصَّلَاةِ مُدْخِرَةٌ^۹ سے ایک سوال کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ نماز کی حالت میں جو کچھ نہایت ہی مریض معاف ہو پڑتا ہے جیسا کہ روزہ کی حالت میں معاف ہے۔

جو نماز کی حالت روزے کے مانند نہیں ہے کیونکہ نماز کی حالت یہ دلاتے والی ہے یعنی یہ ارائی اور ہوشیاری کی ہے ہند نماز کی حالت میں کھانا چھینا یا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس کے برخلاف روزہ کے وقت کچھ نہیں ہے۔ اس وجہ سے روزہ کی حالت میں سین اور جوں و مواف کر دیا گیا۔

امام کا مسجد میں کھڑا ہونا اور جگہ محراب میں کرنا مکروہ نہیں ہے، مکمل محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے

وَلَا تَأْسَ بِأَنْ يَكُونِيَ مَقَامُ الْإِمَامِ فِي الْمَسْجِدِ وَشُحُوْدُهُ فِي الطَّائِفِ وَيُكْرَهُ أَنْ يَقُوْدَ فِي الطَّائِفِ لِأَنَّهُ يُشْبِهُ صَبِيْعَ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ حَبْتٍ تَخْصُصُ الْإِمَامَ بِالْمَكَانِ بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ شُحُوْدُهُ فِي الطَّائِفِ وَيُكْرَهُ أَنْ يَكُونِيَ رَأْسُ مَدْرَسَةٍ وَخُدَّةٌ عَلَى الدُّكَّانِ لِمَا قُلْنَا وَكَذَا عَلَى الْقَبْرِ فِي طَاهِرٍ الزَّوَادِ لِأَنَّهُ أَرْدَا مَا لِلْإِمَامِ

ترجمہ۔ اور وہی مفسر لکھتے ہیں ہے کہ امام مسجد میں کھڑا ہونا اور اس کا جگہ محراب میں ہونا مکروہ ہے۔ امام محراب میں نہ ہونا مکروہ ہے۔ امام کتاب کے محل کے مشابہ ہے اس حیثیت سے کہ امام کی جگہ مخصوص کرتے ہیں برخلاف سب امام جگہ مخصوص کرتے ہیں اور امام کی جگہ امامت کی وجہ سے جو جگہ ہے وہی ہے۔ اور ایسی جگہ جس میں امام نہ ہو وہی ہے۔ اس سے کہ یہ صورت امام کے محل میں تعمیر ہے۔

تشریح۔ مسجد امام کے قدمہ مسجد میں ہوں اور جگہ کرنا محراب میں ہونا اس میں کوئی قہر نہیں ہے کیونکہ قہر قدمہ میں ہونا ہی ہے جب قدمہ مسجد میں ہیں تو مقتدیوں کے برابر ہے اگرچہ جگہ محراب کے اندر واقع ہو جائے اور امام کے قدمہ بھی محراب میں ہوں تو یہ برابر ہے کیونکہ اس میں اہل کتاب کے ساتھ مشابہت پائی گئی اس حور پر کہ اہل کتاب امام کی جگہ مخصوص کرتے ہیں۔ اس سے برخلاف امام کے قدمہ محراب سے باہر ہوں اور جگہ کرنا محراب میں ہونا مشابہت نہیں ہے اور اس میں گراہیت کی وجہ مشابہت ہی ہے پس جس صورت میں مشابہت پائی ہے اس کی گراہیت ہوگی اور جس صورت میں مشابہت نہ ہو اس میں گراہیت نہ ہوگی۔

بعض حضرات نے گراہیت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ امام اگرچہ محراب میں کھڑا ہو یعنی اس کے قدمہ محراب کے اندر ہوں تو امام کے دائرہ میں کھڑے ہونے والے مقتدیوں پر اس کا حال غلطی ہو گا چنانچہ اگر محراب ایسا ہو چر ہو کہ امام کا حال غلطی نہ ہو تو امام کا کھڑا ہونا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے بلکہ قول امام ابو یوسف علیہ السلام ہے۔ (۱۵۸)

اور یہ بھی مکروہ ہے کہ امام کسی بلند جگہ پر کھڑا ہو اور تمام مقتدی یہ کہہ سکیں کہ امام اس میں بھی مکروہ ہے۔ اس کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے اور امام کے ساتھ کچھ لوگ بھی کھڑے ہوں تو مکروہ نہیں ہے۔ مسند ہدایہ نے ہند کی مقتدیوں میں نہیں کی ہے اس مسئلہ میں ہند قوس میں امام علیؑ کے کہ کہ متوسط آدمی کے قدمہ کے برابر بلند ہو مکروہ ہے اور اس سے کم ہو مکروہ نہیں ہے۔ کسی امام کو عین صفت سے روٹی ہے۔ بعض نے کہا کہ نہ قدر بلند جگہ ہو کہ اس سے امتیاز واقع ہو سکے۔ اور بعض نے کہا کہ ایک درجہ کی ہند ہی ہے۔ اس تیسرے قول سے دور پر قیاس کیا گیا ہے اور اسی پر افتاد ہے۔ یہ خیال دے کہ گراہیت اسی وقت تک ہے جب تک کہ کوئی ہند نہ ہو۔ پس اگر

میں تصویروں کی تعمیر اور تذکیل کرتا ہے اور ہم کو اس بات کا تعجب کیا گیا ہے کہ اگر کوئی نادان چانداری کی تصویر بنا کر جماعت ظاہر کرے تو جس تصویر کو ذلیل و خوار سمجھیں اور اس کے ساتھ ذلت اور توہین کا رونا ڈالیں۔

مفسر کہتے ہیں کہ مجیدہ تصویر پر نہ کرے کیونکہ یہ تصویر کی پرستش کے مثلاً ہے چنانچہ صلیبی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ تصویر دار پنجو نے پر نماز تو پڑھے لیکن مجیدہ تصویر پر نہ کرے۔

موسو داخل کھدی کی تصویر دار پنجو نے پر نماز پڑھا چنانچہ عظمت مکر وہ ہے خواہ تصویر پر مجیدہ کرے یا نہ کرے اور اصل یہ ہے کہ اگر کوئی کدو یا چھوٹا جو نماز کے لئے تیار کیا گیا ہے یعنی مصلیٰ فی ظلمہ معظم اور کرم ہے۔ پس اگر اس میں تصویریں ہوں گی تو ان تصویروں کی ایک گونہ تعظیم و زہم آئے گی کہ اگر ہم کو ان کی اہانت کا حکم کیا گیا ہے اس لئے کہ نماز پر تصویروں کا جو عظمت منسوب نہیں خواہ اس تصویر پر مجیدہ کرے یا مجیدہ نہ کرے۔

فی تہوہ تصویر وہ ہوتی ہے جو مخلوق خدا کے مثلاً بنائی گئی ہو خواہ فی روح کی ہو یا غیر فی روح کی۔ ورنہ فی روح کی تصویر۔ ساتھ حاصل ہے لیکن یہاں فی روح کی تصویر ہم دے کیونکہ فی روح کی تصویر میں کوئی کرامت نہیں ہے کیونکہ ان عباد کے ثواب کے ان مہمان نے یہ تصور ہے کہ قرآن کُتِبَ لَا بُدَّ لَهَا عِلًّا فَعَلَيْكَ رَيْثُنَا لِي عِبْرَةِ ذِي الرُّوحِ یعنی اگر تجھ کو تصویر بنانا ہی ضروری ہے تو غیر فی روح کی تصویر بنالیا کر۔ (فتح قدیر)

نمازی کے سر کے اوپر چھت میں یا سامنے یا دائیں بائیں تصویر ہوں تو مکروہ ہے

وَيُكْفَرُ أَنْ يَكُونَ فَوْقَ رَأْسِهِ هِيَ السَّفْيفُ أَوْ نِصْفُ بَدَنِهِ أَوْ يَحْدِثُ لَمْ يَصْوَ بِرُؤْسِهِ أَوْ صُورَةً مُعَلَّقَةً لِيَحْدِثُ حُرْنِ بِنَا لَا تَدْخُلُ بَيْنَهُ وَخَلْبُ أَوْ صُورَةً وَلَوْ كَانَتْ الصُّورَةُ صَغِيرَةً يَحْتَثُّ لَاتَّبَعُوا لِلْمَاطِرِ لَا يُكْفَرُ لِأَنَّ الصَّعَارَ حِدًّا لَا تَعُدُّ

ترجمہ اور مکروہ ہے یہ کہ مصلیٰ کے سر کے اوپر چھت میں یا اس کے سامنے یا اس کے دائیں بائیں تصویریں ہوں یا کوئی صورت لگی ہو۔ کیونکہ حدیث جبریل ہے کہ ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں آٹا ہو یا تصویر ہو۔ اور اگر تصویر اس قدر چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کو ظاہر نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سی چھوٹی تصویریں پائی جاتی ہیں۔

تشریح مذکورہ حدیث میں ہے کہ سامنے یا سامنے یا اس کے دائیں بائیں تصویریں ہوں تو اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے یہ تصویر لگی ہو تو بھی نماز مکروہ ہے اصل حدیث جبریل ہے عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَذْخُلُ فَقَالَ كَفَّ أَذْخُلُ وَبَيْنَ يَدَيْكَ سِتْرٌ فَيُصَوِّرُ رُؤْسَكَ أَوْ تَقْلَعُ رَأْسَكَ أَوْ تَجْعَلُ رِسْطًا بَاطِلًا مَعَاذِ اللَّهِ لَا تَدْخُلُ بَيْنَهُ وَخَلْبُ أَوْ تَصَوِّرُ رُؤْسَكَ (ابن ماجہ) یعنی منہ سے یا سر کے دائیں بائیں تصویریں ہوں یا کوئی صورت لگی ہو تو اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے یہ حدیث جبریل سے ہے چنانچہ حدیث جبریل سے ہے کہ ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں آٹا ہو یا تصویر ہو۔ اور اگر تصویر اس قدر چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کو ظاہر نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سی چھوٹی تصویریں پائی جاتی ہیں۔

اس حدیث سے اس طور پر استدلال ہوگا کہ جس مکان میں داخل نہیں ہوتا وہ مکان شایع ہوتا ہے۔ ورنہ زمرہ شایع ہوتا ہے۔

میں مکروہ ہے اس لئے ایسے مکان میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا یہ بات پیش نظر رہے کہ حدیث میں ملائکہ سے مراد ملائکہ رحمت ہیں اور رہے ملائکہ حفظ و تدویر اوقات کے ملائکہ کسی وقت بھی انسان سے جدا نہیں ہوتے۔ ورنہ وقت تک نہیں ایک قطعاً نہ جنت کے وقت دوم یعنی کے ساتھ جمع ہونے کے وقت۔ (شرح نقایہ)

اور تدویر سے تدویر چھوٹی ہے کہ دیکھنے والے کو ظاہر نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سی چھوٹی تصویر پوچی نہیں جاتی پس وہ بت کے حکم میں نہ ہوگی۔

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پس ایک ایسی انگوٹھی تھی جس پر دو تصویر تھیں ہوتی تھی۔

حضرت دانیالؑ کی انگوٹھی کا واقعہ ایک واقعہ صاحب فتح القدیر، صاحب نقایہ اور عالمی قاری سب ہی نے ذکر کیا ہے واقعہ یہ ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت دانیال علیہ السلام (جو نبیؑ گزرا ہے) کی انگوٹھی دستیاب ہوئی۔ اس انگوٹھی کے ٹک پر ایک شیر اور ایک شیرنی اور دونوں کے درمیان ایک بچہ کی تصویر تھی۔ تصویر میں دکھایا گیا تھا کہ شیر اور شیرنی دونوں اس بچہ کو کھاتے رہے ہیں فاروق اعظمؓ نے جب اس کو دیکھا تو آپؓ نے انھیں اس کو اپنے سے ڈب ڈھائیں۔ اور وہ انگوٹھی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کر دی۔ اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ جنت شریعت کی جس وقت تخت نشین ہوا تو اس کو کسی نبویؑ نے خبر دی کہ ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جو تھوڑے پرکے بچے کی طرح بخت نصر نے پیدا ہونے والے بچہ کی طرح قتل کرنا شروع کر دیا۔ پس جب حضرت دانیالؑ کی والدہ نے دانیالؑ کو جن تو سہاٹی کی امید کر کے ان کو ایک بیوی سے بنگل میں ڈال دیا۔ اس وقت وہ بیوی میں مرئی تھی اس کے سوا نہ کوئی آدمی نہ آواز نہ خدا کے بزرگ و بزرگ نے اس معصوم بچہ اور مستقبل کے چہرہ رشید و عابد کی تربیت اور حفاظت کا انتظام اس طرح فرمایا کہ ایک شیر کو بھیجا تاکہ وہ اس کو نہاس کی موذی جانوروں سے حفاظت کرے اور ایک شیرنی کو زور دھکمانے کے لئے مامور کیا یہ دونوں اس فرزند نیک و جہند کو کھاتے رہتے تھے۔ بڑے بزرگ حضرت دانیال علیہ السلام نے انگوٹھی کے ایک ٹک پر یہ نقش بنوایا تاکہ اس کو کچھ کر بھلاقت اللہ کی نعمتیں یاد رہیں۔

اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوا کہ بہت چھوٹی تصویر کا گھر میں رکھنا مکروہ نہیں ہے ورنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت دانیالؑ کی یہ انگوٹھی حضرت ابوموسیٰ اشعری کے حوالہ کیونکر کرتے وکیل احمد علی عنہ

سرکی یا سرمئی تصویر کے حکم میں نہیں

وَإِذَا كَانَ التَّيْمَنُ الْمَقْطُوعُ الرَّأْسِ أَوْ مَمْعُوقُ الرَّأْسِ فَلَيْسَ بِمُتَعَلِّقٍ لِأَنَّهُ لَا تُعْبَدُ بِمُؤْنِ الرَّأْسِ وَصَاحِبُ كَمَا إِذَا صَلَّى إِلَى سَمْعٍ أَوْ سَمْعٍ عَلَى مَا قَالُوا

ترجمہ اور جب تصویر سرکی ہو یعنی سر مٹا ہوا ہو تو تصویر ہی نہیں ہے کیونکہ تصویر بغیر سر کے نہیں پوچی جاتی۔ اور یہ ایسا ہو گیا جیسے کسی نے موسم حج یا چراغ کی طرف نماز پڑھی ہو اس بناء پر کہ بعض مشائخؒ نے کہا۔

تشریح تصویر سرنی ہوئی ہو یعنی سر کا سر ہلکا کر دیا گیا ہو یا نہ ہو یہ تصویر ہی نہیں بلکہ بدعات کے مانند ہے اس لئے سر کی طرف نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہوگا۔ صاحب ہم یہ ہے کہ یہاں بھی سر کی تصویر کی پرستش نہیں کی جاتی پس یہ یہ ہو گیا جیسے کوئی شخص نماز پڑھنے کے وقت سماع ہی پڑھا رہا ہو تو جس طرح ان کی عبادت نہیں کی جاتی اسی طرح سر کی ہوئی تصویر کو بھی نہیں پڑھا جاتا۔ ورنہ علی

کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔

تشریح ایسا کپڑا پہننا جس میں تصویریں ہوں مکروہ ہے کیونکہ یہ شخصیت اعلیٰ کے مشابہ ہے۔ شب اس لئے کہا گیا کہ کپڑے میں واقعہ بہت نہیں۔

صاحب ہدایہ نے کہا کہ ان سب مکروہ صورتوں میں نماز چار ماہ ہے۔ کیونکہ نماز کی تمام شرطیں جمع ہیں۔

صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ نماز اگر مکروہ طریقہ پر ادا کی گئی ہو تو اعتدال کا تھنہ ہے کہ اس کو غیر مکروہ طریقہ پر پلویا جائے۔ شیخ قوام الدین کا کہنا ہے کہ نماز اگر مکروہ طریقہ پر ادا کی گئی ہو تو اس کا اعادہ واجب ہے لفظ کی تفسیر فرمائی ہے یعنی نماز اگر مرتبہ آخر استیلا ہوئی تو اس کا اعادہ واجب ہے۔ لیکن شیخ ہاتھ یہ ہے کہ نماز اگر اگر استحراقی کے ساتھ ادا کی گئی ہو تو اس کا اعادہ واجب ہے کیونکہ مکروہ تحریمی واجب کے مرتبہ میں ہوتا ہے اور اگر اگر بہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو تو اس کا اعادہ مستحب ہے۔ کیونکہ مکروہ تحریمی مستحب کے مرتبہ میں ہوتا ہے۔ (فتح القدیر)

غیر فی روح کی تصاویر مکروہ نہیں

وَلَا يَكْفُرُ فَيَسْأَلُ غَيْرُ ذِي الرَّوْحِ لِأَنَّهُ لَا يَعْبُدُ

ترجمہ اور غیر فی روح کی تصویر مکروہ نہیں کیونکہ اس کی پرستش نہیں کی جاتی۔

تشریح واضح ہے۔

دوران نماز موزی جانوروں کے مارنے کا حکم

وَلَا يَأْتِي بِقَتْلِ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ فِي الصَّلَاةِ يَقُولُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَقْبَلُوا الْأَسُودَيْنِ وَلَوْ كُتِبَ لِي الصَّلَاةُ وَلَا يَنْفِي رَأْيَ الْكَلْبِ فَالْحَيَّةُ دُرَّةُ الْمَرْءِ وَيَسْتَوِي جَمِيعُ أَنْوَاعِ الْحَيَّاتِ هُوَ الصَّحْبُ لَا طَلَاقِي مَارَوْهَا

ترجمہ اور سانپ اور بچھو کو نماز کے اندر مارنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قتل کرو تم دونوں کا جو (و) سانپ اور بچھو (اگرچہ تم نہ زہیں ہو۔ اور اس لئے کہ اس میں دل و مشغولیت کا دور کرنا ہے پس مرنے والے کو دفن کرنے کے مشابہ ہو گیا۔ اور ان ضمن میں سانپ کی تہمتیں داخل ہیں۔ لیکن صحیح ہے اس حدیث کے مطلق ہونے کی وجہ سے جو ہم نے روایت کی ہے۔

تشریح نماز کی حالت میں سانپ اور بچھو قتل کرنا بجا کر استیلا ہے دلیل منقولہ حدیث کا ارشاد فرامی ہے (أَقْبَلُوا الْأَسُودَيْنِ وَلَوْ كُتِبَ لِي الصَّلَاةُ) حدیث میں اسودین سے مراد سانپ اور بچھو ہیں۔ ترجمہ ہوا کہ سانپ اور بچھو کو مار دو اگرچہ تم نماز میں ہو۔

اور نقلی دلیل یہ ہے کہ سانپ اور بچھو کو مارنا اس وجہ سے جائز ہے کہ اس میں دل کا مشغول ہونا ہوتا ہے جیسا کہ نماز کی حالت میں جب تک نہ پر پائی۔ یہی تو اس کا دل اسی طرف متوجہ رہتا اور نماز کی روح حضور قلب اس کو حاصل نہ ہو سکے گا۔ اس لئے کہا گیا کہ اس کو مار دو تاکہ اس کی مشغولیت ختم ہو جائے اور حضور قلب نصیب ہو جائے۔ پس یہ سانپ اور بچھو کو مارنا نماز کے آئے سے مرنے والے کو دفن کرنے کے مشابہ ہو گیا۔

صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ مصنف ہدایہ نے اس کی کوئی تفصیل ذکر نہیں کی کہ ایک بار مار کر اس کو قتل کرے یا چند بار مارنے کی

نہ اورت پیش آئے تو چند منہ پہ رو کر قتل کر دے یہی قول شمس الدین السرخسی کا ہے یعنی اگر ضرب واحد سے قتل کرنا ممکن ہو تو ایک ہی ضرب تو میں میں آگے اور اگر چند ضربوں کی ضرورت پڑے تو اس سے بھی روکنا منع ہے۔ اصل یہ کہ مقتول اس کو قتل کرنا ہے ایک یا دو ضرب سے ہو یا متعدد ضربوں سے ہو۔ دلیل یہ ہے کہ مفسر نے **اَفْتَلُوا** الاصل کو دین کا مایہ ہے اور میں میں کوئی تفصیل نہیں ہے۔

بعض خبیثانہ خیال یہ ہے کہ اگر ایک ضرب سے قتل کرنا ممکن ہو تو جاری لے اور نماز نہ پڑھنے لے۔ اور اگر متعدد ضربیں حمل میں لگائی جائیں تو نہ زکا جادور۔ یہ چونکہ حمل بیش مسد نماز سے نہیں جس کا جواب یہ ہے کہ بارشبت متعدد دورہ شمار نہ کرنے میں حمل کٹنے سے پہلے ہی حمل بیش ایسے جس کی مغایرت شرع رخصت اور اجازت ہے۔ جیسے نماز میں حدیث پیش کرنے سے بعد مصلیٰ کا چلنا وغیرہ سے چلنی کا کھانا اور حضورؐ پر مجموعہ حمل بیش ہے عمر ثریات سے رخصت دینے کی وجہ سے مسد نماز نہیں ہے۔ ایسے ہی یہاں بھی چاکر کہ ثریات نہ صرف سے رخصت سے اس لئے بار بار بار مسد نماز نہیں ہوگا۔

فی سئل عنہ نے کہا کہ اس شخص میں سائب کی تمام قسمیں داخل ہیں خواہ وہ سفید ہو یا سیودار ہو یا کالا لگے ہو۔ یہی قول صحیح ہے کیونکہ جو حدیث ہم نے روایت کی ہے وہ مطلق ہے سب کو شامل ہے عقیدہ الجعفر ہندوئی نے کہا بعض سائب سفید رنگ کے گھروں میں رہتے اور سیدھے چلتے ہیں وہ جن ہوتے ہیں ان کو قل کر ہائیں نہیں۔ یہ کلمہ اے آپ رسول مایہ السلام نے فرمایا۔ اِنَّا كُنْمُ وَ الْحَقِيقَةُ الْفُضَاءُ فَابْتَدَأَ مِنَ الْحَقِيقَةِ یعنی سفید رنگ کے سائب کو قل کرنے سے پھر اس نے کہ وہ جن ہوتے ہیں۔ حدیث میں نماز اور نیہ نماز کی کوئی تفریق نہیں ہے ہذا اس قسم کے سائب کو نیہ نماز میں بھی مارنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اگر پہلے یہ کہہ دے کہ تم مجھے جاؤ مسلمانوں کا راستہ چھوڑو ورنہ ہم ماراؤ میں کہ ان کے پاؤں جو دھکی آ رہا ہو نہ چاہے تو اس کو قل کرنا مباح ہے۔

ان مادی مغرضی وی نے کہا کہ سانپوں کے درمیان فرق کرنا غلط ہے کیونکہ حضورؐ نے جنات سے یہ عہد و پیمان کیا تھا کہ وہ امت سے سامنے سانپ کی صورت میں ظاہر نہ ہوں ورنہ ان کے گھروں میں ہمیں پس دھپ انہوں نے نقص عہد کیا تو ان کا کھل مہان ہو گیا۔ یہ قول کو شخص الائنہ سرخسی نے اختیار کیا ہے اور حدیث میں اسودین سے مراد سیاہ سانپ نہیں بلکہ یہ لفظ عرب کے عرف میں مطلقاً سانپ کے لئے بولا جاتا ہے خواہ کسی رنگ کا ہو۔

نماز میں آیات اور تسبیحات کا شمار کرنا مکروہ ہے

وَيُكْرَهُ عَدُّ الْأَيِّ وَالْتَّسْبِيحَاتِ بِالْيَدِ فِي الصَّلَاةِ وَكَذَلِكَ عَدُّ السُّورِ لِأَنَّ ذَلِكَ لَيْسَ مِنْ أَعْمَالِ الصَّلَاةِ وَعَنْ أَبِي يُونُسَ وَمُحَمَّدٍ أَنَّ لِبَنِي إِسْرَءِيلَ فِي الْقُرْآنِ فِي ذَلِكَ فِي الْقُرْآنِ جَمِيعًا مَرَّعًا لَهُ الْفَرَادَةُ وَالْعَمَلُ بِمَا جَاءَتْ بِهِ الشَّيْءُ فَلَمَّا يُمْكِنُهُ أَنْ يُعَدَّ ذَلِكَ قَبْلَ الشُّرُوعِ قَسَمْتَنِي عَنِ الْعَدِّ بَعْدَهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

ترجمہ اور نماز کے اندر ہاتھ کے درجہ تسبیح اور آیات کو شمار کرنا عروہ ہے اور یہی حکم سورتوں کے شمار کرنے کا ہے کیونکہ یہ نماز کے اہمال میں سے نہیں ہے اور اس جہنم سے مروی ہے کہ اس کا کوئی منہ نہیں ہے انہیں اور لوگوں کو اہل میں طیف قراءت کی رعایت کرتے ہوئے وہاں بچے میں رونق دینے کے جو سنت میں آتی ہے ہر جواب دینے میں اس کے لئے ممکن ہے کہ اس کو شروع نماز سے پہلے شمار کرے۔
 تو اس کے بعد شمار کرنے سے مستثنیٰ ہو گا۔ واللہ اعلم

تشریح مسدودیت کے خلاف باقی تھے ذرا ہی تھیں ت اور انہوں کا شمار نہ کر رہے تھے نہ ان کو داخل ہو خواہ نفل، اسی طرح سواری

شمار کرنا بھی مکروہ ہے کیونکہ آیات یا تسبیحات یا سورتوں کا شمار کرنا نماز کے افعال سے نہیں ہے بلکہ یہ الروایۃ سے بجا لیاؤ کی قید سے معصوم ہوا کہ انھیں کے پوروں سے دہا کر یا دل سے یاد کرنا مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ قید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زبان سے شمار نہ کرے کیونکہ زبان سے شمار کرنا مفسد نماز ہے۔

مصنف نے فی الصلوۃ کی قید ذکر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ غیر نماز کی صورت میں شمار کرنا مکروہ نہیں ہے لیکن عداۃ فرج الاسلام نے ذکر کیا کہ خارج صلوۃ بھی تسبیح کا شمار کرنا بدعت ہے اور فرج یوسف کان السلف بقولہ نذوب ولا تحصی و تسبیح و شخصی یعنی اسلاف کہتے تھے کہ ہم نماز تو بے شمار کرتے ہیں اور اس کو شمار نہیں کرتے، اور تسبیح پڑھتے ہیں تو شمار کرتے ہیں یہ فیہ خائبہ اردوایت میں صاحبین سے مروی ہے آیات یا تسبیحات و فرائض اور نوافل دونوں میں شمار کرنے میں کوئی مضاہقہ نہیں ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ بسا اوقات انسان کو آیات شمار کرنے کی ضرورت پڑتی ہے مثلاً وہ چاہتا ہے کہ فرائض میں منون طریقہ پر قراءت کرے یعنی پالیس یا ساٹھ آیات پڑھے جیسا کہ سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے یا مثلاً صلوۃ التسبیح میں جس پر سنت وارد ہوئی ہے اس پر عمل کرنا چاہتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ان دونوں صورتوں میں بغیر شمار کے کوئی چارہ کار نہیں ہے ہذا اس وقت شمار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ حجت ظنیہ کی دلیل یہ ہے کہ قراءت منون پر عمل اس طور پر بھی ہو سکتا ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے شمار کر کے متعین کرے۔ مثلاً حجت میں یہاں سے یہاں تک پڑھوں گا اور دوسری میں یہاں سے یہاں تک پڑھوں گا پس اس صورت میں نماز میں شمار کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ رہا صلوۃ التسبیح کا معاملہ تو اس میں بھی ہاتھ سے شمار کرنے کی چنداں ضرورت نہیں بلکہ انھیں کے پوروں کو یاد رکھ کر۔

واللہ اعلم بالصواب جمیل احمد علی عنہ

فصل

خارج نماز کے مکروہات کا بیان

بیت الخلاء میں فرج کے ساتھ استقبال قبلہ اور استدبار قبلہ مکروہ ہے

وَيُكْرَهُ اسْتِغْبَالُ الْبَيْتِ بِالْفُرْجِ فِي الْحَلَاءِ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَهَى عَنْ ذَلِكَ وَالْإِسْتِدْبَارُ يُكْرَهُ هُوَ فِي ذَوَابِغِ لِمَا فِيهِ مِنْ شَرِّكَ التَّعْظِيمِ وَلَا يُكْرَهُ فِي ذَوَابِغِ لِأَنَّ الْمُسْتَدْبِرَ قَوَّاجُهُ غَيْرُ مَوَازِيهِ لِلْقَبْلِ وَمَا يَنْحَطُّ مِنْهُ يَنْحَطُّ إِلَى الْأَرْضِ بِخِلَافِ الْمُسْتَفِيلِ لِأَنَّ قَوَّاجَهُ مَوَازِيهِ لَهَا وَمَا يَنْحَطُّ مِنْهُ يَنْحَطُّ إِلَىهَا

ترجمہ اور مکروہ ہے بیت الخلاء میں شرمگاہ کے ساتھ قبلہ کا رخ کرنا کیونکہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور ایک روایت میں استدبار بھی مکروہ ہے کیونکہ اس میں بھی ترک تعظیم ہے اور ایک روایت میں مکروہ نہیں ہے کیونکہ استدبار کرنے والا اس حال میں کہ اس کی شرمگاہ متوازی قبلہ نہیں ہے اور جو کچھ شرمگاہ سے کرتا ہے وہ زمین کی طرف گرتا ہے برخلاف استقبال قبلہ کرنے والے کے کیونکہ اس کی شرمگاہ متوازی قبلہ ہے اور جو کچھ شرمگاہ سے کرتا ہے وہ قبلہ رخ ہوتا ہے۔

تشریح قبل میں مکروہات نماز کا بیان تھا اس فصل میں خارج نماز کے مکروہات کا بیان ہے مسئلہ یہ ہے کہ قضاء حاجت جتنی پیشاب پانچ گنا

نے وقت اپنی شہادت کے لئے ہاتھ قبضہ کی طرف رٹ کر رکھ دیا۔ اور یہی ہے خواہ کھلے یہ ان میں سو یا تپا دی میں، مانتے کی طرف نہ ہو۔
 نہ وہ بہر صورت نہ ہو۔ اور یہی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے چنانچہ آقا کا ارشاد ہے: عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قِيلَ لَهُ
 لَقَدْ عَلَّمَكُمْ بِكُلِّكُمْ شَيْءٌ حَتَّى الْخُرَاءُ قَالَ أُمِلْ لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقَبْلَةَ بِعَانِطٍ أَوْ نَتَوَلَّى الْحَدِيثِ۔ (ابو
 داؤد)۔ سلمان فارسی نے کسی نے کہا کہ تم تمہارا ہاتھ یہی نہ بچھو کیونکہ یہی ہے جس کی بول و براہ کرنے کی بھی (قول میں یہ بات ارادہ
 تو تھی)۔ اس سے سلمان فارسی نے فرمایا ہاں، ہم کو تمہارے یہی نہ بول و براہی حالت میں استقبال قبضہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور
 ابو داؤد کی روایت ہے: إِذَا أَتَيْتُمُ الْعَانِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِعَانِطٍ وَلَا تَوَلَّى وَلَكِنْ شَرُّوْا أَوْ غَرُّوْا، یعنی جب تم
 قضا میں جت لے گئے ہو تو استقبال قبضہ اور استدبار قبضہ میں روٹن نہ کرنا کہ یا غر یا شر۔

یہ وہی نہیں ہے کہ وَلَكِنْ شَرُّوْا أَوْ غَرُّوْا کا ترجمہ اس طور پر اہل حدیث کے ہے: کیونکہ حدیث المکرمة مدینہ منورہ سے نہ
 پاب شرق میں نہ اور نہ پاب غرب میں بلکہ خوب میں ہے۔ عربینہ و صحابہ نے اسے یہ نہیں دیکھا کہ ہمارے لئے لَكِنْ سَلُّوْا
 أَوْ جَبُّوْا ہوگا، یعنی قضا و حاجت کے وقت ٹھاننا یا چننا یا کر کے چننا۔

استدبار قبضہ یعنی جب عمر مدنی طرف چلے کر کہ بیٹھنے میں حضرت امام ابو حنیفہؒ سے روایتیں ہیں۔ ایک روایت نے مطابق استدبار
 قبضہ میں بھی ترہ تعلیم ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ استدبار قبضہ نہیں۔ کیونکہ جو شخص قبلہ کی جانب چلے کر کہ بیٹھے گا۔ اس کی شرمگاہ
 قبلہ کی طرف نہیں ہوگی اور جو چوتھ شرمگاہ سے رٹتا ہے وہ زمین کی طرف رٹتا ہے۔ یعنی پیشاب کی وجہ اور دوسری طرف جاتی ہے بہر حال قبلہ
 رٹ نہیں ہے۔ برخلاف استقبال قبضہ کرنے والے کے کہ جب وہ قبلہ کی طرف رٹ کر کہ بیٹھے گا تو اس کی شرمگاہ قبضہ کے متوازی اور
 مانتے ہوگی۔ اور جو چوتھ پیشاب کرنے میں شرمگاہ سے رٹتا ہے وہ قبضہ رٹ کر کہ اس نے استقبال قبضہ کو دھڑکا دیا یا ہے۔ اس
 میں بہت تفصیل جس کا میدان سننے کی باتیں ہیں ان میں ان کا ذکر فرمایا ہے جب آپؐ و دوسرے حدیث کے حال اس اہم مسئلہ پر پیش
 ساعت فرما میں گئے۔ بیہل احمد

مسجد کی چھت پر طوطی، پیشاب یا خانہ مکروہ تحریمی ہے

وَمَكْرَهُ الْمُحَامَمَةُ فَوْقَ الْمَسْجِدِ وَالنَّوْلِ وَالنَّغْلِي لَأَنَّ سَطْحَ الْمَسْجِدِ لَهُ حُكْمُ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَصِغَ الْإِقْدَاءُ
 وَهُ يَمْنُ تَحْتَهُ وَلَا يَطْلُ الْإِعْكَافُ بِالْمَعْمُودِ إِلَيْهِ وَلَا يَجِلُّ لِلْحَبِّ الْوُكُوفُ عَلَيْهِ

ترجمہ مسجد کی چھت پر ہواں نہ کرنا اور پیشاب یا خانہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ مسجد کی چھت کے لئے مسجد ہی کا حکم ہے حتیٰ کہ چھت پر
 سے اقتداء کرنا اس شخص کی جو مسجد کے نیچے ہے جگہ ہے اور چھت پر چڑھنے سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا اور چھت سے لئے مسجد کی چھت پر
 چڑھنا جائز نہیں ہے۔

تشریح مسجد کی چھت پر ہواں نہ کرنا اور پیشاب یا خانہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ مسجد کی چھت کا وہی حکم ہے جو مسجد کا ہے۔ چنانچہ مسجد
 کی چھت پر کھڑے ہو کر مرونی شخص اس کو ہی اقتداء کرے جو چھت پر کھڑا نہ درست ہے۔ اور مسجد کی چھت پر چڑھنے کی وجہ سے مختلف
 کا اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔ اور چھت کے لئے مسجد کی چھت پر کھڑا ہونا باطل نہیں ہے۔ جس طرح کہ مسجد کے اندر کھڑا ہونا باطل نہیں ہے

مسجد کو چوڑے، لکڑی، سونے کے پانی کے ساتھ متقی کرنے کا حکم

وَلَا يَأْتِيَنَّ بَنَانٌ يَنْفُثُ الْمَسْجِدَ بِالْحَبِّ وَالسَّاجِ وَمَاءِ الذَّهَبِ وَقَوْلُهُ لَا يَأْتِيَنَّ مِثْبِثٌ رَأَى أَنَّهُ لَا يُؤْخِزُ عَلَيْهِ لَكِنَّهُ لَا يَأْتِيهِمْ بِهِ وَقِيلَ هُوَ قُرْبَةٌ وَهَذَا إِذَا فَعَلَ مِنْ مَالٍ نَفْسِهِ أَمَّا الْمَثْوَى فَيُفْعَلُ مِنْ مَالِ الْوَقْفِ مَا يَرْجِعُ إِلَى احْتِكَامِ الْبَاءِ دُونَ مَا يَرْجِعُ إِلَى الْفَقِيرِ حَتَّى لَوْ فَعَلَ بِصُغُرٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

ترجمہ اور مساجد کو سال کی لکڑی اور سونے کے پانی سے متقی کرنے میں کوئی خرچ نہیں ہے۔ اور مصنف کا قول لَا يَأْتِيَنَّ اس طرف مشیر ہے کہ متقی کرنے والے متقی کرنے پر کوئی اجرت نہیں دیا جائے گا لیکن اس کی وجہ سے انکار بھی نہیں ہوگا۔ اور کہا گیا کہ مسجد کا متقی و انکار نہ کرنا عبادت اور یہ لَا يَأْتِيَنَّ اس وقت ہے جبکہ اپنے ذاتی مال سے کیا ہو۔ رہ متولی تو وہ مال وقف میں سے وہی کام کرے گا جس سے عبادت مضبوط ہونے کا وہ کام جس کا مرجع متقی و انکار ہو۔ چنانچہ اگر متولی نے ایسا کیا تو ضامن ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

تشریح اس مسئلہ میں دو امور کا اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض حضرات نے مساجد کو متقی اور مزین کرنے کا حکم قرار دیا ہے۔ کیونکہ ایک دفعہ حضرت علی رحمہ اللہ جب ایک حُرف (متقی اور مزین) مسجد کے قریب سے گزر رہے تھے تو اپنے فرمایا لِمَنْ هَذَا الْبَيْعَةُ یعنی یہ کون کا ہے۔ صحابہ نے کہا کہ حضرت علی کا فرمان مساجد میں رکھ کر عروہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ نیز حضور ﷺ نے عبادت قیامت میں سے ترمین مساجد کو بھی شمار کیا ہے۔ ولید بن عبد الملک نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ کی آرائش کے لئے مال بھیجی تو عمر بن عبد العزیز نے اس کو محتاجوں میں خیرات کیا یہ سب دلائل ترمین مساجد کی کراہت پر شاہد ہیں۔

لیکن فقہاء احناف کے نزدیک اس میں کوئی قباحت نہیں دیکھتے کہ عروہ کی عبادت کے زمانہ میں مسجد نبوی ﷺ کو تشریف لائی اور آراستہ بھی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ مساجد کو آراستہ کرنے کی وجہ سے لوگ انکاف کی طرف بھی رغبت کریں گے اور نماز کے اثناء میں وہاں بیٹھیں گے بھی۔ اور خطا ہے کہ یہ بات حسن ہے ہذا مساجد کو آراستہ کرنا بھی حسن ہوگا۔ اور اگر حسن نہ ہو تو تم زعمیرا بھی نہ ہوگا جیسا کہ ہمارا مذہب ہے۔

حس الامر سرخسی نے کہا کہ بات کے قول لَا يَأْتِيَنَّ سے اس طرف اشارہ ہے کہ مساجد کو متقی اور مزین کرنے پر ناجز و ثواب کا ترہیب ہوگا اور نہ کن و اور معصیت کا۔ بعض حضرات نے کہا کہ مساجد کو آراستہ کرنا عبادت ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اندکان نے ہم کو مساجد کی عبادت یعنی ان کو تباہ کرنے اور آراستہ کرنے پر ابھرا اور انہیں کیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ اَنْفِمْ يَغْلُظُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مِنْ اَصْنِ اللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ یعنی تعبد اللہ کو سنے اور چاندی کے پانی سے حُرف اور مزین کیا گیا ہے۔ و باری تعالیٰ رہی کہ پائے سے اس کو چھپایا گیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ خانہ خدا کو آراستہ کرنا عبادت اور باعث ثواب ہے۔ علامہ ابن الجہام نے کہا کہ مساجد کی آرائش اس لئے عبادت ہے کہ اس میں مساجد کی تعظیم و توقیر ہے۔

مذہب ہدایہ کہتے ہیں کہ ترمین مساجد کا عبادت ہونا یا اس میں مضائقہ نہ ہونا اس وقت ہے جبکہ متولی اپنے ذاتی مال خرچ کرے۔ بشرطہ و حوالہ ہو۔ وہ خرچ نہ کرے جو مسجد بنوانے والے نے اس کے مصارف پر وقف کیا ہے۔ چنانچہ متولی مال وقف میں سے وہی کام کرے گا جس سے عبادت مضبوط ہونے کا وہ کام جس کا مرجع متقی و انکار ہو تو متولی اس مال کا ضامن ہوگا۔ یعنی متولی کو اپنے مال سے تاوان دینا پڑے گا۔ ابو جہرازی سے مروی ہے کہ جہاں نے زمانہ میں خالصوں کے خوف سے پناہوں میں عبادت کے استحکام کے بعد نہایت

پر خراج کرتا ہے۔ یعنی متولی ضامن نہ ہوگا۔ بحکم غنی عنہ

بَابُ صَلَوةِ الْوُتْرِ

ترجمہ۔۔ (یہ) باب نماز وتر کے (بیان میں) ہے۔

تشریح۔ جب مصنف علیہ الرحمہ مفروضات اور ان کے متعلقات یعنی اوقات، کیفیت اور ادا کا کل اور قصہ کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اب اس باب کے تحت اس نماز کا بیان ہے جو فرض سے متعلق اور نفل سے برتر ہے یعنی صلوٰۃ وتر۔ اس محاسبہ کی وجہ یہ ہے کہ کتے نوافل کا بیان ہے۔ پس وہ اب یعنی وتر کو فرض اور نفل کے درمیان میں ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اس کا حق ہے۔

وتر کی شرعی حیثیت و اقوال فقہاء و دلائل

الْوُتْرُ وَاجِبٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَ سَعْدُ بْنُ لَطِيفٍ وَأَبُو الشَّيْبَةَ فِيهِ خَبْرٌ لَا يَكْفُرُ حَاجِدُهُ وَلَا يُؤَدُّنَ لَهُ وَلَا يُبَيِّنُ حَنِيفَةَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى زَادَكُمْ صَلَاةً أَلَا وَهِيَ الْوُتْرُ فَصَلُّوْهَا مَا بَيْنَ الْعِصَاءِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ أَمْرٌ وَهُوَ لِلْجُوبِ وَلِهَذَا وَجِبَ الْقِصَاءُ بِإِلْجِمَاعٍ وَإِنَّمَا لَا يَكْفُرُ حَاجِدُهُ لِأَنَّهُ وَجُوبُهُ لَنَسْتِ بِالسُّكْرِ وَهُوَ الْمَعْلَى بِمَا رَوَى عَنْهُ أَنَّهُ مُسْتَعِدٌّ وَهُوَ يَسُودِي لِمَنْ وَقَبِلَ الْعِصَاءَ فَكَتَفَى بِأَذَانِهِمْ وَبِالْقَامَةِ

ترجمہ۔ وتر نام فرضیہ کے نزدیک واجب ہے۔ اور صاحبین نے کہا کہ وتر سنت ہے۔ کیونکہ وتر میں سنتوں کے آثار ظاہر ہیں۔ چنانچہ وتر کا مکرر کا نہیں ہوتا۔ اور وتر کے لئے اذان نہیں ہے۔ اور ابوحنیفہ دہل سے کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے ایک نماز زادہ فرمائی ہے۔ آگاہ رہو کہ وہ وتر ہے۔ جس اس وعشہ اور صبح فجر کے درمیان پر صبح حدیث میں امر ہے اور امر واجب کے لئے آتا ہے اسی وجہ سے وتر کی قضاء بالا جماع واجب ہے اور اس کے مکرر کا تخفیر اس لئے نہیں ہوتی کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔ اور یہی معنی ہیں اس قول سے، جو ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ وتر سنت ہے اور نہ پڑھنا وعشاء کے وقت میں ادا کیا جاتا ہے۔ تو عشاء کی اذان اور اقامت پر اکتفا کیا گیا۔

تشریح۔ وتر کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ سے تین روایات ہیں اول یہ کہ وتر واجب ہے۔ دوم یہ کہ وتر سنت مؤکدہ ہے اسی کو صاحبین اور امام شافعی نے اختیار کیا ہے۔ سوم یہ کہ وتر فرض ہے یہ قول امام زفر اور مالکیہ کا ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ وتر میں سنتوں کے آثار ظاہر ہیں۔ مثلاً سنتوں کی طرح وتر کا مکرر کا نہیں ہے۔ اور نہ ہی وتر سے لئے اذان دی جاتی جیسا کہ سنتوں کے لئے اذان نہیں ہوتی۔ پس معلوم ہوا کہ وتر سنت ہے۔

صاحب شافعی نے صاحبین کی طرف سے نقلی دلیل بھی بیان فرمائی ہے دلیل یہ ہے کہ حضور نے ایک اعرابی سے فرمایا تھا خُصِّصَ صَلَوةٌ لَكَ اللَّهُ تَعَالَى فَإِنْ هَلَّ عَلَى عِبْرَتِكَ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَطَوُّعٌ یعنی اللہ جل شانہ نے تجھ پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اعرابی نے کہا کہ اس کے علاوہ بھی مجھ پر فرض ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں مگر یہ کہ نفل پڑھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانچ وقت کی نمازوں کے علاوہ دس نفل ہیں ہذا وتر کا واجب ہونا ثابت نہیں ہوگا کیونکہ وتر بھی پانچ نمازوں کے علاوہ ہے۔

وتر کی تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھی جائیں

قَالَ الْيَزِيدُ فَلَا تَرْكَعَايَ لَا يَفْعِلُ بَيْنَهُمْ يَسْلَاهُ لِمَا رَوَتْ عَائِشَةُ أَنَّ عَبْدَ السَّلَامِ كَانَ يُؤَيِّرُ بَنَاتٍ وَحَكِي
الْحَسَنُ إِجْمَاعُ الْمُسْلِمِينَ عَلَى الثَّلَاثِ وَهَذَا أَحَدُ اقْوَالِ الشَّافِعِيِّ وَفِي قَوْلِ الْيَزِيدِ بِشَرِيفَيْنِ وَهُوَ قَوْلُ
رَأْسِ الْيَكِّ وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِمَا مَا رَوَاهُ

ترجمہ۔ وترتین رحمت ہیں۔ ان میں سارے جہان کے کئے ہوئے کیونکہ حضرت عائشہؓ نے روایت کیا کہ حضور ﷺ وترتین رحمت پڑھتے تھے۔ اور حسن بصریؒ نے تین رکعت پر مسماؤں کا جہاں نقل کیا ہے۔ اور یحییٰ ابن عساکرؒ نے قول میں سے یہ قول ہے۔ اور ایک قول میں، "وسلاموں کے ساتھ وتر پڑھے۔ اور یحییٰ ابن ماکہ کا قول ہے اور دونوں کے خلاف حجت وہ حدیث ہے جس کو ہم روایت کر چکے۔"

تشریح: وترکی رشتوں کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ اور اس بات میں اختلاف ہے کہ وتر ایک سلام کے ساتھ ہے یا دو سلاموں کے ساتھ۔ علماء احناف کے نزدیک وتر کی تین رشتیں ایک جامع کے ساتھ واجب ہیں۔ زمین میں ایک اور سورہ اعراف کے درمیان فصل نہ کرے۔ امام شافعی کے دو قول ہیں ایک قول تو احناف کے قول کے مطابق ہے۔ اور اقوال یہ ہے۔ وتر کی تین رشتیں دو سلاموں کے ساتھ آکرے۔ یہی قول امام مالک کا ہے اور اہل نئے کجہا کے وتر کی ایک رشتہ ہے۔

ایک رکت کے قیامین نے حدیث ابن عمرؓ سے استدلال کیا ہے۔ حدیث یہ ہے: **أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ فَقَالَ مَنَى مَنَى فَوَادَى حَجَمَتِ الصُّحْبُ فَصَلَّى رَكْعَةً يُؤَيِّرُ لَكَ مَا صَلَّيْتَ** (ابن حنبلہ)۔ اس آئیے نے صلاۃ اہل بیت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو دو رکعتیں ہیں۔ پس جب تیمم وضو کر کے نماز پڑھو۔ تو ایک رکت پڑھو کہ دو تیرے سے پانچویں ہوئی نماز دو رکعتوں کی ہے۔ یہ مسلم شریف میں ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ روایت ہے کہ **الْبُؤْسُ رَكْعَةٌ مِّنْ أَجْرِ النَّبِيِّ** یعنی آخر رات میں دو رکعت ایک رکت ہے۔ نیز حضور ﷺ سے روایت ہے **قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُؤَيِّرَ مَخْفِي كَقَوْلِهِ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُؤَيِّرَ بَوَّاجِدَةٍ فَسَقَمَ** یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو چاہے کہ کسی کی رات میں پڑھیں تو اس سے ایک رکت کو پسند یا تو وہ اس کو بے رکتی سات نماز اور گیارہ رکعت کی تعداد بھی مروی ہے۔ (طہا)

بہارِ دہلیکے ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ سے مروی ہے: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُؤْتِي بَنَاتِ رِثَاكَاتِ

۴) حسن بصری نے ہر کسی ایک سلام سے رنجیدہ تھے۔ یہ سب سنا کر ان کا اجماع نقل کیا ہے چنانچہ حسن بصری سے مروی ہے قَالَ
اجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ الْفَرَسَ ثَلَاثٌ لَا بُدَّ لَهُ وَلَا فَوَّيْ أَحَدِهِمْ۔ یعنی ہر ایک مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر فرسی تین
ہاتھیں ہیں صرف ان کے آخر میں سلام پھیرے۔

۳۔ اَعَنْ غَابِشَةً قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ الْوُضُوءِ حِينَ خَضَعْتُ مَا شَكَّ كَيْدَ مَضْمُونٍ :
وترکی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

۳) ابن مسعودؓ سے مروی ہے **وَلَوْ لَمْ يَلِدْ لَمَلَّ ثَلَاثَ كَوْتٍ بِالنَّهَارِ** یعنی رات کا وتر تین رکعتیں ہیں جیسا کہ دن کا وتر تین رکعتیں ہیں۔ دن کے وتر سے مراد مغرب کی نماز ہے۔ (فتح القدیر)

۴) ابو خالد نے بیان کیا کہ میں نے جلیل القدر تابعی ابو العالیہ سے سنا کہ ہمارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ عَلِمْنَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ أَنَّهُ لَوْ لَمْ يَلِدْ لَمَلَّ ثَلَاثَ كَوْتٍ بِالنَّهَارِ وَهَذَا وَبِهِ النَّهَارُ یعنی ہم و اصحاب رسول اللہؐ سے تعلیم دی کہ وتر مغرب کی نماز کے مانند ہے۔ یہ رات کا وتر ہے اور یہ یعنی مغرب دن کا وتر ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مغرب کی نماز کی طرح وتر کی بھی تین رکعتیں ہیں۔

۵) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ يُقْرَأُ فِي أَوَّلِ رُكْعَةٍ مَسْبُوحٌ اسْمُ رَبِّكَ وَ فِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَ فِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللَّهُ وَ الْمَعُودَتَيْنِ یعنی حضورؐ تین رکعتیں وتر پڑھتے تھے پہلی میں مسبح اسم ربک اور دوسری رکت میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری رکت میں قل هو اللہ احد اور معودتیں پڑھتے تھے۔

۶) مشہور اثر ہے کہ رسول اللہ ﷺ علی السبیل یعنی حضورؐ نے صلوۃ بقیۃ یعنی ایک رکعت پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ جو حضرات وتر کی ایک رکت کے قائل ہیں ان کی طرف سے پیش کردہ حدیث ابن عمر کا جواب بقول امام احمدیؒ یہ ہے کہ حضورؐ کے قول فصل رکعتہ سے معنی یہ ہیں۔ صَلِّ رُكْعَةً مَعَ ثِنْتَيْنِ قُلْهَا یعنی حضورؐ نے فرمایا کہ اس سے پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر ایک رکت اور پڑھ لے۔ پس اب تین رکعتیں ہوئیں نہ کہ ایک۔ وہاں جواب یہ ہے کہ ایک رکعت پانچ رکعتیں دو سات و نو یا یہ وہ کی روایت استقرار وتر سے پہلے کی ہیں۔ لیکن جب تین رکعتوں پر استقرار ہو گیا اور تیسرا او ہو گیا تو باقی دو رکعتیں منسوخ ہو گئیں۔

قنوت وتر تک پڑھی جائے؟ رکوع سے پہلے یا بعد میں... اقوال فقہاء

وَيُقْسَمُ فِي الثَّانِيَةِ قِيلَ الرُّكُوعُ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ غَدَهُ لِمَا رَوَى أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَسَمَ فِي أَحْرِ الْوَقْتِ وَهُوَ يُعَدُّ الرُّكُوعُ وَلَمْ يَرَوْهُ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَسَمَ قِيلَ الرُّكُوعُ وَتَمَارَكَ عَلَى يَصِفُ الْكُفَى وَ أَحْوَهُ.

ترجمہ۔ اور تیسری رکت میں رُكُوع سے پہلے قنوت پڑھے اور امام شافعیؒ نے کہا کہ رُكُوع کے بعد (قنوت پڑھے) کیونکہ مروی ہے کہ حضورؐ نے "خرو" میں قنوت پڑھا اور آخر وتر رُكُوع کے بعد ہوگا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ روایت کیا گیا کہ حضورؐ نے رُكُوع سے پہلے قنوت پڑھا۔ اور کسی چیز کے آتے پر جو تاجاز ہو وہاں کا آخر ہے۔

تشریح۔ اس مبحث میں۔ قنوت کے محل کا ذکر ہے ہمارے نزدیک دعا قنوت کا محل رُكُوع سے پہلے ہے اور شوافع کے نزدیک رُكُوع کے بعد ہے۔

شافعی، دلیل یہ ہے کہ اُنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَسَمَ فِي أَحْرِ الْوَقْتِ یعنی حضورؐ نے آخر وتر میں قنوت پڑھا اور آخر وتر رُكُوع کے بعد ہوتا ہے۔ لہذا قنوت رُكُوع کے بعد پڑھا جائے گا۔

ہماری دلیل ابی بن حبی کی روایت ہے اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ یعنی حضورؐ وتر پڑھتے ہیں قنوت رُكُوع سے پہلے پڑھتے، جو حافظ صاحب ہدایہ نے بیان فرمائے ہیں وہ عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہیں۔ نیز ہمارے مذہب کی تائید

اس سے بھی ہوتی ہے عَنْ عَصَائِمِ الْأَحْوَلِ سَأَلَتْ أُمَّ سَاعٍ الْقُنُوتَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ أَكُنْتُ قُلْتُ الرُّكُوعَ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ قُلْتُ فَإِنْ قُلْتُ لَمْ أَكُنْ عِنْتُكَ أَنْتَ قُلْتُ بَعْدَهُ قَالَ كَذَبَ أُمَّا قُلْتُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا یعنی عام احوال سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس سے قنوت فی الصلوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا تو کہا کہ ہاں میں نے کہا کہ رکوع سے پہلے یا بعد میں فرمایا کہ رکوع سے پہلے، میں نے کہا کہ کھڑا ہونے کے بعد تو آپ نے یہ خبر دی کہ آپ نے کہا کہ رکوع کے بعد ہے۔ انس نے کہا کہ وہ شخص جھوٹا ہے۔ حضور ﷺ نے صرف ایک بار روئے۔ بعد قنوت پڑھا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قنوت رکوع سے پہلے ہے نہ کہ بعد میں۔ روایا میں شافعی کی پیش کردہ روایت کا جواب تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ حدیث میں قُنْتُ فِي اٰخِرِ الْوُضُوءِ کے الفاظ ہیں اور شی کے ترجمے سے جواز مذکور ہوا ہے کہ آخر کا لفظ حق یا باطل نہ بدلتا میری رحمت میں رکوع سے پہلے پڑھی آخر و تر کا لفظ باقی ہو جائے گا۔ جس یہ حدیث بھی نہ ہو نہ خلاف نہ ہوں۔ نہیں اھ

قنوت وتر پورا سال پڑھی جائے گی، امام شافعی کا نقطہ نظر

وَيَقُتُّ فِي جَمِيعِ السَّنَةِ بِحَالٍهَا لِلشَّافِعِيِّ فِي غَيْرِ الرَّصْفِ الْأَجْمَعِ مِنْ زَمَانٍ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ جِبْنٍ عِلْمَهُ دُعَاءُ الْقُنُوتِ اِحْضَلْ هَذَا فِي وَفَرْكَ مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ

ترجمہ اور پورے سال قنوت پڑھے۔ رمضان کے نصف اخیر سے۔۔۔ میں امام شافعی کا اختلاف ہے یعنی رمضان کے نصف اخیر سے۔۔۔ کہا جید حسن کو دعا قنوت سمجھائی کہ اس کو اپنے وتر میں داخل کرے۔ یعنی کسی قسم سے۔۔۔

تشریح ہمارے نزدیک وتر میں پورے سال دعا قنوت کا پڑھنا واجب ہے حضرت امام شافعی کے نزدیک فقہا رمضان المبارک کے نصف اخیر میں دعا قنوت پڑھنا مستحب ہے اور جواز یا کراہت پورے سال ہے۔ (میں الہدایہ)

امام شافعی کی دلیل یہ روایت ہے أَنَّ عُمَرَ أَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يَكُفُّ بِالْإِيمَانَةِ فِي اللَّيْلِ وَالْمَصَافَاتِ وَالْمَرْبُوتِ فِي الرَّصْفِ الْأَجْمَعِ یعنی حضرت عمرؓ نے اہل بنی کعب کو رمضان کی راتوں میں اہمیت کا عمر فرمایا اور رمضان کے نصف اخیر میں دعا قنوت کا فرمایا

اور ہمارے نزدیک دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے حسن بن علی کو دعا قنوت کی تعلیم دی اور پھر فرمایا کہ اِحْضَلْ هَذَا فِي وَفَرْكَ یعنی اس دعا کی اپنے وتر میں داخل کرلو۔ اس میں رمضان اور غیر رمضان کی کوئی تفصیل نہیں ہے لہذا پورے سال دعا قنوت کا پڑھنا ثابت ہو گیا۔ امام شافعی کے پیش کردہ اثر عمر کا جواب یہ ہے کہ قنوت سے مراد روز کے اندر رکوع تو آتا ہے یعنی حضرت عمرؓ نے اہل بنی کعب کو رمضان کے نصف اخیر میں طول قراءۃ کا امر فرمایا۔ اس جواب کے بعد یہ اثر امام شافعی کا مستدل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیں کہ قنوت سے مراد دعا قنوت ہے نہ کہ طول قراءت۔ تو ہم جواب دیں گے کہ یہ صحابی کا اثر ہے اور امام شافعی صحابی کے اثر کو قائل استدلال نہیں سمجھتے۔ لیکن امام شافعی کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اثر اس لئے قائل استدلال ہے کہ یہ معنی اجماع ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ صحابی کی ایک بڑی جماعت کی موجودگی میں اہمیت فرماتے تھے اور کسی صحابی نے اس پر تجویز نہیں کی اس لئے یہ اجماع کے قائم مقام ہو سکتا۔

مگر ہم جواب میں کہتے ہیں کہ ان عمر کا اختلاف ثابت ہے۔ کیونکہ ابن عمر کہتے ہیں کہ لَا أَعْرِفُ الْقُنُوتَ الْأَطْوَلَ الْقِصَامَ یعنی میرے

نزدیک اصول قیام کے علاوہ قنوت کے ولی معنی نہیں ہیں جس میں اختلاف کے ساتھ اتباع کسی طرح منعقد ہو سکتا ہے۔

وتر میں ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ پڑھی جائے گی

وَيُسَبِّحُ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ مِّنَ السُّورَةِ الْكَتَابِ وَسُورَةَ الْقَوْلِ بِحَمْدِ اللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَفِي السُّورَةِ الْكَتَابِ

ترجمہ اور ترکی ہر رکعت میں فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے۔ کیونکہ باری تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن میں سے جو سورتیں ہو پڑھو۔

تشریح وتر کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور دوسری کسی سورت کا پڑھنا واجب الاتحاق واجب ہے صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک تو اس سے کہ وتر سنت ہے اور سنن ووافل کی ہر رکعت میں قرأت ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر اگرچہ واجب ہے لیکن چونکہ وتر کے وجوب کا ثبوت سنت سے ہے اور سنت مفید یقین نہیں ہوتی اس لئے وتر کے واجب ہونے میں ایک گونہ شبہ رہا۔ پس احتیاطاً امام ابوحنیفہؒ نے ہر رکعت میں قرأت کو واجب قرار دیا جیسا کہ سنتوں اور ووافل کی ہر رکعت میں قرأت واجب ہے۔

صاحب ہدایہ کا باری تعالیٰ کے قول فَافْرَوْا مَا تَسْبَحُونَ مِنَ الْقُرْآنِ سے استدلال کرنا مطلق قرأت کے وجوب پر تو ہو سکتا ہے مگر سورۃ فاتحہ کی تین اور ضم سورت کی تین پڑھیں ہو سکتا۔

قنوت پڑھنے کا طریقہ

وَمَا كَانَ لِأَن يَكُونَ كَقَوْلِهِ لَئِنْ سَأَلْتَهُ لَنَفَعَنِي رَبِّيَ أَكْبَرُ فَقَالَ قَدْ اجْتَلَيْتَ ذُنُوبَكَ وَأَكْبَرُ وَكَانَ يَوْمَئِذٍ مِنَ الْمُجْرِمِينَ

ترجمہ اور اگر قنوت پڑھنا چاہتے تو خیر کہے کیونکہ حالت بدل گئی اور دونوں ہاتھ اٹھائے اور قنوت پڑھے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہاتھ نہ اٹھائے چائیں مگر سات جہوں میں اور ان میں سات میں قنوت کا ذکر کیا۔

تشریح مسند یہ ہے کہ تیسری رکعت میں قرأت فاتحہ اور ضم سورت کے بعد جب وہ قنوت پڑھنے کا ارادہ کرے تو اپنے دونوں ہاتھ کاندھ تک اٹھائے اور بگیر کب پنجے کے قنوت پڑھے۔ بگیر کہنا واجب ہے۔ دلیل یہ ہے کہ مصلیٰ کی حالت بدل گئی ہیں بطور کہ پہلے وہ حقیقت قرآن میں مشغول تھا اور اب شبیہ قرأت یعنی دعا و قنوت میں مشغول ہو گا اور چونکہ بگیر است شروع کی گئی ہیں حالت تبدیل ہونے کے وقت اس لئے اس موقع پر بھی بگیر کہنا واجب ہے۔ لیکن اس دلیل پر بعض حضرات نے اعتراض کیا ہے۔ وہ یہ کہ بگیر اس وقت شروع کی گئی ہے جبکہ اقبال نے اندر جہی واقع ہو۔ یعنی ایک فعل سے دوسرے فعل کی طرف منتقل ہوتے وقت جیسے نکلنے وقت یا اٹھنے وقت بگیر شروع ہے تو اس سے اندر اختلاف ہے وقت بگیر شروع نہیں ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ غور کریں کہ مصلیٰ جب شہ پڑھا کر قرأت شروع کرتا ہے تو اس وقت بگیر نہیں ہے۔ حالانکہ شہ سے قرأت کی طرف حالت تبدیل ہوئی ہے۔ پس معصوم ہوا کہ اختلاف احوال و اقوال نے وقت بگیر شروع نہیں بلکہ اختلاف افعال کے وقت شروع ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حالت میں ہاتھوں کا اٹھنا حضور ﷺ کے قول لَا تُسَبِّحُ إِلَّا بِحَمْدِ اللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ سے ثابت ہے اور نہ اسے اندر ہاتھوں کا اٹھنا بگیر بگیر کے غیر شروع ہے۔ جیسے بگیر اٹھنا اور بگیر اٹھنا عیدین میں جس اس حدیث سے بگیر کہنا بھی

منسوخ ہے اور منسوخ میں متابعت نہیں ہے پھر کہا گیا کہ غیبار ہے تاکہ ایسے میں امام کی متابعت کرے جس میں اس کی متابعت واجب ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مقتدی بیٹھ جائے تاکہ مخالفت ثابت نہ ہو جائے کیونکہ سائنس دان کا شریک ہوتا ہے۔ اور اولیٰ الظہر ہے۔ اس مسئلہ اس بات پر دلالت کی کہ شافعی المسلک کے پیچھے اقتدار کرنا جائز ہے۔ اور اس بات پر دلالت کی کہ وتر میں قنوت پڑھنے میں امام کی اتباع کرے اور جب مقتدی (حنفی) کو امام (شافعی المذہب) سے ایسی بات معلوم ہو جائے جس سے اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے جیسے فصد وغیرہ۔ تو اس حنفی کے لئے اس کی اقتدار کرنا کافی نہ ہوگا۔ اور قنوت میں مختار راخا ہے کیونکہ وہ دعا ہے۔

تشریح صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام شافعی المسلک نے فجر کی نماز میں دعا قنوت پڑھی اور مقتدی حنفی المذہب ہو تو ایسی صورت میں طرفین کے نزدیک حنفی المسلک مقتدی سکوت کرے قنوت نہ پڑھے۔ اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ مقتدی بائعین امام کے تابع ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ مقتدی امام کی متابعت کرے۔ اور فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا مختلف فیہ ہے کیونکہ بعض مجتہدین نے نزدیک فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا منسوخ ہے اور بعض کے نزدیک فجر کی نماز میں قنوت قنوت مکر منسوخ ہو گیا۔ پس اس اختلاف کی وجہ سے فجر کی نماز میں قنوت کا پڑھنا نہ پڑھنا مشکوک اور محتمل ہے۔ اور یہ اصول ثابت شدہ ہے کہ اصل اور یقینی چیز کو شک کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاتا اس لئے متابعت امام کو ترک نہ کیا جائے بلکہ امام کی متابعت کرتے ہوئے حنفی المسلک مقتدی بھی قنوت پڑھے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا منسوخ ہو چکا کیونکہ حضور ﷺ نے فجر میں ایک دعا قنوت پڑھا اور پھر اس کو موقوف دیا۔ اور منسوخ میں متابعت نہیں کی جاتی اس لئے حنفی المسلک مقتدی قنوت پڑھنے میں امام کی متابعت نہ کرے بلکہ خاموش کھڑا رہے۔ رہی یہ بات کہ مقتدی جب متابعت نہیں کرے گا تو کیا کرے تو اس بارے میں بعض حضرات کی رائے تو یہ ہے کہ مقتدی خاموش کھڑا رہے تاکہ جس چیز میں متابعت واجب ہے اس میں متابعت ہو جائے یعنی قنوت اور قنوت دو چیزیں ہیں۔ پس حنفی المسلک مقتدی قنوت میں اپنے امام کی متابعت کرے۔ اور قنوت میں متابعت نہ کرے۔

اور بعض کا قول ہے کہ جب شافعی المسلک امام قنوت پڑھنا شروع کرے تو حنفی المسلک مقتدی بیٹھ جائے تاکہ امام کی مکمل مخالفت نہ ہو۔ کیونکہ خاموش رہنے والا نہ کرنے والے کا شریک نہ ہوتا ہے۔ جیسے مقتدی قنوت نہیں کرتا کھڑا خاموش رہتا ہے لیکن اس کا وجود قرأت میں امام کا شریک ہوتا ہے۔

صاحب ہدایہ نے کہا کہ قول اولیٰ الظہر ہے۔ یعنی سکت کھڑا رہنا بھی اظہر ہے۔ صاحب ہدایہ نے اظہر ہونے کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ امام کا فعل شروع اور غیر شروع دونوں پر مشتمل ہے پس قنوت جو شروع ہے اس میں امام کی اتباع کرے اور قنوت جو غیر شروع ہے اس میں اتباع نہ کرے بلکہ خاموش کھڑا رہے۔ لیکن الہدایہ میں لکھا ہے کہ قول اولیٰ الظہر ہے کہ نماز میں امام کی مخالفت پیدا کرنا اگرچہ کسی رکن یا شرط میں نہ ہو دو وجہ سے برا ہے۔ اول تو یہ شان اقتدار کے خلاف ہے کیونکہ حدیث میں ہے **لَا تَمَّاؤْ بِكُلِّ مَعْصِيَةٍ** یعنی امام تو ایسی متواتر ہے کہ اس کی متابعت کی جائے۔ دوم یہ کہ یہ فعل امر ہے نہ ہونے کی وجہ سے مفید نہیں لیکن فعل امر ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ جب امام قنوت پڑھے تو حنفی المسلک مقتدی میرا راتیات وغیرہ پڑھ کر امام سے پیٹ ہی سلام پیچھے۔ کیونکہ امام حنفی المسلک مقتدی کے نزدیک بدعت میں مشغول ہو گیا ہذا ان کے ائمہ سے منہ منی نہیں ہیں۔

مختلف ہدایہ نے اس قول کو ذکر نہیں کیا کیونکہ اس صورت میں سلام جو امر شروع ہے اس میں امام کی مخالفت کرنا لازم آتا ہے اور یہ

کسی طرح مناسب نہیں۔

وَذَلَّتِ الْمَسْأَلَةُ عَلَى جَوَابِ الْإِثْقَادِ اس عبارت سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ مسئلہ دو باتوں پر دلالت کرتا ہے اول یہ کہ حنفی المذہب کا شافعی المذہب کی اقتداء کرنا پڑے۔ اسی طرح ہاتھی اور مٹلی کی اقتداء کرنا بھی جائز ہے۔ دوم یہ کہ مقتدی قوت وتر میں اپنے امام کی متابعت کرے گا۔ کیونکہ اختلاف قوت فجر میں متابعت کرنے کے سلسلہ میں ہے نہ کہ قوت وتر میں۔ پس جہاں قوت مسنون ہند واجب ہے وہاں مقتدی خاموش نہ رہے گا بلکہ قوت پڑھے گا۔

صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ اگر حنفی المسلک مقتدی کو اپنے شافعی المسلک امام کی طرف سے حقیقی طور پر وہی ایسی بات معلوم ہو جائے کہ احناف کے مذہب کے مطابق اس کی نماز قاسد ہو جاتی ہے تو اس حنفی کے لئے اس کی اقتداء کرنا جائز نہ ہوگا۔ مثلاً شافعی المسلک امام نے وضو یا پھر قصد وغیرہ معانی یا غیر صحیحین سے خروج نہایت پایا گیا۔ اور وضو کا معاد نہیں یہ تو حنفی کے لئے اس کی اقتداء کرنا پڑ نہیں ہوگا کیونکہ یہ چیزیں شوافع کے نزدیک اگرچہ ناقض وضو نہیں لیکن احناف کے نزدیک ناقض ہیں۔ اس لئے کہ حنفی المذہب مقتدی کے ثمان کے مطابق اس کا امام محدث ہے اور محدث کے پیچھے اقتداء کرنا جائز نہیں۔

دعائے قنوت میں احناف مختار ہے۔ فرمایا کہ قنوت میں احناف مختار ہے دعا قنوت پڑھنے والا خواہ مقتدی ہو خواہ مفرد ہو۔ کیونکہ قنوت ایک وہ ہے اور دعائیں احناف اولیٰ ہے۔ بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ قنوت ہاجر پڑھے۔ کیونکہ قنوت قرآن کے مشابہ ہے یہی وجہ ہے کہ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ کے بارے میں صحابہ نے اختلاف کیا ہے کہ آیا یہ قرآن ہے یا قرآن نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود کا قول یہ ہے کہ قنوت قرآن کی سورت ہے اور حضرت ابی بن کعب کہتے ہیں کہ یہ قرآن نہیں ہے عامۃ العلماء بھی اسی کے قائل ہیں لیکن احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ حائضہ انسا اور حنفی اس کی قرأت سے اجتناب کریں۔ (کنایہ)

فوائد صاحب کتاب نے لکھا ہے کہ سب سے طویل دعا قنوت وہ ہے جو حضرت خزیمہ سے مروی ہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْيَقِيْنِ قُلُوْبِهِمْ وَاصْلَحْ دَاْتَ نَبِيْهِمْ وَانْصُرْهُمْ عَلٰی عَدُوْكَ وَعَدُوْهِمْ اَللّٰهُمَّ اِنْعَمْ كَفَرَةً اَهْلِي الْكِتَابِ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيَكْبِدُوْنَ رُسُلَكَ وَيَقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَانِكَ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ نَبِيَّ كَلِمَتِهِمْ وَارْزُقْ اَقْدَامَهُمْ وَارْزُقْ بِهِمْ نَاسِكَ الدِّي لَا يَرُدُّ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ اَنْ تَسْتَعِيْزَكَ وَتُؤْمِنُ بِكَ وَتَتَوَكَّلَ عَلَيْكَ وَتُنْبِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَتَشْكُرُكَ وَلَا تَكْفُرُكَ وَتَسْتَعِيْزُكَ وَتَتَوَكَّلُكَ مِنْ تَعْمَلُكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي وَنُسَبِّحُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْ وَنَعُوْذُ وَنُحْمَلُوْ رَحْمَتَكَ وَنَحْتَسِيْ عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَفَّارِ مُلْحِقٌ۔

بعض روایات میں اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْزُكَ سے آغاز کیا گیا ہے۔ جمل احمدی عن

بَابُ النَّوَافِلِ

ترجمہ .. (یہ) باب نوافل کے (بیان میں) ہے۔

تشریح سابق میں فرض اور واجب کا بیان تھا اس باب کے تحت سنن اور نوافل کا بیان ہے نفل کے معنی (جو فرض پر زائد ہو) پندہ نفل کو

بھی شامل ہیں اس لئے عنوان میں فقط نوافل کا ذکر کیا گیا ہے اور سنن کا ذکر نہیں کیا گیا۔

سنن اور نوافل کا بیان، سنن مؤکدہ اور غیر مؤکدہ کی تعداد رکعات

السُّنَّةُ رُكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَأَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ وَبَعْدَهَا رُكْعَتَانِ وَأَرْبَعٌ قَبْلَ الْعَصْرِ وَإِنْ شَاءَ رُكْعَتَيْنِ وَرُكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَأَرْبَعٌ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَأَرْبَعٌ بَعْدَهَا وَإِنْ شَاءَ رُكْعَتَيْنِ وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ تَابَعَ عَلِيَّ بْنَ عُسَيْرَةَ رُكْعَةً فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَقَسَّرَ عَلِيٌّ نَحْوَ مَا ذَكَرَ فِي الْكِتَابِ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرِ الْأَرْبَعَ قَبْلَ الْعَصْرِ فَلِهَذَا سَمَّاهُ فِي الْأَصْلِ حَسًّا وَحَسْرًا لِاخْتِلَافِ الْأَنَارِ وَالْأَفْضَلُ هُوَ الْأَرْبَعُ وَلَمْ يَذْكُرِ الْأَرْبَعَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَلِهَذَا كَانَ مُسْتَحَنًّا لَعَدَمِ الْمَوَاطِنَةِ وَذَكَرَ فِيهِ رُكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَفِي غَيْرِهِ ذَكَرَ الْأَرْبَعَ فَبِهَذَا حَسَّرْنَا أَنَّ الْأَرْبَعَ أَفْضَلُ حُصُولًا عِدَّتِي خَبْرَةً عَلَى مَا عُرِفَ مِنْ تَذَكُّرِهِ وَالْأَرْبَعُ قَبْلَ الظُّهْرِ بِشَيْبَةَ وَاجِدَتْهُ عِنْدَنَا كَذَلِكَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَفِيهِ جِلَافُ الشَّافِعِيِّ.

ترجمہ - مسنون فجر سے پہلے دو رکعتیں ہیں اور چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد اور چار رکعت عصر سے پہلے اور آٹھ چار رکعت (چار رکعت) اور مغرب کے بعد دو رکعت اور عشاء سے پہلے چار رکعت اور چار رکعت (چار رکعت) اور نمازوں کے مسنون ہونے میں اصل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دن رات میں چار رکعت پر مواظبت کی اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ اور آنحضور ﷺ نے (چار رکعات) کی جو تفسیر فرمائی ہے اسی کے مطابق کتاب میں مذکور ہے مگر یہ کہ آپ ﷺ نے عصر سے پہلے چار رکعت کا ذکر نہیں فرمایا۔ اسی وجہ سے امام احمد نے مبسوط میں ان چار رکعات کو حسن کہا ہے۔ اور تاجدار کے مختلف مؤلفین وجہ سے اختیار دیا گیا ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ چار رکعت پڑھے۔ اور عشاء سے پہلے چار رکعت مذکور نہیں ہیں اسی وجہ سے یہ چار رکعت مستحب ہوئیں کیونکہ (چار رکعات پر) مواظبت نہیں پائی گئی اور حدیث مذکور میں عشاء کے بعد دو رکعت مذکور ہیں۔ اور دوسری حدیث میں چار رکعت کا ذکر ہے اسی واسطے اختیار دیا گیا ہے مگر چار رکعات (چار رکعات) افضل ہے خاص طور پر امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس بناء پر جو ان کا مذہب معلوم ہوا ہے۔

اور تاجدار کے نزدیک ظہر سے پہلے ایک سلام کے ساتھ چار رکعت ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اور اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔

تشریح - صاحب ہدایہ اس باب کے تحت اگرچہ سنن اور نوافل دونوں کو ذکر کریں گے لیکن اہم اور اشرف ہونے کی بناء پر سنن کا ذکر مقدم کیا گیا۔

پھر سنن کی دو قسمیں ہیں مؤکدہ اور غیر مؤکدہ۔ مؤکدہ وہ سنن کہ باقی ہیں جن پر کبھی کبھار ترک کے ساتھ غفلت سے نہ بھٹکی فرمائی ہوں۔ اور غیر مؤکدہ وہ سنن ہیں جن پر بعد کے نبی نے بھٹکی نہیں فرمائی۔ سنن مؤکدہ چار رکعات اس طرح ہیں نماز فجر سے پہلے دو رکعت، ظہر سے پہلے چار رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت اور عشاء کے بعد دو رکعت ان کے بعد دو رکعت ان کے بعد دو رکعت سنن غیر مؤکدہ ہیں۔

صاحب قدوسی نے مؤکدہ اور غیر مؤکدہ دونوں کو اس طور پر فرمایا کہ نماز فجر سے پہلے دو رکعت ہیں اور ظہر سے پہلے چار رکعت عام

کے بعد دو رکعت ہیں۔ عصر سے پہلے چار رکعت ہیں جنی چاہے تو دو رکعت پراکتفاء کرے اور مغرب سے بعد دو رکعت ہیں۔ اور عشاء سے پہلے چار رکعت ہیں اور عشاء کے بعد چار رکعت پڑھے۔ یا دو رکعت پراکتفاء کرے۔ یہی بات کہ صاحب قدوسی نے سنت فجر سے ابتدا، نبیوں فرمائی تو اس کی وجہ سے کہ سنت فجر اٹھوئی سنن ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے سنت فجر کے بارے میں فرمایا: صَلُّوْهُا وَلَوْ رَهَضَ ذَكَرُكَمُ الْعَبْدُ یعنی تم سنت فجر پڑھتے رہو اگرچہ تم گھوڑے، باندے، اس۔

حسن بن زیاد کے اہل اہل قلم نے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے بغیر خیر کے سنت خیر کو پہنچا کر، انہی کو جاننا نہیں ہے۔ ہاں، و مشافہے
نہد ہے کہ اگر وہ فی کمالہم جمع طریق ہو، لوگ اس سے قنوی اور مسائل شرعیہ دریافت کرتے ہیں تو انہوں کی ضرورت کے فی نظر اس کے
لئے تمام مسائل کا ترک کرنا چاہئے۔ ہاں، و سنت خیر کے۔ اس سے بھی سنت خیر کا قنوی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

صاحبِ عطاء نے سترے کے مقدم کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی کہ اوقات نماز و روزہ اور رستہ وقت چونکہ فجر کا ذکر مقدم کیا گیا ہے اس لئے سنت فجر کو دوسری سنتوں پر مقدم کیا گیا۔

حضرت امام محمدؒ نے مبسوط میں سنت ظہر کے ذکر کو مقدم کیا ہے اور وجہ مقدمہ یہ بیان کی ہے کہ سنت فرض سے تابع ہے۔ اور مبسوط میں سب سے اول ظہر کی نماز فرض کی گئی ہے چونکہ ظہر کا فرض اول فرض ہے اس لئے ظہر کی سنتوں کا ذکر بھی اس کے بعد کیا گیا۔

راہیہ کہ سنت فجر کے بعد کون سی شئیں اقویٰ ہیں سوائے چار۔ میں قدرے اختلاف ہے۔ اب موصوفی نے کہا کہ سنت فجر کے بعد اقویٰ: دوئے میں سنت مغرب کا درجہ ہے کیونکہ اللہ کے پاک و نبی ﷺ نے مغرب کی سنتوں کو زیادہ میں بھی نہیں چھوڑا۔ پھر فرمایا کہ سنت مغرب کے بعد عکبر کے بعد کی سنتوں کا درجہ ہے اور وہ یہ: آخری کہ ظہر کے بعد کی شئیں متفق حبیبا ہیں اور ظہر سے پہلے کی شئیں مختلف فیہا ہیں۔ پھر فرمایا کہ ظہر کے بعد کی سنتوں کے بعد عشاء کے بعد کی سنتوں کا درجہ ہے۔ پھر ظہر سے پہلے کی سنتوں کا درجہ ہے۔ پھر عصر سے پہلے کی سنتوں کا درجہ ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فجر کی سنتوں کے بعد بہت دوسری سنتوں کے نذر سے پہلے کی سنتیں زیادہ مہم اور قوی ہیں۔ یہی قول اس حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے آیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مَنْ كَرِهَ أَنْ يَكُونَ كَالْمُطَهَّرِ لَمْ يَكُنْ شَقَاعَةً عَيْنِي" یعنی جس نے نذر سے پہلے کی ساری رخصت چھوڑنا اس کو میری آنکھ سے شقاوت نہیں ہوئی۔ علامہ حلی نے اس سے پہلے بھی فرمایا ہے کہ سوائے تراویح کے تمام سنتوں پر میں اور اہل فضل نے یہ کیونکہ تراویح میں تمام صحابہ کا اجماع ہے۔ وہ تراویح کی نماز مسجد میں ادا کرتے تھے۔ (مناہ)

صاحبِ ہدایہ نے کہا کہ مذکورہ بارہ رکعات کے سنت مؤکدہ ہونے میں اصل اور بنیٰ حضور ﷺ کا قول ہے اور متذقی اور ابنِ ماجہ نے اس حدیث کے الفاظ اس طرح ذکر کئے ہیں عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ قَامَ عَلَى الثُّلَاثِ عَشْرَةِ رَكْعَةٍ مِنَ السَّنَةِ نَسِيَ اللَّهُ لَهُ نِيَامًا فِي الْحَدِّ ارْتَعَ وَرَكَعَاتٍ قَبْلَ الطَّهْرِ وَ رَكَعَتَيْنِ بَعْدَهُ وَ رَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَ رَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْغَسَاةِ وَ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جس شخص نے بارہ رکعت مسنونہ پڑھا امت مسلمہ کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ (بارہ رکعت یہ ہیں) چار رکعت سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو غروب کے بعد، دو عشاء کے بعد اور دو فجر سے پہلے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو اصحیح و صحیحہ بنت ابی شیبہ نے اس کے الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے اُنْهَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّيَ اللَّهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يَطْرُقُ مِنْ غَيْرِ الْغَرَضَةِ إِلَّا نَسِيَ اللَّهُ لَهُ نِيَامًا فِي الْحَيَاةِ یعنی اصحیح ہے۔ حالِ امت مسلمہ

ہوئے ت کہ جو بندو مسلمان ہں اللہ کے لئے ہر روز بارو رکعات فرض سے زائد پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ جینے اس کے واسطے جنت میں گھر بنائے گا۔

صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بارہ رکعات کی تفسیر اسی کے مطابق بیان فرمائی ہے جو متن کتاب میں مذکور ہے۔ مگر چونکہ اس حدیث کی تفسیر کے وقت عصر سے پہلے کی چار رکعات کا ذکر نہیں ہے۔ اسی لئے امام محمد نے مسودہ میں ان چار رکعات کو مستحب قرار دیا اور احتیاطاً دیکھ عصر سے پہلے پڑھتے پڑھتے یا دو رکعت پڑھتے۔ کیونکہ عصر سے پہلے کی حد اور رکعت میں آٹھ رکعت ہیں چنانچہ ابن عمر سے مروی ہے قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَحَمْدُ اللَّهِ أَصْلَى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس انسان پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار رکعات پڑھتا ہے اور حضرت عقی بن ابی رباح سے مروی ہے أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ ثَمَانِيًا یعنی حضور ﷺ عصر سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے۔

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ افضل یہی ہے کہ عصر سے پہلے پڑھتے پڑھتے کیونکہ چار رکعات کا عدد بھی زائد ہے اور یہ بھی درجیک رہے گا لہذا بہ نسبت دو رکعت کے چار رکعات پڑھنے کا ثواب بھی زائد ہوگا۔

فاضل مصنف کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بارہ رکعات کی قسم کے موقع پر عرض کی ہے پہلی چار رکعات کا ذکر بھی نہیں فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ پھر رکعات بھی آداب کے درجہ میں ہیں کیونکہ ان چار رکعات پر مواظبت نہیں فرمائی ہے۔ صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ حدیث مشہورہ میں مشہور ہے کہ بعد دو رکعت کا ذکر ہے لیکن حدیث مشہورہ کے علاوہ دوسری احادیث میں چار رکعات کا ذکر ہے۔ چنانچہ براء ابن مازن کی حدیث ہے قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ صَلَّى قَبْلَ الطُّغْرُ أَرْبَعًا كَانَ كَأَنَّهَا تَهْتَدُ مِنْ لَيْلَةٍ وَمَنْ صَلَّى بَعْدَ الْعِشَاءِ كَانَ كَأَنَّهَا تَهْتَدُ مِنْ لَيْلَةٍ الْقَدَرِ یعنی براء بن مازن نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قبل اظہر چار رکعات پڑھیں وہ رات بھر ہدایت کی اور جس نے عشاء کے بعد چار رکعات پڑھیں گویا ہدایت اللہ کی چار رکعتیں پڑھیں۔ اس چونکہ چار رکعات

در بیان الفاظ حدیث میں اختلاف ہے اس لئے صاحب ہدایہ نے احتیاطاً ذکر کیا کہ عشاء کے بعد چار رکعات پڑھنے کو دو رکعت پڑھنے سے افضل ہے یہ کہ چار رکعت پڑھنے۔ خاص کر امام ابوحنیفہ کے نزدیک۔ امام صاحب اور صاحبین کا اصل اختلاف اس میں ہے کہ رات کی نماز میں ثقی افضل ہے یا ایک سلام کے ساتھ چار رکعت پڑھنا افضل ہوگا۔ سو امام صاحب کے نزدیک چار رکعت پڑھنا افضل ہے اور صاحبین کے ہاں ثقی ثقی افضل ہے پس اس مسئلہ کو بنیاد پر امام صاحب کے نزدیک عشاء کے بعد چار رکعت کا پڑھنا افضل ہوگا۔

مصنف ہدایہ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ظہر سے پہلے چار رکعت ایک رکعت کے ساتھ ہیں چنانچہ اگر کسی نے دو سلاموں کے ساتھ ۱۱ یا تو ہمارے نزدیک ان کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اور مشرقی یہ ہے کہ دو سلاموں کے ساتھ ۱۱ کرے۔ اور مشرقی کی دلیل حدیث ابوہریرہ سے ہے أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي بِشَلِيلَيْنِ یعنی حضور ﷺ ۱۱ پڑھتے دو سلاموں کے ساتھ پڑھتے تھے اور ایک حدیث میں ہے۔ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِثْلِي مِثْلِي یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ رات اور دن کی نماز دو رکعتیں ہیں۔

ہمارے استاد ابویاب انصاری کی حدیث ہے أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الرُّؤْيَا أَرْبَعًا وَكَعَافٍ فَقُلْتُ مَا هِدْوِ الصَّلَاةِ الَّتِي تَدَاوِمُ عَلَيْهَا فَقَالَ هِدْوِ سَاعَةِ تَقْتَضِيهَا أَنْوَاعُ السَّمَاءِ وَأَحْسَنُ أَنْ يُصَلِّيَ فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ فَقُلْتُ أَيْ كَيْفَ كُنْتُمْ قَرَأْتُمْ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ أَيْ شَيْئًا أَهْوَى بِشَلِيلَتَيْهِ فَقَالَ بِشَلِيلَتَيْنِ وَاحِدَةٍ مِثْلِي مِثْلِي پاک۔ زوال کے بعد چار رکعتیں پڑھتا رہتا ہے (ابویاب انصاری کہتے ہیں) کہ میں نے کہا کہ یہ دونوں نماز ہے جس کو آپ ہمیشہ پڑھتے ہیں۔ آپ جواب دے۔

فرمایا کہ یہ دو ساعت ہے جس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اس ساعت میں میرے اعمال صالحہ اور چڑھیں، میں نے کہا کہ کیا تم رکعتوں میں قرات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، میں نے کہا کہ ایک سلام کے ساتھ یا دوسرے کے ساتھ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک سلام کے ساتھ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تکبیر سے پہلے چار رکعت ایک سلام کے ساتھ منوں ہیں۔

امام شافعی کی طرف سے پیش کردہ حدیث ابو ہریرہ کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں تسلیف یعنی سے مراد شہدین ہیں جن میں حضور ﷺ سے پہلے چار رکعت دو تشہد کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ پس حدیث میں حال یعنی شہدین بول کر محل یعنی شہد مراد یہ گیا ہے۔ یہ خیال رہے کہ یہ تاویل رئیس الفقہاء حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے۔

اور حدیث ثانی کا جواب یہ ہے کہ صَلَوةُ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی کے الفاظ مشہور ہیں اور انہار کا لفظ غریب ہے، ناقبل استدلال ہے۔ لہذا اس حدیث سے قبل التکبیر چار رکعت دو سلام کے ساتھ پڑھنے پر استدلال درست نہیں ہوگا۔

دن اور رات کے نوافل کی تعداد رکعات

قَالَ وَنَوَافِلُ النَّهَارِ إِنْ شَاءَ صَلَّى رَسُلِيَّةٌ وَكَحُفَّتْ وَإِنْ شَاءَ أَرْبَعًا وَتُكْرَهُ الزَّيَادَةُ عَلَى ذَلِكَ فَإِنَّ نَوَافِلَ اللَّيْلِ قَالَ أَبُو حُسَيْنٍ فَإِنَّ صَلَّى لِمَا نَ كُنَّ بِيَّتْمَةِ حَارٌّ وَتُكْرَهُ الزَّيَادَةُ عَلَى ذَلِكَ وَقَالَ لَا يَزِيدُ بِاللَّيْلِ عَلَى رَجْعَتَيْنِ بِسَلَامَةٍ وَفِي الْجَمَاعِ الصَّغِيرِ لَمْ يَذْكُرِ التَّعَانِي فِي صَلَوةِ اللَّيْلِ وَذَلِكَ لِتَكْرَاهَةِ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ وَلَوْ لَا تَكْرَاهَةُ لَزَادَ تَعْلِيمًا لِلنَّحْوِ وَالْأَفْضَلُ فِي اللَّيْلِ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَ مُحَمَّدٍ مَثْنٰی مَثْنٰی وَ فِي النَّهَارِ أَرْبَعٌ أَرْبَعٌ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ فِيهِمَا مَثْنٰی مَثْنٰی وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فِيهِمَا أَرْبَعٌ أَرْبَعٌ لِلشَّافِعِيِّ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَوةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰی مَثْنٰی وَلَهُمَا الْإِعْبَادُ بِالزَّوْجِ وَالْأَمْرُ حَبِطَةً أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْعِشَاءِ أَرْبَعًا وَكَانَ يُؤَظِّبُ عَلَى الْأَرْبَعِ فِي الصُّحَى وَلَا تَدُومُ تَحْرِيمُهُ فَيَكُونُ أَكْثَرُ مُشَقَّةً وَأَزِيدَ فَيُضِلُّهُ وَلِهَذَا لَوْ تَذَرُ أَنْ يُصَلِّيَ أَرْبَعًا بِسَلَامَةٍ لَا يَخْرُجُ عَنْهُ بِسَلَامَتَيْنِ وَعَلَى الْقَلْبِ يَخْرُجُ وَالتَّوْأْبُحُ تَوَدَّى بِجَمَاعَةٍ فَيُرَاعَى فِيهَا حَقُّ التَّيَسِيرِ وَمَعْنَى مَارَوْاهُ شَفَعًا لَا يَوْتُوا وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

ترجمہ صاحب قدوری نے کہا، اور دن کے نوافل چاہے تو ایک سلام کے ساتھ دو رکعت پڑھے اور چاہے تو چار رکعتیں پڑھے۔ اور اس پر زیادتی مکروہ ہے۔ رات کی نفیس تو ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اگر ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعتیں پڑھے تو چار قرب اور اس پر زیادتی نہ کرنا مکروہ ہے۔ اور صاحبین نے کہا کہ ایک سلام کے ساتھ رات میں دو رکعت پر زیادہ نہ کرے۔ اور چار مع صغیر میں امام محمد نے صلوٰۃ اللیل میں آٹھ کو ترمیم کی اور کرابت کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے آٹھ پر زیادتی نہیں کی۔ اگر کرابت نہ ہوتی تو جواز کی تعلیم دینے کے لئے زیادہ کر دیتے اور رات میں صاحبین کے نزدیک دو رکعت افضل ہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک رات دونوں دونوں میں دو رکعت ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک دونوں میں چار چار رکعت ہیں۔

امام شافعی کی دلیل حضور ﷺ کا قول صَلَوةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰی مَثْنٰی ہے۔ اور صاحبین کی دلیل تراویح پر قیاس ہے۔ اور ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ عشاء کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے، اس کو حضرت عائشہ نے روایت کیا ہے۔ اور چاشت میں چار

صحت پر موعظت فرماتے تھے۔ اور اسلئے کہ تحریر کے اعتبار سے اس کو زیادہ اہم ہے۔ لہذا ازاد مشقت بھی زیادہ ہوگا اور غصہ و نفرت میں بھی بڑھا ہوا ہوگا۔ اسی لئے اگر نذر کی کہ ایک سلام کے ساتھ چار رکعت پڑھے گا تو وہ سلام کے ساتھ اس نذر سے نفیس ٹکے گا اور پڑھنے کی صورت میں نفل بنائے گا۔ اور تراویح جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے اس لئے اس میں آسانی کی جہت ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ اور اس حدیث کے معنی جس کو امام شافعی نے روایت کیا جوڑ جوڑ ہے نہ کہ طاق و اندام۔

تشریح اب تک سنن کا بیان تھا۔ اگلی سطروں میں نوافل کا ذکر ہے۔ علماء نے اہانت اور افضلیت کے اعتبار سے رات اور دن کے نوافل کی مقدار میں اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ دن کے نفلوں میں صبح سے پہلے ایک سلام کے ساتھ دو رکعت پڑھے یا چار رکعت پڑھے۔ اس سے زائد پڑھنا مکروہ ہے۔ اور رات میں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعت پڑھنا یا آہستہ چار رکعت ہے۔ اور آٹھ رکعت سے زائد پڑھنا مکروہ ہے۔ جامع صغیر میں آٹھ رکعت کا ذکر نہیں بلکہ پندرہ رکعت یعنی اہل امام نے جامع صغیر میں کہا کہ رات میں ایک سلام کے ساتھ چھ رکعت ادا کر سکتا ہے۔

ملاحظہ ہو یہ ہے کہ رات میں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعت سے زائد نہ پڑھو۔ چونکہ نفل میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے آٹھ رکعت پڑھنا واپسی نہیں فرمائی۔ اور ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعت پڑھنا واپسی نہ ہو تو بیان جواز کے لئے ایک دو یا چھ رکعت۔ آٹھ رکعت پڑھنا واپسی ضرور فرماتے۔ لیکن آپ نے ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعت سے زائد نہیں بھی نہیں پڑھیں۔ اس لئے فقہ سے زائد کا بہت سلام کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہوگا۔

مگر بعض کہہ سکتے ہیں کہ صلوٰۃ النفل میں آٹھ رکعت پڑھنا واپسی کے ساتھ بھی سنت اور وہی ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ اَنَّہ عَلَیْہِ السَّلَامُ كَانَ یُصَلِّیْ بِاللَّیْلِ خَمْسَ رُكْعَاتٍ سَبْعَ رُكْعَاتٍ تِسْعَ رُكْعَاتٍ اَحَدَ عَشَرَ رُكْعَةً فَلَمَّتْ عَشْرَةٌ وَرُكْعَةً اِثْنِیْ عَشْرًا۔ رات میں چار رکعت بھی پڑھتے تھے سات بھی، نو بھی، تیرہ بھی اور بھی تیرہ بھی۔

ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ کس رکعات میں دو رکعت صلوٰۃ النفل ہے یعنی نفل میں اور دن وتر ہیں۔ اور سب رکعات میں چار رکعت صلوٰۃ النفل اور تین رکعت وتر ہیں اور تین رکعات میں چار رکعت صلوٰۃ النفل اور تین رکعات وتر ہیں اور اَحَدَ عَشَرَ رُكْعَةً وَرُكْعَةً اِثْنِیْ عَشْرًا۔ رات میں صلوٰۃ النفل اور تین رکعت وتر ہیں۔ اور تین رکعات میں آٹھ رکعت صلوٰۃ النفل اور تین رکعات وتر ہیں اور دو رکعت سنت وتر ہیں۔ حضور ﷺ یہ تمام رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے تھے پھر اس طرح تفصیل بیان فرمائی جو اوپر مذکور ہے۔ پس اس تفصیل سے بعد احادیث کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ (فتح الباری)

قد ورنہ نہ ہوتا کہ قَالَ لَا یُؤْمِدُ بِاللَّیْلِ عَلٰی رُكْعَتَیْ بِتَسْلِیْمَتَیْ سے پھر یہ معصوم ہوتا کہ صاحبین کے نزدیک رات میں ایک سلام کے ساتھ دو رکعت پڑھنا واپسی نہ ہو۔ حالانکہ ایک نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک دو رکعت پڑھنا واپسی نہ ہو۔

قَالَ اَمُو حَنِیْفَةُ اِنْ صَلَّیْ فَمَنْ رُكْعَاتٍ سَلَامٌ مِّنْہِ فَعَلٰی اَنْ یَّکُوْنَا مِثْلَہُ فَعَلٰی اَنْ یَّکُوْنَا مِثْلَہُ۔ یہاں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت پڑھنا واپسی نہ ہو۔ اور اگر چار رکعت پڑھنا واپسی نہ ہو۔

وَالْاَفْضَلُ لِمَا لَلَّیْلِ سے افضلیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ صاحبین کے نزدیک رات میں نفل سے پہلے دو رکعت

پڑھے اور ان میں چار رکعت پڑھے اور امام شافعی کے نزدیک رات و دن دونوں میں دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دونوں میں چار چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔ امام شافعی کی دلیل حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ **حَصَلَةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِثْلِي مِثْلِي** ہے یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ رات اور دن کی نماز (نفل) دو دو رکعت ہیں۔

صاحبین کی دلیل تراویح پر قیاس ہے یعنی تراویح کی نماز بالاتفاق دو دو رکعت کر کے ادا کرنا افضل ہے۔ پس اسی طرح رات میں دوسرے نوافل بھی دو دو رکعت کر کے ادا کرنا افضل ہے۔

امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو ابو داؤد نے ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ عشاء کے بعد حضور ﷺ چار رکعت پڑھتے تھے یعنی ایک سلام کے ساتھ اور حضور ﷺ چار رکعت کی چار رکعت پر مواظبت فرماتے تھے۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ دن اور رات دونوں میں چار چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ ایک سلام کے ساتھ چار رکعت ادا کرنے میں ازراہ قیاس دو سلام ہے پس درمیان میں قاریغ نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ مشقت ہوگی اور جس عبادت میں مشقت زیادہ ہو وہ افضل ہوتی ہے۔ اس لئے ایک سلام کے ساتھ چار رکعت ادا کرنا افضل ہوگا۔ بہ نسبت دو رکعت ادا کرنے کے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے ایک سلام کے ساتھ چار رکعت ادا کرنے کی نذر کی پھر اس نے دوسرا سلام کے چار رکعت ادا کی تو اس کی یہ نذر ادا نہ ہوگی کیونکہ نذر کی بھی افضل طریقہ چار رکعت ادا کرنے کی اور ادا یا مفسول طریقہ پر ادا کرنا عہدہ ہے کہ افضل اور اعلیٰ مفسول اور ادا کی سے ادا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر دو سلام کے ساتھ پڑھنے کی تو ایک سلام کے ساتھ پڑھنے سے نذر پوری ہو جائے گی کیونکہ مفسول افضل کے ساتھ ادا ہو جاتا ہے۔

وَالشَّارِحُ يُبَيِّنُ مَقْصِدَ سَجْدَةٍ یہ عبارت صاحبین کے قیاس کا جواب ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ بلاشبہ تراویح کی نماز دو دو رکعت کے ساتھ ادا کرنا افضل ہے لیکن تراویح کی نماز جماعت سے ادا کی جاتی ہے اور جماعتی کاموں میں عام لوگوں کی رعایت کے پیش نظر جماعت اور آسانی کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے جیسے فرمایا گیا کہ امام کو پابند کر دو بلکی پچھلی نماز پڑھائے۔ ظاہر ہے کہ اس امر میں عام مقتدیان کی رعایت کی گئی ہے جس چونکہ تراویح کی نماز جماعت ادا کی جاتی ہے اس لئے عام لوگوں کی رعایت کے پیش نظر دو دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ دو دو رکعت ادا کرنے میں آسانی ہے۔ بہ نسبت چار چار رکعت ادا کرنے کے اور اگر تراویح کی نماز پڑھنے کو پھر چار رکعت افضل میں بشرطیکہ طاقت ہو۔ اور نوافل چونکہ جماعت ادا نہیں کئے جاتے اس لئے نوافل میں یہ رعایت ملحوظ نہیں ہوگی۔

وَمَعْنَى مَا رَوَاهُ شُعْبَةُ لَا يَنْتَرِازُ امام شافعی کی پیش کردہ حدیث **حَصَلَةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِثْلِي مِثْلِي** کا جواب ہے۔ حاصل جواب یہ ہے کہ رات اور دن کی نماز ہفت ہے نہ کہ طاق، یعنی حضور ﷺ کا حد بیان کرنا نہیں ہے بلکہ عشاء و رسول ﷺ یہ ہے کہ نوافل طاق رکعتوں کے ساتھ ادا نہ کئے جائیں بلکہ ہفت یعنی جوڑ جوڑ ادا کئے جائیں خواہ دو رکعت ایک سلام کے ساتھ ہوں یا چار رکعت دو سلام کے ساتھ۔

فصل فی القراءۃ

قرأت کا بیان قرآن میں قرأت کا حکم . امام شافعی کا نقطہ نظر و دلائل

وَالْقِرَاءَةُ فِي الْمَرْبِزِ وَاجِبَةٌ فِي الرَّكْعَتَيْنِ وَالْفَالِ الشَّامِعِي فِي الرَّكْعَاتِ كُلِّهَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةٍ وَكُلُّ رَكْعَةٍ صَلَاةٌ وَقَالَ مَالِكٌ فِي ثَلَاثٍ وَرَكْعَاتٍ بِإِمَامَةٍ لِلْأَكْبَرِ مَقَامَ الْكَلِّ تَبْسِيْرًا وَلَقَوْلُهُ تَعَالَى «فَافْهَرُوا مَا يَنْسُرُ مِنَ الْقُرْآنِ» وَالْأَمْرُ بِالْفِعْلِ لَا بِتَقْصِي النَّكْرَارِ وَإِنَّمَا أَوْحَا فِي النَّبَاةِ بِسِدَالٍ لَا بِالْأَوَّلِي لِأَنَّهُمَا تَشَاكُلَانِي مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَأَمَّا الْأَخْرَجَانِ تَقَارُفًا بَيْنَهُمَا فِي حَقِّ السَّقُوطِ بِالسَّفَرِ وَصِعَةِ الْقِرَاءَةِ وَقَدَرِهَا فَلَا تُلْحَقَانِ بِهِمَا وَالصَّلَاةُ بَيْنَهُمَا رَوَى مَذْكُورَةٌ تَصَرُّفًا فَتَقَرَّفَ إِلَى الْكَمَالَةِ وَهِيَ الرَّكْعَتَانِ عُرُفًا كَمَنْ خَلَفَ لَا يُصَلِّي صَلَاةً بِجَلَابِ مَا إِذَا خَلَفَ لَا يُصَلِّي

ترجمہ : یہ فصل قرأت کے بیان میں ہے فرض نماز میں دو رکعتوں میں قرأت کرنا واجب ہے۔ اور امام شافعی نے کہا کہ تمام رکعتوں میں واجب ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بخیر قرأت سے نماز نہیں ہے۔ اور جب رکعت نہ پڑھے۔ اور امام مالک نے کہا کہ تین رکعتوں میں (فرض) ہے کیونکہ آسانی کے پیش نظر اگر کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔

اور ہماری دلیل باری تعالیٰ کا قول فافھروا ما یانسر من القرآن ہے اور کسی فعل (کام) کا امر تکرار کا ترجمہ نہیں کرتا۔ اور ہماری رعت میں ہم نے واجب کیا پہلی رکعت سے استدلال کرتے ہوئے۔ کیونکہ دونوں رکعتیں میں کل جب ہم شکل ہیں۔ اور تین بعد کی دو رکعتیں تو وہ دونوں سے نفی وجہ سے ساقط ہونے میں اور قرأت کی صفت میں اور قرأت کی مقدار میں مفاد رکعتی میں ابداً الحسریس اؤلیس کے ساتھ لاحق ہوں گی۔

اور امام شافعی کی روایت اردو حدیث میں لفظ صلوٰۃ صراحتاً مذکور ہے اس لئے صلوٰۃ کا مذکور طرف پھیرا جائے گا اور وہ عرف میں دو رکعتیں ہیں۔ جیسے کسی نے قسم کھائی کہ کوئی نماز نہیں پڑھے گا۔ اس سے برخلاف جب لا یصلی کہہ کر حکم حائل۔

تشریح : صاحب ہدایہ نماز مفروضہ واجبات اور نوافل کے بیان سے فارغ ہو کر اب اس فصل میں مسند قرأت کو ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ رہائی فرض نماز میں مسئلہ قرأت کے اندر پہنچاؤ قول ہیں۔

۱) علماء احناف کے نزدیک دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔

۲) امام شافعی کے نزدیک تمام رکعتوں میں فرض ہے۔

۳) امام مالک نے کہا کہ تین رکعتوں میں فرض ہے۔

۴) حسن بصریؒ ایک رکعت میں فرض قرأت کے قائل ہیں۔

۵) ابو بکر صم نماز میں صلیت قرأت کے قائل ہیں۔

ابو بکر نے قرأت کو باقی دوسرے اذکار پر قیاس کیا ہے۔ یعنی جس طرح نماز کے اندر رُوع اور جہد کی تسبیحات اور شہادہ وغیرہ مسنون ہیں اسی طرح قرأت قرآن بھی مسنون ہے۔

حسن بصری کی دلیل یہ ہے کہ **فَافْرُقُوا مَا تَشْتَرُونَ مِنَ الْقِرَآنِ** میں افرؤا امر کا صیغہ ہے اور امر نکرار کا تہ ضمیمہ کرتا۔ اس لئے ایک ہی رکعت میں قرأت کرنا فرض ہوگا۔

۱۰۔ مالک کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا **لَا صَلَوةَ إِلَّا بِقِرَاءَةٍ** اور ہر رکعت صلوٰۃ ہے۔ لہذا کوئی رکعت بغیر قرأت کے نہیں ہوگی مگر چونکہ تین رکعت اکثر ہیں اور آسانی کے پیش نظر اکثر کوکل کے قلم متا کر دیا جاتا ہے اس لئے تین رکعت کو چار کے قلم مقام قرار دے کر تین میں قرأت فرض کی گئی۔

امام شافعی کی دلیل بھی یہی حدیث ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بغیر قرأت کے نماز نہیں ہوتی اور ہر رکعت نماز ہے لہذا ہر رکعت میں قرأت کرنا فرض ہوگا۔ ہر رکعت کے نماز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی نے قسم حنائی کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا۔ پھر اس نے ایک رکعت پڑھی تو حائث ہو جائے گا پس ایک رکعت پڑھنے سے حائث ہو جاتا اس بات کی دلیل ہے کہ ایک رکعت نماز ہے ورنہ حائث نہ ہوتا۔

احناف کی دلیل باری تعالیٰ کا قول **فَافْرُقُوا مَا تَشْتَرُونَ مِنَ الْقِرَآنِ** "بہین طور کہ افرؤا امر کا صیغہ ہے اور امر نکرار کا تہ ضمیمہ کرتا پس ایک رکعت میں فرضیت قرأت عبارت الھص سے ثابت ہوگئی اور چونکہ رکعت ثانیہ من کل وجہ رکعت اول کے مشابہ ہے اس لئے دالت الھص سے رکعت ثانیہ میں بھی قرأت کو واجب کیا گیا۔ حاصل یہ کہ پہلی رکعت میں قرأت کا وجوب عبارت الھص سے ثابت ہوا اور دوسری رکعت میں دلالت الھص سے ثابت ہوا۔

سوال یہاں ایک سوال دو گادہ ہے کہ پہلی اور دوسری رکعت میں مشابہت نہیں ہے بلکہ مفارقت ہے۔ اس طور پر کہ پہلی رکعت میں ثناء، تَعَوُّذ اور تہلیل ہے اور دوسری میں یہ چیزیں نہیں ہیں۔

جواب یہ چیزیں امر زائد ہیں۔ اعتبار فقط ارکان کا ہے اور اصل ارکان میں دونوں رکعتیں یکساں ہیں۔ رہیں آخری دو رکعتیں سو وہ پہلی دو رکعتوں سے مختلف ہیں اور یہ فرق چند باتوں میں ہے۔

- (۱) آخری وجہ سے آخری دو رکعتیں ساقط ہوتی ہیں پہلی دو ساقط نہیں ہوتیں۔
- (۲) اول کی دو رکعتوں میں بالجبر قرأت ہوتی ہے اور آخری دو رکعتوں میں باسیر۔
- (۳) اول کی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورت کا ملانا بھی واجب ہے اور آخری دو میں فاتحہ کے ساتھ سورت کا ضم نہیں ہوتا۔ پس جب اس قدر تفاوت ہے تو آخری دو رکعتوں کو اول کی دو کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا۔

وَالصَّلَوةُ فِيمَا رَوَى سے امام شافعی کی پیش کردہ حدیث **لَا صَلَوةَ إِلَّا بِقِرَاءَةٍ** کا جواب ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ حدیث میں صریحی لفظ صلوٰۃ سے مراد صلوٰۃ کا مذہب اور عرف میں صلوٰۃ کا مل کا اطلاق دو رکعتوں پر ہوتا ہے پس حدیث سے دو رکعتوں میں قرأت کا ثبوت ہوگا نہ کہ ہر رکعت میں۔

دسی یہ بات کہ صریحی غلط صلوٰۃ سے عرف میں دو رکعت مراد ہوتی ہیں، کیسے معلوم ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی نے ان الفاظ کے ساتھ قسم حنائی کہ **لَا يُصَلِّيُ صَلَوةً** یعنی لفظ صلوٰۃ صریحہ ذکر کیا تو دو رکعت پڑھنے سے حائث ہوگا۔ اور اگر فقط **لَا يُصَلِّيُ** کہا اور لفظ صلوٰۃ نہیں کہا تو ایک رکعت پڑھنے سے بھی حائث ہو جائے گا۔

فرائض کی آخری دو رکعتوں میں قرأت کا حکم

وَهُوَ مُحَيَّرٌ لِي الْأَخْرَجِينَ مَعْتَارًا شَاءَ سَكَتٌ وَإِنْ شَاءَ قَرَأَ وَإِنْ شَاءَ سَخَّ كَذَا رُوِيَ عَنْ أَبِي خَيْثَمَةَ وَهُوَ السَّائِلُ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَغَيْرِهِمْ أَلَا أَنْ الْأَفْضَلَ أَنْ يَقْرَأَ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَاوَمَ عَلَى ذَلِكَ وَلِهَذَا لَا يَحِبُّ الْمَشْهُورُ بِتَوَكُّهٍ فِي ظَاهِرِ الرُّوَايَةِ

ترجمہ اور مصلیٰ کو آخرین میں اختیار ہے۔ اس کی مراد یہ ہے کہ نئی چاہت نہ ہو، رہے اور نئی چاہت تو پڑے اور اگرچہ یہ تو تثنیٰ ہے۔ لیکن امامانین سے مروی ہے اور یہی حق، ان مسعود اور ابن مسعود اور ابن مسعود سے منقول ہے۔ صرف افضل قرأت کرنے ہے۔ چونکہ حضور ﷺ نے اس پر امت مسلمہ کے لئے قرأت کے (انہی میں) ایک۔ اور یہ ہے مطابق مجدد و مجدد و مجدد نہیں ہوگا۔

تشریح صاحب تہذیب نے فرمایا کہ اگرچہ وہ دونوں میں مصلیٰ و اختیار ہے، مگر وہ دونوں قرأت کرے۔ یہ تین تہیہ میں ہی مقدار نہ ہو، چاہے یہ تین تثنیٰ پڑھے۔ امامانین سے مروی ہے تثنیٰ خطبہ اور یہی حق ہے۔ اور یہ تثنیٰ کرنا، حضرت علی و ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جمیع سے بھی منقول ہے۔ مگر تثنیٰ میں سورۃ فاتحہ قرأت کرنا افضل ہے۔ چونکہ حضور ﷺ نے بھی یہی کرنا ہے۔ اس لئے اس پر امت مسلمہ فرمائی ہے کہ یہ تثنیٰ میں اگر قرأت فاتحہ کرے، نہ نئی قرأت اس پر مجدد و مجدد و مجدد نہیں ہوگا۔ پس اس سے بھی تثنیٰ میں قرأت فاتحہ افضل ہو، مصلیٰ و اختیار ہے۔ امامانین سے مروی ہے کہ خطبہ اور یہی حق ہے۔

امام حسن بن زید نے امام عظیمی سے روایت کی ہے کہ آخرین میں مصلیٰ نے آیت فَاذْكُرْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَوْ كُنْتَ مِنْهُمْ لَكَ عَذَابٌ أَلِيمٌ اور نہ عبدالمصطفیٰ کی توکلنگار ہوگا اور اگر نہ ہوگا تو چھوٹا کرے۔ یہ تو جہاد و موافق ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ آخرین میں قیام مقصود ہے لہذا اس کو قرأت اور ذکر سے خالی کرنا مکروہ ہوگا۔ صاحب حدیث نے کہا کہ ہر روز ایسا ہے۔ چونکہ قیام کے اندر اصل تو قرأت ہے پس جب قرأت ساقط ہوئی تو مطلق قیام باقی رہا۔ پس یہ دونوں جیسے عمدت کی کا قیام۔ (حدیث)

نوافل میں قرأت کا حکم

وَالْمُزَابَاةُ وَاحِدَةٌ فِي خَبِيرٍ وَكَعَاتِ الْفُلَايِ وَبِحَيْ حَبِيرٍ وَكَعَاتِ الْفُلَايِ كُلُّ شَيْءٍ مِمَّا صَلَوَةٌ عَلَى حَيْدٍ وَالْفَيْدُ إِلَى السَّائِلَةِ كَسَحَرٍ مِمَّا مَسْأَلَةٌ وَلِهَذَا لَا يَحِبُّ بِالْحَيْ حَبِيرٍ الْأَوَّلِيَّ إِلَّا كَعَاتِ الْفُلَايِ الْمَشْهُورِ عَنْ أَصْحَابِنَا وَلِهَذَا قَالُوا لَا يَسْتَفِيعُ فِي السَّائِلَةِ أَيُّ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَأَمَّا الْبُتْرُ فَبِلَا حَبِيرٍ ط

ترجمہ اور نفل کی تمام رکعتوں میں قرأت واجب ہے۔ اور تثنیٰ تمام رکعتوں میں مبرحال نفل تو اس لئے کہ نفل کی ہر دو رکعت میں حد و نماز ہے۔ اور تہذیبی قرأت کے لئے حد و نماز سے ہے۔ تثنیٰ کے لئے حد و نماز سے ہے۔ امامانین سے مروی ہے کہ تثنیٰ کرنا، حضرت علی و ابن مسعود اور ابن مسعود سے منقول ہے۔ مگر تثنیٰ میں سورۃ فاتحہ قرأت کرنا افضل ہے۔ چونکہ حضور ﷺ نے بھی یہی کرنا ہے۔ اس لئے اس پر امت مسلمہ فرمائی ہے کہ یہ تثنیٰ میں اگر قرأت فاتحہ کرے، نہ نئی قرأت اس پر مجدد و مجدد و مجدد نہیں ہوگا۔ پس اس سے بھی تثنیٰ میں قرأت فاتحہ افضل ہو، مصلیٰ و اختیار ہے۔ امامانین سے مروی ہے کہ خطبہ اور یہی حق ہے۔

تشریح مسند قرأت نفل اور تثنیٰ تمام رکعتوں میں واجب ہے۔ نفل کی تمام رکعتوں میں قرأت اس لئے واجب ہے کہ نفل کی ہر دو رکعت میں حد و نماز ہے۔ چنانچہ پہلے تثنیٰ سے۔ امامانین سے مروی ہے کہ تثنیٰ کرنا، حضرت علی و ابن مسعود اور ابن مسعود سے منقول ہے۔ مگر تثنیٰ میں سورۃ فاتحہ قرأت کرنا افضل ہے۔ چونکہ حضور ﷺ نے بھی یہی کرنا ہے۔ اس لئے اس پر امت مسلمہ فرمائی ہے کہ یہ تثنیٰ میں اگر قرأت فاتحہ کرے، نہ نئی قرأت اس پر مجدد و مجدد و مجدد نہیں ہوگا۔ پس اس سے بھی تثنیٰ میں قرأت فاتحہ افضل ہو، مصلیٰ و اختیار ہے۔ امامانین سے مروی ہے کہ خطبہ اور یہی حق ہے۔

مشہور یہی ہے جتنی کہ اگر پارکی نیت کی پھر دو رکعت پوری کرنے سے پہلے فاسد ہو یا تو شروع کرنے کی وجہ سے اس پر صرف ایک دو رکعت قضا کرنا واجب ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اول تحریر سے صرف دو رکعت لازم ہیں۔

چونکہ یہ دو رکعت مجدد و نماز ہے اسی لئے مشائخ احناف نے کہا کہ تیسری کے لئے نمازوں نے پرشہ پہنچے چونکہ تیسری رکعت کے لئے نماز انسانی تحریر کے مرتبہ میں ہے اور ترکی تمام رکعتوں میں قرات اس نے واجب ہے کہ نماز میں قرات لذات رکعت مقصود ہے اور اگر وہ واجب حدیث سے ثابت ہوا ہے پس وتر سے نفل ہو کہ احتمال پیدا ہو گیا بعد احتیاط کی وجہ سے وتر کی تمام رکعتوں میں قرات واجب کی گئی۔ حاصل یہ کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر کی نماز اگرچہ واجب ہے لیکن چونکہ نفل ہونے کے باعث اس پر نہ پڑھیں تو ہم نے احتیاطاً اس کی ہر رکعت میں مثل سنت نفل کے قرات واجب کی ہے۔

نفل شروع کرنے کے بعد فاسد کرنے سے قضا کا حکم

قَالَ وَمَنْ مَرَّ فِي نَائِلَةٍ ثُمَّ انْقَضَتْ قَضَاهَا وَقَالَ الشَّيْخُ لَا قَضَاءَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ مُسْتَعْرِضٌ وَلِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ عَلَى الْمَسْرُوعِ وَلَكِنَّ الْمَوْذَى وَقَعَ قُرْبَةً لِإِحْتِمَاءِ ضَرْوَرَةِ حَاجَتِهِ عَنِ الطَّلَانِ

ترجمہ۔ کہا کہ جس نے نفل نماز شروع کی پھر اس کو فاسد یہ تو اس وقت قضا کرے اور امام شافعی نے کہا کہ اس پر قضا واجب نہیں ہوتی چونکہ وہ اس نفل میں متوجع ہے اور متوجع پر ضرور نہیں ہوتا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نفل کا جو حصہ ادا کیا گیا وہ طاعت واقع ہوا جس کو بطان سے محفوظ رکھنے کے لئے پورا کرنا لازم ہے۔

تشریح۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ نفل نماز یا نفل روزہ شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اس بارے میں علماء احناف کا مذہب یہ ہے کہ نفل (نماز ہو یا روزہ) شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے چنانچہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد اگر اس کو فاسد ہو یا تو اس کی قضا واجب ہوگی۔ اور امام شافعی کے نزدیک نفل شروع کرنے سے لازم نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ شافعی کے نزدیک اگر نفل نماز شروع کرنے کے بعد فاسد ہو تو اس کی قضا واجب نہیں ہوتی۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ نفل نماز پڑھنے والا اپنے نفل میں متوجع ہے اور متوجع کرنے والے پر لازم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مَا عَلَى الْمَغْسُوسِ مِنْ سَبِيلٍ" بعد نفل نماز شروع کرنے والے پر بھی لزوم نہیں ہوگا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ شروع کرنے کے بعد نفل کا جو حصہ ادا کیا گیا وہ طاعت واقع ہوا ہے اور جو چیز قربت محبت اور کرم واقع ہو اس کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے تاکہ ابطال حق فیہ سے محفوظ رہا جائے کیونکہ ہادی حق کا ارشاد ہے "وَلَا تَسْطَلُواْ اَعْمَالَكُمْ" (اپنے اعمال کو پائل مت کرو) پس نفل شروع کرنے کے بعد جب اس کا پورا کرنا واجب ہوا تو زمین میں فاسد کرنے سے اس کی قضا بھی واجب ہوگی۔

امام شافعی کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ متوجع پر شروع کرنے سے پہلے لازم نہیں ہوتا بہت شروع کرنے کے بعد لزوم ہو جاتا ہے اور "يَتَمَّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ" اول پر محمول ہے نہ کہ ثانی پر۔

نوافل کی چار رکعتیں پڑھنا شروع کیس پہلی دو میں قرأت کی اور قعدہ اولیٰ بھی کیا پھر

آخری دو رکعتوں کو فاسد کرو یا تو کتنی رکعتوں کی قضا لازم ہے

وَأِنْ صَلَّيْتَ أَرْبَعًا وَفَرَّاهِ الْأَوَّلِينَ وَقَعْدَتَهُ أَفْسَدَ الْأُخْرَيْنِ فَصَلِّ وَتَغْتَسِبْ لِأَنَّ الشُّعْبَ الْأَوَّلَ قَدْ نَمَّ وَالْقِيَامُ إِلَى السَّائِغِ مَسْمُورٌ لِتَحْرِيمِهِ مُتَدَاةً فَيَكُونُ مُفْرَمًا هَذَا إِذَا أَفْسَدَ الْأُخْرَيْنِ نَعْدَ الشُّرُوعِ فِيهِمَا وَلَوْ أَفْسَدَ قُلَّ الشُّرُوعِ فِي الشُّعْبِ الثَّانِي لَا يَفْطِنُ الْأُخْرَيْنِ وَعَنْ أَبِي يُونُسَ أَنَّهُ يَقْضِي (غَيْرًا) لِلشُّرُوعِ بِالسُّدْرِ وَلَهُمَا أَنَّ الشُّرُوعَ مُلْهِمًا مَّا شَرُوعٌ فِيهِ وَمَا لَا صِلَةَ لَهُ لِأَلَا يَبْهَ وَصِلَةُ الشُّعْبِ الْأَوَّلِ فِي السُّدْرِ لَا تَتَعَلَّقُ بِالثَّانِي بِحِوَالِفِ الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَعَلَى هَذَا سَلَمَةُ الطَّهْرِ لِأَنَّهُمَا سَائِلَةٌ وَقِيلَ يَقْضِي أَرْبَعًا رَجَائِيًّا لِأَنَّهُمَا مَسْكُورَةٌ صَلَوةٌ وَاجِبَةٌ

ترجمہ۔ اور اگر چار رکعت کی نیت سے (نفل نماز) شروع کی اور پہلی دو رکعتوں میں قرأت کی اور قعدہ یا پھر بعد کی دو رکعتوں کو فاسد کیا تو پہلی رکعت قضا کرے کیونکہ پہلا شفع تو پورا ہو چکا اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے سے تحریم کے مرتبہ میں ہے پس وہ اس کو نہ پڑھ کرے۔ یہ حکم قضا اس وقت تک ہے جبکہ بعد کے شفع شروع کرنے کے بعد فاسد کیا ہو اور اگر شفع جانی شروع کرنے سے پہلے فاسد کیا تو خرین کی قضا نہیں کرے گا۔ اور اگر پانچ رکعت کی نیت کیا جا تا ہے (چار کی) قضا کرے گا۔ شروع کو نذر پر قیاس کرتے ہوئے۔ اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ شروع کو چار سے چھ کو اڑھ کرنا ہے جس کو شروع کرے یا چھ کو چار کے بغیر شروع کی ہوئی چیز میں نہ ہو اور پہلا شفع صحیح ہوتا دوسرے شفع پر موقوف نہیں۔ بلکہ پانچ اور ساری رکعت۔ اور اسی اختلاف پر ظہر کی سنت ہے کیونکہ وہ نفس ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ چار رکعت کی قضا کرے (یہ حکم احتیاط پر مبنی ہے) اس لئے کہ ظہر سے پہلے کی چار رکعت سنت ایک نماز کے مرتبہ میں ہے۔

تشریح۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے چار رکعت کی نیت سے نفل نماز شروع کی اور پہلی دو رکعت میں قرأت و ادب بھی کر لی اور ۱۰ رکعت پر قعدہ بھی کیا پھر دوسرے شفع (آخرین) کو فاسد کر دیا تو اس پر فقط شفع جانی کی قضا واجب ہوئی۔ مسئلہ کے اندر دو رکعت پر بیٹھنے کی قیادت سے اُس کی غیبت کہ دو رکعت پر نہیں بیٹھا اور آخرین یعنی شفع جانی کو فاسد کر دیا تو پانچ رکعت کی قضا واجب ہوئی۔

حاصل یہ کہ اگر تیسری رکعت کے واسطے کھڑا ہونے کے بعد شفع جانی کو فاسد کر دیا تو اس پر شفع جانی کی قضا واجب ہوئی۔ کیونکہ شفع اس کو چار ہو چکا اور تیسری رکعت سے کھڑا ہونے سے تحریم کے مرتبہ میں ہے پس اس تحریم سے فقط شفع جانی لازم ہوا نہ اس کو فاسد کرنے کی صورت میں ای کی قضا واجب ہوئی۔ اور اگر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے سے پہلے فاسد کر دیا تو اس پر بھی پانچ کی قضا واجب نہیں ہوئی اس لئے کہ دو رکعت پر قعدہ کرنے سے شفع اہل تو پورا ہو گیا اور شفع جانی اور بھی تک شروع نہیں کیا پس شفع اولیٰ کی قضا تو اس لئے نہیں کہ وہ پورا ہو چکا ہے و شفع جانی کی اس سے نہیں کہ اس کو شروع نہیں کیا۔

اگر اگر پانچ سے ایک رکعت یہ ہے کہ شفع اولیٰ کو فاسد کرے یا شفع جانی کو ہم صورت چار رکعت کی قضا واجب ہوئی۔ اور اگر پانچ سے چار رکعت نفل نماز کے شروع کرنے کو نذر پر قیاس کیا ہے جتنی جس طرح چار رکعت نفس کی نذر کرنے سے چار رکعت واجب ہوئی ہیں اسی طرح اگر چار رکعت کی نیت کے ساتھ نفل نماز شروع کی تو چار رکعت واجب ہوئی۔ حتیٰ کہ اگر شفع اولیٰ میں نفس واطس یہ دو

الْقِرَاءَةُ فِي رَكْعَةٍ وَاحِدَةٍ مُجْتَهِدٌ فِيهِ فَقَضَاهَا بِالْمَقَادِرِ حَقٌّ وَاجِبٌ الْقَضَاءُ وَحُكْمًا بِقَضَاءِ التَّحَرُّمَةِ هِيَ حَقٌّ لِرُكُومِ السَّمْعِ الثَّانِي رَاجِحًا طَرَادًا ثَبَتَ هَذَا نَقُولُ إِذَا لَمْ يَتَزَوَّجْ فِي الرُّكْعَةِ قَطْعِيًّا رَكَعَتَيْنِ عِنْدَهُمَا لِأَنَّ التَّحَرُّمَةَ قَدْ بَطُلَتْ بِتَرْكِ الْقِرَاءَةِ فِي السَّمْعِ الْأَوَّلِ عِنْدَهُمَا فَلَمْ يَصِحَّ الشَّرُوعُ فِي الثَّانِيَةِ وَتَقَبُّتُ عِنْدَ أُبَيْنِ يُوسُفَ فَصَحَّ الشَّرُوعُ فِي السَّمْعِ الثَّانِي لَمْ إِذَا قَسَدَ الْكُلَّ بِتَرْكِ الْقِرَاءَةِ فِيهِ فَعَلَيْهِ قَضَاءُ الْأَرْبَعِ عِنْدَهُ

ترجمہ اور اثر نقل کی چار رکعتیں پڑھیں اور کسی میں قرأت نہیں کی تو دو رکعت کا عبادہ کرے یہ حکم امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہے۔ اور ابو یوسف کے نزدیک چار رکعت قضاء کرے۔ یہ مسئلہ آٹھ صورتوں پر ہے۔ اور اصل اس میں یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں یا ان دو میں سے ایک میں قرأت چھوڑنا بطلان تحریمہ کا موجب ہے کیونکہ تحریر افعال کے لئے پابند ہا جاتا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک قطع اول میں قرأت چھوڑنا بطلان تحریمہ کا موجب نہیں ہے بلکہ فساد اور اوجوب کرتا ہے کیونکہ قرأت رکن زادہ ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ نماز کا بغیر قرأت کے وجود ہے مگر یہ کی بغیر قرأت کے واضح نہیں ہوتی۔ اور ادا کا فی سہ ہونا اور اوترک کرنے سے بڑھ کر نہیں پس تحریمہ باطل نہیں ہوگا۔ اور ابوحنیفہ کے نزدیک اولین میں ترک کرنے سے بڑھ کر نہیں پس تحریمہ باطل نہیں ہوگا۔ اور ابوحنیفہ کے نزدیک اولین میں قرأت چھوڑنا بطلان تحریمہ کا موجب ہے اور ان دونوں میں سے ایک میں چھوڑنا بطلان تحریمہ کا موجب نہیں ہے کیونکہ قطع قطع عیدہ ہمارے ہے اور ایک رکعت میں قرأت چھوڑنے سے اس کا فی سہ ہونا مختلف فیہ ہے۔ پس ہم نے حکم دیا فساد کا وجوب قضاء کے حق میں اور بطلان تحریمہ کا حکم دیا قطع ثانی کا لزوم کے حق میں احتیاط۔ جب یہ ثابت ہو چکا تو ہم کہتے ہیں کہ اتنے جب تمام میں قرأت نہ کی تو طریقہ کے نزدیک دو رکعت کی قضاء کرے گا کیونکہ ان دونوں میں قرأت قطع اول میں قرأت چھوڑنے کی وجہ سے تحریمہ باطل ہو گیا۔ جدا دوسرے قطع کو شروع کرنا ہی صحیح نہ ہو اور ابو یوسف کے نزدیک تحریمہ باقی ہے تو قطع ثانی کو شروع کرنا صحیح ہو گیا۔ پھر جب اس سے نقل کوئی نہ کرنا یا اس میں قرأت ترک کرنے کی وجہ سے تو امام ابو یوسف نے قرأت ایک اس پر چاروں کی قضاء واجب ہوتی۔

تشریح معنی کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے نقل کی چار رکعت پڑھیں اور کسی رکعت میں قرأت نہیں کی تو طریقہ کے نزدیک دو رکعت قضاء کرنا واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک چار رکعت قضاء واجب ہے۔

بقول صاحب غنایہ اس مسئلہ کا لقب مسئلہ ثنائیہ ہے کیونکہ متعلق طور پر اس مسئلہ میں آٹھ صورتیں نکلتی ہیں۔ لیکن تھوڑے سے تاثر سے پتہ چلتا ہے کہ سولہ صورتیں نکلتی ہیں۔

- | | |
|--|---|
| ۱) چاروں میں قرأت کی۔ | ۲) چاروں میں قرأت ترک کر دی۔ |
| ۳) پہلی دو رکعت میں ترک کی۔ | ۴) قطع ثانی جہن دو میں ترک کی۔ |
| ۵) فقہار رکعت اول میں ترک کی۔ | ۶) فقہار رکعت ثانیہ میں ترک کی۔ |
| ۷) فقہار رکعت ثالثہ میں ترک کی۔ | ۸) فقہار رکعت رابعہ میں ترک کی۔ |
| ۹) اول دو رکعت ثالثہ میں ترک کی۔ | ۱۰) قطع اول اور رکعت رابعہ میں ترک کی۔ |
| ۱۱) رکعت اول اور قطع ثانی میں ترک کی۔ | ۱۲) رکعت ثانیہ اور قطع ثانی میں ترک کی۔ |
| ۱۳) رکعت اول اور قطع ثالثہ میں ترک کی۔ | ۱۴) رکعت ثانیہ اور رابعہ میں ترک کی۔ |

(۱۵) رکعت ثانیہ اور چوتھیں ترک کی۔ (۱۶) رکعت ثانیہ اور رخت راہد میں ترک کی۔

مصنف نے پہلی صورت کو بیان نہیں کیا کیونکہ مقصود اقسام و احوال بیان کرنا ہے اور پہلی صورت میں چونکہ تمام رکعتوں میں قنوت کی ہے اس لئے وہ اقسام مفرد میں سے نہیں ہوگی۔ اور چونکہ سات صورتیں متحدہ تھیں وہ ایک رکعت میں متحدہ نہیں ہو سکتیں اس لئے اس میں ایک رکعتوں میں باقی رہیں جن کے بارے میں داخل مصنف نے فرمایا و ھذوہ المسئلۃ علی تفسیرہ مؤججہ۔

صاحب ہدایہ کے پیش نظر آٹھ صورتوں میں سے یہ آٹھ ہیں۔

- (۱) چاروں میں قرأت کو ترک کر دیا گیا ہو۔ (۲) شفع ثانی میں ترک کیا گیا ہو۔
- (۳) شفع اول میں ترک کیا گیا ہو۔ (۴) شفع ثانی کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو۔
- (۵) شفع اول کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو۔ (۶) شفع اول کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو۔
- (۷) شفع ثانی کی دونوں رکعتوں اور شفع اول کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو۔ (۸) شفع اول کی دونوں رکعتوں اور شفع ثانی کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو۔ (۹) شفع اول کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو۔ (۱۰) شفع اول کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو۔

چونکہ اس مسئلہ کی تحقیق ائمہ محدث کے معینہ و علیحدہ اصول پر مبنی ہے اس لئے صاحب ہدایہ نے اس اصول کو ذرا فرق دیا ہے۔ چنانچہ کہا کہ امام محمد کی اصل اور بنیادی بات یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں قرأت چھوڑنا یا ان دونوں میں سے کسی ایک میں چھوڑنا تحریم کو واجب کر دیتا ہے۔ کیونکہ تحریم منعقد نہیں ہوتا ہے افعال کے لئے اور افعال ترک قنوت کی وجہ سے منع ہوتے ہیں۔ بناءً على ذلك تحریم جو افعال کے لئے منعقد کیا جاتا ہے وہ بھی فاسد ہو جائے گا۔

امام ابو یوسف کی اصل یہ ہے کہ شفع اول میں قنوت چھوڑنا تحریم کو واجب نہیں کرتا بلکہ اولیٰ و ثانیہ کے لئے قنوت ایک دن زائد ہے۔ چنانچہ آپ غور کیجئے کہ بغیر قنوت کے بھی نماز پائی جاتی ہے جیسے کوئٹہ کے حق میں نماز باقرات ہے۔ البتہ بغیر قرأت کے صحیح نہیں ہوتی۔ بہرحال شفع اول میں قنوت کا ترک کرنا فساد امام محمد کے مذهب ہے بلکہ تحریم کا موجب نہیں ہے اور فساد اور ترک واسطے بڑھ کر نہیں یعنی ادا کو اگر ترک کر دیا مثلاً حدث ہو گیا اور وضو سے نیا قنوت اس صورت میں اس نے ادا چھوڑ دیا تحریم واجب نہیں ہوا پس جب ترک ادا سے تحریم باطل نہیں ہوتا تو فساد ادا سے بدرجہ اوقیٰ تحریم باطل نہیں ہوگا۔

امام ابو حنیفہ کی اصل یہ ہے کہ اولیٰ دو رکعتوں میں قنوت چھوڑنا تحریم واجب نہیں کرتا بلکہ اولیٰ و ثانیہ کے لئے قنوت ایک دن زائد ہے۔ چنانچہ آپ غور کیجئے کہ بغیر قنوت کے بھی نماز پائی جاتی ہے جیسے کوئٹہ کے حق میں نماز باقرات ہے۔ البتہ بغیر قرأت کے صحیح نہیں ہوتی۔ بہرحال شفع اول میں قنوت کا ترک کرنا فساد امام محمد کے مذهب ہے بلکہ تحریم کا موجب نہیں ہے اور فساد اور ترک واسطے بڑھ کر نہیں یعنی ادا کو اگر ترک کر دیا مثلاً حدث ہو گیا اور وضو سے نیا قنوت اس صورت میں اس نے ادا چھوڑ دیا تحریم واجب نہیں ہوا پس جب ترک ادا سے تحریم باطل نہیں ہوتا تو فساد ادا سے بدرجہ اوقیٰ تحریم باطل نہیں ہوگا۔

دوسری بات کی دلیل یہ ہے کہ ایک رکعت میں قنوت چھوڑنے کی وجہ سے قیاس کا تخصیص تو یہی ہے کہ مثل اولیٰ سے تحریم واجب ہو جائے اور نہ زائد فاسد ہو جائے جیسے کہ فجر کی ایک رکعت میں قنوت چھوڑنے سے نماز فاسد ہوتی ہے مگر ایک رکعت میں ترک قرأت کی وجہ سے نماز کا فساد ہونا مختلف ہے۔ کیونکہ حسن بخاری کا مذہب ہے کہ ایک رکعت میں قنوت نہ کرنا کافی ہے اگر وہ میں سے ایک میں قنوت کی اور ایک میں نہیں تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ پس احتیاط پر عمل کرتے ہوئے ہم نے کہا کہ ایک رکعت میں ترک قنوت سے نماز فاسد ہو جائے گا۔

فہمہ ہو جائے گی اور قضا واجب ہوگی لیکن شفع جانی کے تادم سے حق میں تحریر باقی رہے گا۔

صاحب ہدایہ نے کہا کہ جب یہ ایک کی بیان کردہ اصل ثابت ہو چکی تو مسئلہ متن کی توضیح اس طرح ہوگی کہ جب مصلیٰ نے نفوس کی چاروں رکعتوں میں قرات نہیں کی تو طرفین کے نزدیک شفع اول میں ترک قرات کی وجہ سے تحریر باطل ہو گیا اور جب تحریر باطل ہو گیا تو شفع جانی کا شروع کرنا درست نہیں ہوا۔ جس کو یہ اس نے دوسری رعت کے لئے تحریر یا نہ تھا تو انہیں کو فاسد کر دیا۔ تو اس پر دو رکعت کی قضا واجب ہوگی اور چنانچہ امام ابو یوسف کے نزدیک تحریر باطل نہیں ہوا لہذا شفع جانی کو شروع کرنا بھی صحیح ہوا۔ لیکن ترک قرات کی وجہ سے چاروں رکعتیں فاسد ہوئیں۔ اس لئے چاروں کی قضا واجب ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

پہلی دو رکعتوں میں قرات کی آخری دو میں قرات نہیں کی بالا جماع آخری دو کی قضا لازم ہے

وَكُلُّ قَرَأَةٍ أَوْ قَرَأَتَيْنِ لَا عُيْرَ لِعَلَيْهِمَا قِصَاصٌ إِلَّا خُرُوبُ بِالْأَجْمَاعِ لِأَنَّ التَّحْرِيمَةَ لَمْ تَبْطُلْ فَصَحَّ الشُّرُوعُ فِي الشَّفْعِ الثَّانِي لَمْ يَفْسُدْ بِتَرْكِ الْقِرَاءَةِ لَا يُوجِبُ فَسَادَ الشَّفْعِ الْأَوَّلِ۔

ترجمہ اور اگر اس نے فقط اولین میں قرات کی تو اس پر بالا جماع آخرین کی قضا واجب ہے کیونکہ تحریر باطل نہیں ہوا پس شفع جانی کو شروع کرنا صحیح ہوا۔ پھر ترک قرات کی وجہ سے شفع جانی کا فساد شفع اول کے فساد کو واجب نہیں کرتا۔

تبشریح مسئلہ یہ ہے کہ اگر نفل کی پہلی دو رکعتوں میں قرات کی۔ اور آخری دو میں قرات نہیں کی تو بالا جماع اس پر آخری دو رعت کی قضا واجب ہوگی۔ کیونکہ شفع اول میں قرات سے پہلے جانی نے تحریر باطل نہیں ہوا پس جب تحریر باطل نہیں ہوا تو شفع جانی کا شروع کرنا بھی صحیح ہوا۔

لیکن ترک قرات کی وجہ سے شفع جانی کا فساد ہوا شفع اول کے فساد کو مستلزم نہیں۔ پس جب شفع جانی ہی فاسد ہوا ہے نہ کہ اول تو قضا بھی فقط شفع جانی کی واجب ہوگی نہ کہ شفع اول کی۔

یہ خیال رہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ شفع اول پر قعدہ یا نہ چنانچہ اگر قعدہ نہیں تو چار کی قضا واجب ہوگی شفع جانی کی قضا ترک قرات کی وجہ سے واجب ہوگی اور شفع اول کی قعدہ اخیرہ کے ترک کی وجہ سے۔

آخری دو میں قرات کی پہلی دو میں نہیں کی بالا جماع پہلی دو رکعتوں کی قضا لازم ہے

وَكُلُّ قَرَأَةٍ أَوْ قَرَأَتَيْنِ لَا عُيْرَ لِعَلَيْهِمَا قِصَاصٌ إِلَّا خُرُوبُ بِالْأَجْمَاعِ لِأَنَّ عِلْدَهُمَا لَمْ يَصِحَّ الشُّرُوعُ فِي الشَّفْعِ الثَّانِي وَبَعْدَ أَمْرٍ يُؤْتِيهِمْ صَحَّ فَقَدْ أَدَامَا

ترجمہ اور اگر اس نے فقط آخرین میں قرات کی تو اس پر بالا جماع اولین کی قضا واجب ہوگی کیونکہ طرفین کے نزدیک شفع جانی کا شروع کرنا صحیح نہیں ہوا۔ اور ابو یوسف کے نزدیک اگرچہ صحیح ہے لیکن اس سے آخری دو رکعتوں کو ادا کیا۔

تبشریح مسئلہ یہ ہے کہ مصلیٰ نے آخری دو رکعتوں میں قرات کی اور ان کی دو میں قرات کو چھوڑ دیا تو بالا جماع پہلی دو کی قضا واجب ہے اس سلسلہ کے ضمن میں تینوں احکامات متفق ہیں مگر متن میں مختلف ہیں چنانچہ طرفین نے کہا کہ پہلی دو رکعتوں میں قرات نہ

کرنے کی وجہ سے تحریمہ باطل ہو گیا حتیٰ کہ اگر کسی نے شفع جانی میں اس کی وقتہ، اہ کی تو اس کا وقتہ اگرنا صحیح نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر شفع جانی میں یہ شخص قہتہ لگا کر شفع پڑا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر تحریمہ باطل نہ ہوتا اور شفع جانی کا شروع کرنا درست ہوتا تو اس کی وقتہ، اہ مرنہ بھی درست ہوتا اور قہتہ مارنے سے وضو بھی ٹوٹ جاتا۔

حالیہ حاصل یہ ہوا کہ اولین میں ترکیب قراءت کی وجہ سے تحریمہ باطل ہو گیا اور جب تحریمہ باطل ہو گیا تو شفع جانی کا شروع کرنا بھی صحیح نہیں ہوا۔ اور جب شفع جانی کا شروع کرنا صحیح نہیں ہوا تو اس کی قضا بھی واجب نہیں ہوگی۔ بعد فقہ پہلی دور ہت کی قضا واجب ہوگی۔ امام ابو یوسف نے کہا کہ اولین میں ترکیب قراءت کی وجہ سے تحریمہ باطل نہیں ہوا لہذا شفع جانی کا شروع کرنا صحیح ہوا۔ پس شفع جانی کا شروع کرنا صحیح ہو گیا تو یہ شخص شفع جانی کو ادائیگی کر چکا اور جب شفع جانی کو ادائیگی تو قضا، فقہ اولین کی واجب ہوگی نہ کہ آخرین کی۔

پہلی دو اور آخری دو میں سے ایک میں قراءت کی اسی طرح آخری دو اور پہلی میں سے ایک میں قراءت کی اور پہلی دو میں سے ایک میں اور آخری دو میں سے ایک میں قراءت کی کتنی رکعتوں کی قضا لازم ہے

وَلَوْ قَرَأَ فِي الْأَوَّلِينَ وَاحِدًا وَالْآخِرِينَ فَلَعَلَّهِ قَضَاءُ الْآخِرِينَ بِالْأَوَّلِينَ وَلَوْ قَرَأَ فِي الْآخِرِينَ وَاحِدًا وَالْأَوَّلِينَ فَلَعَلَّهِ قَضَاءُ الْآخِرِينَ عَلَى قَوْلِهِ ابْنُ يُوسُفَ قَضَاءُ الْأَوَّلِينَ وَكَذَا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ التَّحْرِيمَ بِنَاءً وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ قَضَاءُ الْأَوَّلِينَ لِأَنَّ التَّحْرِيمَ قَدْ لَزِمَ نَفْعُهُ عِنْدَهُ وَقَدْ انْكَرَ أَبُو يُوسُفَ هَذِهِ الزَّوَايَةَ عَنْهُ وَقَالَ زُوَيْدٌ لَكَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يُكْفَى قَضَاءُ رَاحَتَيْنِ وَمُحَمَّدٌ لَمْ يَجْعَلْ عَنْ زَوَايِدٍ عَنْهُ۔

ترجمہ اور اگر پہلی دو میں اور آخرین کی ایک رکعت میں قراءت کی تو بالاحاق اس پر آخرین کی قضا کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر آخرین میں اور اولین میں سے ایک میں قراءت کی تو اس پر بالاجماع اولین کی قضا واجب ہے اور اگر اولین میں سے ایک میں اور آخرین میں سے ایک میں قراءت کی تو ابو یوسف کے نزدیک چار کی قضا واجب ہے اور یوں ہی ابو حنیفہ کے نزدیک۔ کیونکہ تحریمہ باقی ہے اور امام محمد کے نزدیک اولین کی قضا واجب ہے کیونکہ ان کے نزدیک تحریمہ مرتفع ہو گیا۔ امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے اس روایت کا انکار کیا ہے اور ابو یوسف نے کہا کہ میں نے تو ابو حنیفہ سے تم کو یہ روایت کی تھی کہ اس پر دو رکعت کی قضا لازم ہوگی۔ اور امام محمد نے رجوع نہیں کیا ابو یوسف کے ابو حنیفہ سے روایت کرتے سے۔

تشریح ... اس عبارت میں تین صورتیں مذکور ہیں:

- (۱) یہ کہ پہلی دو رکعتوں اور آخری کسی ایک رکعت میں قراءت کی ہے اس صورت میں بالاحاق آخری دو رکعتوں کی قضا واجب ہوگی۔
- (۲) یہ کہ آخری دونوں اور پہلی شفع کی ایک رکعت میں قراءت کی ہے اس صورت میں بالاحاق پہلی دو کی قضا واجب ہے
- (۳) یہ کہ اولین میں سے کسی ایک میں اور آخرین میں سے کسی ایک میں قراءت کی ہے تو اس صورت میں امام ابو یوسف کے نزدیک چار رکعت کی قضا واجب ہے۔

یہی امام عظیم کا مذہب ہے اور امام محمد کے نزدیک پہلی دو کی قضا واجب ہے۔ امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ اولین میں سے کسی ایک رکعت میں ترکیب قراءت کی وجہ سے تحریمہ مرتفع ہو گیا۔ حتیٰ تحریمہ باطل ہو گیا کیونکہ امام محمد کے نزدیک شفع اولیٰ کی ایک رکعت میں ترکیب

قرأت بطلان تحریر کا موجب ہوتا ہے۔ پس جب تحریر باطل ہو گئی تو شفع ثانی کا شروع کرنا بھی صحیح نہیں ہوا اور جب شفع ثانی کا شروع کرنا صحیح نہیں ہوا تو اس کی قضاء بھی واجب نہیں ہوئی۔ بلکہ فقہ شفع اولیٰ کی قضاء واجب ہوئی۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چونکہ ترک قرات کی وجہ سے تحریر باطل نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کے نزدیک شفع ثانی کا شروع کرنا بھی صحیح ہوگا۔ اور جب شفع ثانی کا شروع کرنا صحیح ہو تو چونکہ دونوں شفعوں کی ایک ایک رکعت میں قراوت چھوڑ دی گئی ہے اس لئے دونوں شفعوں یعنی چاروں رکعت کی قضاء واجب ہے۔

وَقَدْ اُنْكِرُوا اَنْتُمْ يُوْسُفَ هَذِهِ الرَّوَاۃُ اَنَّ سَامَا ابُوْضَيْفَةَ كَاذِبٌ بَوَاسِطَةِ اَمَامِ ابُوْ يُوْسُفَ يَهْيَاۤنُ كَمَا هِيَ كَچَار رَكَعَتِ كِي قَضَاءِ وَاجِبٌ هِيَ۔ مگر امام محمدؒ نے جامع صغیر کی تصنیف سے فراغت کے بعد جب جامع صغیر امام ابو یوسفؒ کو سنائی تو امام ابو یوسفؒ نے امام محمدؒ سے کہا کہ میں نے تمہارے سامنے امام صاحب سے یہ روایت نہیں کی تھی بلکہ میں نے تمہارے سامنے ابو یوسفؒ سے یہ روایت کی تھی کہ اس شخص پر دو رکعت کی قضاء واجب ہے امام محمدؒ نے کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ آپ نے تو مجھ سے یہی روایت کی تھی کہ امام صاحب کے نزدیک اس شخص پر چار رکعت کی قضاء واجب ہے۔

حضرت امام محمدؒ اپنی یادداشت پر اس قدر رنج و رنج رہے کہ امام ابو یوسفؒ کے انکار پر اصرار کے باوجود رجوع نہیں کیا۔ خادم راقم اسطورہ کا خیال بھی یہی ہے کہ امام محمدؒ کی بات ہی درست ہے کیونکہ سابق میں امام ابو یوسفؒ کی اصل یہ بیان کی گئی ہے کہ اولین میں ترک قراوت بطلان تحریر کا موجب ہے ایک رکعت میں ترک قراوت سے تحریر باطل نہیں ہوتا اور مسند مذکور میں یہی صورت فرض کی گئی ہے کہ اولین کی ایک رکعت میں اور آخرین کی ایک رکعت میں قراوت کی اور ایک ایک میں قراوت کو ترک کر دیا پس جب اولین کی ایک رکعت میں ترک قراوت سے امام اعظمؒ کے نزدیک تحریر باطل نہیں ہوتا تو شفع ثانی کا شروع کرنا صحیح ہوا اور جب شفع ثانی کا شروع کرنا صحیح ہو گیا تو اولین کی ایک رکعت اور آخرین کی ایک میں ترک قراوت کی وجہ سے دونوں شفعوں یعنی چاروں رکعت کی قضاء واجب ہوگئی نہ کہ فقط ایک شفع کی۔ واللہ اعلم بالصواب

پہلی رکعت کے علاوہ کسی رکعت میں قرات نہیں کی کتنی رکعتوں کی قضاء لازم ہے..... اقوال فقہاء

وَلَوْ قَرَأَ فِيْ اِحْدَى الْاُولَیْنِ لَا غَبَرَ قَصْصُ اَرْبَعَا عَشْرَ مَرَّةً وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ قَصْصٌ رَّكَعَتَيْنِ وَلَوْ قَرَأَ فِيْ اِحْدَى الْاٰخِرَتَيْنِ لَا غَبَرَ قَصْصُ اَرْبَعَا عَشْرَ مَرَّةً عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ وَعِنْدَهُمَا رَّكَعَتَيْنِ قَالَ وَتَفْسِيْرُ قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ صَلَوةٍ مِّثْلَهَا يَعْنِيْ رَّكَعَتَيْنِ بِفِرَاقٍ وَرَّكَعَتَيْنِ بِغَيْرِ فِرَاقٍ فَيَكُوْنُ بَيْنَهُمَا فَرْصَةٌ فَرَاةً فِيْ رَّكَعَاتِ الْمَلِكِ كُلِّهَا

ترجمہ اور اس سے قرات کی اول دوگانہ کی ایک رکعت میں فقط تو شیخین کے نزدیک چار کی قضاء کرے اور امام محمد کے نزدیک دو رکعت قضاء کرے اور اگر آخرین کی ایک رکعت میں قراوت کی تو ابو یوسفؒ کے نزدیک چار کی قضاء کرے اور طرفین کے نزدیک دو رکعت قضاء کرے۔ امام محمدؒ نے کہا کہ حضورؐ کے قول لا یصلیٰ بعدہ صلوٰۃ مثلتها کی تفسیر یہ ہے کہ نہ پڑھے دو رکعت قراوت کے ساتھ اور دو رکعت بغیر قراوت کے پس یہ حدیث نقل کی تمام رکعتوں میں فرضیت قراوت کا بیان ہو جائے گی۔

تشریح مسند یہ ہے کہ اگر اوّل کی دو رکعتوں میں سے کسی ایک رکعت میں قراوت کی اور باقی میں ترک کر دیا تو شیخین کے نزدیک چار کی قضاء کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک دو رکعت کی قضاء واجب ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر آخرین کی ایک رکعت میں قراوت کی اور باقی میں ترک کر دیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چار رکعت کی قضاء واجب ہے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک دو رکعت کی قضاء کرے۔

پہلے مسند میں شیخین کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں کے نزدیک تحریم باقی ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو اس لئے کہ اولیٰین کی ایک رکعت میں ترک قراءت ان کے نزدیک تحریم باطل نہیں کرتا اور ہے امام ابو یوسفؒ تو ان کے نزدیک کسی صورت میں بھی تحریم باطل نہیں ہوتا بہر حال جب ان دونوں کے نزدیک تحریم باطل نہیں ہوا تو شیخ ثانی کا شروع کرنا صحیح ہوا مگر چونکہ شیخ اولیٰ کی ایک رکعت میں اور شیخ ثانی کی دونوں میں قراءت ترک کر دی گئی اس لئے چاروں کی قضاء واجب ہوگی اور امام احمدؒ کے نزدیک چونکہ اولیٰ کی ایک رکعت میں بھی ترک قراءت تحریم کو باطل کرتا ہے اس لئے ان کے نزدیک شیخ ثانی کا شروع کرنا صحیح نہیں ہوگا اور جب شیخ ثانی کا شروع کرنا صحیح نہ ہوا تو اس کی قضاء بھی واجب نہ ہوگی البتہ شیخ اولیٰ کی ایک رکعت میں ترک قراءت کی وجہ سے اس کی قضاء واجب ہوگی۔

دوسرے مسند میں امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ ان کے نزدیک تحریم مطلقاً باطل نہیں ہوتا پس جب تحریم باطل نہیں ہوا تو شیخ ثانی کا شروع کرنا بھی صحیح ہوگا مگر چونکہ اس نے اولیٰین کی دونوں میں اور اخیرین کی ایک رکعت میں قراءت نہیں کی اس لئے دونوں شعبوں یعنی چاروں کی قضاء واجب ہوگی۔ طرفین کے نزدیک چونکہ اولیٰین کی دونوں رکعتوں میں ترک قراءت سے تحریم باطل ہو جاتا ہے اس لئے شیخ ثانی کا شروع کرنا صحیح نہ ہوا اور جب شیخ ثانی کا شروع کرنا صحیح نہ ہوا تو اس کی قضاء بھی واجب نہ ہوگی البتہ شیخ اولیٰ کی دونوں رکعتوں میں ترک قراءت کی وجہ سے شیخ اولیٰ کی قضاء واجب ہوگی۔

صاحب ہدایہ نے **هَذِهِ الْمَسْئَلَةُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْوَامٍ** کہہ کر جن آٹھ مسائل کی طرف اشارہ کیا تھا وہ مے نے بالا جملا ان کا ذکر کیا تھا ان کی توضیح و تشریح مع الدلائل ذکر کر دی گئی۔

اب صاحب ہدایہ نے امام احمدؒ کے قول **وَتَفْسِيْرُ قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يُصَلِّي بَعْدَ صَلَوةٍ مِّثْلَهَا** سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ نفل کی تمام رکعات میں قراءت فرض ہے۔ حضرت امام احمدؒ نے کہا کہ حدیث کی مراد یہ ہے کہ فرض کے مثل ایسی چار رکعات اس کے بعد نہ پڑھے کہ وہ بقراءت ہوں اور وہ غیر قراءت ہوں، تا کہ فرض کے مثل ہو جائے بلکہ چاروں رکعات قراءت کے ساتھ ہوں۔ پس اس حدیث سے نفل کی تمام رکعات میں فرضیت قراءت کا ثبوت ہو گیا۔

قدرت علی القیام کے باوجود بیٹھ کر نفل پڑھنے کا حکم

وَيُصَلِّي السَّالِفَةَ قَاعِدًا مَعَ الْقَدْرِ عَلَى الْقِيَامِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَوةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَوةِ الْقَائِمِ وَ لِأَنَّ الصَّلَوةَ خَيْرٌ مَوْضُوعٍ وَ رُبَّمَا يَشْكِي عَلَيْهِ الْقِيَامُ فَيَجُوزُ لَهُ تَوَكُّعٌ كَيْلًا يَقْطَعُ عَنْهُ وَ احْتِلَافًا فِي كِبَرِهِ أَوْ فِي الْفَعُولِ وَ الْمُخْتَارُ أَنْ يَقْعُدَ كَمَا يَقْعُدُ فِي حَالَةِ التَّشَهُّدِ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ مُشْرُوعَةٌ فِي الصَّلَوةِ

ترجمہ اور کھڑے ہونے پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نفل نماز پڑھ سکتا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا کھڑے ہو کر پڑھنے کی بہ نسبت آدھا حد پر کھتی ہے اور اس لئے کہ نماز خیر موضوع ہے اور بسا اوقات بندہ پر قیام دشوار ہوتا ہے اس لئے اس کے واسطے قیام کا ترک کرنا جائز ہے۔ تاکہ اس سے یہ خیر منقطع نہ ہو جائے اور علماء نے بیٹھنے کی کیفیت میں اختلاف کیا ہے۔ مختار یہ ہے کہ اس طرح بیٹھنے جس طرح تشہد کی حالت میں بیٹھتا ہے کیونکہ اگر میں یہی شروع ہو کر متعارف ہوا ہے۔

تشریح مسند فقہ علی القیام کے لئے بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا **صَلَوةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ**

وَمَنْ صَلَّوْا فِي الْقَنَاصِمِ یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی یہ نسبت بیخبر گمراہ پڑھنے میں آدھا ثواب ہے۔ اس حدیث سے استدلال اس طور پر ہو گا کہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی مراد یا تو یہ ہے کہ کھڑکی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے یا بغیر کھڑکے اوائل کو نہیں سکتا کیونکہ کھڑکی وجہ سے بیٹھ کر پڑھنا اور کھڑے ہو کر پڑھنا ثواب میں دونوں برابر ہیں پس متعین ہو گیا کہ بغیر کھڑکے بیٹھ کر پڑھنا مراد ہے رہا یہ کہ حدیث میں فرض نماز مراد ہے یا نفل تو ہم کہتے ہیں فرض ؛ اجماع مراد نہیں ہے کیونکہ بغیر کھڑکے بالاجماع فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا حجاز کر نہیں ہے۔ پس عینی یعنی نفس متعین ہو گیا یعنی یہ ثابت ہو گیا کہ نفل نماز بغیر کھڑکے بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے البتہ کھڑے ہو کر پڑھنے کی یہ نسبت ثواب آدھا ہو گا۔

دلیل عقلی یہ ہے کہ نقل نماز خیر موضوع ہے یعنی بندے کے لئے یہ نیکی اس طرے میں کر دی گئی کہ جمع اوقات میں حاصل کر سکتے ہے۔ حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ **الصلوة خیر موضوع** **فَمَنْ شَاءَ اسْتَقْبَلَ وَمَنْ شَاءَ اسْتَكْفَرَ** یعنی نماز خیر موضوع ہے جو چاہے کم لے اور جو چاہے بہت لے۔

حاصل یہ ہے کہ نفل نماز غیر واجب ہے۔ اور جو چیز اس انداز پر ہو اس میں اس طرح کی کوئی شرط نہیں لگائی جاتی جو اس کے چھوڑ دینے کا سبب ہو کیونکہ جو ترک کا سبب ہوگا وہ غیر نہیں ہو سکتا اور قیام کی شرط لگانا نفل کو چھوڑنے کا سبب ہو سکتا ہے اس لئے کہ بسا اوقات مصیبت پر قیام شاق ہوتا ہے اس اُمر قیام کو نفل نماز کے لئے شرط قرار دے دیا جائے تو بسا اوقات قیام کے شائق ہونے کی وجہ سے نفل ہی کا ترک کرنا لازم آئے گا۔ حالانکہ نفل نماز موضوع ہے یعنی جمیع اوقات میں حاصل کرنے کی نیکی ہے اس لئے نفل نماز کے لئے قیام کی شرط نہیں لگائی گئی۔

صاحبِ ہدایہ نے کہا کہ علماء نے نقل کی بیشک کی کیفیت میں اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ غسل پڑھنے والا جس طرح چاہے بیٹھ کر غسل نماز پڑھے کیونکہ جب اس کے لئے اصل قیام کا چھوڑ دینا جائز ہے تو صفتِ قعود کا چھوڑنا ہر جگہ اولیٰ جائز ہوگا۔ امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ حیوان بنا کر بیٹھے کیونکہ حضورؐ آخری عمر میں یہی صفت اختیار فرما کر چلے گئے۔ (تہذیب) اگر بیٹھنا یہ ہے کہ دونوں زمانوں کے لئے رکھے اور سرین زمین پر ٹپک دے۔ پھر دونوں ہاتھ بائیں ہاتھ لے لے) امام محمدؒ سے مروی ہے کہ چار زمانوں پر بیٹھنا امام زعفرانؒ فرمایا کہ تشہد کی کیفیت پر بیٹھنے۔ مصنف کے نزدیک یہی پسندیدہ مذہب ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ نماز میں یہی طریقہ مشروع ہو کر معلوم ہوا ہے۔

کھڑے ہو کر نفل شروع کئے پھر بغیر عذر کے بیٹھ کر مکمل کرنے کا حکم، اقوال فقہاء

وَأَبِ افْتَحَهَا قَالِمًا ثُمَّ قَعَدَ مِنْ عَجْرِ عُذْرٍ جَارَ عِنْدَ ابْنِ حَبِيقَةَ وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ وَعِنْدَهُمَا لَا بُحْرُهُ وَهُوَ قِيَاسٌ لِأَنَّ الشَّرُوعَ مَكْتُوبٌ بِالْيَدِ لَهُ أَنَّهُ لَمْ يَبْأَسِرِ الْقِيَامَ وَفِيمَا بَقِيَ وَلَمَّا بَأَسَرَ صَحَّحُوا دُونَهُ بِخِلَافِ النَّدْرِ لِأَنَّهُ (الزَّمَنُ) مَقَامٌ حَتَّى كَوْنَهُ يَصُ عَلَى الْقِيَامِ لَا يَلْزَمُهُ الْقِيَامُ عِنْدَ نَعْيِ الْمَنَاحِ

ترجمہ اور تفسیر کو کھڑے ہو کر شروع کیا پھر بغیر غدر کے بیٹھ گیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور یہ احسان ہے اور صاحبین نے نزدیک، باج و زبہ اور ایسی قیاس ہے کیونکہ شروع کرنا مذہب پر قیاس کیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مقلد نے مقلد میں قیام نہیں کیا اور (جس میں قیام) نہیں وہ بیعت قیام کے صحیح ہے۔ برخلاف غدر کے کیونکہ اس نے صراحتاً قیام کو لازم کر لیا حتیٰ کہ اُمر قیام کی تصریح نہ کی ہوئی تو بعض مشائخ کے نزدیک اس پر قیام لازم نہ ہوتا۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر باقاعدہ بیٹھ گیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چڑ ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک ناچڑ ہے حکم اول احتسابی ہے اور ثانی قیاسی ہے۔ صاحبین کی دلیل قیاس ہے یعنی نفل نماز شروع کرنا قیاس کیا گیا ہے نہ ہر طریقہ میں طور کہ اگر کسی نے کھڑے ہو کر نفل پڑھنے کی نذر کی تو اس کے لئے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہ ہوگا اسی طرح اگر کھڑے ہو کر نفل نماز شروع کی گئی تو بیٹھ کر پڑھنا جائز نہ ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ سابق میں گزر چکا ہے کہ شروع کرنا اس چیز کو لازم کرتا ہے جس کو شروع کیا گیا ہے اور جس پر شروع فیہ کی صحت موقوف ہے تو نفل شروع کرنے سے رکعت اولیٰ اور ثانیہ دونوں واجب ہوں گی۔ رکعت اولیٰ تو اس لئے واجب ہوئی کہ اس کو شروع کیا گیا ہے اور رکعت ثانیہ اس لئے کہ اس پر رکعت اولیٰ کی صحت موقوف ہے کیونکہ صلواتاً علیہ وسلم واجب ہے۔ مگر مسئلہ مذکورہ میں رکعت اولیٰ تو کھڑے ہو کر شروع کیا گیا ہے لیکن اس کی صحت اس پر موقوف نہیں کہ رکعت ثانیہ بھی کھڑے ہو کر پڑھا جائے۔

بہذا رکعت اولیٰ تو کھڑے ہو کر شروع کرنے سے رکعت ثانیہ میں قیام لازم نہیں ہوگا۔ اس کے برخلاف نذر ہے کیونکہ نذر کی صورت میں اس نے صراحۃً اپنے اوپر قیام لازم کر لیا ہے لہذا کھڑے ہو کر پڑھنے سے نذر پوری ہوئی چنانچہ اگر کسی نے قیام کی صراحت نہیں کی بلکہ فقط یہ کہا کہ میں نفل نماز پڑھوں گا تو بعض مشائخ کے نزدیک اس پر قیام لازم نہیں ہے۔

شہر سے باہر چوپائے پر نفل پڑھنے کا حکم ... اقوال فقہاء

وَمَنْ كَانَ خَارِجَ الْمِصْرِ يَتَقَلَّ عَلَى ذَاتِهِ إِلَى أَىِّ جِهَةٍ تَوَجَّهَتْ يَوْمَئِذٍ اِيْمَاءُ وَلِحَدِيْثِ اِبْنِ عُثْمَرَ وَجَسَّ اللهُ عَلَيْهِمَا قَالَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ إِلَى حَبِيرٍ يَوْمَئِذٍ اِيْمَاءُ وَلِأَنَّ الْوَالِدَ غَيْرُ مُحْتَضَرٍ يَوْفٍ قُلُوْا اَلْمَرْءَ اَلزُّوْلُ وَالْاِسْتِغْنَاءُ تَنْقِطُ عَنْهُ الْقَاعِلَةُ اَوْ يَنْقَطِعُ هُوَ عَنِ الْقَاعِلَةِ اَمَّا الْفَرِضُ مُحْتَضَرٌ يَوْفٍ وَالسَّنُّ السَّرَّائِبُ نَوَالٍ وَغَنَ اِبْنِ حَبِيْبَةَ اَنَّهُ يَزِيْلُ لِمَسْرِ الْمَجْرٍ لِأَنَّهُمَا اَتَّخَذَتِ سَابِقًا وَالتَّقْيِيْدُ بِخَارِجِ الْمِصْرِ يَنْجِي اِسْتِغْنَاءَ السَّكْرِ وَالْحَجَّازُ لِمِ الْمِصْرِ وَغَنَ اِبْنِ يُوْسُفَ اَنَّهُ يَحْجُزُ لِمِ الْمِصْرِ اَيْضًا وَوَجْهَ الظَّاهِرِ اَنَّ النَّصَّ وَرَدَ خَارِجَ الْمِصْرِ وَالْحَاجَّاتُ إِلَى التَّوَكُّوْبِ فِيْهِ غَلَبَ

ترجمہ اور جو شخص شہر سے باہر ہو وہ اپنی سواری پر نفل نماز پڑھے جس طرف چاہے متوجہ ہو دراصل ایک اشارہ کر۔ حدیث ابن عمرؓ کی وجہ سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اشارہ کرتے ہوئے گدھے پر نماز پڑھ رہے تھے۔ دراصل ایک آپ خیر کی طرف متوجہ تھے۔ اور اس لئے کہ نوافل وقت کے ساتھ مختص نہیں ہیں۔ پس اگر ہم اس پر سواری سے اترنا اور قبلہ کی طرف متوجہ ہونا لازم کر دیں تو اس سے نفل نماز منقطع ہو جائے گی یا یہ قائلہ سے جھجھک جائے گا۔ رہے فرانس تو وہ خاص اوقات کے ساتھ مخصوص ہیں اور راتیں بھی نفل ہیں۔ اور ابوحنیفہؒ روایت کیا جا تا ہے کہ سنت فجر کے لئے اتر پڑے کیونکہ وہ دوسری سنتوں سے زیادہ مؤکدہ ہے اور خارج مصر کی قید لگانا شرط سفر کی گئی کرتا ہے۔ اور شہر میں جواز کی گئی کرتا ہے۔ اور ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ شہر میں بھی جائز ہے۔ اور ظاہر الروایہ کی وجہ یہ ہے کہ نص شہر سے باہر ہونے کی وارد ہوئی ہے۔ اور وہاں سواری کی ضرورت بھی زائد ہے۔

تشریح مسئلہ شہر سے باہر سواری پر نفل نماز پڑھنا چڑ ہے خواہ نذر کی وجہ سے ہو یا بغیر نذر کے افتتاح نماز میں قبلہ کی طرف متوجہ ہو یا

متوجہ نہ ہو یعنی جس طرف سواری کا رخ ہو اسی طرف منہ کر کے ادا کر لے گا۔ ہر شافعی نے ابتداً ایسا ہی کیا۔ استقبال قبلہ واجب کہا ہے یعنی افتتاح صلوٰۃ وقت امام شافعی کے نزدیک استقبال قبلہ ضروری ہے۔ پھر جس طرف سواری کا رخ ہو اسی طرف رخ کر کے پڑھتا رہے یہ بات یاد رہے کہ سواری پر نماز اشرار کے ساتھ ادا کی جاتی ہے اور تہجد کے لئے اشارہ رخ کے اشارہ سے پست ہو گا۔ ان سب باتوں کی دلیل حدیث ابن عمر ہے۔ قَالَ زَايِلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَخْطِي عَلَى حِمَارٍ وَهُوَ مُتَوَجِّهُ إِلَى حَبِيرٍ يُؤَمِّمُهُ الْبَيْتُ عَنَّا، یعنی حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ میں نے اللہ کے پاک رسول ﷺ کو گھوڑے پر اشارہ سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ دراستقبل آپ خبر کی جانب متوجہ تھے۔

ظنی دلیل یہ ہے کہ سواری پر نوافل کا جواز اس لئے ہے کہ نوافل کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں پس اگر ہم مصلیٰ پر سواری سے اترنے اور استقبال قبلہ کو لازم قرار دے دیں تو اب دوسری صورتیں ہیں یا تو وہ سواری سے اتر کر قبلہ رخ متوجہ ہو گا یا نہ سواری سے اترے گا اور نہ استقبال قبلہ کرے گا۔ پس اگر جانی صورت ہے تو نفل اس سے منقطع ہو جائے گا کیونکہ جب تک وہ سواری پر ہے نفل ادا نہیں کر سکتا اور جب اس وقت میں نوافل ادا نہیں کر سکتا تو وہ نوافل کی غیر مومنوع (یعنی تمام اوقات میں عمومیت سے) محروم ہو گیا۔ انکے نوافل غیر مومنوع ہیں یعنی اس ننگی وجہ وقت حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر پہلی صورت ہے یعنی سواری سے اتر کر قبلہ رخ ہو کر نماز نوافل پڑھتے تو اس صورت میں وہ وقت نہ جیتے رہ جائے گا پس اس عذر کی وجہ سے سواری پر نفل نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی۔

رب فی نفل تو وہ خاص اوقات کے ساتھ مخصوص ہیں لہذا ان مخصوص اوقات میں اتر کر استقبال قبلہ لازم ہونے میں کوئی ضرر اور حرج نہیں ہے اس وجہ سے سواری پر فرض نماز ادا کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اہل عذر کی وجہ سے جائز ہے مثلاً چور کا خوف یا دزدہ کا خوف ہو کہ اگر سواری سے اتر کر فرض ادا کیا تو سواری کے چاروں دروازوں سے چور بھاگ جائے گا یا دزدہ ہلاک کر دے گا۔ یا مثلاً ساری زمین پر اس قدر کچھ اور گرا رہے کہ اس پر کھد کرنا ممکن نہیں یا مثلاً سواری اس قدر بوڑھا اور شیخ فانی ہے کہ وہ سواری پر تنہا سوار نہیں ہو سکتا اور وہاں کوئی سوار کرنے والا بھی موجود نہیں تو ان صورتوں میں سواری پر فرض نفل کا ادا کرنا شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ حدیث کی کارشاد دے۔ فَإِنِّي خَفِيفٌ فَرِحَ جَلَالًا أَوْ تَجَنَّبًا، یعنی اگر تم واندیشہ ہو تو کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے چڑھے پڑھ لیا کرو۔

مذہب ہدایہ نے کہا کہ سنن مؤکدہ بھی نفل ہیں یعنی نفل کی طرح سنن مؤکدہ بھی سواری پر جائز ہیں۔ رہا وتر تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک سواری پر جائز نہیں کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی نماز واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی نماز سنت ہے اور سنت بخلاف نفل کے سواری پر جائز ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ فجر کی سنن سواری سے اتر کر ادا کرے کیونکہ فجر کی سنت دوسری سنتوں کی پابست زیادہ مؤکدہ ہیں اس لئے اس کا حکم عام سنتوں سے مختلف ہوگا۔ ابن شجاع فقیہ نے کہا کہ ایسا کہتا ہے کہ امام صاحب سے یہ روایت بیان اونی کے لئے ہے یعنی اولیٰ یہ ہے کہ فجر کی سنت سواری سے اتر کر ادا کرے۔

وَالْبَيْتُ يُحَارَجُ الْبَيْتُ، یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اصل سند میں یہ قید لگا کر آ پانی سے باہر ہو دو، تو وہ ثابت کرتا ہے ایک کیے سواری پر نفل نماز پڑھنے کے لئے مسافر ہو یا حضر یا بیکہ آ پانی سے باہر ہو نا کافی ہے خواہ اہم ہو خواہ مسافر۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ سواری پر نفل کا جائز ہونا مسافر کے ساتھ خاص ہے یعنی جو شخص ۲۸ میل کے ارادے سے شہر سے باہر نکلا ہو اس کے لئے سواری پر نفل ادا کرنا جائز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اشارہ سے نماز کا جواز ضرور غایت ہوا ہے اور حضر میں کوئی ضرر نہیں

اس لئے حضرت سوار پر نفل پڑھنا چاہئے ہوگا۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس حکم میں مسافر اور مقیم دونوں برابر ہیں۔ بشرطیکہ آبادی سے باہر ہو۔ رہی ہے بات کہ آبادی سے کتنی دوری ہو تو اس میں اختلاف ہے چنانچہ بیسوط میں ہے کہ آبادی سے فرخ یعنی ایک میل کی دوری پر ہو تو سوار پر نفل پڑھنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ جہاں سے مسافر کو قصر پڑھنا جائز ہوتا ہے وہاں سوار پر نفل جائز ہے۔ یعنی قیام شہر سے باہر۔

دوسری بات یہ ہے کہ شہر اور آبادی کے اندر سوار پر نفل پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ شہر سے باہر سوار پر نفل کا جو اضافہ قیاس نص سے ثابت ہے اور شہر خارج شہر کے حکم میں بھی نہیں ہے لہذا شہر کے اندر قیاس پر نفل کیا جائے گا اور نہ رجب شہر میں خلاف قیاس نص پر عمل ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ شہر کے اندر بھی بارگاہت سوار پر نفل چاہئے۔ اور امام محمدؒ سے مع انکار امت مروی ہے۔ امام ابو یوسفؒ کا مسئلہ حدیث ابن عمرؓ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا وَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا وَ کَانَ یُصَلِّیْ وَ هُوَ رَاکِبٌ ہے یعنی آنحضرتؐ میں گدھے پر سوار ہو کر سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور آپؐ سوار پر ہی نماز پڑھا رہے تھے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شہر کے اندر بھی سوار پر نفل پڑھنا جائز ہے۔

علامہ ابن المہامی نے لکھا ہے کہ جب امام ابو حنیفہؒ نے یہ کہا کہ آبادی کے اندر سوار پر نفل پڑھنا جائز نہیں ہے تو امام ابو یوسفؒ نے امام اعظمؒ کے سامنے یہ حدیث پیش کی یہ حدیث سن کر امام صاحب نے اپنا سر نہیں اٹھایا اب بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ سر نہ اٹھانا اپنے قول سے رجوع کرنے کے لئے تھا۔ یعنی حضرت امام صاحب نے اپنے قول سے رجوع فرمایا اور حدیث رسولؐ کے سامنے سر نہ اٹھکا دیا۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ آنحضرتؐ کا آبادی کے اندر سوار پر نفل نماز پڑھنا امر شذوہ اور امر شاذ و حجت نہیں ہوتا۔ چنانچہ حدیث امام صاحب کے خلاف حجت نہیں ہوگی۔

امام محمدؒ کا مسئلہ بھی یہی حدیث ہے لیکن ان کے نزدیک وجہ کراہت یہ ہے کہ آبادی کے اندر بھیڑ بھاڑ بہت رہتی ہے اسی وجہ سے قرأت میں غلطی واقع ہونے سے محفوظ نہیں رہے گا اس وجہ سے آبادی کے اندر سوار پر نفل پڑھنا مکروہ قرار دیا گیا۔ ظاہر الروایۃ کی وجہ یہ ہے کہ نص (یعنی حدیث ابن عمرؓ جو شروع مسئلہ میں ذکر کی گئی ہے) آبادی کے باہر جائز ہونے پر وارد ہوئی ہے اور آبادی سے باہر سوار کی ضرورت بھی زائد ہے لہذا شہر کے اندر کو اس پر قیاس نہیں کر سکتے۔

سوار پر نفل شروع کئے پھر اتر کر اسی پر بنا کر کرنے کا حکم اسی طرح اتر کر

ایک رکعت پڑھی پھر سوار ہو گیا تو از سرے نو پڑھے

فَإِنْ افْتَتَحَ التَّطَوُّعَ رَاكِبًا ثُمَّ نَزَلَ يَبْنِي وَرَأَى صَلَّى رَكْعَةً ثَانِيَةً لَمْ يَكُنْ بِمَسْئَلٍ لِأَنَّ إِحْرَامَ الرَّاَكِبِ اِنْعَقَدَ مَحْذُورًا لِلرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ لِقَوْلِهِ عَلَى النَّزْلِ فَإِذَا أَتَى بِمَا صَحَّ وَإِحْرَامُ النَّازِلِ اِنْعَقَدَ لَوْ جُوبِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ فَلَا يَفْصِدُ عَلَى تَرْكِ مَا لَمْ يَمُتْ مِنْ غَيْرِ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَسْتَفِيلُ إِذَا نَزَلَ أَيْضًا وَكَذَا عَنْ مُحَمَّدٍ إِذَا نَزَلَ بَعْدَ مَا صَلَّى رَكْعَةً وَالْأَصَحُّ هُوَ الظَّاهِرُ

ترجمہ۔ پس اگر نفل نماز ساری پر شروع کی پھر اتر گئی تو (اسی پر) بنا کر۔ اور ایک رکعت اتر کر زمین پر پڑھی پھر سوار ہو گیا تو از سر نو پڑھے۔ کیونکہ سوار کا تحریم منقطع ہوا تھا (اس طور پر کہ) رکوع اور جہد دو جائز رکھتے والے تھا اس لئے کہ وہ سوار سے اترنے پر قادر ہے پس جب دونوں کو بھی ایسا تصحیح ہو گیا اور زمین پر موجود تھا تو یہ رکوع اور جہد واجب کرنے کے لئے منقطع ہوا تھا لہذا اس کو بغیر جہد کے اس چیز کو ترک کرنے کی قدر نہیں جو اس پر لازم ہوئی اور ابو جہد سے مروی ہے کہ جب اترے تو بھی از سر نو پڑھے اور یہی امام احمد سے بھی روایت ہے جبکہ ایک رکعت پڑھ کر اترے اور واضح وہی ظاہر انروایہ ہے۔

تشریح۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے ساری پر سوار ہو کر اشارہ سے نفل نماز شروع کی پھر وہ زمین پر اتر آیا تو یہ شخص اسی پر بنا کر۔ از سر نو ادا کی ضرورت نہیں اور اگر زمین پر نفل نماز شروع کی اور ایک رکعت پڑھی یا اس سے کم، پھر سوار ہو گیا تو یہ شخص از سر نو پڑھے اس پر بنا کر کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

دلیل سے پہلے بطور تمہید ایک مقدمہ ذہن میں رکھئے۔ مقدمہ یہ کہ بعض صلوٰۃ کی بناء بعض پر اس وقت جائز ہوتی ہے جبکہ دونوں کو ایک تحریم شامل ہو اور اگر دونوں کو ایک تحریم شامل نہ ہو تو یہ جائز نہیں ہوتی۔

اب ہمیں یہ ہونی کہ ساری پر سوار ہو کر جو تحریم باندھ گئی ہے وہ رکوع اور جہد کے اشارہ کے علاوہ رکوع اور جہد کو بھی جائز رکھتی ہے کیونکہ یہی شخص بغیر بعض کے ساری سے اتر کر رکوع جہد کرنے پر قادر ہے پس اس نے جو نماز ساری پر اشارے سے پڑھی ہے۔ اور جو اتر کر رکوع اور جہد کے ساتھ پڑھی ہے دونوں ایک تحریم کا موجب ہیں جنہی دونوں کو تحریم واحد شامل ہے پس جب دونوں کو ایک تحریم شامل ہے تو احد ہا کی آخر پر بنا کر ناجہی جائز ہے۔ اور جو تحریم زمین پر ساری سے اتر کر باندھا گیا ہے وہ فقط موجب للركوع والجمہ و نہ کر منقطع ہوا ہے یعنی اس سے رکوع اور جہد وہی واجب ہوا ہے اشارہ واجب نہیں ہوا کیونکہ بغیر مطلق کے سوار ہو کر اس پر قادر نہیں ہے اور مطلق عمل بیش بہا نہیں جو نہ رکوع اور جہد کے ساتھ زمین پر پڑھی ہے اور جو سوار ہو کر اشارہ کے ساتھ ادا کی ہے ان دونوں کو ایک تحریم شامل نہیں ہے اور جب ایک تحریم دونوں کو شامل نہیں تو احد ہا کی آخر پر بنا کر ناجہی جائز نہیں ہے۔

امام ابو جہد سے مروی ہے کہ اگر ساری پر نفل نماز شروع کی پھر زمین پر اتر آیا تو اس صورت میں بھی جائز کر۔ بلکہ از سر نو پڑھے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اس صورت میں ضعیف پر قوی کی بناء کرنا لازم ہے کیونکہ جو نماز ساری پر اشارہ سے ادا کی وہ ضعیف ہے اور جو ساری سے اتر کر زمین پر رکوع اور جہد کے ساتھ ادا کرے گا وہ قوی ہے اور قوی کی بناء ضعیف پر جائز نہیں ہے۔ جیسے ہمیشہ اشارہ کے ساتھ نماز پڑھنے والے اگر درمیان نماز رکوع اور جہد پر قادر ہو جائے تو وہ از سر نو نماز پڑھے گا تاکہ بنا قوی علی الضعیف لازم نہ آئے۔

ہماری طرف سے جواب میں وہ مقدمہ ذکر کر دینا کافی ہو گا جو خامے بطور تمہید پیش کیا ہے یعنی آپ با خوف و خشہ صاف صاف کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف کا قیاس غلط ہے اس لئے کہ ہمیشہ جو رکوع اور جہد سے عاجز ہے اس کا تحریم رکوع اور جہد کو جہد قدرت کی وجہ سے شامل نہیں ہے پس تحریم جس کو شامل نہ ہو اس کی بناء چیز پر اس طرح درست ہوئی جس طرح ہمیشہ شامل ہے۔ اس وجہ سے ہمیشہ جو رکوع اور جہد سے عاجز ہے وہ اگر درمیان نماز رکوع اور جہد پر قادر ہو گیا تو اس کی بناء جائز نہیں ہے۔ برعکس اس کے کہ ایک شخص نے ساری پر نفل نماز شروع کی پھر ساری سے اتر آیا تو اس شخص کے واسطے بنا کر ناجہی جائز ہے کیونکہ ساری پر جو تحریم باندھا گیا ہے وہ رکوع اور جہد دو

بھی چار رکعت اور چالیس یہاں تک میراں کو بھی شام تھا، جو نماز سہرازی پر ادائی گئی اور اس کو بھی شام ہے جو آخر کرکوع اور تہجد کے ساتھ
ادائی گئی ہے جس پر یہ دونوں کو شام ہے تو ایک کی دوسرے پر نہ کرنا بھی جائز ہے۔

امام محمد سے یہ روایت ہے کہ اگر سہرازی پر ایک رکعت پوری کرنے اور ایک سے زیادہ تو اس کو پانچ رکعت کرنے سے یک رکعت ایک رکعت نماز ہے ہند
اس میں قوی کی ضعیف پر بنانا کرے اور اگر ایک رکعت پورا کرے پھر اگر ایک رکعت پورا کرے تو ایک رکعت ایک رکعت پوری ہونے سے پہلے ہند
تحریر یہ چاہی اور تحریر نماز کی شرط ہے۔ اور شرط جو ضعیف کے لئے منقطعہ کی گئی ہو باقی کے لئے بھی شرط ہوگی مثلاً جو وضو غسل کے لئے یا
کیا ہے۔ اور فرض کے لئے بھی کافی ہوگا جس ایک رکعت پوری ہونے سے پہلے اگر اگر آج تو وہاں کرے اور اس میں قوی کی بنا ضعیف پر
از میں نہیں گئی۔ صاحب ہدایہ نے کہا کہ قول اول جو متن میں مذکور ہے ہی اس سے ہے۔ اور وہی خام مراد یہ ہے۔ تبسمل الحمد للہ علیہ

فَصْلٌ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ

ترجمہ۔۔۔۔۔ فیصلہ رمضان کے قیام (کے بیان) میں ہے۔

تشریح۔۔۔۔۔ تراویح کی نماز چار رکعتوں پر ایک گونہ مختلف ہے۔ اس سے تراویح یعنی قیام میل و عیدہ و فصل میں آ رہا ہے۔ تراویح عام
نوافل سے چند رکعتوں میں مختلف ہے اول یہ کہ عام نوافل میں بیست و تین رکعتیں اور تراویح میں بیست و تین رکعتیں ہیں۔ دوم یہ کہ نوافل میں تعداد رکعات
نہیں ہے اور تراویح میں تعداد رکعات ہے۔ سوم یہ کہ نوافل کسی وقت سے کبھی مخصوص نہیں ہوتے اور تراویح رمضان کی راتوں کے ساتھ
مخصوص ہے۔ چہرہ یہ کہ تراویح میں ایک قسٹ کرنا مسنون ہے دوسرے نفل میں یہ سنت نہیں۔ (امامیہ)

صاحب ہدایہ نے عنوان میں قیام رمضان کا لفظ حدیث کا اتباع کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ رمضان کا لفظ حدیث میں مذکور ہے۔ **فَرَضَ عَلَيْنَا صِيَامَهُ وَحُتُّ لَكُمْ فِيهِ** یعنی اللہ تعالیٰ نے تہجد۔۔۔۔۔ اور رمضان کا روزہ فرض کیا اور میں نے تہجد کے لئے اس کے
قیام مسنون کیا۔ (ابن ماجہ) چنانچہ حدیث میں قیام رمضان کا لفظ موجود ہے۔ اسے فصل کا معنی بھی دیا گیا ہے۔ لہذا یہ ساتھ ساتھ لیا گیا ہے۔

نماز تراویح کے لئے اجتماع مستحب ہے نماز تراویح کی رکعات

يُسَبِّحُ أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بَعْدَ الْعِشَاءِ. فَيُصَلِّي بَيْنَهُ إِثْمَانُهُمْ حَتَّى كُرُوا لِحَاثِ كُرُوا لِحَاثِ
بَيْنَهُمْ يَنْتَبِهُنَّ. وَتَحْلُسُ بَيْنَ كُلِّ كُرُوا يَنْتَبِهُنَّ مَقْدَارُ كُرُوا لِحَاثِ. ثُمَّ يُولِي بَيْنَهُ دُكْرُ لَفْظِ الْإِسْتِجَابِ وَالْأَصْلُ أَنْهَا
مَنْ كُنَّا زَوَى الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ، لَمْ يَكُنْ وَكَانَتْ عَلَيْهَا الْحَقْلَاءُ الرَّائِدُونَ وَالرَّسُولُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْتَبِهُنَّ الْعَدَا
فِي كُرُوا لِحَاثِ الْمَوَاطِنَةِ، وَهُوَ كَحَنِيْفَةَ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْهَا

ترجمہ۔۔۔۔۔ رمضان کے ماہ میں عشاء کے بعد لوگوں کا جمع ہونا مستحب ہے جس کا نام ان پانچ تراویح ہے۔۔۔۔۔ چار تراویح عام
کے ساتھ اور ہر دو تراویحوں کے درمیان ایک تراویح کی مقدار چھ رکعتیں۔۔۔۔۔ ان دو تراویحوں کے قدموں کی لفظ استجب آ رہا ہے اور اس سے
ہے کہ تراویح سنت ہے یا اس میں حسن نے بھی ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے یہ کہ ہند ملک و امرا دین کے اس پر توجہ نہ دیتے تھے۔ اور اس
سے تہجد و نیت پر مذہب کے کرویہ قیام اور وہ ہم پر فرض ہونے کا خوف ہے۔

تشریح۔۔۔۔۔ امام قدوسی نے کہا کہ عشاء کے فرضوں کے بعد رمضان کے مہینہ میں بعض تراویح نوافل کا اجتماع مستحب ہے۔ امام ان

تشریح: عبادت کے لئے ہر ایک شخص کو اپنی حالت کے مطابق عبادت کرنی ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص کی حالت یہ ہے کہ وہ نماز پڑھ کر رکعتوں میں بیٹھتا ہے تو اسے نماز پڑھ کر رکعتوں میں بیٹھنا ہے۔ اگر ایک شخص کی حالت یہ ہے کہ وہ نماز پڑھ کر رکعتوں میں بیٹھتا ہے تو اسے نماز پڑھ کر رکعتوں میں بیٹھنا ہے۔

اس میں یہ کہنا ضروری ہے کہ عبادت میں ہر ایک شخص کو اپنی حالت کے مطابق عبادت کرنی ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص کی حالت یہ ہے کہ وہ نماز پڑھ کر رکعتوں میں بیٹھتا ہے تو اسے نماز پڑھ کر رکعتوں میں بیٹھنا ہے۔ اگر ایک شخص کی حالت یہ ہے کہ وہ نماز پڑھ کر رکعتوں میں بیٹھتا ہے تو اسے نماز پڑھ کر رکعتوں میں بیٹھنا ہے۔

وَالْمُسْلِمُ فِي الْحُلُوفِ: مسلمان جو کسی قسم کی قسم کھاتا ہے تو اسے اس قسم کی قسم کھانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ مثلاً اگر ایک شخص نے کہا کہ میں تم سے دوستی کرتا ہوں تو اسے اس قسم کی قسم کھانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

ما دین بزم مہتاب: اگر کوئی شخص کسی اور شخص کے گھر میں جا کر بیٹھتا ہے تو اسے اس شخص کے گھر میں جا کر بیٹھنا چاہیے۔ مثلاً اگر ایک شخص نے کہا کہ میں تم سے دوستی کرتا ہوں تو اسے اس شخص کے گھر میں جا کر بیٹھنا چاہیے۔

ما دین بزم مہتاب: اگر کوئی شخص کسی اور شخص کے گھر میں جا کر بیٹھتا ہے تو اسے اس شخص کے گھر میں جا کر بیٹھنا چاہیے۔ مثلاً اگر ایک شخص نے کہا کہ میں تم سے دوستی کرتا ہوں تو اسے اس شخص کے گھر میں جا کر بیٹھنا چاہیے۔

ایک تراویح میں۔ (لغوی تفسیرین) اسے اللہ تعالیٰ اپنے اس برگزیدہ بندہ کی قبر کو نور سے مجر دے اور مجھ سیاح کار کی خطاؤں کو بھی معاف کر دے۔ آمین

سجلا ب ساجلا ب ساجلا ب ساجلا ب کا حاصل یہ ہے کہ اتر التیات کے بعد کی دعائیں مقتدیوں پر گراں گذاریں تو ان کو ترک کرنے میں وڈ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ وہ مسنون نہیں ہیں لیکن التیات کے بعد درود کا پڑھنا منہ سب ہوگا اس کو ترک نہ کرے کیونکہ درود کا پڑھنا اہم شافعی کے نزدیک فرض ہے پس ہمارے نزدیک بھی احتیاط اسی میں ہے کہ اس کو پڑھے۔

غیر رمضان میں وتر کی جماعت کا حکم

وَلَا بُصَلَىٰ النَّوَكَرِ بِجَمَاعَةٍ فَيُكَبِّرُ كَثِيرًا وَمَضَانٌ عَلَيْهِمْ اِجْمَاعُ الْمُسْلِمِينَ - وَاللَّهُ اَعْلَمُ

ترجمہ اور وتر کو جماعت کے ساتھ رمضان المبارک کے علاوہ میں نہ پڑھے۔ اسی پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

تشریح رمضان المبارک کے علاوہ دوسرے مہینوں میں وتر جماعت کے ساتھ شروع نہیں ہے۔ کیونکہ وتر من وجہ نفل ہے۔ و رمضان کے علاوہ نفل کو پڑھنا جماعت پڑھنا مکروہ ہے۔ پس احتیاط اسی میں ہے کہ رمضان کے علاوہ میں وتر کو جماعت کے ساتھ نہ پڑھا جائے۔ اسی پر مسلمانوں کا اجماع ہے البتہ رمضان المبارک میں وتر کو پڑھنا جماعت پڑھنا مکروہ نہیں ہے لیکن فضیلت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امامہ ابن ابی امام نے کہا کہ رمضان کے مہینے میں وتر کو پڑھنا افضل ہے کیونکہ حضرت عمرؓ وتر کو پڑھنا جماعت پڑھنا اور علیؓ نے فرمایا ہے۔ ہمارے علماء کے نزدیک جماعت نے ساتھ نہ پڑھنا افضل ہے۔ کیونکہ حضرت ابی بن حبیبؓ وتر نہ پڑھنا جماعت میں پڑھنا چاہتے تھے۔ واللہ اعلم بحیل احمد علی عنہ

باب ادراک الفریضۃ

ترجمہ۔۔۔ (یہ) باب فریضہ پانے (کے بیان) میں ہے۔

تشریح گذشتہ ابواب میں قرآن، واجبات اور فرائض کا بیان تھا اب اس باب کے اندر اٹھائے کامل کے معنی پانچ جماعت نماز اور اگر گئے بیان ہے۔

سنت پڑھنے کے دوران فرائض کی جماعت شروع ہو جائے تو نمازی کے لئے کیا حکم ہے

وَسَلَّ صَلَاتِي رُكْعَةً مِنَ الظُّهْرِ، ثُمَّ أَقْبَمْتُ بِصَلَاتِي أُخْرَىٰ صِبَاَنَةً لِلنَّمُوذَىٰ عِي الْبَطْلَانِ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ اِخْرَارًا لِمَصْلَحَةِ الْجَمَاعَةِ، وَإِنْ لَمْ يُقْبَدِ الْأَوَّلَىٰ بِالسَّجْدَةِ، يَنْقَطِعُ وَيَسْرِعُ مَعَ الْإِمَامِ، هُوَ الصَّحِيحُ، لِأَنَّهُ يَسْعَىٰ الرِّفْقَ بِالنَّاسِ لِإِتِّمَامِ، بِحِلَافِ سَمَاعًا كَانَ فِي الْفَلِ، لِأَنَّهُ لَيْسَ لِإِلَّا تَحْمِلُ، وَلَوْ كَانَ فِي الشُّكِّ قَبْلَ الظُّهْرِ وَالْمَجْمَعِ فَأَقْبَمَهُ أَوْ حَطَّ بِقَطْعٍ عَلَىٰ رَأْسِ الرَّكْعَتَيْنِ يَرْوَىٰ ذَلِكَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ وَقَدْ قِيلَ يَنْتَهِي

ترجمہ اور جس شخص نے صبح کی ایک رکعت پڑھی پھر بعد شروع کر دی لی تو یہ شخص دوسری رکعت پڑھ لے تاکہ بطلان نہ

رُحْت محفوظ رہے جو اُن کی گئی ہے۔ پھر مقتدیوں کے ساتھ شامل ہو جائے فضیلت جماعت کو حاصل کرنے کے لئے اور اگر اس نے ظہر کی پہلی رُحْت کو جگہہ کے ساتھ مقید نہیں کیا تو فوراً قطع کر دے اور امام کے ساتھ شروع کر دے یہی قول صحیح ہے کیونکہ یہ توڑے جانے کا نفل ہے اور (یہ) توڑنا نفل کرنے کے لئے ہے بخلاف اس کے جبکہ نفل میں ہو کیونکہ نفل کا توڑنا کامل کرنے کے لئے نہیں ہے ورنہ وہ شخص ظہر پر جمعہ سے پہلے کی سنتوں میں ہو پھر اقامت ہوئی یہ خطبہ شروع کیا یا نہ کیا تو دو رُحْت پوری کر کے قطع کرے یہ امام ابو یوسف سے روایت کیا جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کو تمام کرے۔

تشریح صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے مغزدا ظہر کی ایک رُحْت پر بھی یعنی رُحْت اولیٰ کو جگہہ کے ساتھ مقید کر دیا پھر امام نے جماعت کے ساتھ نماز ظہر شروع کر دی تو ایسی صورت میں اس شخص کو پانے کے دو دوسری رُحْت ملے یعنی دو رُحْت پڑھ کر سلام پھیرے۔ ایک رُحْت پر سلام نہ پھیرے۔ دلیل یہ ہے کہ اگر ایک رُحْت پر سلام پھیر دیا تو یہ رُحْت پڑھ چکے ہوئے کی کیونکہ حدیث پاک میں صلاۃ تیار ہے منع کیا گیا ہے جس میں رُحْت ادا کی ہوئی کو باطل ہونے سے پانے کے لئے دوسری ملانے کا حکم کیا گیا ہے اور جب دو رُحْت پر سلام پھیر دیا تو یہ شخص امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جائے کہ جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے اور یہ حکم ایسا ہے جیسے ایک شخص نے جمعہ دن چار مع مسجد میں ظہر کی نماز شروع کر دی حتیٰ کہ ایک رُحْت پڑھ لی پھر جمعہ کی نماز شروع کی تھی تو یہ شخص اس رُحْت کے ساتھ دوسری رُحْت ملا لے پھر دو رُحْت پر سلام پھیر کر جمعہ کی فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے جمعہ کی نماز میں شریک ہو جائے۔

متراض اس موقع پر صاحب غایہ نے ایک اعتراض جواباً فرمایا ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ ظہر کی نماز جو مغزدا شروع کی تھی ہے وہ فرض ہے اور جماعت سنت ہے پس اقامت سنت کے لئے صفت فرضیت کو حل کرنا کس طرح چار نماز ہوگا؟

جواب فریضہ ظہر جو مغزدا شروع کیا گیا تھا اس کو توڑنا اقامت سنت کے لئے نہیں بلکہ علی وجہ اکمال فرضیت کو ترک کرنے کے لئے ہے اور امام کے لئے توڑنا بھی اکمال ہے جیسے از سر نو مسجد تعمیر کرنے کے لئے مسجد کو منہدم کرنا یا عیثیٰ ثواب ہے نہ کہ پادشہ مذاب۔ اور یہ بات واضح ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تھا پڑھنے کی پابندی سنتائیں درجہ افضل ہے۔

صاحب قدوری نے دوسری صورت یہ بیان کی ہے کہ اگر اس شخص نے ظہر کی رُحْت اولیٰ کو جگہہ کے ساتھ مقید نہیں کیا اور جماعت کھڑی ہو گئی تو وہ شخص اس کو قطع کر کے امام کے ساتھ شریک ہو جائے۔ یہی صحیح مذہب ہے اور اسی کے قائل فقہ الاسلام ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ اس صورت میں بھی دو رُحْت پر سلام پھیرے۔ پھر امام کے ساتھ شریک ہو۔ جس الاممہ شخصی بھی اسی کے قائل ہیں۔ جس الاممہ دلیل یہ ہے کہ رُحْت اولیٰ کو جگہہ کے ساتھ مقید کرنے سے پہلے اگرچہ وہ نماز میں ہے لیکن وہ قربت اور عبادت ہے اور جماعت سنت ہے پس سنت کی رعایت کرنے کے لئے اس قربت کا ظل کرنا کیونکر سزا ہوگا۔ جیسے کسی نے نفل نماز شروع کی اور ابھی پہلی رُحْت کا جگہہ بھی نہیں کیا تھا کہ فرض نماز کو پڑھا جماعت شروع کر دیا تو یہ مقتضی اپنا نفل قطع نہ کرے بلکہ دو رُحْت پوری کرے پھر اس کے بعد جماعت میں شریک ہو جس جب رُحْت اولیٰ کو جگہہ کے ساتھ مقید نہ کرنے کی صورت میں نفل قطع نہیں کیا جاتا تو فرض پڑھ کر اپنی قطع نہیں کیا جائے گا۔

مذہب صحیح کی دلیل یہ ہے کہ رُحْت اولیٰ جگہہ کے ساتھ مقید کرنے سے پہلے نفل فرض ہے۔ یعنی اس کو توڑا جاسکتا ہے ورنہ اس کی یہ

ہے۔ کاروائی شخص چوٹی رات پر بیٹھے بغیر پانچویں سے آٹھ بجے تک پانچویں رکعت کو عجبہ کے ساتھ مقید نہیں کیا جاتا تو اس کو چھوڑا جاسکتا ہے یعنی پانچویں رکعت کا عجبہ کرنے سے پہلے پہلے وقفہ کاغذ کی طرف لوٹ سکتا ہے۔ اس پر چھٹی رکعت کا ماضی وری نہیں ہے۔ اور یہاں کہ فریضہ کا اصل کرنا لازم ہے تو اس کا جواب گذر چکا کہ یہ قطع اور پھلان کس سے لئے ہے مثنیٰ فریضہ فہم وہی ہے لہذا مکمل حاصل کرنے کے لئے ہے۔

مختلف ماہذا مکان بھی اقصیٰ امت سے شمس... کے قیاس علی اقل کا جواب ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ ظہر کے فرض کو ٹوڑنا بہت میں شریک ہونے کے لئے فہینہ بھی ہے لیکن اصل برتنے کے لئے یعنی فضیلت جماعت حاصل کرنے کے لئے اور غفلت و توڑنا اکمل کے لئے نہیں ہوتا پس اس فرق کی وجہ سے فرض کو اقل پر قیاس کرنا درست نہیں ہوگا۔ اور اگر کسی نے ظہر سے پہلے کی چار رکعت سنت پڑھ لی تو نہ کبریٰ چھ ظہر کی نماز شروع ہو جاتی ہے چوتھ سے پہلے سنتوں کی نیت یا نہی صحیحہ اور نہ خطبہ شروع کر دینا دونوں صورتوں میں صحیح یہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کر تیسرے سلام پچھوے اور نہ زنجیر میں اور خطبہ میں شریک ہو جائے۔ یہ حکم امام ابو یوسف سے مروی ہے بعض نے کہا کہ چاروں رکعت پڑھ کر تیسرے خطبہ میں شریک نہ کرے کیونکہ ظہر اور جمعہ سے پہلے کی چار رکعت بمنزلہ صلوات واحدہ کے ہے۔ اس لئے نہ دو وقتوں میں تقسیم نہ کرے بلکہ چاروں آیات پڑھ کر پڑھے۔

فتیہ وقت سعدی کہتے ہیں کہ میں اس پر قوی دیکھتا ہوں کہ انہیں زہم سے پہلے سنتوں کی نیت پانچویں اور پھر نماز ظہر شروع ہوتی ہے۔ سنت کی چاروں رکعت چوری۔ یہ ملازم پچھلے سے بخلاف حق نماز کے کہ غل کی دو رکعت پر ملازم تھیں وہ ہیں لیکن جب میں نے خود میں نماز ظہر کی یہ دو رکعت پہنچی تو اس وقت چاروں رکعت نماز ظہر امام غزالی نے لکھا تو یہ ملازم صاحب نے فرمایا کہ ایک رکعت چار چکر سے تو دوسری رکعت ملازم صاحب نے لکھی ہے تو میں نے اپنی رائے سے چاروں رکعت اور ایسی کا قائل ہو گیا جو ملازم صاحب سے مروی ہے۔

تین رکعتیں بڑھ دیا تھا پھر جماعت کھڑی ہو گئی تو چوتھی رکعت ملانے کا حکم

وَأِنْ كَانَ قَدْ ضَلَّى فَلَا تَمِيزُ الْظُّهُرَ يُبَيِّنُهَا، لِأَنَّ بِلَا كَثَرِ حُكْمِ الْكَلِمِ، فَلَا يُحْتَمِلُ الْقَطْعُ، بِحِلَافٍ مَا إِذَا كَانَ فِي
الْإِثْبَاتِ بَعْدَ وَلَمْ يُقَدِّمَهَا بِالسَّحْدَةِ حَيْثُ يَقْطَعُهَا، لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ الرَّفْعُ، وَيُحْتَرِزُ أَنْ شَاءَ عَادَ لِقَعْدَ وَسَلِّمْ، وَإِنْ شَاءَ
كَثُرَ قَائِمًا بِنَوَى الدُّخُولِ فِي صَلَاةِ الْإِمَامِ، وَإِذَا أَهْمَهَا يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ وَالَّذِي يُصَلِّي مَعَهُمْ نَافِلَةً، لِأَنَّ الْقُرْصَ
لَا يَنْكُرُ رُؤْيَى وَقَبْتَ وَاحِدٍ

ترجمہ۔ اور اگر وہ شخص غیری تین رخصتیں پاو چاہتا ہے تو اس کو پورا کرے۔ یا کہ اس کے لئے کل کا قسم ہوتا ہے تو وہ قطع کو برداشت نہیں کر سکتا۔ برخلاف اس کے جبکہ وہ ابھی تک قیسری رخصت میں ہو اور اس کو عہدہ کے ساتھ مقید نہیں کیا ہے تو اس کو قطع کر دے۔ کیونکہ وہ قطع کر کے کھل ہے اور اس اختیار ہے کہ اگرچہ ہے تو وہ لوٹ کر بیوہ ہے۔ اور سلام پیچھے ہے۔ اور اگرچہ ہے تو کھڑے کھڑے گمیر ہے۔ اہم نمازیں، صلوات سوئے ہوئے ہیں۔ جب نماز ظہر پورا کر لیا تو مقتدیوں کے ساتھ شریک ہو جائے اور جو نماز ان کے ساتھ پڑھنے کا فیصلہ ہوئی یا کہ ایک وقت میں فیصلہ کر رہے ہیں۔

تشریح صورت مسدود ہے۔ اگر کوئی شخص ظہر کی تین رات یا چار بجے جماعت کھڑی ہو تو یہ شخص چار رات پوری کرے۔ ورنہ

یہ ہے کہ یہ شخص نماز ظہر کا اکثر حصہ پڑھ چکا ہے اور اکثر کل کے قارئین سے فارغ ہوئے کا شہادت ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص چھینے فارغ ہو جائے تو شخص کا احتیال نہ رہتا۔ پس اسی طرح جب شہد الغریب بت ہوئے تو بھی شخص کو قبول نہیں کرے گا۔ اس کے برخلاف اگر وہ شخص ابھی تک تیسری رکعت میں ہے اور تیسری رکعت کو جگہ کے ساتھ مقیہ نہیں کیا ہے۔ تو اس کا قطع کر کے جماعت میں شریک ہو جائے جس جب اس حالت میں قطع کا ارادہ کر لیا تو اس کو اختیار ہے جی چاہے تو تیسری رکعت کا قیام سمجھ کر بیٹھ جائے و سلام پھیر دے تاکہ نماز شروع طریقہ پر قائم ہو جائے۔ وہی یہ بات کہ بیٹھ کر دوسری بار پڑھنے پر آمادہ ہو جائے۔ اس بار سے میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ وہ بار پڑھنے پر آمادہ نہ ہو کہ وہ رکعت پر قعدہ کیا تھا تو وہ قعدہ ختم نہیں تھا بلکہ قعدہ ختم ہوا ہے جب وہ تیسری رکعت پڑھ کر بیٹھ گیا اور چونکہ قعدہ ختم (جس کو قعدہ اخیرہ کہتے ہیں) میں شہد واجب ہے اس نے اس شخص پر دو بار پڑھنا واجب ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ یہاں شہد کافی ہے کیونکہ قعدہ کی طرف لوٹ آنے سے تیسری رکعت کا قیام باطل ختم ہو گیا ہے جس ایب ہو گیا جیسا کہ تیسری رکعت کا قیام پڑھائی نہیں کیا ہوا یہ قعدہ ہی قعدہ ختم ہوا اور اس میں شہد پڑھ چکا ہے اس لئے دو بار پڑھنا نہ پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی۔

رہا یہ مسئلہ کہ سلام ایک طرف پھیرے یا دونوں طرف تو اس بار میں بھی بعض لحاظات کی رائے یہ ہے کہ دو سلام پھیرے کیونکہ فصل یعنی نماز سے نکلنے کے لئے دوسری سلام معبود اور شروع ہیں اور بعض نے کہا کہ ایک سلام پر اکتفا کرے کیونکہ دوسرا سلام فصل سے نکلنے اور یہ فصل نہیں ہے یعنی نماز سے نکلنے نہیں ہے بلکہ من چاہے قطع ہے اس لئے ایک سلام کافی ہوگا اور جی چاہے تو تیسری رکعت میں کھڑے کھڑے پھیر کر امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جائے دراصل ایہ امام کے ساتھ شریک ہونے کی نیت بھی کرے۔ کیونکہ یہ فضیلت جماعت کو حاصل کرنے کی طرف مسرعت اور مسابقت ہے اور یہ فعل محمود ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔ "وَسَارِعُوا إِلَى مَعْرِفَةِ رَبِّكُمْ زَعْتُمْ يَوْمَ الْمُنَادِی" اور اس بار سے میں مقرر ہے کہ ہاتھ کاٹوں تک اٹھائے یا نہ اٹھائے۔

متمن میں مذکور ہے کہ اگر منفرد دسے تین رکعات پڑھیں اور پھر عت کھڑی ہوئی تو وہ ظہر کی چاروں رکعات پوری کرے پس جب اس نے ظہر کی نماز پوری کر لی تو اب یہ شخص جماعت میں مقتدیوں کے ساتھ شام ہو جائے لیکن یہ شام ہو نہ وری نہیں ہے کیونکہ جو نماز مقتدیوں کے ساتھ پڑھے گا وہ نفل ہے اور یہ نماز نفل اس لئے ہے کہ جو نماز منفرد پڑھی تھی حکم کا فرضہ اس سے ادا ہو گیا اب اگر اس کو بھی فرض آ رہا ہے تو ایک وقت میں ایک فرض دو بار ادا ہوگا۔ ایک ایک وقت میں فرض کا عزم اور شروع نہیں ہے جب ایک وقت میں ایک ہی فرض شروع ہے۔ ہم حال جو نماز مقتدیوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہو کر پڑھی ہے وہ نفل ہے اور نفل میں اثر نہیں ہوتا اس لئے اس شخص پر مقتدیوں کے ساتھ شریک ہونا لازم نہیں ہے البتہ شریک جماعت ہو کر نفل پڑھنا افضل ہے کیونکہ مقتدیوں کے ساتھ شریک ہونے کی صورت میں جماعت سے اعراض کرنے کی تہمت دور ہو جائے گی۔ ورنہ خواہ مخواہ اعراض عن الجماعت کے ساتھ مجہم ہوگا۔

اذکار اس موقع پر ایک ہی اذکار کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ چند صحاح میں ہے بات آچکی ہے۔ فی رمضان میں جماعت کے ساتھ نفل اگر نہ بکروہ ہے لیکن یہاں جو صورت ذکر کی گئی ہے اس سے جماعت کے ساتھ نفل ادا کرنا لازم آتا ہے۔

جواب اگر بات اس وقت ہے جبکہ امام اور مقتدی دونوں نفل پڑھیں۔ مگر جب امام منفرد اور مقتدی منقطع ہو تو کوئی کر بات نہیں

ہے چنانچہ مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ مِنَ الظُّلُمِ قَوْلَهُ وَحَلَّيْ فِي الْحُرُمَاتِ الصُّوفِ لَمْ يَصِلْ بِهَا مَعَهُ فَقَالَ عَلَى رِجْلَيْهِ كَرَّمَ

بِهِمَا وَفَرَضَهُمَا نَزْعِدُ فَقَالَ عَلَىٰ رِشْلُكُمَا فَوَيْتَىٰ أَيْ الْمَرْءُ أَفَ كَانَهُ تَأْكُلُ الْقَدِيدَةَ ثُمَّ قَالَ مَا لَكُمْ لَمْ تَضِلُّيَا مَعًا أَفَلَا كُنَّا صَبِيًّا فِي رَحْلِكُمَا فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا صَبِيًّا فِي رَحْلِكُمَا ثُمَّ أَتَيْتُمَا صَلَاةَ قَوْمٍ فَتَضَلُّيَا مَعَهُمْ وَاتَّخَذَا صَلَاةَ لَكُمْ مَعَهُمْ سَعَةً أَيْ مَائِلَةً

[illegible]

نجر کی سنت ایک رکعت پڑھی پھر جماعت کھڑی ہو گئی تو کیا حکم ہے

فَإِنْ صَلَّى مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَتَهُ أَقْبَسَتْ يَنْقُطِعَ وَيَدْخُلَ مَعَهُ. لِأَنَّهُ لَوْ أَصَابَ النَّبَا أَعْرَضَ تَقَوُّهُ الْجَمَاعَةُ. وَكَذَا إِذَا قَامَ إِلَى النَّبَا قَبْلَ أَنْ يُقْبِضَهَا بِالسَّحَابَةِ، وَيَعِدَّ الْإِسْمَاءَ لَا يَشْرَعُ فِي صَلَاةِ الْإِمَامَةِ لِكَرْهَةِ النَّبَا بَعْدَهُ. وَكَذَا بَعْدَ التَّغْيِيرِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، لِأَنَّ السَّلَامَ بِالثَّلَاثِ مَكْرُوهٌ. وَفِي تَحْقِيقِهِ أَرْبَعُ مُحَالِفَةٍ لِلِإِمَامَةِ

ترجمہ: پس اگر فجر کی نیت پڑھ چکا ہے پھر جب وقت آخری ہو گئی تو اس کو قطع کر کے مقتدر یوں۔ ساتھ شریک ہو جائے۔ یا مقتدر اس نے دوسری نیت ملانی تو یہ وقت فوت ہو جائے گی۔ ایسی ہی اگر دوسری نیت کے لئے کھڑا ہو یا قیل اس کے کہ اس کو کعبہ کے ساتھ مقید کر کے اور فجر کی نماز پوری کرنے کے بعد اس کی نماز کو شروع کرنے کے کیونکہ نماز فجر کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ اور یونہی عصر کے بعد اس کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی اور یونہی مغرب کے بعد صبح اگر وہ ایسے کے متبع ہیں، کیونکہ عین وقت نفل پڑھنا مکروہ ہے اور اس کو پاب کر لیتے ہیں امام کی مخالفت ہے۔

تشریح صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے فجر کی ایک رکعت پڑھی ہے پھر جماعت کھڑی ہوئی تو یہ شخص اپنی یہ نماز قیام کرے گا وہ اس سے آگے جماعت میں شریک ہو جائے گا کیونکہ اگر دوسری رکعت ملے گا تو مؤمن وہ اس کی نماز پوری ہوئی لیکن جماعت فوت ہوئی نہ آئے۔ جماعت سنت ہو سکے وہ ہے۔ پس غیابیات جماعت کو حاصل کرنے کے لئے اس نماز کو قیام کرے جس کو مؤمن وہ شروع کر رہا ہے۔ یہی حکم ہے اگر کسی شخص نے فجر کی دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو لیکن دوسری رکعت کا بعد نہیں آیا تو اس صورت میں بھی اس کو قیام کرے جماعت میں شریک ہو جائے۔ البتہ اگر اس نے فجر کی نماز تہجد پڑھ لی اس کے بعد جماعت کھڑی ہوئی تو اب امام کی نماز میں شرکت نہ کرے۔ یہ بخود اس صورت میں امام کے ساتھ جو نماز پڑھے گا وہ قیام ہوگی۔ حالانکہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک قیام نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بھی عصر کے بعد وہ اب تک قیام نہیں کرنا چاہیے۔ حالانکہ اگر وہ اپنے باقی مقرب کی نماز تہجد پڑھنے کے بعد جماعت میں شرکت نہ کرے یہ بخود اگر امام نے

ساتھ شریک ہو گیا تو وہی صورتیں ہیں یا تو امام کے ساتھ سلام پھیرے گا یا امام کے فارغ ہونے کے بعد ایک رکعت اور پڑھے گا تا کہ چار رکعت ہو جائیں تین امام کے ساتھ اور ایک امام کے فارغ ہونے کے بعد پہلی صورت میں نفل کی تین رکعت ہوں گی حالانکہ تین رکعت نفل پڑھنا مکروہ ہے اور دوسری صورت میں امام کی مخالفت کرنا لازم آئے گا اور یہ بھی درست نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے کہا کہ اگر کسی نے مغرب کی نماز تہجد ادا کر لی، پھر جماعت کھڑی ہو گئی تو یہ شخص جماعت میں شرکت نہ کرے۔

اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کا حکم

وَمَنْ دَخَلَ مَسْجِدًا فَقَدْ أَذِنَ لَهُ، يُكْرَهُ لَهُ أَنْ يَخْرُجَ حَتَّى يُصَلِّيَ، لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: "لَا يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْبُدْءِ إِلَّا مُتَأَفِّقًا. أَوْ رَجُلٌ يَخْرُجُ لِحَاجَةٍ يُؤَيِّدُ الرَّجُوعَ" قَالَ: إِلَّا إِذَا كَانَ يَنْتَظِمُ بِهِ أَمْرٌ جَمَاعِيٌّ، لِأَنَّهُ تَرْكُ ضُورَةٍ تَكْتُمِلُ مَعْنَى

ترجمہ اور جو شخص ایسی مسجد میں داخل ہوا جس میں اذان دے دی گئی ہے تو اس کے لئے ٹھکانا مکروہ ہے یہاں تک کہ نماز پڑھ لے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسجد سے اذان کے بعد کوئی نہیں نکلتا مگر متافق یا وہ شخص جو وہابی کے ارادے سے کسی ضرورت سے نکلا ہو مگر جبکہ اس کے ساتھ کسی جماعت کا انتظام متعلق ہو کیونکہ یہ ٹھکانا ہر میں ترک، باطن میں تکمیل ہے۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی مسجد میں داخل ہوا جس میں اذان دے دی گئی ہو تو اس میں قدرے تفصیل ہے کیونکہ جو شخص ایسی مسجد میں داخل ہوا جس میں اذان دے دی گئی ہو تو اس کی دو حالتیں ہیں یا تو یہ شخص یہ نماز پڑھ چکا ہے یا نہیں پڑھی اگر نماز پڑھ چکا ہے تو اس کا حکم بعد میں بیان کریں گے اور اگر اس نے نماز نہیں پڑھی تو پھر دوسری صورتیں ہیں یہ مسجد یا تو اس کے محلہ کی ہے یا اس کے محلہ کی نہیں ہے اگر محلہ کی ہے تو نماز پڑھنے سے پہلے اس کے لئے ٹھکانا مکروہ ہے کیونکہ مؤذن نے اس کو نماز کی دعوت دی ہے لہذا اس دعوت کو قبول کرے اور بغیر نماز پڑھنے نہ نکلے۔ اور اگر یہ مسجد اس کے محلہ کی نہیں ہے تو پھر دوسری صورتیں ہیں آیا تو اس کے محلہ کے لوگ اپنی مسجد میں نماز پڑھ چکے ہیں یا نہیں پڑھی ہے اگر پہلی صورت ہے تو بھی بغیر نماز پڑھنے اس کا مسجد سے ٹھکانا مکروہ ہے کیونکہ اس مسجد میں داخل ہونے کی وجہ سے یہ شخص اسی مسجد کے المیاء میں سے ہو گیا اور اگر جہنی صورت ہے تو یہ شخص اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے اس مسجد سے نکل سکتا ہے۔ کیونکہ اس پر اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا واجب ہے۔ (مناہ)

صاحب ہدایہ نے اس مسئلے کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی مسجد میں داخل ہوا جس میں اذان دے دی گئی ہے تو بغیر نماز پڑھنے اس مسجد سے ٹھکانا اس کے لئے مکروہ ہے، دلیل اللہ کے نبی کا قول ہے

"لَا يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْبُدْءِ إِلَّا مُتَأَفِّقًا أَوْ رَجُلٌ يَخْرُجُ لِحَاجَةٍ يُؤَيِّدُ الرَّجُوعَ" (مراسل ابی داؤد)

ابن ماجہ نے اس حدیث کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ أَدْرَكَهُ الْإِذَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ حَرَجَ لَهُ يَخْرُجُ لِحَاجَةٍ وَهُوَ لَا يُؤَيِّدُ الرَّجُوعَةَ فَلَهُوَ مُتَأَفِّقٌ. (ابن ماجہ ص ۵۳)

محمد بن یوسف کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے صبح میں اذان کو پالیا پھر مسجد سے نکل کر حالانکہ نہ کسی ضرورت

— اذان دے کر آگے کا ارادہ ہے تو وہ منافی ہے۔

صاحب قدوسی نے کہا کہ اگر اس شخص نے کسی دوسری مسجد کی جماعت کا معامد متعق ہو مٹھا یہ امام ہو یا مؤذن تو اذان کے بعد بھی اس نے نکلنا ہرگز ہے۔ کیونکہ یہ نکلنا ظاہر تو ترک ہے لیکن پختہ تکمیل ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان کے بعد مسجد سے نکلنا حلال ممنوع ہے خواہ اس شخص سے متعق دوسری کسی مسجد کا انتظام ہو یا نہ ہو۔

جواب — حدیث میں مقصود ممانعت جہت ہے یعنی اذان نے بعد مسجد سے نکلنے والے کو نماز سے اعراض کرنے کے ساتھ ساتھ نہیں کرے۔ لیکن امام اور مؤذن کے حق میں یہ جہت موجود نہیں ہے۔ یعنی ان دونوں کو بھی لوگ جانتے ہیں کہ یہ دوسری مسجد میں جماعت کا انتظام کر رہے ہیں لہذا ان دونوں کے نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اذان ہونے کے بعد ظہر اور عشاء کی نماز پڑھ چکا تھا تو مسجد سے نکلنے میں کوئی حرج نہیں

وَاِنْ كَانَ قَدْ صَلَّى وَكَانَتْ الطُّهُورُ وَالْعِشَاءُ، فَلَا بُدَّ اَنْ يَخْرُجَ، لِاَنَّهُ احْتَابَ دَاعِيَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا اِذَا اخَذَ الْمُؤَذِّنُ بِحِيَالِ الْاَقَامَةِ، لِاَنَّهُ يَنْهَيْهُمْ لِمَحَالَّةِ الْجَمَاعَةِ عَنِ اِذَا، وَاِنْ كَانَ الْعَصْرُ وَالْمَغْرِبُ اَوْ الْمَجْرُ، حَرَجَ وَاِنْ اخَذَ الْمُؤَذِّنُ بِحِيَالِهَا، لِكُرْهِيَّةِ الْغَلَبِ بَعْدَهَا

ترجمہ — اور اگر وہ اس وقت کی نماز پڑھ چکا ہو اور یہ نماز ظہر و عشاء کی ہو تو نکلنے میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے ایک مرتبہ اذان دینے والے کی دعوت کو قبول کر لیا ہے مگر جبکہ مؤذن اقامت کہنا شروع کر دے کیونکہ وہ پہلے جماعت کی مخالفت کے ساتھ ساتھ ہوگا۔ اور اگر یہ نماز عصر یا مغرب یا فجر ہو تو نکل جانے کے بعد مؤذن اقامت شروع کر دے کیونکہ ان نمازوں کے بعد نکل پڑھنا مکروہ ہے۔

تشریح — اس عبارت میں دو صورت ذکر کی گئی ہے جس کے بیان کرنے کا وہ پہلا مسئلہ میں کیا گیا ہے صورت یہ ہے کہ ایک شخص ایسی مسجد میں داخل ہوا ہے جس میں اذان دے دی گئی ہے اور یہ شخص یہ نماز پڑھ چکا ہے پس اگر یہ نماز جس کے لئے اذان دی گئی ہے اور یہ شخص اپنے گھر یا دوسری مسجد میں اس نماز کو پڑھ چکا ہے ظہر یا عشاء کی ہو تو اس کے لئے مسجد سے نکلنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس نے ایک مرتبہ اذان کی جتنی مؤذن کی دعوت کو قبول کر لیا ہے۔ ہاں اگر مؤذن نے اقامت شروع کر دی تو اس صورت میں یہ شخص مسجد سے نہ نکلے بلکہ جماعت میں شریک ہو جائے اور انحالیکہ یہ اس نماز کو پڑھ چکا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اقامت شروع اور جماعت شروع ہونے کے بعد اگر نکلے گا تو لوگ مخالفت جماعت کے ساتھ جہنم کریں گے پس اقامت سے بچنے کے لئے جماعت کے اندر شامل ہو جائے۔ اور یہ نماز جو جماعت کے ساتھ ادا کرے گا نفل ہوگی کیونکہ یہ شخص فرض پہلے ادا کر چکا ہے لیکن وہ نماز اگر عصر یا مغرب یا فجر کی ہو تو یہ شخص مؤذن سے اقامت شروع کروائے گا۔ بعد بھی مسجد سے نکل سکتا ہے کیونکہ یہ شخص فرض تو ادا ہی کر چکا ہے اب اگر جماعت میں شریک ہوگا تو یہ نماز نفل ہوگی۔ اگر نہ عصر اور فجر کے بعد نکل پڑھنا مکروہ ہے۔ اور عصر یا مغرب کی نماز تو مغرب کے بعد نکل پڑھنا اگرچہ مکروہ نہیں لیکن امام کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے حرج رکھ نفل ہوں گی حالانکہ نفل تین رکعت پڑھنا مکروہ ہے۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ امام کے سلام پچھرنے کے

بعد ایک رکعت اور پڑھ لے گا کہ چار رکعت ہو جائیں تو اس صورت میں امام کی مخالفت لازم آئے گی کیونکہ امام نے تین رکعت پر سلام یہی دیا ہے اور یہ چار رکعت پر پھیر رہا ہے تاکہ امام کی مخالفت نہ کرنا بھی درست نہیں ہے۔

فجر کی نماز میں دوران جماعت سنت فجر پڑھنے کا حکم

وَمِنَ النَّبِيِّ إِلَى الْإِمَامِ فِي صَلَوةِ الْفَجْرِ وَهُوَ لَمْ يَصِلْ رَكَعَتَيِ الْفَجْرِ، إِنْ حَسِبَ أَنْ تَقُوتَهُ رَكَعَةً وَيَذُرُكَ الْآخَرَى، يُصَلِّيَنَّ رَكَعَتَيِ الْفَجْرِ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ يَذْجُلُ، لِأَنَّهُ أَمْكَنُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْفَضِيلَتَيْنِ، وَإِنْ حَسِبَ قُوَّتَهُمَا دَخَلَ مَعَ الْإِمَامِ، لِأَنَّ لَوَاثِ الْحَمَاقَةِ أَغْطَمَ، وَالْوَجْدُ بِالْتَوَكُّلِ الزُّمُّ، بِخِلَافِ مَسَّةِ الطَّيْرِ حَيْثُ يَنْدُمُّهَا فِي الْحَالَيْنِ، لِأَنَّهُ يُسْكِنُهُ أَذْوَغَهَا فِي الْوَقْتِ بَعْدَ الْفَرُوضِ، هُوَ الصَّحِيحُ، وَإِنَّمَا الْأَخْيَافُ بَيْنَ إِبْنِ يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ فِي تَقْدِيرِهَا عَلَى الرَّكَعَتَيْنِ وَتَأْخِيرِهَا عَنْهُمَا، وَلَا كَذَلِكَ مَسَّةُ الْفَجْرِ عَلَى مَا نَبَّيْهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَالْقَائِدُ بِأَلَدَاءِ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ يَذْجُلُ عَلَى الْكَرَاهَةِ فِي الْمَسْجِدِ إِذَا كَانَ الْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ، وَالْأَفْضَلُ فِي عَامَّةِ السَّنَةِ وَالْوَجْهِ الْمُنِيرُ، هُوَ الْمَرْدِيُّ عَنِ السَّيِّئِ ۝

ترجمہ اور اگر ایک شخص چاہے امام تک نماز فجر میں امام اس نے فجر کی دو رکعت (سنت) نہیں پڑھی ہیں (جس) اس کا خوف ہو کہ ایک رکعت فوت ہو جائے گی اور دوسری رکعت (امام کے ساتھ) پالے گا تو فجر کی دو رکعت سنت مسجد کے دروازے پر پڑھے پھر (جماعت میں) اس میں ہو تو کھڑا ہو، دونوں فضیلتیں جمع کر لینے ممکن ہے اور اگر اس کو دوسری رکعت فوت ہونے کا خوف ہو تو امام کے ساتھ داخل ہو جائے۔ کیونکہ جماعت کا ثواب بہت بڑا ہے اور جماعت ترک کرنے کی وجہ الزم (بڑی سخت) ہے۔ بخلاف سنت ظہر کے کہ ان کو دونوں حالتوں میں چھوڑ دے کیونکہ سنت ظہر کا فرض کے بعد وقت کے اندر اگر نہ پڑھیں گے یہ سب صحیح ہے۔ اختلاف ابویوسف اور امام محمد کے درمیان ان چار رکعتوں کو دو رکعتوں پر مقدم کرنے اور ان دو سے متاخر کرنے میں ہے اور یہ حال سنت فجر میں نہیں ہے چنانچہ ہم ان کے اندر بیان کریں گے۔ اور سنت فجر کو مسجد کے دروازے پر ادا کرنے کی قید لگانا دلالت کرتا ہے کہ مسجد کے اندر اگر نہ پڑھو گے یہ شرطیکہ امام نماز میں ہو۔ اور افضل، عام مسکن اور فاضل میں گھر ہے یہی حضور ﷺ سے مروی ہے۔

تشریح صورت مسند یہ ہے کہ ایک شخص اس وقت مسجد میں داخل ہو جب کہ امام نماز فجر پڑھا رہا تھا اور یہ شخص بھی تک سنت فجر نہیں پڑھا تھا تو اب سوال یہ ہے کہ یہ شخص بغیر سنت فجر پڑھے جماعت میں شریک ہو جائے یا پہلے سنت پڑھے پھر جماعت میں شریک ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ خوف ہو کہ اگر پہلے سنت پڑھے تو فرض کی تک رکعت فوت ہو جائے گی اور دوسری رکعت پالے گا تو ایسی صورت میں پہلے مسجد کے دروازے کے پاس فجر کی سنتیں پڑھے پھر امام کے ساتھ شریک جماعت ہو۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ سنت فجر سنتوں میں قوی اور افضل ہے۔ چنانچہ سنو ۱۵۸۶ فرمایا صَلَّوْهُمَا وَإِنْ طَرَفَتْكُمُ الْحَبْلُ مِّنْ فِجْرٍ دُرَّحْتَ سُنَّتَ پَرَحَوْرُ چم کو ٹھوڑے روٹو ڈالیں اور فرمایا کہ وَكُنَّا الْفَجْرَ حَيُّوْنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا مِّنْ فِجْرٍ دُرَّحْتَ سُنَّتَ دُنْيَا اور مایہا بہت بڑی اور فجر کی ایک رکعت کو امام کے ساتھ پانا ایسا ہے جیسے گل چوہا کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے مَن

۱۰۔ نہ زیادہ تپے۔

۱۱۔ محمدی دین یہ ہے کہ خیر سے پہلے پر رُحمتِ فُضول سے تو مَنافِ ربوبی نہیں ہیں لیکن اب مزید مَنافِ ربوبی ہے۔ اس سے منہ بھریے۔ پچھلے پر رُحمت پڑے پھر اور رُحمت پڑے۔

۱۲۔ صاحبِ ہر یہ کہتے ہیں کہ سنتِ فہر کا یہ حال نہیں ہے اس کی تفصیل آئے گی۔

وَالْقِسْدُ بِالْأَدَاءِ عِنْدَ تَابِ الْمَسْجِدِ الخ اس عبارت سے اس قید کا دل دہین کیا ہے جس کو قعدہ دینی نے ذکر فرمایا ہے۔ اور جس وقت آخری یعنی ہوتو سنتِ فہر بابِ مسجد پر ادا کرے۔ اصل یہ کہ اگر اہل نماز میں ہوتو مسجد۔ خدائے متعالیٰ پر احسن کر دے۔ یہ کہ یہ مسجد۔ خدائے متعالیٰ (سنت) پڑھنے والا ہو اور اہل نماز میں مشغول ہے اور یہ ضرور ہے۔ اس لئے کہا گیا کہ سنتِ فہر بابِ مسجد پر ادا کرے۔ لیکن اگر بابِ مسجد پر نماز پڑھنے کی جگہ نہ ہوتو مسجد کے اندر کسی ستون کے چپکے کھڑے ہو کر پڑھا۔ سب سے زیادہ اہمیت اس میں ہے کہ جس صنف میں لوگ فرض پڑھا رہے ہیں اسی صنف میں یہ حضرت ستون کی نیت پڑھا کر کھڑے ہو گئے۔

تراویح کے علاوہ دیگر سنت و نوافل گھر پر ادا کرنا افضل ہے۔ صاحبِ ہر یہ کہ تراویح کے علاوہ عام سنتوں اور نوافل میں افضل یہ ہے کہ ان کو گھر پر ادا کرے۔ یہی سختی سے مراد ہے۔ چنانچہ حدیث مذکور ہیں۔

(۱) تَوَرَّؤْا مَوَیْتُکُمْ بِالصَّلَاةِ وَلَا تَحْمِلُوْهَا قُلُوْبا یعنی اپنے گھر میں نماز سے توجہ نہ دو۔ نہ دیکھو۔ نہ بھاؤ۔ یہاں نماز سے سُن اور نوافل ہی مراد ہوں گے نہ کہ فرض کیونکہ فرض کے لئے سب یہ ہیں۔

(۲) اَنْ حَمِیْعَ مَسْجِدٍ وَّلَوْ لَمْ یَكُنْ فِیْہِ نَبِیٌّ یعنی رسول اللہ کی تمام سنتیں گھر پر پڑھا کر گھر میں ہوتا تھا۔

(۳) قَالَ النَّبِیُّؐ ۛ فِیْ مَسْجِدِیْ عِلْدُ الْأَنْفَالِ لَمَّا رَأَیْنَاهُمْ یُصَلُّوْنَ نَعْدَ الْمَغْرِبِ هَذِهِ صَلَاةُ الْبُیُوتِ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) یعنی نبی عبد اللہؐ آپ کی مسجد میں جب رسول اللہؐ نے دعویٰ کیا کہ وہ مغرب کے بعد نماز پڑھا رہے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ گھر میں کی نماز ہے یعنی یہ نماز جو فرض کے علاوہ ہے گھر میں پڑھنی چاہیئے۔

(۴) عَنْ سَمُرَةَ بَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کَانَ ۛ یُصَلِّیْ فِیْ بَیْتِہِ قُلُ الطُّیْرِ اَرْعَا لَمْ یَحْرُجْ فِیْ صَلَاتِہِ السَّائِسُ لَمْ یَدْخُلْ فِیْ صَلَاتِہِ وَ کَانَ یُصَلِّیْ بِالْبَیْتِ الْمَغْرِبِ لَمْ یَدْخُلْ فِیْ صَلَاتِہِ وَ کَعْبَتِہِ یعنی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ بخیر سے پہلے پر رُحمت اپنے گھر میں پڑھتے تھے پھر نکل کر دعویٰ کو فرض نماز پڑھاتے تھے پھر کعبہ میں داخل ہو کر دعویٰ پڑھتے تھے۔ اس حدیث سے جہی سنتوں کا گھر میں پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔

(۵) صحیحین میں ہے عَنْ حَفْصَةَ وَ اَبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اَنَّہُ ۛ کَانَ یُصَلِّیْ وَ کَعْبَتِہِ نَعْدَ الْجُمُعَةِ فِیْ بَیْتِہِ یعنی حضورؐ کے بعد اپنے گھر میں اور رُحمت پڑھتے تھے۔

(۶) فَصَلَّیْکُمْ بِالصَّلَاةِ فِیْ بُیُوتِکُمْ اِنْ کُنْتُمْ حُرَّوْا صَلَاةُ الْمَرْءِ فِیْ بَیْتِہِ اِلَّا الْمَكْنُوْنَةُ یعنی اگر آپ اپنے گھر میں نماز پڑھنا لازم ہے اس لئے کہ وہ بی بی یا عورت ہے۔ گھر میں ہے۔ اور فرض ہے۔

(۷) صَلَاةُ الْمَرْءِ فِیْ بَیْتِہِ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِہِ فِیْ مَسْجِدِہِیْ هَذَا اِلَّا الْمَكْنُوْنَةُ (یعنی آئی کی نماز اس کے گھر میں افضل

ہے نہایت اس کی گمانت میری اس صحت میں علاوہ فرض کے۔ ان تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں طرہ مشن اور نوافل کا گھر کے اندر داخل کرنا افضل ہے۔ (بحر تقدیر)

فجر کی سنتیں فوت ہو جائیں تو طلوع شمس کے بعد قضا کرے

وَإِذَا قَامَتْ رُوحَتَا الْفَجْرِ لَا يَفْضِيهِمَا قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، لِأَنَّهُ يُقْبَلُ تَقْلًا مُطْلَقًا، وَهُوَ مَعْرُودٌ بَعْدَ الصُّبْحِ، وَلَا تَعْدُ رُؤْيَايَا عِنْدَ أَبِي حَبِيبَةَ وَأَبِي يُوسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَفْضِيَهُمَا إِلَى وَقْتِ الرُّؤْيَا، لِأَنَّهُ عَلَى السَّلَامِ قَصَاصًا بَعْدَ رُتْقِ الشَّمْسِ غَدًا كَالْيَلَةِ النَّعْرِيسِ وَلَهُمَا أَنْ الْأَصْلُ فِي الشُّكْرِ أَنْ لَا تُقْضَى إِلَّا خِيَصَاصِ الْفَضَاءِ بِالْوُجُوبِ، وَالْحَدِيثُ وَزَوَالِ قَصَائِبِهِمَا تَعْلًا لِلْفَرُوضِ، فَقَبْلَ مَمَازِيهِ دُ عَلَى الْأَصْلِ، وَبَيْنَا تُفْضَلُ تَعْلًا لَهُ وَهُوَ يُفْضَلُ بِالْجَمَاعَةِ أَوْ وَحْدَةً إِلَى وَقْتِ الرُّؤْيَا، وَبَيْنَا بَعْدَهُ إِخْلَافُ الْمَشَابِيحِ، وَأَمَّا سَائِرُ الشَّيْءِ سِوَاهُ لَا تُفْضَلُ بَعْدَ الْوَقْتِ وَحْدَهَا، وَاحْتَلَفَ الْمَشَابِيحُ فِي قَصَائِبِهَا تَعْلًا لِلْفَرُوضِ

ترجمہ۔ اور اگر مصلیٰ فجر کی دو رکعت (سنت) فوت ہو جائے تو آفتاب طلوع ہونے سے پہلے ان کی قضا نہ کرے۔ کیونکہ یہ دو رکعت محض نفل رہ گئیں اور صبح کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ اور نہ قضا کرے سورج بلند ہونے کے بعد شیخین کے نزدیک اور امام محمد نے کہا کہ مجھ کو یہ بات پسند ہے کہ وقت زوال تک ان کی قضا نہ کرے کیونکہ حضورؐ نے اپنے اہل بیتؑ کی صبح کو آفتاب بلند ہونے کے بعد ان وقت، کیا تھا اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ سنت میں اصل یہ ہے کہ قضا نہ کی جائے۔ کیونکہ قضا واجب کے ساتھ مخصوص ہے اور حدیث وارد ہوئی ہے ان دونوں کی قضا میں فرض کے تابع ہو کر۔ جس اس کے علاوہ اصل پڑھتی رہا۔ اور ان دو رکعت کی زوال ہی کے وقت تک فرض کے تابع ہو کر قضا کی جائے گی۔ خواہ فرض جماعت نے ساتھ پڑھا ہے یا تنہا پڑھا ہے اور زوال کے بعد میں مشن کا اختلاف ہے۔ اور یہیں ہفتی سن سوائے سنت فجر کے تو وہ وقت سے بعد تنہا قضا نہیں کی جائیں گی اور فرض کے تابع ہو کر ان کے قضا کرنے میں مشن کا اختلاف ہے۔

تشریح۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر فجر کی سنت فوت ہوئی تو اس کی قضا کرے یا نہ کرے تو اس پر سب متفق ہیں کہ آفتاب طلوع ہونے سے پہلے قضا نہ کی جائے کیونکہ سنت جب اپنے وقت سے فوت ہوئی تو وہ نفل رہ گئی۔ اور نماز صبح کے بعد طلوع آفتاب تک نفل پڑھنا مکروہ ہے اس کے طلوع سے پہلے نہ کی قضا نہ کرے اور آفتاب طلوع ہونے کے بعد قضا کرنے میں اختلاف ہے۔ چنانچہ شیخین نے نزدیک آفتاب نکلنے کے بعد بھی سنت فجر کی قضا واجب نہیں ہے۔ امام محمد نے کہا کہ واجب تو نہیں لیکن پسند یہ بات یہی ہے کہ قضا کرے۔ امام محمد کی اس یہ ہے کہ اپنے اہل بیتؑ کی صبح کو آفتاب بلند ہونے کے بعد آپ نے سنت فجر کی قضا کی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صلوات آفتاب سے بعد سنت فجر کی قضا کی جاسکتی ہے شیخین کی دلیل یہ ہے کہ اصل یہی ہے کہ سنت کی قضا نہیں ہوتی۔ کیا نہ قضا واجب۔ ساتھ مخصوص ہے۔ اور واجب کے ساتھ اس نے مخصوص ہے کہ قضا مشن واجب امر ہو کر نہ کرے کا نام ہے اور چونکہ سنت واجب نہیں ہے اس لئے مشن واجب و پھر دیکھنا یہ متفق ہوگا۔

امام محمد کی پیش کردہ حدیث کا جواب یہ ہے کہ لایزال اہل بیتؑ کی صبح کو آنحضرت ﷺ نے فرض کی جماعت میں سنت فجر کی قضا نہ کی ہے۔

یعنی چونکہ فجر کی فرض نماز بھی فوت ہوگی حتیٰ اس نے جب آپؐ نے فرض کی قضاء کی تو اس کی جمعیت میں سنت کی بھی قضاء فرمائی۔ لہذا اس سے وہ صلہ پڑتی رہے گا یعنی اس صورت سے عداوتیں قضا نہیں کی جائے گی۔

صاحب ہدایہ نے کہا کہ سنت فجر کی قضاء فرض کے تابع ہو کر ہی جائے گی یعنی اگر صبح کی فرض نماز کی قضاء نہ ہو تو سنت فجر کی قضاء بھی اگر صبح کی فرض نماز نہ ہو جس وقت کے ساتھ قضا کرے گا جب قضا کرے۔

یہ بات یاد رہے کہ سنت فجر کی قضاء فرض کے تابع ہو کر نہ تو اس تک کی جاسکتی ہے لیکن اگر سورن اصل گیا اور ابھی تک قضاء کی نہیں تو اس میں اختلاف ہے بعض حضرات نے کہا کہ زواں کے بعد سنت فجر کی قضاء نہیں کی جائے گی اگرچہ فرض کے تابع ہو کر ہی ہو۔ چونکہ رموز ہدایہ نے زواں سے پہلے ہی تالیق فرض ہو کر سنت فجر کی قضاء کی ہے۔ اور بعض حضرات نے کہا کہ زوال کے بعد بھی اس میں فرض سنت فجر کی قضاء کر سکتا ہے۔ دوسری سنتیں سنت فجر کے ساتھ تو ان کے بارے میں حکم یہ ہے کہ وقت کے بعد جب سنتوں کی قضاء نہیں کی جائے گی لیکن فرض کے تابع ہو کر قضا کی جاسکتی ہے یہ نہیں تو اس پر۔ میں مثلاً نماز کا اختلاف بعض نے کہا ہے کہ قضاء کرے کیونکہ بہت سی چیزیں ضائع ہو جاتی ہیں اگرچہ قصد کثرت نہیں ہوگی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ قضاء کرے نہ نہ قضاء واجب کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہی صحیح قول ہے۔

ظہر کی جماعت سے ایک رکعت پالی اسے ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے والا اشار کریں گے یا نہیں

وَمَنْ أَذْرَكَ مِنَ الظُّهْرِ رَكْعَةً وَلَمْ يَذْكُرِ الثَّلَاثَ فَإِنَّهُ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِحَمَا عِدٍ وَقَالَ مُصَحِّدٌ: قَدْ أَذْرَكَ قَطْعُ الْجَمَاعَةِ، لِأَنَّ مَنْ أَذْرَكَ آخِرَ الشَّيْءِ وَقَبْلَهُ أَذْرَكَ، فَضَارَ مُخَوِّرًا زَوَابِ الْجَمَاعَةِ، لِكَيْلَا تَمُتْ بَصَلَتُهَا بِالْجَمَاعَةِ حَقِيقَةً، وَلِهَذَا يَحْتَثُّ بِهِيَ فِي تَبْيِيهِ الْكُتُبُ الْجَمَاعَةَ، وَنَاخِثٌ فِي تَبْيِيهِ لَا يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْجَمَاعَةِ

ترجمہ اور جس نے ظہر کی ایک رکعت پائی اور تین کو نہیں پائی تو اس نے نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھا۔ اور امام محمدؒ نے کہا کہ اس نے جماعت کی غفلت کو پالیا۔ کیونکہ جس نے کسی چیز کو آخر کو پالیا اس نے اس چیز کو پالیا۔ پس وہ جماعت کے ٹوٹنے کو صلہ کرنے والا ہو گیا لیکن ظہر کو چھیننے جماعت کے ساتھ نہیں پڑھا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ تین رکعت اور پانچ قسم (اللائیک الجماعۃ جماعت کو نہیں پائے گا) میں صحت ہو جائے گا۔ اور اپنی قسم (لَا يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْجَمَاعَةِ) ظہر و جماعت کے ساتھ نہیں پڑھے گا) میں صحت نہیں ہوگا۔

تشریح مسند یہ ہے کہ اگر کسی نے پہلی نماز کی ایک رکعت و امام نے ساتھ پڑھا اور تین رکعت کو نہیں پڑھا تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ غفلت نہ امت کو پالیا۔ میں امام محمدؒ کی تفسیر میں بھی کہی گئی ہے۔ ورنہ یہ حکم ائمہ اربعہ کا متفق علیہ ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جس نے کسی چیز کا آخری جز یا تو اس نے اس چیز ہی کو پالیا۔ لہذا یہ شخص غفلت جماعت کو حاصل کرنے والا ہو گیا۔ البتہ چھیننا اس نماز کو جماعت کے ساتھ نہیں پڑھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے ظہر کھائی کہ کھانا جس وقت کو نہیں پڑھا۔ پھر ایک رکعت جماعت کے ساتھ پڑھی تو یہ شخص صحت ہو جائے گا۔ یا اگر اس نے غفلت جماعت کو پالیا ہے اور اس نے ظہر کھائی کہ (وَالله لَا يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْجَمَاعَةِ) ظہر میں ظہر و جماعت کے ساتھ نہیں پڑھا ہے۔ پھر اس کو ایک رکعت امام نے ساتھ

تو پناہ دے گا۔ خواہ مخواہ ہو یا مسافر ہو کیونکہ سنن فیضی تکمیل کرتے، اسی میں ہذا فرائض کا ثواب مکمل کرنے کی خاطر ان کو کسی حال میں ترک نہ کرے۔ نیز صفحہ اشعار صحابہ اور تابعین نے بھی اسی پر عمل کیا ہے کہ سنتوں کو کسی حال میں ترک نہیں فرمایا۔ ہاں بدستور وقت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو سنتوں کو ترک کر دے اور فرائض ادا کرے۔ (عناہ)

جو امام کو رکوع میں نہ پاسکا اس نے رکعت کو نہیں پایا

وَمِنْ أَمْتِهِ إِلَى الْإِمَامِ فِي رُكُوعِهِ، فَكَبَّرَ وَقَفَّ حَتَّى رَفَعَ الْإِمَامُ وَأَنَّهُ لَا يَصِيرُ مَدْرُكًا لِنَيْلِكَ الرَّكْعَةَ عِلَاقًا، لَتَزْمَرَ هُوَ يَقُولُ: أَذْرَكَ الْإِمَامَ بِمَا لَهُ حُكْمُ الْقِيَامِ. وَلَئِنْ الشَّرْطُ هُوَ الْمَشَارَكَةُ فِي الْأَعْمَالِ الصَّلَاةِ، وَلَمْ يُوَسِّدْ لِي فِي الْقِيَامِ وَلَا فِي الرَّكْعَةِ.

ترجمہ اور جس شخص نے ہمارے شروع میں پچھلے شخص سے تکلیف توڑ لی اور توقف کیا یہاں تک کہ امام نے اپنا سر اٹھایا تو شخص اس راکت کو پانی والا نہیں ہوگا امام فرمایا اتفاق ہے وہ وقت ہیں کہ اس نے امام کو ایسی بات میں ڈال دیا جس کو قیام کا حکم حاصل ہے۔ اور یہی دلیل یہ ہے کہ اگر اعلیٰ صلوٰۃ میں مشرکت ہے اور وہ بی بی نہیں ہے نہ قیام میں اور نہ شروع میں۔

تشریح : مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص امام تک اس وقت پہنچے جبکہ امام رُکوع میں تھا اور یہ شخص تکبیر تو کہہ کر کھڑا ہو گیا مگر امام کے ساتھ رُکوع نہیں کیا یہاں تک کہ امام نے رُکوع سے اُتار دیا۔ تو مسئلہ اس کے نزدیک یہ شخص اس رُکعت کو پانے والا شمار نہیں ہوگا۔ امام زفر نے کہا کہ یہ شخص اس رُکعت کا پانے والا شمار ہوگا۔ یہی قول ہے فقہان شافعی، ابن ابی شیبہ، ابو عبد اللہ بن مبارک کا۔ امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ اس شخص نے امام کو رُکوع کی حالت میں پایا ہے اگرچہ خود رُکوع نہیں کیا۔ اور رُکوع کو قیام کا قطعاً حصل ہے۔ پس رُکوع کی حالت میں پایا جاتا ہے جیسا کہ حقیقت قیام کی حالت میں پایا اور حقیقت قیام کے اندر پانے سے رُکعت کا پانے والا ہوتا ہے۔ اس لئے رُکوع کی حالت میں امام کو پانے سے بھی اس رُکعت کو پانے والا شمار ہوگا۔

حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اقدار نماز کے افعال میں شرکت کرنے کا اور شرکت یہاں پائی نہیں جتنی حقیقت کے اندر اور اندر کو
 سے اندر۔ جس جب اس رکعت کے قیام میں شرکت ہو اور اندر کو میں تو یہ شخص اس رکعت کو پائے والا بھی نہیں ہوا۔ اور ہاں اگر فرما کہ یہ کہنا
 کہ روئے قیام کا مضمحل ہے تو یہ بھی تسلیم نہیں کیونکہ عبد اللہ بن عمرؓ نے یہ ہے **إِذَا أَدْرَكَتِ الْإِمَامَةَ رَأَيْتَهُمَا فَرَّغَتْ قُلُوبُ**
بِرَفْعِ رَأْسِهِ فَقَدْ أَدْرَكَتِ لِيُكَلِّمَكَ الرَّكْعَةَ وَإِنْ رَفَعَ رَأْسَهُ قُلْتُ أَنْ يَدْرِكَ فَتَمُتْ بِكَ الرَّكْعَةَ یعنی جب تو نے امام
 کو روئے کی حالت میں پایا تو نے امام کے سر اٹھانے سے پہلے روئے کر لیا تو تو نے اس رکعت کو پایا اور اگر امام نے اپنا سر اٹھا کر روئے
 نہ کیا تو یہ رکعت تیرے لئے فوت ہوئی۔

امام کو رکوع میں پالیا اس نے رکعت یالی

وَلَوْ رَكِعَ الْمُفْتَدِي قَبْلَ امَامِهِ، فَأَذْرَكَهُ الْإِمَامُ فِيهِ حَازَ. وَقَالَ زُهْرٌ لِلْأَمِيرِ، إِنَّ مَا أُنِيَ بِهِ قَبْلَ الْإِمَامِ غَيْرُ مُعْتَدٍ بِهِ فَكُنَّا مَا يُسْنَى عَلَيْهِ. وَلَسْنَا الشَّرْطَ هُوَ الصَّارِكَةُ فِي حَرْزٍ وَاحِدٍ كَمَا فِي الطَّرَفِ الْأَوَّلِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ

ترجمہ اور آرمقندی نے اپنے امام سے پہلے کونسا مریا پھر امام نے اس کوروغ میں بالائیوہ جہاز سے اور امام رفقہ نے کہا کہ مقتدی کو

ہائی نہ ہوگا۔ یونہی مقتدی جو عوام سے پہلے ایسا وہ غیر معتبر ہے۔ ہذا جو اس پر مبنی ہے وہ بھی غیر معتبر ہوگا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ شرک ایک جز میں مشرکت ہے جیسے کہ طرف اول میں واللہ اعلم

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ مقتدی امام سے پہلے روک میں چلا آیا پھر امام بھی روک میں چلا گیا حتیٰ کہ دونوں روک میں شریک ہوئے تو اس صورت میں مقتدی کی نماز قضا نہیں ہوئی۔ لیکن تمہارا وقت ہے جبکہ یہ صورت مجددہ میں پیش آئی ہو۔ البتہ مقتدی کی نماز مکروہ ہوگی۔ مگر بہت ضرورہ۔ قال لا تُسْأَلُ وَفِيهِ بِالْمُكْرَاهَةِ وَالشُّكُوفِ ہے۔ یعنی روک اور مجددہ میں مجھ سے آگے امت بڑھو، غیر حضور ﷺ نے فرمایا اَنَا يَخْشَى اللَّهَ يَوْمَ تَكُونُ الْإِمَامُ مَنْ يَخْشَى اللَّهَ وَأَسْوَءُ الْحِمَامِ یعنی جو شخص امام سے پہلے روک کرتا ہے اس کو ڈرتا ہے کہ اس کا سر جس طرح کی طرح کچھ دیا جائے۔ امام زفر نے فرمایا ہے کہ مقتدی کی نماز جائز نہ ہوگی۔ چنانچہ مقتدی پر اس روک کا اہدہ واجب ہے اگرچہ وہ نہیں یا تو نہ بدست نہ ہوئی۔

امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ مقتدی نے روک کا جو حصہ امام سے پہلے ادا کیا ہے وہ معتبر نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے اَلْإِمَامُ مُجِبُّ الْإِمَامِ وَلَوْ نَسِيَ بِهِ فَلَا تَحْتَفِظُوا عَلَيْهِ یعنی امام اس نے مقرر کیا یہ ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے ہذا اس سے اختلاف امت میں جب وہ حصہ معتبر نہیں ہے تو اس پر جو مبنی ہے وہ بھی فاسد ہوگا اس لئے کہ بظاہر القاسمہ فاسد ہے۔ پس یہ ایسا ہو گیا جیسے اس نے امام سے روک نہ ملنے سے پہلے ہی پتا ہمارا روک سے اٹھالیا ہو۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اگرچہ ایک جز میں شرکت ہے مگر ایک جز میں شرکت پائی گئی یعنی جز اول میں اگرچہ شرکت نہیں پائی گئی لیکن جز ثانیہ میں شرکت پائی گئی ہے اور نماز ایک جز ہونے کے لئے اس قدر شرکت کافی ہے جیسا کہ جز اول میں جتنی مقتدی نے۔ امام سے۔ اور نماز کیا جتنی امام سے پہلے ہی اپنی سر اٹھالیا تو چاہے کیونکہ ایک جز میں شرکت پائی گئی۔ اور اگر امام سے پہلے روک میں گیا اور امام سے روک نہ ملنے سے پہلے وہ اپنی سر اٹھالیا تو نماز جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ اس صورت میں کسی جز کے اندر شرکت نہیں پائی گئی ہے۔ ہرگز ایک جز کے اندر شرکت کا پورا ہونا ضروری تھا۔ جمیل احمد علی رحمہ

بَابُ قَضَاءِ الْقَوَائِتِ

ترجمہ۔۔۔ (یہ) باب قاضی نمازوں کی قضاء کرنے کے بیان میں ہے

تشریح مذہب میں وہ اور اس کے متعلقات کے احکام کا بیان تھا اب اس باب میں قضاء کے احکام ذکر کریں گے۔ چونکہ اصل اور قضاء اس کا قبضہ ہے اس لئے ادا کو پہلے اور قضا، دوبعد میں ذکر کیا گیا ہے۔ ادا کہتے ہیں، یحییٰ واجب کو اس کے مستحق کے سپرد کر دینا اور قضا، جتنے میں مشی و جب ویر نہ کرنا۔

فوت شدہ نماز کو قضا کرنے کا وقت

مَنْ قَاتَلَهُ صَلَوةٌ فَاقْضَاهَا إِذَا ذَكَرَهَا، وَقَدْ مَهَّأَ عَلَى فَرَضِ الْوَقْتِ، وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ التَّزْيِيبَ بَيْنَ الْقَوَائِتِ وَكَفَرَضِ الْقَوَائِتِ عَشْرًا مُسْتَحَقٌّ، وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ مُسْتَحَبٌّ، لِأَنَّ كُلَّ فَرَضٍ أَصْلٌ بِنَفْسِهِ، فَلَا يَكُونُ شَرْطًا لِعِيَرِهِ، وَكُنَّا قَوْلَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ نَامَ عَنْ صَلَاةٍ أَوْ كَسِبَهَا فَلَمْ يَذْكُرْهَا إِلَّا وَهُوَ مَعَ الْإِمَامِ، فَلْيَصِلِ الرَّجُلُ إِلَيْهَا هَوَافِهَا، ثُمَّ لْيَصِلِ

میا کر اگر فائیت کی قضاء میں ہوا تو وقت نکل پڑے گا۔ ایسی صورت میں وہی نماز کو مقدم کرے پھر اس کے بعد فائیت کی قضاء کرے کیونکہ تین چیزوں سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

(۱) وقت کی گئی (۲) بھول (۳) فوائت کی کثرت

کثرت کی مقدار چھ نمازیں ہیں۔ ان چیزوں سے ترتیب اس لئے ساقط ہو جاتی ہے کہ وہی فوائت نماز نہ آئے۔

گنتی وقت کے باوجود فوت شدہ نماز کو مقدم کر لیا تو کیا حکم ہے

وَلَوْ قَدَّمَ الْقَائِتَ حَازَ، لِأَنَّ السُّبْحَ عَنْ تَقْدِيمِهَا لِمَعْنَى فِي غَيْرِهَا، بِحَذَائِلٍ إِذَا كَانَ فِي الْوَقْتِ مَعَهُ، وَقَدَّمَ الْوَقْتِ خِطِّ لَا يَجُوزُ، لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ قَلِيلٌ وَفِيهَا الثَّابِتُ بِالْحَدِيثِ

ترجمہ۔ اور اگر اس نے (گنتی وقت کے باوجود) فائیت کو مقدم کیا تو پڑے کیونکہ فائیت کو مقدم کرنے سے صحت ایسے معنی کی وجہ سے ہے جو یہ میں ہے برخلاف اس کے جبکہ وقت میں گنتی نہ ہو اور اس نے وہی نماز کو مقدم کر دیا تو پڑے کیونکہ اس نے اس کے اس کے وقت سے پہلے ادا کیا ہے جو حدیث سے ثابت ہے۔

تشریح۔ مسدود ہے کہ اگر گنتی وقت کے باوجود فائیت نماز پڑھ لی اور وہی کو چھوڑ دیا تو فائیت اور ابو جہل کی عمر وہی کو وقت کے اندر ادا نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ کیونکہ فائیت کو ایسی حالت گنتی میں مقدم کرنے پر جو صحت ہے تو وہ ایسے معنی کی وجہ سے ہے جو یہ میں ہیں یعنی وہی کو چھوڑ دیا، پس وہی کو چھوڑنے کی وجہ سے فائیت کی اور اس پر جو صحت نہیں ہوا۔ پس وہی کو چھوڑنے سے اس پر جو عقوبت ہو گا۔ اس کے برخلاف اگر وقت میں گنتی نہ ہو اور پھر وہی کو مقدم کر دیا تو یہ پڑے کیونکہ اس نے وہی کو اس کے وقت سے پہلے کیا ہے۔ وقت سے پہلے ادا کرنا اس لئے لازم آتا ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ وہی کا وقت فائیت کے بعد ہے اور جو نماز وقت سے پہلے ادا کی جائے وہ درست نہیں ہوتی اس لئے وقت کے اندر نجاش کی صورت میں وہی کو فائیت پر مقدم کرنے پڑے ہوگا۔

فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کا حکم

وَلَوْ قَائِتَهُ صَلَوَاتُ رَسَمَهَا إِلَى الْقَضَاءِ كَمَا وَحَّشَ فِي الْأَصْلِ، لِأَنَّ السُّبْحَ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَغِلَ عَنْ أَرْبَعِ صَلَوَاتٍ يَوْمَ الْحُدَيْيَةِ، فَلَمَّا قَالَ صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي، أَلَا أَنْ تَزِيدَ الْفَوَائِتَ عَلَى سَلَوَاتٍ، لِأَنَّ الْفَوَائِتَ قَدْ كَثُرَتْ، فَتَسْقُطُ التَّزْيِيدُ فِيهَا نِصَابُ الْفَوَائِتِ كَمَا يَسْقُطُ بِهَا وَبَيْنَ الْوَقْتِ، وَحَدَّثَ الْكُتُوبُ أَنْ تَقْصُرَ الْفَوَائِتَ سِتًّا بِحُرُوجِ وَقْتِ الصَّلَاةِ السَّادِسَةِ، وَهُوَ الْمُرَادُ بِالْمَذْكُورِ فِي الْجَمْعِ الصَّغِيرِ وَهُوَ قَوْلُهُ وَإِنْ قَائِتَهُ أَكْثَرَ مِنْ صَلَوَاتٍ يَوْمَ وَلَيْلَةٍ، أَمْزَأَهُ الْفَيْتُ تَدَايُهَا، لِأَنَّهُ إِذَا رَأَى عَلَى يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، تَصَدَّقَ سِتًّا، وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ لَمْ يَغْتَسِرْ دُحُولَ وَقْتِ السَّادِسَةِ، وَالْأَوَّلُ هُوَ الصَّحِيحُ، لِأَنَّ الْكُتُوبَ بِالْمَذْكُورِ فِي حَدِيثِ الشُّكْرَانِ، وَذَلِكَ فِي الْأَوَّلِ

ترجمہ۔ اور اگر اس کی چند نمازیں فوت ہوئیں تو قضاء میں ان وترتیب وار ہونے جیسے اصل میں وہاں ہو میں۔ کیا غرض۔ ان دن چار نمازوں سے مشغول کئے گئے پھر آپ نے ان کو ترتیب سے پڑھا، ایسا پھر فرمایا کہ تم نماز پڑھا کر جیسے تم نے نماز پڑھتے ہو۔ مجھ

کو دیکھا ہے۔ اگر یہ کہ فوت شدہ نمازیں بڑھ کر چوتھ ہو جائیں تو غلو فوت کی نسبت سے زمین پر تہیج ہوا ہو جاتی ہے۔ جیسے فرائض اور وکھ کے درمیان ترتیب سے قضا ہو جاتی ہے اور کثرت کی حد یہ ہے کہ پہلی نماز کا وقت گزر جائے سے فرائض چھوڑ دیں اور پہلی اس سے مراد ہے جو جامع صغیر میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ایک دن رات کی نمازوں سے زیادہ ہوئیں تو ہر روز ہر گز وہ نماز جس سے ابتدا کی گئی اس لئے کہ جب ایک دن رات پر زاد ہو جائے تو وہ چھوڑ دیں گی۔ اور امام محمد سے مروی ہے کہ انہوں نے پہلی نماز کے وقت سے داخل ہونے کا اعتبار کیا ہے لیکن اول صحیح ہے کیونکہ کثرت تو مدغم نماز میں داخل ہونے سے ہوتی ہے۔ اور یہ پہلے ہی قوی ہوا ہے۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ ترتیب جس طرح وکھ اور غلو سے ہے، زمین پر فرض ہے۔ اسی طرح غلو فرائض سے درمیان بھی فرض ہے چنانچہ اگر چند نمازیں فوت ہوئیں تو ان کی قضا ہر اسی ترتیب سے ساتھ کرے جس ترتیب سے ساتھ واجب ہوئی تھی۔ مثلاً حدیث رسول اللہ ﷺ ہے: **لَا تُقَامُ صَلَاةٌ إِلَّا بِمَنْزِلَتِهَا**۔ یعنی نمازیں اپنے درجہ کے ساتھ ہی پڑھیں۔ **عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ إِنْ أُلْتُسِرَ كَيْسٌ سَعَلُوا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَرْبَعِ صَلَوَاتٍ يَوْمَ الْحَنْدَقِ حَتَّى دَخَلَ مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللَّهُ فَأَمَرُوا بِأَلَّا قَادُونَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الطُّلُوعَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْوُضَاءِ**۔ ان مسندوں سے کہہ کر شریعت کے رسول پاک ﷺ کو اذکار کے بعد نمازوں سے مشغول کر دیا تو حتیٰ کد رات چلی گئی۔ جس آپ ﷺ نے ہاں دیا کہ ہاں۔ ان میں سے پہلی قیامت کی پھر غصہ کی نماز پڑھی پھر اقامت کی پھر غصہ اور ان پھر اقامت کی پھر غصہ کی نماز پڑھی پھر اقامت کی پھر غصہ کی نماز پڑھی پھر اقامت کی پھر غصہ کی نماز پڑھی۔ **وَأَمَّا مَا كَانَ مِنْ صَلَاةٍ فَصَلَّوْا كَمَا كُنْتُمْ تَصَلُّونَ أَصْلَحَ**۔ تم اس طرح نماز پڑھا کرو جس طرح تم نے مجھ کو دیکھا ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں۔

حدیث میں غلو کر کے سے پتہ چلتا ہے کہ جس ترتیب سے ساتھ نمازیں فوت ہوئی تھیں آپ ﷺ نے اسی ترتیب سے ساتھ ان کی قضا فرمائی ہے اور پھر صراحت فرمایا کہ **صَلُّوا كَمَا كُنْتُمْ تَصَلُّونَ أَصْلَحَ**۔ یعنی جیسے پہلی غصہ ہے بہر حال اس حدیث سے فوت شدہ درمیان ترتیب ثابت ہوئی۔ ہاں اگر فرائض کی تعداد بڑھ کر چھ ہوئیں تو ان کے درمیان ترتیب ساتھ ہو جائے گی۔ دیکھ یہ ہے کہ اس صورت میں فرائض تیرہ ہیں اور فرائض کثیر کے درمیان دفع کرنے کے لئے ترتیب ساتھ ہو جاتی ہے جیسے کہ فوت شدہ اور وکھ کے درمیان ترتیب ساتھ ہو جاتی ہے۔ اور کثرت کا معیار یہ ہے کہ فوت شدہ نمازیں چھ ہو جائیں۔ یعنی پہلی نماز کا وقت گزر جائے۔

اسی مسئلہ کو جامع صغیر میں اس طور پر بیان کیا ہے کہ فوت شدہ نمازیں اگر ایک دن اور ایک رات سے زیادہ ہوئیں ہیں تو جس نماز سے شروع کرے گا وہ بڑھ جائے گا اس لئے کہ ایک رات دن سے زیادہ ہونے کی وجہ سے فوت شدہ نمازیں چھ ہوئیں ہیں اور چھ نمازوں کا ہونا کثرت کی علامت ہے اور پہلے مذکور چھ فرائض شریعت میں فوت ہونے کے درمیان ترتیب ساتھ ہو جاتی ہے۔ ہر نماز جس نماز سے پہلی قضا کی ابتدا ہوگا۔ درست ہوگا۔ ترتیب وہی ہوگی بغیر ترتیب سے۔

امام محمد سے مروی ہے کہ اگر چھ نماز کا وقت داخل ہو گیا تو بھی فرائض شریعت کی پہلی صاحب ہدایہ نے کہا کہ قول اول صحیح ہے یعنی وقت سے شروع کا اعتبار ہے۔ غلو کا اعتبار نہیں ہے۔ قول اول کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ غلو کثرت اس وقت صادق آئے گا جبکہ نمازوں میں کثرت شروع ہو جائے اور کثرت اس وقت ہوگا جبکہ چھ نماز کا وقت ختم ہو جائے کیونکہ جب چھ نماز کا وقت ختم ہو گیا تو قضا نمازوں کا کثرت ہو گیا۔

صاحب عثمانی نے تحریر فرمایا ہے کہ اس کی اصل قضاء یا اغناء ہے یعنی پانچ ہوئی کی وجہ سے اگر نمازیں زیادہ فوت ہو جائیں تو ان کی قضا واجب نہ ہوگی اور اگر کثرت نمازیں فوت ہوں تو ان کی قضا واجب ہے۔ اور یہ بات پانچ شہوت و پہنچ چکی ہے کہ کثرت سے قضا کی ایک رات سے

سے سب بوش رہتے تو آپ نے نمازوں کی قضا فرمائی اور صبح کی سڑک پر ایک دن رات بے ہوش رہے تو انہوں نے بھی ایک دن رات کی نمازوں کی قضا فرمائی ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر ایک دن رات سے زائد بے ہوش رہے تو آپ نے قضا نہیں فرمائی۔ پس ان تینوں حضرات کے واقعات سے ثابت ہوا کہ نثر کی تعریف میں عمر اور سیر ہے جتنی چھٹی نماز کے وقت کا نکل جاتا۔

فوت شدہ نمازیں قدریہ اور حدیثہ ہیں ان کی ادائیگی کا طریقہ کار

وَلَوْ اَحْتَسَنَتِ الصَّلَاةُ الْعِدِيَّةُ وَالْعِدِيَّةُ رَقِيْلٌ يَحُوْرُ الْوُفِيَّةُ مَعَ تَدَكُّرِ الْعِدِيَّةِ لَكُنْتُمْ الْقَوَائِتُ. وَقِيْلَ لَا تَحُوْرُ. وَيُحْعَلُ الْمَاضِي كَانَ لَوْ يَكُنْ رَحْمًا لَعَنِ النَّهَاطِي

ترجمہ: اگر قضا نمازیں قدریہ اور حدیثہ جمع ہوئیں تو کہا گیا کہ وہ قیہ کا ادا کرنے کا جز ہے باوجودیکہ جدیدہ و عادیہ کیونکہ قنوت کیلئے ہیں۔ کہا گیا کہ چار نہیں ہے اور گنہگار نمازوں کو حدیثہ و قدریہ کا نثر کہتا ہے کہ اس سے نفی اس وجہ سے ہو سکتا ہے۔

تشریح: قنوت کی دو قسمیں ہیں۔ قدریہ اور حدیثہ۔ مسورت یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک دن نمازیں چھوڑ دیں پھر یہ اپنی ترقوت پر نام نہ اور نہ نمازوں کی قضا مان کے اوقات میں شروع کر دی پھر اس سے قبل کہ ان قنوت کی قضا مکمل ہو اور پندرہ نمازیں فوت ہو گئیں لیکن یہ پندرہ نمازیں چوتے کم ہیں تو کبھی فوت شدہ نمازیں قدریہ اور حدیثہ ہند ہیں۔ اس میں فی اب اس شخص نے وہ قیہ نماز چھٹی اور اس کو یہ کہہ کر حدیثہ جدیدہ نمازیں چھٹی کر دیں۔ تو ایسی صورت میں وہ قیہ کا پورا چار ہو گا یا چار ہو گا؟ اس پر۔ میں بعض متاخرین کا خیال یہ ہے کہ وہ قیہ نماز چار ہو جائے گی۔ کیونکہ قنوت قدریہ اور حدیثہ دونوں میں زائد نثرات بنتی جاتی ہیں اور نثرات ترتیب و تہیہ سے پہلے جب ترتیب ساتھ ہوئی تو وہ قیہ قنوت پر مقدم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے فتویٰ بھی اسی قول پر ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ قنوت حدیثہ سے پہلے وہ قیہ کا ادا کرنا چاہئے نہیں ہے۔ عدم جواز کی دلیل یہ ہے کہ اس شخص نے قنوت قدریہ ادا کرنے میں سستی اور اہم دینی سے کام لیا ہے پس ثبوت نے اس کو جزو واقع کرنے کے لئے قنوت قدریہ کو کان لے دین (معدوم) قرار دیا ہے لہذا قنوت قدریہ اس نے ادا بھی نہیں اور جب قنوت قدریہ کا عدم ہو تو اس کو اب صرف قنوت حدیثہ رہیں اور نہ قنوت حدیثہ چھ نمازوں سے کم ہیں اس سے خود ان میں بھی ترتیب واجب ہے۔ اور قنوت اور وہ قیہ نے درمیان بھی ترتیب واجب ہے جس جب قنوت اور وہ قیہ کے درمیان ترتیب واجب ہے تو قنوت قنوت پر مقدم کرنا چاہئے ہو گا۔

قضاء کرنے سے فوت شدہ نمازیں کم ہو جائیں ترتیب لوٹے گی یا نہیں اقوال فقہاء

وَلَوْ قَطَعِي بَعْضُ الْقَوَائِتِ حَتَّى قَلَّ مَا بَقِيَ. عَادَ التَّوْبَتُ عِنْدَ الْغُصَصِ وَهُوَ الْأَطْهَرُ. فَإِنَّهُ زُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ فَمَنْ تَرَكَ صَلَاةً يَوْمًا وَلَيْلَةً. وَحَتَّى يَقْضِي مِنَ الْعِدَمِ مِثْلَ وَفِيَّةٍ لَيْلَةً. وَالْقَوَائِتُ حَابِرَةٌ عَلَى كُلِّ حَالٍ. وَالْوُفِيَّةُ فَاسِدَةٌ إِنْ قَدَّمَهَا لِدُخُولِ الْقَوَائِتِ فِي حَدِّ الْفَلَةِ. وَإِنْ أَحْرَزَهَا فَكَدَلِكِ إِلَّا الْعَمَاءُ الْأَجْمَعُ. لِأَنَّهُ لَا قَائِلَ عَلَيْهِ فِي طَلَمَ حَالٍ أَذَلَّهَا

ترجمہ: اور بعض قنوت کی قضا کی یہاں تک کہ باقی (چھ نمازوں سے) کم ہو گئیں تو بعض نے ازیکہ ترتیب فوت کرنے اور

یہی قول زیادہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ امام محمد سے روایت آیا گیا ہے کہ اس شخص کے بارے میں جس نے ایک دن رات کی نماز پچھڑائی اور اگلے دن سے ہر وقت نماز کے ساتھ ایک فیکو کی قضا کرنی شروع کر دی تو فوائت بہ حال میں چلا گئیں۔ اور وقتیں قائم رہیں اور وہ قیام و مقدمہ پر تھے تو اس نے کہ فوائت قمت کی حد میں داخل ہوئیں اور اگر وہ قیام و مقدمہ پر نہ رہے تو جیسا کہ ہے بلکہ وہ عشاء الخیرہ ہے یا نہ ہو اس کے بارے میں اس وقت اس کے گمان میں اس پر کوئی قضا نہیں ہے۔

تشریح صورت مسئلہ یہ ہے کہ شاید ایک شخص کی عیب دہی نمازیں فوت ہو گئیں پھر یہ شخص فوت شدہ نمازوں کی قضا کرنے کا حق ہے۔ چھ نمازوں سے کمرہ ختم ہوا جس شخص نے وہ قیام نماز پڑھی۔ اور ان پانچ جہتی جن کی بھی تک قضا نہیں کر کا وہ اس میں ہیں۔ تو اس صورت میں وہ قیام نماز چاکر ہوگی یا چاکر ہوگی امام محمد سے اس میں دورہ احتیاط میں ایک روایت عدم جواز کی ہے۔ اسی کے قائل قیام یا نہ ہو۔ مسئلہ ہوا ہے۔ اور دوسری روایت جواز کی ہے جس کے قائل ابو حفص کبیر، طحاوی، حاکم، مسلم، ابوالحسن، صاحب محیط اور بعض محدثین ہیں۔ دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ اس شخص کے ذمہ ایک ماہ کی نمازیں تھیں اور یہ طالع ہے کہ ایک ماہ کی نمازیں کیش ہیں اور اسی فوائت سے ترتیب سا قہ ہو جاتی ہے۔ پس یہاں بھی فوائت کے بشر ہونے کی وجہ سے ترتیب سا قہ ہو چکی ہے اور قہ وہ ہے کہ الساقط لا یسقط جہتی جو چیز ایک مرتبہ سا قہ ہوئی ہو وہ اس میں آتی۔ مثلاً ناپاک پانی قلیل ہے۔ اس ناپاک پانی کو ماہ جاری میں اس میں آتا ہے۔ یہ بھی شے ہوئی ہے اور پھر یہ پانی قلیل ہو گیا تو اب نجس نہیں ہوگا۔ کیونکہ پانی کے کثیر اور جاری ہونے کی وجہ سے اس کی نجاست سا قہ ہو گئی تھی اور قہ وہ ہے کہ الساقط لا یسقط لہذا سا قہ شدہ نجاست کو اس کو واپس نہیں آئے گی۔

پس اسی مرتبہ جب کہ فوائت کی وجہ سے ترتیب سا قہ ہو گئی پھر قضا نمازیں کمرہ گئیں تو اب اس قفل کی وجہ سے ترتیب عزم نہیں کرنے کی اور جب ترتیب نہیں دینی تو وہ قیام نماز و جہتی فوائت پر مقدمہ کرتا ہے۔

صاحب ہدایہ نے کہا کہ یہی روایت درایت اور روایت دونوں اعتبار سے اظہر ہے۔ روایت تو اس لئے کہ ترتیب کے سا قہ ہونے کی حالت میں علی الحدیث ہونے کی وجہ سے کثرت ہے اور چونکہ اکثر نمازوں کی قضا کر چکا ہے صرف چھ نمازوں سے کم پڑی رہ گئیں ہیں اس لئے ترتیب کے سا قہ ہونے کی حالت پڑی اور جب علت سقوط باقی نہ رہی تو سقوط ترتیب کا حکم بھی باقی نہ رہے گا کیونکہ علت کے منتفی ہونے سے حکم منتفی ہو جاتا ہے اور جب سقوط ترتیب کا حکم باقی نہ رہا تو ترتیب خود کر آئے گی اور جب ترتیب خود کر آئی تو جہتی فوائت پر وہ قیام نماز مقدمہ کرنا کہیے گا نہ ہوگا کیونکہ فوائت قلیلہ اور وہ قیام کے درمیان ترتیب فرض ہے۔

اور روایت سے ظہر ہے کہ امام محمد سے اس شخص کے بارے میں روایت ہے جس نے ایک دن ایک رات کی نمازیں پچھڑائیں۔ مثلاً فجر کی نماز سے لے کر عشاء تک پانچ نمازیں فوت ہو گئیں پھر اگلے دن یہ وہ قیام کے ساتھ ایک فیکو کی قضا کرنے کا مشاعرہ فجر کی نماز سے وقت کل گذشتہ کی فجر کی نماز قضا کی اور ظہر کے وقت کل گذشتہ ظہر کی قضا کی وغیرہ وغیرہ تو اس صورت میں فوائت بہ حال میں چلا گئیں اور فوائت لغوات وقتوں پر مقدمہ کیا ہو تو مقدمہ غریبا ہو۔ مگر اس قدر فرق ضرور ہے کہ تقدیم کی صورت میں پانچوں وقتیں از فجرت باقی نہ ہو چکی ہیں اور نہ ہی صورت میں عشاء کے سا قہ ہو جاتی ہے بلکہ وہ قیام ہو چکی ہیں۔

تیسری یہ ہے کہ جس شخص کی فجر کی نمازیں فوت ہو گئیں اور اس نے اگلے دن کی نمازوں کی قضا کی تو اس میں اس صورت پر

پہلے فجر کی وقفہ ادا کی پھر کل گذشتہ کی فجر کی قضاء کی جس پر چونکہ یہ شخص صاحب ترتیب ہے اس لئے وقفہ کو فوائت پر مقدم کرنے سے وقفہ نماز سد ہو گئی اور فوت شدہ نمازیں چھ ہو گئیں۔ پانچ کل گذشتہ کی اور ایک آن کی نماز فجر لیکن جب اس نے کل گذشتہ کی نماز فجر کی قضاء کر لی اور درست بھی ہے تو اب فوائت پھر پانچ رو گئیں چار نمازیں از غبر تا عشاء گذشتہ کل کی اور ایک آن کی نماز فجر، پھر ظہر کے وقت میں آن کی ظہر کو پہلے ادا کیا اور کل گذشتہ کی ظہر کو بعد میں تو آن کی ظہر فاسد ہوئی نیز تک صاحب ترتیب ہونے کے باوجود اس نے وقفہ و فوائت پر مقدم کیا ہے جس پر جب آن کی ظہر فاسد ہو گئی تو پھر چھ نمازیں فوائت ہو گئیں یعنی کل گذشتہ کی ظہر سے آن کی ظہر تک لیکن جب کل گذشتہ کی ظہر کو ادا کر لیا اور وہ چار بھی ہوئی تو پھر فوائت پانچ رو گئیں یعنی کل گذشتہ کی عصر سے آن کی ظہر تک۔ پھر عصر کا وقت آیا اور اس میں آن کی عصر کو پہلے ادا کیا۔ تو صاحب ترتیب ہونے کی وجہ سے وہ فاسد ہو گئی چنانچہ فوائت کی تعداد پھر چھ ہو گئی لیکن جب کل گذشتہ کی عصر کو پڑھا اور درست ہے تو فوائت بھی پانچ باقی ہیں۔ یعنی از مغرب تا عصر، پھر مغرب کے وقت میں وقفہ یا مقدم یا تو صاحب ترتیب ہونے کی وجہ سے مغرب کی وقفہ فاسد ہوئی اور فوائت کی تعداد چھ ہو گئی یعنی کل گذشتہ کی مغرب سے آن کی مغرب تک۔ لیکن جب کل گذشتہ کی مغرب کی قضاء کر لی تو پھر فوائت پانچ رو گئیں پھر جب عشاء کے وقت میں وقفہ کو پہلے ادا کیا تو صاحب ترتیب ہونے کی وجہ سے عشاء کی نماز سد ہے اور پھر کل فوائت چھ ہو گئیں یعنی کل گذشتہ کی عشاء سے آن کی عشاء تک لیکن جب کل گذشتہ کی عشاء کی قضاء کی اور وہ چار بھی ہو گئے تو پھر فوائت پانچ رو گئیں۔

اس تفصیل سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اگر وقتیات کو فوائت پر مقدم کیا تو فوائت جائز اور وقتیات فاسد ہیں اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ فوائت اترتیں یعنی چھ سے کم رہ جائیں تو ترتیب کو زبردستی ہے۔ یہاں اسی کو ثابت کرتا پیش نظر ہے اور اگر وقتیات کو فوائت سے مؤخر کیا تو اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ آن فجر کے وقت میں پہلے کل گذشتہ کی فجر ادا ہوئی ہے۔ لیکن آن کی فجر ادا نہیں ہوئی اس لئے کہ آن کی فجر جو وقفہ ہے اس کو مقدم کر دیا ہے باقی فوائت پر، حالانکہ وجوب ترتیب کی وجہ سے فوائت کا وقفہ پر مقدم کرنا لازم تھا۔ اسی طرح باقی نمازوں کو قیاس کر لیجئے لیکن عشاء کے وقت میں جب کل گذشتہ کی عشاء کو پہلے ادا کیا اور پھر آن کی عشاء کو دیا تو ان میں جملہ نمازیں کہ آن کی عشاء درست ہو جائے گی کیونکہ یہ شخص اس خیال میں ہے کہ میرے سد ہوئی فائدتیں ہیں ہے حالانکہ آن کی چاروں نمازیں فاسد ہیں جس پر شخص ایسا ہو گیا جیسے کہ فوائت کو بچھوٹے والا اور یہ بات گذر چکی کہ نسبت ترتیب کو ساتھ کرتا ہے جس پر جب ترتیب ساتھ ہوئی تو عشاء کی نماز چار ہو جائے گی یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ حکم اسی وقت ہے جبکہ یہ جاہل ہو لیکن اگر علم اور اس مسئلہ سے واقف ہے تو عشاء کی نماز بھی درست نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

ظہر کی نماز نہ پڑھنا یا دھونے کے باوجود عصر کی نماز پڑھنے کا حکم، اقوال فقہاء

وَمَنْ صَلَّى النُّصْرَ وَهُوَ ذَاكَ إِنَّهُ لَمْ يَصِلِ الظُّهْرَ، فَهِيَ قَاسِدَةٌ، إِنْ كَانَ فِيهِ إِجْرَ الْوَقْتِ، وَهِيَ مُسَالَّةُ التَّوَلُّبِ وَإِذَا فَسَدَتِ الْعَزَازِيَةُ لَا يَبْطُلُ أَصْلُ الصَّلَاةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَالْمُبِىُّ مُؤَسَّفٌ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يَبْطُلُ، لِأَنَّ التَّجَرُّمَةَ عَقِدَتْ لِلنُّصْرِ، فَإِذَا بَطَلَتِ الْعَزَازِيَةُ بَطَلَتِ التَّجَرُّمَةُ أَصْلًا، وَلَهُمَا أَنَّهَا عَقِدَتْ لِأَصْلِ الصَّلَاةِ، وَبُيُوصَفُ الْعَزَازِيَةُ، فَهِيَ بَعْضُ زَوْجِ الْمُطْلَقِ الْوَصْفِ مُطْلَقًا الْأَصْلِ

ترجمہ اور جس نے عصر پڑھی اس حال میں کہ اس کو یہ ہے کہ اس نے ظہر نہیں پڑھی ہے۔ تو نماز عصر فاسد ہے مگر جب کہ یاد آئے عصر

کے آخری وقت میں ہو اور یہ مسئلہ ترتیب ہے۔ اور جب فرضیت کا سد ہوگئی تو شیخین کے نزدیک اصل نماز باطل نہ ہوگی۔ اور امام محمد سے نزدیک (اصل نمازی) باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ تحریر فرض کے لئے منعقد کیا گیا ہے پس جب فرضیت باطل ہوگئی تو تحریر یہ بھی باطل ہو گیا ہے۔ اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ تحریر وصف فرضیت کے ساتھ اصل نماز کے لئے منعقد کیا گیا ہے۔ پس وصف کے باطل ہونے سے اصل کا باطل ہونا ضروری نہیں ہے۔

تشریح۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے عصر کی نماز پڑھی اور اس کو یہ یاد ہے کہ ابھی تک ظہر نہیں پڑھی ہے تو عصر کی نماز کا سد ہو جائے گا کیونکہ اس نے ترتیب کو چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ اس پر ترتیب فرض تھی۔ ہاں اگر عصر کی نماز عصر کے آخری وقت میں ادا کی اور یہ یاد ہے کہ ظہر نہیں پڑھی ہے تو عصر کی نماز درست ہو جائے گی کیونکہ وقت کا ٹک ہونا ترتیب کو ساقط کر دیتا ہے۔

دوسری بات کہ ترتیب کے فوت ہونے سے جب فرضیت باطل ہوگئی تو اصل صلوٰۃ بھی باطل ہوگی یا نہیں؟ سو اس بارے میں اختلاف ہے۔ چنانچہ شیخین نے فرمایا کہ اصل صلوٰۃ باطل نہیں ہوگی یعنی ترتیب نہ پائی جانے کی وجہ سے عصر کی نماز کا فرض ادا ہوتا، مگر جب باطل ہو گیا لیکن اس کا نفل ہونا باقی ہے۔

حاصل یہ کہ عصر کی یہ نماز ادا فرض شمار نہیں ہوگا بلکہ ادا نفل شمار ہوگا۔ اور امام محمد نے فرمایا کہ فرضیت باطل ہونے سے اصل نماز بھی باطل ہو جائے گی۔ یعنی عصر کی یہ نماز نہ فرض شمار ہوگی اور نہ نفل شمار ہوگی۔ شرعاً اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ جس شخص نے وسعت وقت میں عصر کی نماز شروع کی اور اسی لمحہ اس کو ظہر کی فائیت یاد ہے پھر یہ شخص بحالت نماز قہقہہ، رگزش یا تو شیخین کے نزدیک اس کا وضو نوٹ نہ جائے گا۔ کیونکہ شیخین کے نزدیک اصل صلاۃ باقی ہے اور بحالت نماز قہقہہ لگا کر بشتا ناقض وضو ہے اس لئے ان کے نزدیک وضو نوٹ جائے گا اور امام محمد کے نزدیک وضو نہیں نوٹے گا کیونکہ امام محمد کے نزدیک اصل نماز ہی باطل ہوگی ہے اس لئے ان کے نزدیک یہ قہقہہ بارگاہ نماز کی حالت میں نہیں ہوگا۔ اور نماز کی حالت کے علاوہ قہقہہ لگا کر بشتا ناقض وضو نہیں ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں قہقہہ لگا کر بشتا ناقض وضو نہیں ہوگا۔

اصل مسئلہ میں امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ تحریر فرضیت عصر کے لئے منعقد کیا گیا ہے اور بروہ چیز کہ جس کے لئے تحریر منعقد کیا جائے جب وہ باطل ہوگئی تو تحریر یہ بھی باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ تحریر اس شے کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے پس جب مقصود باطل ہو گیا تو اس کا وسیلہ اور ذریعہ بھی باطل ہو جائے گا اور جب تحریر باطل ہوگی تو اصل صلاۃ ہی باطل ہوگی اور جب اصل صلاۃ باطل ہوگی تو نہ فرض ادا ہوگا اور نہ نفل۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ تحریر منعقد کیا گیا ہے اصل صلاۃ کے لئے جو وصف فرضیت کے ساتھ موصوف ہے اور ترتیب کے فوت ہونے کی وجہ سے عصر کی نماز کا وصف فرضیت باطل ہو گیا ہے۔ ضروری نہیں ہے جیسے کسی شخص نے اپنی تجدیدی اور غربت کی وجہ سے کفارہ یحیٰن کے اندر تین روزے رکھنا شروع کر دیئے پھر دن کے درمیان وہ لہذا ہو گیا تو اس کا اصل روزہ باطل نہیں ہوگا بلکہ اس روزہ کا کفارہ واقع ہونے کا وصف باطل ہو جائے گا۔ یعنی وہ روزہ کفارہ یحیٰن میں شمار نہیں ہوگا۔ البتہ صوم نفل ہو جائے گا۔ اور کفارہ یحیٰن میں اس نے شمار نہیں ہوگا کہ لہذا آئی ہے سے نہ آئی ہے۔ اور کفارہ یحیٰن باجماع ادا کرے۔ یا لیسوۃ یا غلام آزاد کرے۔ ان تینوں پر ہر مقدمہ رت کی صورت میں روزہ

رکنے کا حکم ہے۔ پس جب اس نے ٹھیکہ کی وجہ سے روزے کے ساتھ کفارہ وادارہ شروع کیا لیکن دن کے اندر روزے کی حالت میں یہ شخص لہذا ہو گیا تو اس روزے کا وصف قویٰ کفارہ و باطل ہو گیا۔ لیکن اصل روزہ باطل نہیں ہوا۔ پس جس طرح یہاں بطلان وصف سے بطلان اصل نہیں ہوا اسی طرح تمیز کے مسئلے میں بھی وصف قرینیت کے باطن ہونے سے اصل نہ زایل نہیں ہوئی۔

عصر کی نماز فساد موقوف پر ہوگی کا مطلب

لَمَّا الْغَضِبُ بَغْضًا مَوْقُوفًا حَتَّى لَوْ صَلَّى سِتَّ صَلَواتٍ، وَلَمْ يُعِدِّ الطُّهْرَ، رُقِلَتْ الْكُلُّ جَانِبًا، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَعِنْدَهُمَا بَغْضًا مَوْقُوفًا سِتًّا لَا جَوَازَ لَهَا بِحَالٍ، وَقَدْ عُرِفَ ذَلِكَ فِي مَوْصِعِهِ

ترجمہ۔ پھر عصر فساد موقوف کے طور پر فاسد ہوئی۔ حتیٰ کہ اگر چھ نمازیں پڑھیں اور ٹھیکہ کا اعادہ نہیں کیا تو تمام نمازیں جائز ہو جائیں گی۔ یہ صحابہ ابوحنیفہ سے نزدیک ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک عصر قطعی طور پر فاسد ہوئی۔ وہ اب کسی حال میں جائز نہیں ہو سکتی ہے۔ اور یہ اپنے موقع پر معلوم ہو چکا ہے۔

تشریح۔ مسئلہ مذکور یعنی عصر کی نماز پڑھی اور یہ یاد رہے کہ غم نہ نماز ابھی نہیں پڑھی ہے۔ تو اس صورت میں فرمایا تھا کہ ترتیب کے فوت ہونے کی وجہ سے عصر کی نماز فاسد ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ عصر کی یہ نماز موقوفہ نامہ ہوئی ہے یا قطعاً اور حتماً۔ سو امام ابوحنیفہ نے کہا کہ عصر کی نماز موقوفہ فاسد ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ اگر چھ نمازیں پڑھیں۔ یعنی آج کی عصر سے کل آئندہ کی عصر تک اور ٹھیکہ کی فائتہ نماز ابھی تک قضاء نہیں کیا ہے تو یہ سب نمازیں جائز ہو جائیں گی۔

دلیل یہ ہے کہ عصر اور اس کے بعد پانچ نمازوں تک فساد کی حالت وجوب ترتیب ہے یعنی عصر، مغرب، عشاء، فجر اور اگلے دن کی ظہر اس لئے فاسد ہیں کہ ان کے ابھی تک مکمل گزشتہ کی غم وادارہ نہیں کیا ہے۔ حالانکہ ترتیب کا متعین ہے کہ پہلے کل گزشتہ کی ظہر کی قضاء کرنا لیکن جب اس نے اگلے دن کی عصر اور آج کی توبہ کو مکمل گزشتہ کی غم کے بعد چھ نمازیں فاسد ہوئیں اور چھ نمازوں سے کثرت غایت ہو جاتی ہے اور پہلے گزر چکا کہ کثرت فوائد سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے پس جب اس شخص نے اگلے دن کی عصر اور آج کی توبہ کو مکمل گزشتہ کی فائتہ سے ترتیب ساقط ہوئی اور جب ترتیب ساقط ہوئی تو تمام نمازیں جائز ہو جائیں گی۔

صاحبین نے فرمایا کہ عصر کی نماز حتماً اور قطعاً فاسد ہو جائے گی۔ یعنی کسی حال میں بھی جائز نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے غم نہ نماز نہیں پڑھی ہے۔ پھر اس کے بعد پانچ وقت تک پانچ نمازیں اپنے اپنے وقت پر پڑھیں تو صاحبین کے نزدیک پانچوں فاسد ہیں۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ ترتیب ساقط ہونے کی حالت کثرت فوائد ہے اور قاعدہ ہے کہ حکم علت سے مؤخر ہوتا ہے پس حقوق ترتیب کا حکم اس وقت ہوگا جبکہ فوائد کثرت (چھ) ہو جائیں۔ لہذا نہ کہ غم نہ نماز کی قضاء کے بغیر اگر پانچ نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھیں تو پانچ نمازیں قطعی طور پر فاسد ہو جائیں گی۔ کیونکہ قاعدہ ترتیب کی حالت نہیں پائی۔

وتر پڑھے بغیر فجر کی نماز پڑھنے کا حکم

وَلَوْ صَلَّى الْمُسْحَرُ وَهُوَ ذَاكِرٌ أَنَّهُ لَمْ يُؤَيِّرْ، فَهِيَ قَائِدَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ جَلَا قَالَهُمَا، وَهَذَا بِنَاءً عَلَى أَنَّ الْيَوْمَ وَاجِبٌ عِنْدَهُ سِتَّةٌ عِنْدَهُمَا، وَلَا تَرْتِيبَ فِيهِمَا بَيْنَ الْغَايِصِ وَالشَّيْبِ، وَعَلَى هَذَا إِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ

وَصَلَّى السُّنَّةَ، وَالْوُتْرَ، ثُمَّ نَسِيَ أَنْ يَصَلِّيَ الْعِشَاءَ بَعْدَ صَلَاةِ الْوُتْرِ، فَإِنَّهُ يُعِيدُ الْعِشَاءَ وَالسُّنَّةَ دُونَ الْوُتْرِ، لِأَنَّ الْوُتْرَ قَوْلٌ عَلَى جِدَّةٍ عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُمَا يُعِيدُ الْوُتْرَ أَيْضًا لِكُونِهِ تَبَعًا لِلْعِشَاءِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ

ترجمہ اور اس نے فجر کی نماز پڑھی اور یہ یاد ہے کہ وتر کی نماز ادا نہیں کی ہے تو یہ فاسد ہے ابوحنیفہ نے نماز ایک صاحبین کا مختلف ہے۔ اور یہ اس بات پر مبنی ہے کہ امام صاحب کے نزدیک وتر واجب ہے۔ صاحبین کے نزدیک سنت ہے اور فرائض اور سنن کے درمیان ترتیب نہیں ہے۔ اور اسی بنا پر اگر عشاء کی نماز پڑھی پھر وضو کیا اور سنت اور نماز وتر پڑھیں پھر نماز ہو کہ عشاء بغیر طہارت کے پڑھی ہے تو امام صاحب کے نزدیک عشاء اور سنت دونوں کا اہم نہ کہ وتر کا، کیونکہ امام صاحب کے نزدیک وتر عیدہ و فرض ہے اور صاحبین کے نزدیک وتر کا بھی اعادہ کرے کیونکہ وہ عشاء کے تابع ہے۔ واللہ اعلم

تشریح صورت مسد یہ ہے کہ ایک شخص نے فجر کی نماز پڑھی حال یہ کہ اس نے وتر کی نماز نہیں پڑھی تھی۔ اور اس کو وتر نہ پڑھنا یا دہی ہے تو اس صورت میں امام صاحب کے نزدیک فجر کی نماز فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک فاسد نہیں ہے۔ امام صاحب اور صاحبین کے درمیان یہ اختلاف اس بات پر مبنی ہے کہ امام صاحب کے نزدیک نماز وتر واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے۔ اور یہ بات سے شہد ہے کہ ترتیب فقہ فرائض کے درمیان واجب ہے فرائض اور سنتوں کے درمیان واجب نہیں ہے۔ پس چونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر واجب ہے۔ اس لئے وتر اور فجر کے درمیان ترتیب واجب ہوئی۔ اور مذکورہ صورت میں چونکہ ترتیب موجود نہیں ہے اس لئے فجر کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور صاحبین کے نزدیک وتر عشاء سے ہے اس لئے فجر اور وتر کے درمیان ترتیب واجب نہ ہوئی اور چونکہ وتر اور فجر کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے اس لئے فجر کی نماز فاسد نہ ہوئی۔ اگرچہ یہ یاد ہے کہ وتر کی نماز نہیں پڑھی ہے۔

نماز عشاء کے بعد نئے وضو سے سنت و وتر ادا کئے پھر معلوم ہوا عشاء بغیر وضو پڑھی ہے تو کیا حکم ہے اسی اصول پر کہ امام صاحب کے نزدیک وتر واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے اگر کسی نے عشاء کی نماز پڑھ لی پھر وضو کیا اور عشاء کے بعد کی سنتیں اور نماز وتر ادا کی۔ پھر واضح ہوا کہ عشاء کی نماز بغیر وضو کے ادا کی ہے۔ تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک عشاء کی نماز اور سنت دونوں کا اہم نہ کہ وتر کا اہم اور نہیں کرے گا۔ وتر کا اعادہ تو اس لئے نہیں ہوگا کہ وتر امام صاحب کے نزدیک واجب ہے اور اس کو اس کے وقت میں عیدہ رت سے ساتھ ادا بھی کر لیا ہے کیونکہ وتر کا وقت وہی ہے جو عشاء کا وقت ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عشاء اور وتر میں ترتیب نہیں پائی گئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نظر رسیان کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو گئی ہے۔ لہذا وتر کا اعادہ لازم نہیں ہوگا۔ اور سنت کا اہم وہ اس لئے ہوگا کہ سنت فرض کے تابع ہوتی ہے۔ پس جب فرض کا اہم ہوگا تو اس کے تابع کا اہم اور بھی نہ ہوگا۔ اور صاحبین کے نزدیک وتر چونکہ سنت ہے اور سنت عشاء کے فرضوں کے تابع ہے اس لئے عشاء کی نماز سے ساتھ وتر کا اہم اور بھی نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بحقیق احمد علی عنہ

بَابُ سُجُودِ السَّهْوِ

ترجمہ .. (یہ) باب سہو کے سجدوں کے بیان میں ہے

تشریح ادا اور قضاء کے بیان سے فراغت پا کر اب اس چیز کو بیان کریں گے جو ادا اور قضاء میں واقع ہونے والے نقصان کی صفائی کرے۔ یعنی سجدہ سہو، سجدہ سہو کی ترتیب اصافۃ المستیب الکی العیبت کے قید سے ہے کیونکہ نماز کے اندر سہو ہی سجدہ واجب

ہونے کا سبب ہے۔ رہی یہ بات کہ نماز میں دو جہدے مقرر ہونے کی کیا حکمت ہے۔ سو حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کی زبان حق بیان میں جہد ظہری میں۔ جہد داہن نفس خواہش بات پر جہتیں کرنے کے لئے کہ میں اس خاک سے پیدا ہوا ہوں اور دوسرا جہد واس بات پر حال ہے۔ میں ایسی بات میں لوٹ پاؤں گا۔ یعنی میں اللہ صاحب قہوٹی (حاشیہ) امام اسلام میں کی نظر میں) رقم ہر از میں کہ اور شیطان نے جہد سے اعراض کیا تھا اس کو دلیل کرنے کے لئے دو جہدے فرض ہوئے اور ازل سے جہدے جہد جہد سے اٹھے تو کافروں کا نہ رہا معلوم ہوا اپنی توفیق کے شکر یہ میں دوسرا ہوا تھا وہ اب بھی ہے۔ (امام اسلام میں کی نظر میں)

جہدہ سہو کب واجب ہوتا ہے اور ادائیگی کا طریقہ

سَجْدٌ لِلْسَّهْوِ هِيَ الزَّيَادَةُ وَالْقَضَاءُ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ السَّلَامِ، ثُمَّ يَنْسَهُدُّهُ ثُمَّ يَسْتَلِمُ، وَعَنْدَ السَّاهِيَةِ يَسْجُدُ قَبْلَ السَّلَامِ، لِسَبَابٍ أَوْ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَجْدَ لِلْسَّهْوِ قَبْلَ السَّلَامِ، وَلَا قَوْلَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، لِكُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ السَّلَامِ، وَرَوَى أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَجْدَ سَجْدَتَيْنِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ، فَتَعَارَضَتْ رِوَايَاتُهُمَا، فَقِيلَ التَّشْكُّكُ بِقَوْلِهِ سَالِمًا وَلَا يَلِاقُ سَجْدَ السَّهْوِ وَمَا لَا يَتَكَرَّرُ، فَيُؤَخَّرُ عَنِ السَّلَامِ حَتَّى تُوْصَلَ عَنْ السَّلَامِ بِتَحْرِيرِهِ، وَهَذَا الْحِلَالُ فِي الْأَوَّلَيْنِ، وَبِأَيِّ سَبَبَيْنِ هُوَ الصَّحِيحُ صَرَفًا لِلْسَّلَامِ الْمَذْكُورِ إِلَى مَا هُوَ الْمَعْقُودُ، وَبِأَيِّ مَالِصِلَةٍ عَلَى الْبَيْتِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالِدَعَاءِ فِي قَعْدَةِ السَّهْوِ، هُوَ الصَّحِيحُ لِأَن الدَّعَاءَ مُوضَعُهُ أَجْرُ الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ زیادتی اور نقصان کی صورت میں سلام کے بعد سہو کا جہد نہ کرے۔ پھر تشہید پڑھے۔ پھر سلام بھیجے۔ اور امام شافعی نے فرمایا ایک سلام سے پہلے جہد نہ کرے کیونکہ مردی ہے کہ حضور ﷺ نے سلام سے پہلے سہو کا جہد کیا ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سہو کے لئے سلام کے بعد دو جہدے ہیں اور روایت کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے سلام کے بعد سہو کے دو جہدے کئے ہیں پس حضرت جہد کے بعض کی دونوں روایتیں متعارض ہیں تو آپ ﷺ کے قول سے استدلال کرنا یا معارضہ دینی ہو گیا۔ اور اس نے کہ جہدہ سہو ان چیزوں میں سے ہے جو تکرر نہیں ہوتا۔ لہذا اسلام سے مؤخر کیا جائے گا تا کہ اگر سلام سے سہو نہ کرے تو یہ بھی جہدہ سے پورا ہو جائے اور یہ اختلاف اولویت میں ہے اور دو سلام بھیجے۔ یہی صحیح ہے کیونکہ احادیث میں جو سلام مذکور ہے وہ عہودِ اسلام کی طرف راجع ہے اور سہو سے قعدہ میں حضور ﷺ پروردگار ہے۔ اور اپنے لئے وہاں کے یہی صحیح ہے کیونکہ امام کا مقام نماز کا آخر ہے۔

تشریح۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر نماز کے اندر کسی فعل کی زیادتی ہوئی یا کمی ہوئی یا کمی ہوئی تو اس پر دو جہدے سہو کے واجب ہوں گے۔ رہی یہ بات کہ سلام کے بعد واجب ہوں گے یا سلام سے پہلے تو جواز کے اندر کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ سب کا اتفاق ہے کہ جہدہ سہو سلام سے پہلے نہ کرے۔ یہ سلام جہد کرے۔ دونوں باتوں روایات میں اختلاف ہے اپنا چھ اختلاف کے نزدیک سلام کے بعد اولیٰ ہے اور امام شافعی نے فرمایا ایک سلام سے پہلے اولیٰ ہے۔ اور امام مالک نے فرمایا کہ اگر بعض کا سہو نقصان سے ہے تو جہدہ سہو سلام سے پہلے نہ کرے اور اگر زیادتی ہوئی تو سلام کے بعد جہدہ سہو کرے۔

امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جہدہ سہو سلام سے پہلے کیا ہے جیسا کہ صحیح مسند میں عبد اللہ بن مالک کی حدیث ہے۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ وَ لَمْ يَتَوَلَّسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ حَتَّى إِذَا

فَصَلَّى الصَّلَاةَ وَانْتَظَرَ النَّاسَ نَسِيْلَهُمْ كَثَرٌ وَهُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَسْتَلِمَ، یعنی حضور ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی اور پہلے دو رکعتوں میں بغیر قعدہ کے کھڑے ہو گئے آپ کے ساتھ لوگ بھی کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جب نماز قریب الختم ہو گئی اور لوگ آپ کے سلام پھیرنے کے انتظار کرنے لگے تو آپ ﷺ نے بیٹھے بیٹھے تکبیر کی اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو قبل السلام ہے۔

احناف کی دلیل آنحضور ﷺ کا قول لِكُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ السَّلَامِ ہے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ) دوسری دلیل حدیث فعلی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدے کئے ہیں۔ صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ دو سجدے فعلی متدرج ہو گئیں ہیں پس ان دونوں وچھوڑ کر آپ ﷺ کے قول پر عمل کریں گے اور آپ ﷺ کا قول یہ ہے کہ سہو کے دو سجدے سہم کے بعد ہیں۔ احناف کی عقلی دلیل یہ ہے کہ ہدایہ سجدہ سہو مکرر نہیں ہوتا۔ اور سلام سے پہلے سجدہ سہو کرنے کی صورت میں تکرار کا امکان ہے یا اس طور کہ سلام سے پہلے سجدہ کر لیا پھر جب سلام پھیرنے کا وقت آیا تو اس کو شک ہو گیا کہ تین رکعتیں ہوئی ہیں یا چار ہوئیں۔ اسی موقع میں پڑا یا یہاں تک کہ سلام میں تاخیر ہو گئی پھر یاد آیا کہ چار رکعتیں ہو گئیں ہیں تو اب تاخیر سلام کی وجہ سے اس پر دوبارہ سجدہ سہو واجب نہ ہو اب یہ شخص دوبارہ سجدہ سہو نہ کرے گا نہیں۔ دوسری صورتیں ہیں اس میں نے دوبارہ سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز میں یہ شخص باقی رہ گیا جس کی عطا فی نہیں کی گئی ہے اور اگر دوبارہ سجدہ سہو کیا تو سجدہ سہو مکرر ہو جائے گا حالانکہ یہ بالاجماع غیر مشروع ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ سجدہ سہو سلام کے بعد کیا جائے تاکہ تمام سہووں کی عطا فی ممکن ہو۔

دہلی یہ بات کہ سجدہ سہو سے پہلے دونوں طرف سلام پھیرے یا ایک طرف۔ اس بارے میں مصنف ہدایہ کے نزدیک رائج یہ ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرے اسی کے قائل شمس الغر السرخسی اور صدر الاسلام اور فقیہ ابو اللیث ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک بھی یہی حکم ہے۔ اور شیخ الاسلام خواجہ زادو، علامہ فخر الاسلام اور صاحب الفتح کے نزدیک رائج یہ ہے کہ فقط دائیں طرف سلام پھیرے۔ مصنف ہدایہ نے قول صحیح کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ احادیث میں جہاں لفظ سلام مذکور ہے اس سے متعارف اور معبود سلام مرد ہے اور متعارف دونوں طرف سلام پھیرنا ہے نہ کہ ایک طرف۔ اس لئے دونوں طرف سلام پھیرنا ضروری ہوگا۔ شیخ الاسلام خواجہ زادو و غیرہ کی دلیل یہ ہے کہ سلام کے دو حکم ہیں ایک تو قوم کے لئے تحیہ اور دوم تحلیل اور یہ سلام جو سجدہ سہو کے لئے ہے اس میں تحیہ امر نہیں ہو سکتا کیونکہ جو سلام تحیہ اور دعا کے لئے ہوتا ہے وہ قاطع احرام ہوتا ہے اور یہاں نماز کو قطع کرنا مقصود نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ تحلیل مرد ہے اور یہ شخص میں تکرار نہیں ہوتا اس لئے تکرار سلام کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ایک طرف کافی ہوگا۔

دہلی یہ بات کہ درود علی النبی ﷺ اور دعا و ما ثورہ و قعدہ و صلوٰۃ میں پڑھے یا قعدہ سہو میں۔ قعدہ و صلوٰۃ سے مراد سجدہ سہو سے پہلے کا قعدہ ہے اور قعدہ سہو سے مراد سجدہ سے بعد کا قعدہ ہے اس بارے میں امام طحاوی نے فرمایا کہ دونوں قعدوں میں پڑھے یعنی قعدہ و صلوٰۃ میں بھی اور قعدہ سہو میں بھی اور شیخین کے نزدیک قعدہ و صلوٰۃ میں پڑھے یعنی سجدہ سہو سے پہلے اور امام محمد کے نزدیک قعدہ سہو میں پڑھے یعنی سجدہ سہو کے بعد۔ مصنف ہدایہ نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ امام طحاوی نے اپنے مذہب کی تاکید میں ایک ضابطہ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر دو قعدہ جس کے آخر میں ہر دو وحی النبی ﷺ پڑھا جائے گا۔ پس اس ضابطہ کی روشنی میں دونوں قعدوں میں درود پڑھا جائے گا یعنی جو سہو سے پہلے بھی اور اس کے بعد کیونکہ ان دونوں قعدوں یعنی قعدہ و صلوٰۃ اور قعدہ سہو کے آخر میں سلام ہے۔

فیاض مصطفیٰ نے فرمایا چونکہ جہد و سہو واجب ہے اس لئے جہد و سہو اس وقت واجب ہوگا جبکہ ہوا ہوئی واجب چھوٹ گیا ہو یہ واجب ہوگا اگر تے میں تاجھے ہوگئی ہو یا کبھی رکن کی ادائیگی میں تاجھے ہوئی ہو۔ قرب واجب کی مثال قعدہ اوں کا قرب کرنا ہے یہ عیدین کی نماز میں عقیقہ ات زوائد کا ترک کرنا ہے (یعنی عیدین کی نماز میں ازواج و عقیقہ کی وجہ سے جہد نہیں کیا جائے گا) تاجھے واجب کی مثال جیتے پانچوں رامت کے لئے سہوا کھڑا ہونا ہے تو اس سے سلام میں تاجھے ہوئی اور سلام واجب ہے اور تاخیر رکن کی مثال جیسے قعدہ اوں کی میں تشہہ پڑھنے کے بعد درود پڑھنے کا تو تیسری رکعت کا قیام جو فرض ہے اس میں تاجھے ہوئی ہے۔ بہر حال جہد و سہو واجب ہونے میں اسوں میں سے کہ سہوا ترک واجب پایا جائے یا تاخیر واجب یا تاخیر رکن۔

[illegible]

فعل مسنون کے چھوڑے پر جحدہ سہوازم ہوتا ہے (فعل مسنون کا مصداق)

قَالَ وَيَلْبِسُهُ إِذَا تَرَكَ فِعْلًا مَلُوسًا كَمَا أَنَّهُ إِذَا دَبَّ فِعْلًا وَاحِدًا لَا أَنَّهُ إِذَا بَسَّسَهُ شَيْءٌ أَنْ وَجُوهُهَا بِالْبَسِّ

ترجمہ اور تفسیر: سب سے پہلے جو کئی فعل مسنون ہیں ان کو اس سے قطعاً واجب قرار دیا گیا مگر اس حالت میں حرکت سے یہ ارادہ یا نیت کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔

تشریح مسند صاحب قدوری کہتے ہیں کہ نمازی نے درود میں فعل سنون پڑھا۔ یہ تو اس پدیدہ "واجب الیہ" کا ایک نمونہ ہے۔ یہ بتاتے ہیں کہ مشن میں فعل سنون سے مراد فعل واجب ہے کیونکہ فعل سنون واجب اور آیت کے بعد وہ واجب نہیں ہوتا بلکہ قرآن واجب الیہ ہے۔ دسی یہ بات کہ مشن کے اندر فعلاً مَسْنُوناً کیوں کہا گیا ہے؟
جواب یہ ہے کہ آیت کے "واجب الیہ" کا جواب علت سے ثابت ہوتا ہے۔

سورۃ فاتحہ یا قنوت یا تکبیرات عیدین چھوڑنے سے جحد و سہوہ اجاب ہوتا ہے

قَالَ أَوْ تَشْرِكُ بِرَأْسِهَا الْقَائِمَةَ لِأَنْفِهَا وَاحِدَةُ الْقُوَّةِ أَوْ تَشْهَدُ أَنْ تَكْثُرَ الْعُيُودُ لِأَنْفِهَا وَحِثَّ وَفَدَّ عَيْنَهُ
السَّلَامَ وَأَطْبَعَ عَلَيْهَا مِنْ غَيْرِ تَرْكِهَا غَيْرَ مَرَّةٍ وَهِيَ مَرَّةُ الْوُجُوبِ وَلِأَنْفِهَا تَصَافُ إِلَى جَمِيعِ الصُّلُوكِ فَقَدْ أَتَتْهَا
مِنْ حَضَرَتِهَا وَدَلَّكَ بِالْوُجُوبِ ثُمَّ ذَكَرَ التَّشْهِيدَ بِحُسْنِ الْفَعْدَةِ الْأُولَى وَالْقَرِيبَةِ وَالْقَرَاءَةِ فِيهِمْ وَكُلَّ ذَلِكَ
وَاحِدٌ وَهِيَ سَحْدَةُ الشَّهَادَةِ الصَّحِيحَةِ

ترجمہ: اگر کہ یہ فقہی قرات چھوڑ دی کیونکہ (نماز میں فاتحہ پڑھنا) واجب ہے، یہ وہ قوت ہے جو دے یا تشہد یا تکبیرات میں عین چھوڑنے سے منع دیتا ہے۔ ان چیزیں واجبات ہیں۔ اس لئے کہ انصافاً اس بات پر موانعت فرمائی ہے بغیر کسی ترک کے اور یہ علامت ہے واجب کی۔ اور اس سے یہ بھی چیزیں چھوڑی نماز کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ پس اس بات پر دلالت ہوئی کہ یہ چیزیں نماز کے اخصائیس میں سے ہیں۔ اور یہ اخصاص واجب ہونے کی وجہ سے ہو گئے۔ چہ تشہد کا (مطلقاً) ذکر کرنا احتمال رکھتا ہے قعدہ اولیٰ اور قعدہ ثانیہ کا اور ان دونوں میں اہمیت پر مبنی ہونے کا۔ اور ان میں سے ایک واجب ہے اور ان سے ترک میں جہد و سہولت نہیں۔ یہی صحیح ہے۔

تشریح: اس عبارت میں ان چیزوں کی تفصیل ہے جن سے ترک نہ کرنا ہے۔ جہد و سہولت کا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ نماز کے اندر قرات فاتحہ و پھوڑا بھی واجب ہے۔ کیونکہ قرات فاتحہ واجب ہے لیکن یہ خیال رہے کہ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں ترک فاتحہ سے جہد و سہولت واجب ہوگا اور آخری دو رکعتوں میں ترک فاتحہ سے جہد و سہولت واجب نہیں۔ البتہ امام ابو حنیفہ سے حسن بن زیادنی روایت یہ ہے کہ آخرتین میں بھی ترک قرات فاتحہ سے جہد و سہولت واجب ہو جائے گا۔

نہایت میں وہ قوت چھوڑنا اور تشہد کا چھوڑنا اور تکبیرات میں عین چھوڑنا یا سب واجب جہد ہیں۔ لیکن یہ ہے کہ یہ تینوں چیزیں واجب ہیں اور ترک واجب سے جہد و سہولت واجب ہو جائے گی۔ البتہ ان کے ترک سے بھی جہد واجب ہو جائے گا۔ اور ان چیزوں کے واجب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان چیزوں پر ہدایت فرمائی ہے اور ان کی ترک نہیں کیا ہے اور رسول پاک ﷺ کا کسی چیز پر فیہ ترک کے ہدایت فرمانا اس کے واجب ہونے کی علامت ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ ان چیزوں کو چھوڑی نماز کی طرف منسوب کیا جاتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے قوت الوتر تکبیرات صلوات علیہم عین تشہد صلوات۔ پس ان چیزوں کو چھوڑی نماز کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن اس بات کی کہ یہ چیزیں نماز کے اخصائیس میں سے ہیں۔ اور ان اخصائیس عبارت ہے وجوب سے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ چیزیں واجبات میں سے ہیں۔

سادہ ہدایہ نے فرمایا کہ شیخ ابوالحسن قدوری نے لفظ تشہد ذکر کیا ہے۔ اور لفظ تشہد قعدہ اولیٰ اور قعدہ اخیرہ اور اہمیت پڑھنے پر بول جاتا ہے اور ان میں سے ایک واجب ہے اور ان سب سے ترک میں جہد و سہولت نہیں۔ یہی قول صحیح ہے۔

ہدایت میں عبارت پڑھنا مضیٰ ہے وہ یہ کہ صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے وَكُلُّ دَلِيلِكَ وَاجِبٌ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قعدہ اخیرہ بھی واجب ہے۔ البتہ قعدہ اخیرہ واجب نہیں ہے بلکہ فرض ہے اس کو ترک کرنے سے نماز کی فاسد ہو جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہدایت میں تنہا اس سے قرات قعدہ اخیرہ سے مراد اس کی بات ہے یعنی بغیر قعدہ اخیرہ کے اگر پانچویں رکعت کے لئے قرات ہو گیا۔ یہ پانچویں رکعت و سہولت سے جہد و سہولت نہیں ہے۔ البتہ قعدہ اولیٰ طرف وٹ آیا تو جہد و سہولت کے نماز پڑھنے کے لئے ہوگا تاہم یہ بھی ایک قوت ترک ہے اس سے تاخیر و ترک سے سخت تکبیر ہو جائے گی۔

جمہری نماز میں سر اور سرری نماز میں جہر اقرأت سے بھی جہد و سہولت واجب ہوتا ہے

وَلَوْ جَهَرَ الْإِمَامُ فِيمَا يُخَافُ أَوْ خَافَتْ فِيمَا يُجْهَرُ لَمْ يَمُتْ سَجْدَتَا الْكُفْرِ لِأَنَّ الْكُفْرَ فِي مَوْصِعِهِ وَالْمَسْحَافَةَ

فِي مَوَاضِعَ مِنَ التَّوَجَّاهَاتِ وَخَالَفَ الزَّوَايَةَ فِي الْقَدَارِ وَالْأَصَحُّ قَدَرُ مَا تَجَوَّزَ بِهِ الصَّلَاةُ فِي الْقُسْطَيْنِ لِأَنَّ
الْيَسِيرَ مِنَ السَّهْرِ وَالْإِحْفَاءِ لَا يُصِحُّ الْإِحْتِرَازَ عَنْهُ وَعَنِ الْكُثْبِ مُمَكِّنٌ وَمَا نَصَحَ بِهِ الصَّلَاةُ كَبِيرٌ غَيْرَ أَنَّ
ذَلِكَ عَشْدَةُ آيَةٍ وَاحِدَةٍ وَعِنْدَ هُمَا ثَلَاثُ آيَاتٍ وَهَذَا فِي حَقِّ الْإِمَامِ دُونَ الْمُسَفِّرِ لِأَنَّ الْجَهْرَ وَالْمَخَافَةَ مِنْ
حَصَابِصِ الْجَمَاعَةِ

ترجمہ اور امام نے ان نمازوں میں جہر کیا جن میں انشاء کرنا واجب ہے یا ان نمازوں میں انشاء یا جن میں جہر کرنا واجب ہے تو اس پر کچھ سہولت لازم ہوگا کیونکہ جہراپنے موقع پر اور انشاء اپنے موقع پر واجبات میں سے ہے اور مقدار کے بارے میں روایت مختلف ہوئی اور صحیح دونوں صورتوں میں اتنی مقدار ہے جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے کیونکہ خلیفہ سا جہر اور خلیفہ سا انشاء اس سے بچاؤ ممکن نہیں ہے اور کثیف مقدار سے بچاؤ ممکن ہے اور جس قدر سے نماز صحیح ہو جاتی ہے وہی شے جہر یا انشاء ہو خلیفہ کے لئے ایک یہ مقدار ایک آیت ہے اور ساتھین کے نزدیک تین آیتیں ہیں اور ان دونوں صورتوں میں کچھ واجب ہوگا امام کے حق میں ہے نہ کہ مؤلف نے حق میں کیونکہ جہر اور انشاء جماعت کے خصائص میں سے ہے۔

تشریح ہمارے نزدیک سری نماز کے اندر جہر کرنا اور جہر کی نماز میں انشاء کرنا کچھ واجب کرتا ہے اور امام شافعی نے فرمایا کہ ان صورتوں میں کچھ سہولت واجب نہیں ہوتا۔ امام مالک اور امام احمد نے فرمایا کہ اگر سری نماز میں جہر کیا تو بعد ہذا ہو کرے اور اگر جہر کی نماز میں انشاء کیا تو سلام سے پہلے کچھ کرے۔ امام احمد نے ایک روایت یہ ہے کہ ان صورتوں میں اگر کچھ کر لیا تو فَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلٰی ذٰلِكَ اور اگر کچھ نہیں کیا تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ امام شافعی کا استدلال حضرت ابوقرآن کی حدیث ہے کہ تَنِيءُ اَنَّ السَّيِّءَ سَمِعْنَا الْاَيَةَ وَالْاَيَّتِي فِي الطُّهْرِ وَالْعَصْرِ یعنی آنحضرتؐ ہمارے علم اور ہمارے علم میں ایک یہ آیت ہے کہ یہ کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ظہر اور عصر میں انشاء واجب نہیں ہے پس جب ان نمازوں میں انشاء واجب نہیں ہے تو رات کی نمازوں میں جہر کیونکر واجب ہوگا اور جب جہر کی نمازوں میں جہر اور سری نمازوں میں انشاء واجب نہیں ہے تو ان کو چھوڑ دینا سے کچھ سہولت بھی واجب نہیں ہوگی۔ (لہذا یہ) ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے نماز میں جہر کیا ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ظہر اور عصر میں بھی قراوت مشروع ہے پس جب آپ کا مقصد یہ تھا تو اس سے آپ پر کچھ سہولت واجب نہیں ہوا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ جن نمازوں میں باخبر قراوت کی باقی ہے ان میں جہر کرنا امام پر واجب ہے۔ تاکہ امام کی قراوت کو مقتدی بھی سن لے اور امام کی قراوت مقتدی کے قائم مقام ہو جائے اور ان کی نمازوں میں امام پر انشاء اس سے واجب ہے کہ انشاء اس میں شروع یا نیابت تاکہ غارت غلطی میں ڈالنے سے قرآن پاک کو ٹھکانا نہ پائے۔ چنانچہ آپؐ کو معلوم ہوگا کہ حدیثی اتفاق نے انشاء قراوت کا حکم اس وقت دیا ہے جبکہ آنحضرتؐ کو تلاوت فرمانے کے وقت غلطی میں ڈالنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دن کی نمازوں میں انشاء واجب ہے۔ رات کی نمازوں میں واجب نہیں ہے کیونکہ رات میں وہ لوگ نہ سوتے رہتے تھے جس کا صلہ یہ نہ کہ دن کی نمازوں میں انشاء قراوت کی حفاظت کے پیش نظر شروع کیا گیا ہے اور اس طرح کی چیزوں سے قراوت کی حفاظت کرنا واجب ہے پس ثابت ہوا کہ دن کی نمازوں میں انشاء واجب ہے۔ بہر حال جب سری نمازوں میں جہر کرنا اور جہر کی نمازوں میں انشاء کرنا واجب ہوا تو ان کو ترک کرنے سے کچھ سہولت بھی واجب ہو جائے گی کیونکہ ترک واجب سے کچھ واجب ہو جائے ہے۔ (املا یہ)

ترجمہ - کہہ کر امام کا سہو کرنا مقتدی پر مجبور واجب کرتا ہے کیونکہ اصل (امام) کے حق میں مجبور واجب اور واجب مقرر ہو چکا ہے اس وجہ سے مقتدی پر اقامت کا حکم امام کی نیت سے لازم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اگر امام نے مجبور نہیں کیا تو مقتدی بھی مجبور نہیں۔ (اس صورت میں) مقتدی اپنے امام کا مخالف ہو جائے گا۔ انکس اس نے امام کی متابعت میں رہنے والا تھا۔

تشریح - مسئلہ یہ ہے کہ امام سے کوئی سہو ہو گیا تو مجبور سہو امام پر بھی واجب ہوگا، اور مقتدی پر بھی کیونکہ جو جب امام کے حق میں مجبور سہو واجب کرنے والا ہے وہ مقتدی کے حق میں بھی تحقیق ہو گیا ہے اس لئے کہ مقتدی نے صحت و فساد اور اقامت میں امام کی متابعت کی ہے اور اگر امام نے یہ نیت نہیں کی تو مقتدی کو یہ نیت نہیں (پیدا ہو گیا) نہ یہ نیت و نقصان مقتدی کی نماز میں بھی یقیناً پیدا ہوگا اور جب امام اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے مجبور سہو کرے گا تو مقتدی پر بھی اپنی نماز میں یہ نیت و نقصان قائم رہے گا۔

ملاحظہ فرمائیے کہ چونکہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے تابع ہوتی ہے اسی لئے اگر امام اور مقتدی سہو فرمائیں اور نماز کے دوران امام نے اقامت کی نیت نہ کی تو تمام مقتدیین کی فرض نماز پر رخصت ہو جائے گی۔ چنانچہ مقتدیین کو صرف نیت نہیں پائی گئی۔

ملاحظہ فرمائیے کہ اگر مجبور سہو واجب ہونے کے باوجود امام نے مجبور سہو نہیں کیا تو مقتدی پر بھی مجبور واجب نہ ہوگا۔ امام مثلاً فقہ امام کا ایک مقتدی پر مجبور واجب ہے۔ اگرچہ امام نے مجبور نہیں کیا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر مقتدی نے بغیر امام کے مجبور سہو کر کے امام کی متابعت کی تو امام کی متابعت رہا۔ اگر امام یہ یہاں تک امام کے تابع ہو کر اور اگر نہ ہو۔ حاصل یہ کہ امام اس متابعت میں امام کا اور کسی نیت اور متابعت اور نیت سے امام کی متابعت ہے۔ امام مقتدی کے مجبور کر کے نیت تحقیق ہوئی تو متابعت منکفی ہوئی۔

مقتدی کی بھول سے امام اور مقتدی دونوں پر مجبور سہو نہیں

فَإِنْ سَهِيَ الْمُؤْتَمِّرُ لَمْ يَلْزَمْ الْإِمَامَ وَلَا الْمُؤْتَمِّرُ السَّخُوذَ لِأَنَّهُ لَوْ سَخَدَ وَخَذَفَ كَانَ مُخَالِفًا لِإِمَامِهِ وَلَوْ نَامَعَهُ الْإِمَامُ يَتَّقِلِبُ الْأَمْرَ تَبَعًا

ترجمہ - پس اگر مقتدی نے سہو کیا تو امام پر مجبور نہ کرنا لازم ہے اور نہ مقتدی پر کیونکہ اگر تھا مقتدی نے سہو کیا تو وہ اپنے امام کا مخالف ہو جائے گا۔ اگر امام بھی اس کی متابعت کرے تو جو اصل تھا وہ تابع ہو جائے گا۔

تشریح - صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر مقتدی سے نماز میں کوئی سہو ہو گیا مثلاً قصہ کوئی میں تشہد میں یا صلوٰۃ میں یا سہو ہو گیا۔ امام کا اور مقتدی پر کیونکہ صحت و فساد کے اعتبار سے امام کی نماز مقتدی کی نماز پر مبنی نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے مقتدی کی نماز میں سہو ہونے سے امام کی نماز ناقص نہیں ہوگی۔ اور جب امام کی نماز میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا تو اس پر مجبور بھی واجب نہیں ہے اور جب امام نے مجبور سہو واجب نہیں ہوا تو مقتدی پر بھی واجب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اگر مقتدی پر مجبور سہو واجب ہوتا تھا جب مجبور کرے گا تو اس کا امام بھی

کے ساتھ جہد کرے گا یہی صورت میں امام کی غیبت نہ لازماً آئے گا اور دوسری صورت میں قہر موضوع لازم آئے گا یہی امام جو اصل قہر و تابع ہو جائے گا اور مستثنیٰ جو تابع تھا اصل ہو جائے گا۔ اور یہ دونوں باتیں جائز نہیں ہیں۔ یعنی غیبت امام اور قہر موضوع۔ پس جب یہ دونوں باتیں جائز نہیں ہیں تو مستثنیٰ پر جہد سبب بھی واجب نہ ہوگا۔

قعدہ اولیٰ بھول گیا پھر یاد آیا اگر بیٹھنے کے قریب ہے تو بیٹھ جائے اور جہد سبب کرے گا یا نہیں

وَمِنْ سَبَبَاتِهَا عَنِ الْقَعْدَةِ الْأُولَىٰ لَمْ تَذْكُرْ وَهِيَ إِلَىٰ حَالَةِ الْقُعُودِ الْفَرْطِ عَادَ وَقَعْدَ لَا تَنْتَهِي لِأَنَّ مَا يَنْتَهِي مِنَ الشَّيْءِ بَأَحَدٍ حُكْمُهُ لَمْ يَنْتَهِي لِلْأُولَىٰ لِأَنَّهَا خَيْرٌ وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ لَا يَسْتَحْدُ كَمَا إِذَا كُنْتَ بَيْنَهُمَا وَلَوْ كَانَ إِلَىٰ الْفِيَاءِ أَقْرَبُ لَمْ يَسْتَحْدُ لِأَنَّهُ كَالْفَائِزِ مَعْنَىٰ وَيَسْتَحْدُ لِلْأُولَىٰ لِأَنَّهُ تَرَكَ التَّوَجُّبَ

ترجمہ .. اور جو شخص قعدہ اولیٰ کو بھول گیا پھر یاد کیا ایسی حالت میں کہ وہ حالت قعود سے زیادہ قریب ہو تو خود کرے اور قعدہ کرے اور تشہد پڑھے کیونکہ وہ شے کسی چیز سے قریب ہو وہ اسی کا ضمہ لے جاتی ہے۔ پھر یہاں کیا کہ تاخیر کی وجہ سے جہد سبب کرے۔ اس طرح یہ سبب کہ جہد نہ کرے جیسے وہ اسی نہیں ہوا اور اگر قیام سے زیادہ قریب ہو تو قعدہ کی طرف مائل نہ کرے کیونکہ یہ معنی قہر کے مانند ہے اور جہد سبب کرے کیونکہ اس نے واجب ترک کیا ہے۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ رہائی یہ عہدائی فصول میں اگر کسی نے قعدہ اولیٰ کو فراموش کر دیا اور پھر یاد آیا تو وہ سورتیں ہیں یہ تو قعود سے زیادہ قریب ہو گا یا اس طور کہ اس نے اپنے کھنوں کو نہیں اٹھایا ہے اور یا قیام سے زیادہ قریب ہو گا یا اس طور کہ اس نے اپنے کھنوں کو اٹھایا ہے پس احوال صورت ہے تو خود کرے قعدہ کرے اور تشہد پڑھے۔ کیونکہ قریب الٹی شے کا حکم لے جاتی ہے۔ جیسے نماز جہد اور نماز عیدین کے حق میں فی رجب کو شہر کا حکم حاصل ہے۔ رہی یہ بات کہ اس صورت میں جہد سبب واجب ہو گا یا نہیں تو بعض حضرات کی رائے ہے کہ جہد سبب واجب ہو گا کیونکہ قعدہ اولیٰ جو واجب ہے اس میں تاخیر پائی گئی اور قیام صحیح یہ ہے کہ جہد واجب نہیں ہوا ہے اس لئے کہ جب قریب الٹی شے کا حکم دیا گیا تو یہاں وہ کھڑا ہی نہیں ہوا اور جب قعدہ اولیٰ کو چھوڑ کر قیام متحقق نہیں ہوا تو قعدہ اولیٰ میں تاخیر بھی نہیں پائی گئی اور جب تاخیر نہیں پائی گئی تو جہد سبب بھی واجب نہیں ہوگا۔ اور اگر دوسری صورت ہے تو یہ شخص قعدہ کی طرف نہ وئے بلکہ تیسری رکت کے لئے کھڑا ہوا ہے کیونکہ ابھی یہ ضابطہ کھڑا ہے کہ قریب الٹی شے کا احکام دیا جا تا ہے پس جب یہ شخص قیام سے قریب تر ہے تو معنی قائم رہی کے مرتبہ میں ہے اور قائم کے لئے قعدہ اولیٰ کے لئے کو نونہا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ تیسری رکت کا قیام فرض ہے اور قعدہ اولیٰ واجب ہے اور واجب کی وجہ سے فرض کو چھوڑنا درست نہیں ہے لہذا اس صورت میں جہد سبب واجب ہوگا۔ کیونکہ اس نے واجب یعنی قعدہ اولیٰ کو ترک کر دیا ہے۔

اور اگر کھڑے ہونے کے قریب ہے کھڑا ہو جائے اور جہد سبب کرے

وَأِنْ سَبَبَتْ عَنِ الْقَعْدَةِ الْأُخْرَىٰ حَتَّىٰ قَادَ إِلَىٰ الْحَابِسَةِ رَفَعَ إِلَىٰ الْقَعْدَةِ مَالَهُ يَسْتَحْدُ لِأَنَّ فِيهِ إِصْلَاحٌ صَاحِبُهُ وَحُكْمُهُ ذَلِكَ لِأَنَّ مَا دُونَ الرَّكْعَةِ يَسْتَحْدُ الرَّفْعُ فَإِنَّ وَالْفَعْلُ الْحَابِسَةِ لِأَنَّهُ رَفَعَ إِلَىٰ شَيْءٍ مَحْتَمِلٍ لَهَا فَتَرْتَبُشُ وَيَسْتَحْدُ لِلْأُولَىٰ لِأَنَّهُ أَحْزَنُ وَأَجْبَأُ

ترجمہ اور اگر قعدہ داغی دے سب ہو گیا حتیٰ کہ پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو واجب (پانچویں رکعت کا) کعبہ نہیں آیا تو قعدہ کی طرف لوٹ آئے کیونکہ اس میں اس کی نماز کی اصلاح نہ رہا ہے اور یہ اس کے لئے ممکن بھی ہے اس نے کہ ایک رکعت سے کم و پھر وہاں سے ہے۔ اہم قعدہ کی نہ کہا کہ پانچویں رکعت کو تلف کر دے کیونکہ وہاں کی چیز کی طرف پھر اپنے جس کا کھل پانچویں رکعت سے مقدم ہے اس کو چھوڑ دے اور سب کا کعبہ کرے کیونکہ اس نے فرض کو مؤخر کر دیا ہے۔

تشریح صورت مسند یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قعدہ اخیرہ بھول گیا اور پانی نماز میں پانچویں رکعت کے لئے نہ آیا ہو یا نہ ہٹی نماز (مغرب و وتر) میں پونہ رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا یا نہ ہٹی میں تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو واجب تک اس رکعت و نہی رپاتی میں پانچویں رکعت و کعبہ کے ساتھ متقدم نہیں کیا تو قعدہ کی طرف وٹ آئے۔ مثلاً یہ کہ قعدہ کی طرف لوٹ آئے میں اس کی نماز کی اصلاح ہے اور اس کے لئے نماز کی اصلاح ممکن بھی ہے۔ کیونکہ ایک رکعت سے کم و پھر نہ ہٹی میں وہ مضائقہ نہیں ہے۔ اس کے کہ ایک رکعت سے کم نہ تو حقیقت نماز ہے اور نماز کے حکم میں یہ ہیں مجہد نے کہ اگر کسی نے قسم کھانی کہ میں نماز نہیں پڑھوں۔ پھر ایک رکعت سے کم پڑھی تو حادث نہیں ہوگا۔

یہ پانچویں رکعت تو صاحب قعدہ کی فرمایا ہے کہ پانچویں رکعت و لغو نہ ہے۔ کیونکہ یہ شخص قعدہ داغی دہی صرف وہاں و قعدہ اخیرہ کا کھل پانچویں رکعت سے پہلے ہے اور قعدہ واجب کہ جو شخص افعال صلوٰۃ میں سے کسی فعل سے ایسی چیز کی طرف وٹا جس کا کھل اس سے پہلے ہے تو وہ فعل مروج حد (جس سے رجوع کیا گیا) لغو ہو جاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص تہجد میں مقدمہ پڑھتا ہے یا نہ پڑھتا۔ کعبہ نہیں کیا یا کعبہ کھلا تو شخص کی پھر اس نے یہ قیوت شدہ کعبہ کیا تو کعبہ کرنے سے پہلے کا قعدہ و لغو ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کعبہ کا کھل قعدہ اخیرہ سے مقدم ہے۔ بہر حال جب پانچویں رکعت چھوڑ کر قعدہ داغی دہی طرف لوٹ آیا تو کعبہ مسرورہ واجب ہو گیا کیونکہ اس صورت میں تاخیر فرض بھی ہے اور تاخیر واجب بھی تاخیر فرض تو اس لئے کہ قعدہ داغی دہی میں تاخیر ہوئی ہے اور قعدہ داغی و فرض ہے اور تاخیر واجب اس کے لئے کہ تاخیر مسرورہ واجب ہے وہ مؤخر ہو گیا ہے۔

ہدایہ عبارت لائنہ آخر و اجتناب میں لفظ واجب سے واجب کے معنی بھی مراد ہوتے ہیں اور واجب قسمی یعنی فرض بھی مراد ہوتا ہے۔ پہلے معنی مراد لینے کی صورت میں غلط سلامتی تاخیر مراد ہوئی اور دوسرے معنی مراد لینے میں قعدہ داغی دہی تاخیر مراد ہوئی۔

قعدہ اخیرہ بھول کر پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو فرض ہو گئے یا باطل ہیں، اقوال فقہاء

وَإِنْ قَسَدَ الْحَامِلُ سَخِدَةً تَطْلُ فَرَضُهُ جَلَدًا جَلَدًا لِمَا يَحْتَمِلُ لِأَنَّهُ اسْتَحْكَمَ سُرُوعَهُ فِي السَّاقِلَةِ فَلِأَنَّ كِتَابَ الْأَرْكَانِ الْمَكْتُوبَةَ وَمِنْ سُرُوعِهِ حُرُوجُهُ عَنِ الْفَرَضِ وَهَذَا لِأَنَّ الْوَلُكَةَ بِسَخِدَةٍ وَاحِدَةٍ صَلَوَةٌ خُفَّتْ حَتَّى يَتَحَسَّنَ بِهَا هُوَ لَا يُصَلِّي وَتَحَوَّلَتْ صَلَاتُهُ مَقْلًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَابْنِ مُوسَى خِلَافًا لِمَا حَمَلَ عَلَى مَأْمُورٍ

ترجمہ اور اگر اس نے پانچویں رکعت کو کعبہ دے ساتھ متقدم کر لیا تو ہمارے نزدیک اس کا فرض باطل ہو گیا۔ اہم شافعی کا اس میں اختلاف ہے اس نے کہ فرض کا ارکان پورے کرنے سے پہلے اس کا کھل و سُرُوع نہ ہو سکا ہو گیا اور اس کے لئے فرض سے لگانا لازم ہے اور یہ اس لئے کہ رکعت و ایک کعبہ کے ساتھ حقیقت نماز ہے حتیٰ کہ اگر لَا يُصَلِّي کی قسم کھانی ہو تو ایک رکعت ایک کعبہ دے ساتھ پڑھنے

پانچویں رکعت کے لئے آپ یہ نوحان کرتے ہوئے تھے۔ ہوتے کہ یہ تیسری رکعت ہے۔ پس حدیث کی اس تاویل کے بعد یہ روایت اور مشافہاتی کا متحمل نہیں ہوتی۔

چھٹی رکعت ملائے کا حکم

فَيُسَبِّحُ بِهَا رَكْعَةً سَادِسَةً وَلَوْلَا بَصَرُهُ لَأَنسَعَ عَنكَ لِأَنَّهُ مَطْوُونٌ لَمْ يَأْمَأْ يَنْطَلُ فَرَضُهُ يَوْضَعُ الْحَبَّةَ عِنْدَ أُبْيِ يُوسُفَ لِأَنَّهُ سَحَوْدٌ كَامِلٌ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ بَرُوعِهِ لِأَنَّ تَسْمَةَ الْكَلْبِ بَاقِيَةٌ وَهُوَ الرَّوْفُ وَلَمْ يَبْصَحْ مَعَ الْحَدِيثِ وَتَكُونُ الْأَخْيَارُ لَفِ تَطَهُّرٍ فِيمَا إِذَا سَبَقَهُ الْحَدِيثُ هِيَ السَّحَوْدُ نَسَى عِنْدَ مُحَمَّدٍ جَلَّاهُ لَا يُسَبِّحُ يُوسُفَ

ترجمہ۔ پس ان پانچوں کے ساتھ چھٹی رکعت ملاو۔ اور اس نے نہ ملتی تو اس پر چاروا جب نہیں ہے یوسف وہ مظلون ہے پھر اس کا فرض ابو یوسف کے نزدیک چیشی کی نیچے ہی پڑ جائے گا۔ کیونکہ یہ کامل ہے اور امام محمد کے نزدیک اس نے سے کیونکہ کسی چیز کا پورا ہونا اس سے آخر کے ساتھ ہے اور وہ اہل کتاب اور یہ سرائی حدیث کے ساتھ صحیح نہیں ہے اور اختلاف ہے کہ اگر اس صورت میں نماز دو کا جب رکعت کی حالت میں اس وحدت کا حق ہو گیا (اس صورت میں) امام محمد کے نزدیک ہے کہ اسے۔ امام ابو یوسف کا اختلاف ہے۔

تشریح۔ چھٹی رکعت میں نذر چکا ہے کہ جب پانچویں رکعت کو بعد کے ساتھ تیسری رکعت تو شیخین کے نزدیک اس کی یہ نماز نفل ہوتی اور فرض واقع ہو جائے پھر ہو گیا اور امام محمد کے نزدیک اصل صلوٰۃ ہی پڑ ہوئی ہے جس پر چونکہ شیخین کے نزدیک اصل صلوٰۃ کا نفل نہیں ہوتی اس لئے ان پانچوں رکعتوں کے ساتھ چھٹی رکعت ملاو۔ تاکہ نفل بخت ہو جائے حلق نہ رہیں۔ کیونکہ نفل بخت شروع کیا گیا ہے حلق رکعتوں کے ساتھ شروع نہیں کیا گیا۔ رہا یہ کہ اس پر بعد کا سہوا واجب ہو گا یا نہیں تو بعض کا خیال ہے کہ بعد کا سہوا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس پر بعد کا سہوا واجب نہیں ہے کیونکہ قعدہ اخیرہ نہ کرنے کی وجہ سے اس کی نماز ہی سہ ہو جاتی ہے اور جو نقصان فساد کی صورت میں ہو وہ بعد کا سہوا ہے پھر انہیں ہو سکتا۔ اس لئے بعد کا سہوا واجب نہ ہو گا کیونکہ بعد کا سہوا نقصان کی بخلافی کے لئے مشروع کیا گیا ہے۔ اور اگر اس نے چھٹی رکعت نہ مل لی تو اس پر بعد کا واجب نہیں ہے کیونکہ وہ نماز جس کو شروع کیا گیا ہے یعنی پانچویں رکعت وہ مظلون ہے یعنی اس نے قصد اٹھل شروع نہیں کیا ہے اور وہ اس کی یہ ہے کہ یہ شخص اس کو پانچویں رکعت سمجھ کر کھڑا ہوا ہے نہ کہ پانچویں رکعت سمجھ کر۔

حاصل یہ کہ یہ نماز دو پانچویں رکعت سے شروع کی ہے وہ مظلون ہے اور مظلون غیر مضمون ہوتا ہے اس لئے اس نماز کی قضاء وغیرہ واجب نہ ہوگی۔

لَمْ يَأْمَأْ يَنْطَلُ اس سے فرمایا ہے کہ جب پانچویں رکعت کا بعد دوسرا تو فرض پڑ جائے گا لیکن بعد کا ایک تو آغاز ہے یعنی زمین پر چیشی کی نیچاں اور ایک اس کا منتہی ہے یعنی زمین سے چیشی کی اٹھنا۔ تو اب سوال یہ ہے کہ زمین پر چیشی کی ایک دینے سے فرض پڑ جائے گا یا زمین پر سے سرائی کے لئے سے فرض پڑ جائے گا۔ صاحب ہدایہ نے کہا کہ اس پر امام محمد نے چنانچہ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ چیشی کی نیچے ہی فرض پڑ جائے گا۔ کیونکہ یہ کامل ہے اور اس نے کہ بعد کا حقیقت چیشی کی زمین پر رکھ دینے کا نہ ہے۔ اور امام محمد نے فرمایا کہ جب زمین پر سے اس نے کا جب اس کا فرض پڑ جائے گا۔ کیونکہ شے پوری ہوتی ہے اس کے آخر کے ساتھ اور اس کا آخر کا سہوا نہ ملے بعد اس وقت پڑ جائے گا جب زمین پر سے نذر چکا ہے۔ اور جب سرائی کے لئے بعد کا کامل ہوتا ہے تو اس نے

کے بعد ہی فرض باطل ہوگا۔ اس سے پہلے باطل نہیں ہوگا۔

امام محمد نے اپنے قول کی تائید میں کہا وَلَكُمْ يَصُحُّ مَعَ الْحَدَبِ جتنی حدت کے ساتھ وہ انحناء درست نہیں ہے۔ حاصل یہ کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جس رکن میں حدت پایا جائے اس رکن کا اعادہ واجب ہے پس امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر پانچویں رکعت کے سجدہ میں حدت لاحق ہو گیا تو اس کا اعادہ واجب وفاق ہے اور جب اس کا اعادہ واجب ہوا تو معصوم ہوا کہ فقط پیشانی ٹیکنے سے سجدہ مکمل نہیں ہوا۔ اور فقط پیشانی ٹیکنے سے سجدہ پورا ہو جاتا تو حدت پیش آنے کی صورت میں اس کا اعادہ واجب نہ ہوتا کیونکہ حدت پیش آنے سے پہلے ہی سجدہ پورا ہو گیا ہوتا۔ بہر حال یہ بات ثابت ہوئی کہ سجدہ کی تحکیم پیشانی زمین سے نہیں ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے درمیان اختلاف کا ثمرہ اس صورت میں ختم ہو گا کہ اس شخص کو پانچویں رکعت کے سجدہ میں حدت لاحق ہو گیا جس کی شخص وضو کرنے سے کیا اب اس کو یاد آیا کہ چوتھی رکعت کے بعد قعدہ مانجہ نہیں کیا ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک یہ شخص وضو کرے اور قعدہ مانجہ کی طرف لوڑ کر کے اپنی فرض نماز پورا کرے۔ ہاں طور کہ تشہد پڑھے۔ سجدہ سکھائے اور سلام پھیر دے کیونکہ امام محمدؒ نے نزدیک زمین پر سے سر اٹھانے سے پہلے پہلے سجدہ کامل نہیں ہوتا۔ اور حدت کے ساتھ سر اٹھا نا درست نہیں ہے۔ پس وہ امام محمدؒ سے نزدیک ہے سجدہ معتد نہیں ہو اور جب سجدہ معتد نہیں ہوا تو پانچویں رکعت وسجدہ کے ساتھ معتد کرنا نہیں پایا گیا اور جب پانچویں رکعت وسجدہ کے ساتھ معتد کرنا نہیں پایا گیا تو اس کا فرض بھی باطل نہیں ہوا اور جب فرض باطل نہیں ہوا تو قعدہ مانجہ کی طرف لوڑ کر کے فرض وضو پورا کر لے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ شخص اپنی نماز پورا نہ کرے کیونکہ امام ابو یوسفؒ نے نزدیک پیشانی زمین پر ٹیکنے ہی سجدہ مکمل ہو گیا ہے اور جب پانچویں رکعت کا سجدہ مکمل ہو گیا تو اس کا فرض باطل ہو گیا اور جب فرض باطل ہو گیا تو اس پر نہ کرنا باطل نہ ہوا کیونکہ فرض باطل نہیں کی جاتی۔

قعدہ مانجہ مقدار تشہد بیضا پھر سلام پھیرے بغیر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو

گیا جب پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا لوٹ آئے

وَلَوْ قَعَدَ فِي الرَّابِعَةِ لَمْ يَأْمَرْ وَلَمْ يُسَلِّمْ عَادَ إِلَى الْقَعْدِ وَمَا لَهُ يَسْحَدُ لِلْخَامِسَةِ وَسَلَّمَ. لِأَنَّ التَّسْلِيمَ فِي حَالِ الْقِيَامِ غَيْرُ مُشْرُوعٍ وَأَمَّا الْقَامَةُ عَلَى وَجْهِهَا بِالْفِعْلِ لِأَنَّ مَا دُونَ التَّوَكُّعِ بِمَحَلِّ الرَّفْضِ

ترجمہ۔ اور اگر چوتھی رکعت پر قعدہ کیا پھر کھڑا ہوا تو سر نہیں پھیلا تو قعدہ کی طرف لوڑ کر کے جب تک کہ پانچویں رکعت کے لئے سجدہ نہیں کیا اور سر نہ پھیلا۔ کیونکہ قیام حالت میں سر نہ پھیلا جزم نہیں ہے اور جب شروع پر قعدہ کی طرف لوڑ کر کے ساتھ سر نہ ہوا تو سر نہ پھیلا بھی ہے کیونکہ ایک رکعت سے تم پھر نہ پڑے ہاں کا عمل ہے۔

تشریح۔ صورت مسلمہ یہ ہے کہ اگر مصلیٰ نے مقدار تشہد چوتھی رکعت پر قعدہ کیا اور سر نہیں پھیلا پھر سر کھڑا ہو گیا تو جب تک پانچویں رکعت کے لئے سجدہ نہیں کیا قعدہ کی طرف لوڑ کر کے یا نہ قعدہ کی طرف لوٹ آئے۔ بعد تشہد کا اعادہ نہ کرے۔ بعد سجدہ سکھائے۔

دوسری نقل تو یہ ہے کہ ایک بار مختصر ہے۔ پانچویں رکعت کے لئے سے کھڑے ہوئے پیچھے سے کسی ہمارے قیام آپ کا مطلب یہ تو

قعدہ کی طرف لوٹ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے سلام بھیجے اور کچھ سکھوایا۔ عقلی دلیل یہ ہے کہ قیام کی حالت میں سلام بھیجنے کا شروع نہیں ہے اور شروع طریقہ پر سلام بھیجنا ممکن ہے۔ ہاں طور کہ قعدہ کی طرف لوٹ جائے۔ رہی یہ بات کہ اس صورت میں پانچویں رکعت کا چھوڑنا لازم آتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پانچویں رکعت کا کچھ کرنے سے پہلے پہلے وہ ایک رکعت سے مٹے اور ایک رکعت سے کم چھوڑنے کے لئے جائز ہے۔ یعنی ایک رکعت سے کم چھوڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جیسے ایک شخص کسی نماز کی رکعت اولیٰ میں ہے اور ابھی تک اس کو کچھ کے ساتھ متقدم نہیں کیا ہے یہاں تک کہ مؤذن نے تکبیر شروع کر دی تو اس شخص کو چاہئے کہ وہ اس رکعت کو چھوڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔ رہی یہ بات کہ ایک رکعت سے کم کوئیوں چھوڑا جائے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ رکعت کو جب کچھ کے ساتھ متقدم کر دیا اور رکعت پوری ہوئی تو اس کو نماز کا حکم حاصل ہو گیا اور نہ کو باطل کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ ارشاد خداوندی ہے "لَا تَسْلُطُواْ اَعْمَالَ الْحُكْمِ" لیکن جب تک کچھ کے ساتھ متقدم نہیں کیا گیا تو وہ رکعت ناقص ہے اس کو نماز کا حکم حاصل نہیں ہے اور جب اس کو نماز کا حکم حاصل نہیں ہوا تو اس کو باطل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ وہ لَا تَسْلُطُواْ اَعْمَالَ الْحُكْمِ کے تحت داخل ہوگا۔

پانچویں رکعت کا کچھ کر لیا تو چھٹی رکعت ملا لے

وَاِنْ قَبِلَ الْخَامِسَةَ بِالسَّجْدَةِ ثُمَّ تَدَخَّرَ حَتَّمَ اِلَيْهَا رَكْعَةً اُخْرٰى، وَتَمَّ فَرَصَهُ، لِأَنَّ الْاَوَّلِيَّ اَصَابَهُ لَفْظَةُ السَّلَامِ وَهِيَ وَاجِبَةٌ، وَاسْمًا يَصِفُ اِلَيْهَا اُخْرٰى لِيُصَوِّرَ الْوُكُفَّانِ تَعْلًا، لِأَنَّ الرَّكْعَةَ الْوَاحِدَةَ لَا تُجَرِّدُ لَهَا مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ التَّكْوِينِ ثُمَّ لَا تَوْبَانِ عَنْ شَيْءٍ الظَّاهِرُ هُوَ الصَّحِيحُ، لِأَنَّ الْمُوَاطَّعَةَ عَلَيْهَا بِمَجْرِيَةِ مَسْئِدِهِ.

ترجمہ۔ اور اگر اس نے پانچویں رکعت کو کچھ کے ساتھ متقدم کر دیا پھر اس کو پڑا کہ (یہ پانچویں رکعت ہے) تو اس کے ساتھ ایک رکعت اور ملائے اور اس کا فرض پورا ہو چکا کیونکہ باقی تو فقط سلام ہے اور وہ واجب ہے اور دوسری رکعت اور عدلے اور اس کا فرض پورا ہو چکا کیونکہ باقی تو فقط لفظ سلام ہے اور وہ واجب ہے اور دوسری رکعت اسی واسطے ملائے تاکہ دو رکعت نفل ہو جائیں کیونکہ ایک رکعت پڑنا نہیں ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے صلوٰۃ تیسرا سے منع فرمایا ہے پھر یہ دو رکعتیں سنت تکمیل کے قائم مقام نہ ہوں گی۔ یہ سب کچھ کیونکہ اس وقت گاہ پر آنحضرت ﷺ کی مواظبت سے تحریر کے ساتھ ہے۔

تشریح۔ مسئلہ اگر کوئی شخص چوتھی رکعت پڑھتا ہے اور پھر بھول کر کھڑا ہوتا ہے۔ اور پانچویں رکعت کا کچھ بھی کر لیا۔ اب اس کو یاد آیا کہ یہ چوتھی رکعت نہیں ہے بلکہ پانچویں رکعت ہے تو اس کو چاہئے کہ چھٹی رکعت بھی ملائے اس صورت میں فرض نماز پوری ہوگئی اور پانچویں اور پچیسویں دونوں رکعتیں نفل ہو جائیں گی۔ فرض نماز تو اس لئے پوری ہوگئی کہ لفظ سلام کے ساتھ نماز سے ٹھکانہ ہمارے نزدیک واجب ہے۔ اور اس صورت میں غنہ سلام ہی باقی رہ گیا اور ترک واجب سے نماز نہ سبب نہیں ہوتی لہذا اس صورت میں بھی فرض نماز نہ سبب نہ ہوگی۔ رہا ترک واجب کی وجہ سے نقصان کا پیدا ہونا تو وہ کچھ سکھوئے پورا ہو جائے گا۔ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ اس صورت میں اگر چھٹی رکعت ملے گی تو اس کی فرض نماز قائم ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اس صورت میں یہ شخص دوسری نماز کی طرف منتقل ہوگا حالانکہ لفظ سلام ابھی باقی ہے اور لفظ سلام امام شافعی کے نزدیک فرض ہے اور ترک فرض سے نماز قائم نہ ہوتی ہے اس لئے اس صورت میں نماز قائم ہو جائے گی۔

صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ چھٹی رکعت ملائے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے تاکہ دو رکعت نفل ہو جائیں کیونکہ حضور ﷺ کے صلاۃ حقیراء سے منع کر دینے کی وجہ سے ایک رکعت پڑھنا پڑھیں ہے اور چونکہ امام شافعی کے نزدیک ایک رکعت پڑھنا بھی جائز ہے اس لئے ان کے نزدیک چھٹی رکعت حدیث کی پندہ اس حدیث سے درست نہیں ہے۔

صاحب قدوسی کی عبارت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ چھٹی رکعت کا ملائے واجب ہے یا مستحب ہے، جائز ہے لیکن ميسوطی عبارت ہے **عندہ ان یجوز** اور نگہ علی ایجاب نے لے آئے ہیں ميسوطی عبارت سے وجوب پر دلالت ہوئی۔

صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ یہ دو رکعتیں جہن پانچویں اور چھٹی گتہ کے بعد کی دو سنتوں کے قائم مقام نہ ہوں گی قول صحیح نہیں ہے۔ بین بعض طرقات کا مذہب یہ ہے کہ یہ دونوں رکعتیں گتہ کی سنت کے قائم مقام ہو جائیں گی۔ قول صحیح نہیں ہے کہ سنت نام ہے "سنت" کے لئے شرط یہ ہے اور بخیرت جو ائمہ کی سنت سے تحریر ہے سے پانچ رکعت تھے اور چونکہ مذکورہ اہد صورت میں یہ تحریر نہیں ہے۔ اس سے یہ دو رکعتیں گتہ کی سنت کے قائم مقام نہیں ہوں گی۔

چھٹی رکعت ملائے کے بعد جہدہ سہو کرے گا یا نہیں، اقوال فقہاء

وَسُجْدٌ لِّسَهْوٍ اِنْ جَاسَا لِمَسْكُ السَّجْدِ فِي الْمَرْصِ بِالْخُرُوجِ لَا عَلَى الْوُجْهِ الْمُسَوَّنِ وَفِي الْقُلِّ سَالِدٌ حَوْلَ لَا عَلَى الْوُجْهِ الْمُسَوَّنِ وَلَوْ قَطَعَهَا لَمْ يَلْزَمَهُ الْقَضَاءُ لِأَنَّهُ مُسَوَّنٌ وَلَوْ اُقْدِيَ بِهِ اِنْسَانٌ فِيهَا يُصَلِّي سِتَا عِنْدَ مُحْسِنٍ لِأَنَّهُ الْمُوَدَّى بِهَذِهِ التَّحْرِيمَةِ وَعِنْدَهُمَا كُفَعْنِي لِأَنَّهُ اِسْتَحْكَمَ خُرُوجُهُ عَنِ الْمَرْصِ وَلَوْ اُقْدِيَ الْمُسْفِدُ لَا قَضَاءَ عَلَيْهِ عِنْدَ مُحْسِنٍ اِغْتَابًا اَوْ اَلَا اِمَامًا وَعِنْدَ اُمِّي يُوسُفُ يَفْصِي وَكُفَعْنِي لِأَنَّ السُّقُوطَ بِعَارِضٍ بَحْضُ الْاِمَامَةِ

ترجمہ۔ اور اگہا جہدہ سہو کرے کیونکہ مسنون فرض میں غیر مسنون ہر جہدہ پر گتہ کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے اور نفل میں غیر مسنون ہر جہدہ پر داخل ہونے کی وجہ اور اگر اس شخص کو قطع کر دیا تو قطع لازم نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ مسنون ہے اور اگر انسان نے کسی انسان نے اس کی قطع دینی تو امام کے نزدیک مقتدی چھ رکعتیں پڑھے کیونکہ اس تحریر سے یہی قطعہ ادا کی گئی ہے اور شیخین کے نزدیک صرف دو رکعت پڑھنے کا۔ کیونکہ فرض سے اس کا اہل مستحب ہو گیا ہے۔ اور اگر مقتدی نے اس کو فہم کر دیا تو امام کے نزدیک اس پر قطع نہیں ہے امام پر قیاس کیا جائے گا اور جو سب کے نزدیک دو رکعت کی قضا کرے اس لئے کہ مارش کی وجہ سے ساتھ ہونا امام نے مخصوص ہے۔

تشریح۔ صورت مسند یہ ہے کہ جب مصلیٰ چار رکعت پر مقدر تشہد بین پڑھ بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور اس کو جہدہ کے ساتھ بھی مقید کر دیا تو اب یہ حکم ہے کہ اس کے ساتھ چھٹی رکعت ملائے اور جہدہ سہو کرے۔ اس صورت میں پہلی چار رکعت فرض ہوں گی اور بعد کی دو رکعت نفل ہوں گی۔ صاحب ہدایہ کہتے ہیں جہدہ سہو کا حکم احتسابی ہے۔ ورنہ قیاس کا قضا یہ ہے کہ جہدہ سہو واجب نہ ہو۔ قیاس کی وجہ یہ ہے کہ جو فرضوں میں واقع ہوا ہے (ہاں طور کہ لفظ سلام جو واجب ہے وہ ترک ہو گیا ہے) اور یہ مصلیٰ پانچویں رکعت سے کھڑا ہو فرض سے نفل کی طرف متعلق ہو گیا۔ اور جس شخص کو ایک نماز میں سہو ہوا ہو اس پر کسی نماز میں جہدہ سہو واجب ہوتا ہے امام نے نماز میں سہو ہوا کو واجب نہیں دیا۔ چنانچہ صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ امام نے کہا کہ جو سہو فرض میں اور جہدہ سہو یا نفل میں نہ ہو یہ درست نہیں ہے۔ جس شخص قیاس سے جہدہ سہو نہ ہو یا نہ اس پر جہدہ واجب نہیں ہے۔

وجہ امتحان سے پہلے یہ ذمہ نشین کر لیجئے کہ نقصان فرض اور نفل دونوں میں ممکن ہو گیا ہے۔ فرض میں تو اس وجہ سے کہ چار رکعت کے بعد نفل سلام کے ساتھ رکعت واجب ہے اور حال یہ کہ اس نے غلطی سے ترک کر دیا ہے پس اس ترک واجب کی وجہ سے نفل میں نقصان پیدا ہو گیا ہے نہ جب اہم محمد کا ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک نفل میں نقصان اس لئے پیدا ہو گیا ہے کہ ان کے نزدیک نفل و مستثنیٰ نے تحریر کے ساتھ شروع کرنا واجب ہے اور اس واجب کو اس نے ترک کر دیا ہے۔ حاصل یہ کہ اہم محمد کے نزدیک نفل سلام پہنچانے کی وجہ سے فرض میں نقصان پیدا ہوا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک نفل کے لئے نیا تحریر نہ پڑے جانے کی وجہ سے نفل میں نقصان پیدا ہو گیا ہے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ مذکور بالا صورت میں مجدد سہو و امتحان واجب ہونا فقہ اہم محمد کے مذہب پر ہے۔ کیونکہ اہم محمد کے نزدیک نقصان فرض میں پیدا کیا اور پھر فرض سے نفل کی طرف منتقل ہو گیا تو قیاس کا تحت تو یہی تھا کہ فرض کے نقصان کی سزا نفل میں نہ ہو جبکہ کہ جھپٹی سہو میں بیان ہوا ہے۔ لیکن چونکہ نفل کی بنا بھی تحریر ہوا تو اس پر نہ کسی نے تحریر سے نفل کو شروع نہیں کیا یہ ہے اس کے مجدد سہو واجب ہونے کے حق میں کہا جائے گا کہ یہ ایک ہی نماز ہے اور جب ایک نماز ہے اور اس میں واجب نفل لکھا گیا ہے تو سہو واجب ہو جائے گا۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص نے ایک سلام کے ساتھ پھر رکعت نفل نماز پڑھنی شروع کی پھر شفعہ اول میں ہو گیا تو پھر صلاۃ میں مجدد سہو کر کے اگرچہ نفل کا ہر شفعہ علیحدہ نماز ہے۔ لیکن تحریر سے چھوٹی وجہ سے چھوٹی رکعتیں صلاۃ واحدہ کے حکم میں ہیں۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک چونکہ نیا تحریر نہ پڑے جانے کی وجہ سے نفل کے اندر نقصان پیدا ہوا ہے اس لئے ان کے نزدیک مجدد سہو قیاساً بھی واجب ہوگا اور امتحاناً بھی۔

مذہب ہدایہ نے کہا ہے کہ اگر اس نفل میں نزول نماز یا مضر یا نجس رکعت پوری کرنے کے بعد نماز کو توڑ دیا تو اس پر ان دو رکعتوں کی قضا واجب نہیں ہے اور امام زفر نے فرمایا کہ ان دو رکعتوں کی قضا کرنا واجب ہے غیبا اختلاف یہ ہے کہ نماز یا روزہ کو اگر علی وجہ الطین شروع کیا جائے تو وہ ہمارے نزدیک لازم نہیں ہوتا اور امام زفر کے نزدیک لازم ہو جاتا ہے پس چونکہ اس شخص نے فرض کے نماز سے پانچویں رکعت کو شروع کیا ہے حالانکہ اس پر فرض باقی نہ تھا اس لئے ہمارے نزدیک یہ شروع کرنا نفل کو لازم کرنے والا نہیں ہوگا اور جب نفل لازم نہیں رہا تو قطع کرنے کی وجہ سے اس کی قضا بھی واجب نہ ہوئی۔ اور امام زفر کے نزدیک شروع فی انفل علی وجہ الطین چونکہ مقدم ہے اس لئے قطع کرنے سے ان کے نزدیک قضا بھی واجب ہو جائے گی۔

وَلَوْ اَفْسَدَیْ بِہٖ اِنْسَانٌ اَوْ فَاضَلَ مَصْفً فَمَا یَاکُلُ اَوْ کَرَسَی اِنْسَانٌ لَّنَ اَنْ دَوَّیْ رُکْعَتَیْنِ یُنِیْ پانچویں اور چھٹی میں اس شخص کی افتدہ کی تو امام محمد کے نزدیک یہ مقتدی چھ رکعتیں پڑے گا یعنی اگر پانچویں میں افتدہ کی گئی ہے تو امام کے سلام پیچھے سے بعد پانچ رکعتیں اور پڑھے گا اور اگر چھٹی رکعت میں افتدہ کی گئی تو امام کے فارغ ہونے کے بعد پانچ رکعتیں اور پڑھے گا ہر طرح ایک رکعت پانچ رکعت دہرے پھر دو رکعت پڑھیں گے پھر دو رکعت پڑھ کر قاعدہ کرے اور سلام پیچھے سے۔

امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ اس مقتدی نے امام کے تحریر سے سجدہ نماز شروع کی ہے۔ لہذا جس قدر امام نے ادا کی ہے اسی قدر مقتدی

کے درمیان مشروع نہیں ہے۔ اب دلیل کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ اس صورت میں مجدد کی سبقت کرنے کے بعد دوسری وہ رخصت کی بنا کر مجدد ہو جاتا ہے۔ نہ وہ رخت باطل نہ روایا کیونکہ مجدد و سہو درمیان صلہ قائم واقع ہو گیا ہے حالانکہ درمیان صلہ قائم مجدد و سہو و شرع نہیں ہوتا ہے۔ صلہ قائم مشروع کیا گیا ہے۔ ہم نے پانچ صورت اس لئے کہا ہے کہ یہ شخص دوسرے دو کا نہ ہو اور اسے تحریر کے ساتھ ادا کرتا ہو نہ غیر۔ نہ درست ہو چکا۔ اس لئے کہ اگر وہ مجدد و سہو باطل کرنے کی وہی نہ ہو رخت نہیں تھی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ جاسکتا ہے کہ اگر اسے اس صورت میں ایک سلام کے ساتھ پورے رخت ادا کرنے کی فضیلت حاصل ہو۔ نہ کسی کیونکہ ایک سلام کے ساتھ پورے رخت پورا نہ ہو۔ چنانچہ افضل ہے چھت و سلام کے ساتھ پڑھنے کے اس کا جو اب یہ ہے کہ نہ وہ صورت میں باشد پورے رخت پورا نہ ہو۔ نہ فضیلت حاصل ہو۔ نہ کسی میں اس صورت میں شخص واجب الزم آئے گا یعنی مجدد و سہو جو واجب ہے درمیان صلہ قائم واقع ہونے کی وجہ سے باطل ہو جائے گا اور شخص واجب ہے پھر اوہی ہے بہت فضیلت حاصل کرنے کے لئے اس نے کہا تھا کہ یہ شخص پسند وہ نہ کرنا نہ کرے بلکہ نئے تحریر کے ساتھ دوسرے دو کا نہ کرے۔

صاحبِ برائے کہتے ہیں کہ بڑا شدید اس شخص کو دینے کی طرف سے چاہتے ہیں اس سے باوجود آئینہ دیکھ کر بھی ادا کر لیا تو صحیح ہے کیونکہ ابھی تک تحریر باقی ہے البتہ بچہ سب سے بڑا ہے جو بچہ کا بیٹا ہے۔ اب یہ وہی بچہ ہے جو نے کے درمیان میں واقع ہو گیا ہے حالانکہ شمار سردار میں اس بچہ سے بڑا نہیں ہوا ہے اس لئے یہ بچہ نہایت قیمتی ہے اور اس بچہ کو بچا کر رکھنا اور اس کا بچہ بنانا۔

مسجدِ اقصیٰ المسجدِ اقصیٰ اس عبارت کا حکم مسند متین کے خلاف ہے نہ اصل یہ ہے کہ مسافر نے فرض رہا ہی کا قضا کرتے ہوئے وہ رخصت پر نہیں اور سو پیش آنے کی وجہ سے عہدہ کو کیا پھر سلام پھیرنے سے پہلے اقامت کی نیت کی تو یہ مسافر اسی تحریمہ پر ہوا نہ اس اور چار رخصت چوٹی کے بعد بھیجے کیونکہ اقامت کی نیت سے اس پر چار رخصت چوٹی کرنا لازم ہو گیا ہے اب اگر یہ شخص بناؤ نہ کرے تو اس کی پوری نماز باطل ہو جائے گی۔ اور بناؤ نہ کرنے میں تنہا واجب ہے کیونکہ عہدہ کو باطل کرنا بت اور نقض واجب ادنیٰ ہے نہ نسبت اچانک فرض کے اور قاعدہ ہے کہ بڑی برائی کو دور کرنے کے لئے چھوٹی برائی کو برداشت کیا جا سکتا ہے اس لئے اعلیٰ یعنی فرض نماز کو باطل کرنے سے بچنے کے لئے ادنیٰ یعنی عہدہ کو تنہا برداشت کرنا جائز ہے۔

امام نے سلام پھیرا اور امام پر سجدہ ہو تھا مقتدی نے سلام کے بعد امام کی اقتداء کی اگر امام سجدہ

سہو کر لے تو مقتدی کی اقتداء شمار ہوگی ورنہ نہیں اقوال فقہاء

وَمَنْ سَلَّمَ وَعَلَيْهِ سَجْدَتَا السَّهْوِ فَدَحَلَ رَجُلٌ فِي صَلَاتِهِ نَعْدَ التَّسْلِيمِ فَإِنْ سَجَدَ الْإِمَامُ كَانَ دَاخِلًا وَلَا
فَلَا وَهَذَا عِنْدُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ هُوَ دَاخِلٌ سَجْدَ الْإِمَامِ أَوَّلُهُ لِيَسْجُدَ لِأَنَّ عِدَّةَ سَلَامٍ مِنْ عَلَيْهِ
السَّهْوُ لَا يَخْرُجُهُ عَنِ الصَّلَاةِ أَصْلًا لِأَنَّهَا وَحَتْ جُزْءُ الْمُتَمَّضَانِ فَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ فِي إِحْرَامِ الصَّلَاةِ وَ
عِنْدَهُمَا يَخْرُجُهُ عَلَى سَبِيلِ التَّوَقُّفِ لِأَنَّهُ مُجَلِّدٌ فِي نَفْسِهِ وَإِنَّمَا لَا يُمْكِنُ لِيَخَافِ إِلَى أَدَاءِ السَّجْدَةِ فَلَا يَضُرُّهُ
ذَوْنُهَا وَلَا حَاجَةٌ عَلَى إغْتِيَابِ عَدَمِ الْعُودِ وَيُظْهِرُ الْإِخْتِلَافَ فِي هَذَا فِي رِغَايَ الضَّيْقِ بِالْقَهْقَرَةِ وَتَعْمُرُ
لِفَرَضِ بَيْتِ الْأَقَامَةِ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ .

ترجمہ ایک شخص نے (نہ زکے آخر میں اسلام بھیجے ان بعد اس پر جہد سہو لازم ہے پھر سلام بھیجے ہے کہ بعد ایک شخص اس مصلیٰ کی نماز میں داخل ہو گیا جس اگر امام نے جہد کیا تو یہ مقتدی اس کی نماز میں داخل ہو گیا اور نہ نہیں۔ اور یہ شخصین نے زکویہ ہے اور امام محمد نے فرمایا کہ یہ داخل ہے امام جہد کرے یا نہ کرے۔ اس لئے کہ امام محمد کے نزدیک اس شخص کا سلام جس پر جہد سہو لازم ہے اس کو واحد نماز سے خارج نہیں کرتا۔ کیونکہ جہد سہو نقصان و پورا کرنے کے لئے واجب ہوا ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ شخص نماز کے آخر میں ہوا۔ شیخین کے نزدیک اس کو بھی تکمیل اتوقت نکال، لے گا کیونکہ لازم تو بذات خود تکمیل کرنے والا ہے اور (یہاں) عمل نہیں کرے گا۔ یعنی امام نے جہد کی ضرورت ہے جس بعد بھیجے کہ جہد نہ ہو اور جہد سہو واجب رہتا ہے۔ کوئی نہ ضرورت نہیں اور اختلاف خام ہوگا اس مسئلہ میں اور قہد سے ظہر سے کہنے میں اس حالت میں اقامت کی نیت کرنے سے فضل خلیع ہو جائے ہیں۔

تشریح صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص جس پر جہد سہو واجب تھا اس نے سلام بھیجے ایک آدمی اس سے سلام بھیجے ہے۔ بعد اس کی نماز میں اقامت کی نیت کر کے شامل ہو گیا تو شیخین کے نزدیک یہ صحیح ہے۔ امام نے جہد سہو یا تو یہ مقتدی اس کی نماز میں داخل ہو گیا اور اگر امام نے جہد سہو نہیں کیا تو اس کی نماز میں شامل ہونے والا شمار نہیں ہوگا۔

جہد سہو والے کا سلام حرمت صلوٰۃ سے نکال دیتا ہے یا نہیں یہ مسئلہ اور اس نے حادہ بہت سے مسائل اس اصول پر موقوف ہیں کہ جس پر جہد سہو واجب ہے اس کا سلام کو حرمت صلوٰۃ سے نکال دیتا ہے یا نہیں اس بارے میں امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ اس شخص کا سلام اس کو نماز سے خارج نہیں کرتا نہ موقوف و نہ پانا (غیر موقوف) یہی امام زکریا کا قول ہے۔ اور شیخین کا مذہب یہ ہے کہ اس کا سلام اس کو نماز سے موقوف نہ کرتا ہے۔ موقوف کا مطلب یہ ہے کہ سلام کے بعد اس نے جہد سہو کر لیا تو کہا جائے گا کہ تحریر یہ ہوتی ہے اور جب تحریر ہوتی ہے تو دوسرے مصلیٰ کا اقتدار نہ بھی درست ہے اور اگر سلام کے بعد جہد نہیں کیا تو کہا جائے گا کہ تحریر یہ ہوتی نہیں رہے اور جب تحریر ہوتی نہیں رہا تو اقتدار نہ بھی درست نہ ہوگا۔ امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ جہد سہو اس نقصان کی تلافی کے لئے واجب ہے جو نقصان مؤویجی یعنی ادا کی ہوئی نماز میں پیدا ہو گیا ہے اور تلافی کرنا اسی وقت متعلق ہوگا جب کہ وہ چیز موجود ہو جس کی تلافی کرنا مقصود ہے۔ یعنی جہد نہ کرے بعد نقصان کی تلافی اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ نہ زکوٰۃ جو ہوا اور نہ زکاۃ قیام پر تحریر یہ پر موقوف ہے جس معصوم کو کہ جس پر جہد واجب ہے اس کا سلام اس کو اتمام صلوٰۃ سے خارج نہیں کرتا چنانچہ سلام کے بعد جو تحریر یہ ہوتی رہتا ہے جس جب سلام کے بعد تحریر یہ ہوتی ہے تو سلام کے بعد اس کی اقتدار نہ بھی درست ہوگا خواہ جہد سہو کا جہد نہ کرے۔ یہ نہ کرے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ سلام بذات خود محفل یعنی نماز سے خارج کرنے والا ہے چنانچہ ارشاد ہوا ہے تَحْرِيمُهَا الْتَّحْلِيلُهَا نَبْرُغْ عِشَّ آجائے تو لفظ سلام اپنا عمل نہیں کرے گا۔ اور مانع عمل جہد سہو اور نہ اس نے کی ضرورت ہے جس اگر سلام کے بعد جہد سہو یا تو نہ کہ مانع پائیے اس لئے لفظ سلام اپنا عمل نہیں کرے گا یعنی اس مصلیٰ کو نماز سے خارج نہیں کرے گا۔ اور اگر جہد سہو نہیں کیا تو چونکہ مانع تکمیل نہیں پائیے اس لئے لفظ سلام اپنا عمل نہیں کرے گا یعنی اس مصلیٰ کو نماز سے خارج کر دے گا۔ اس دلیل سے ثابت ہو گیا کہ اس شخص پر جہد سہو واجب ہوا اس کا سلام اس کو کلی تکمیل اتوقت نماز سے خارج کرتا ہے۔

صاحب جہاں کہتے ہیں کہ امام محمد اور شیخین کا اختلاف اس مسئلہ میں خام ہوگا اور نہ دو دوسرے دو مسئلوں میں خام ہوگا۔ ایک یہ کہ سلام کے بعد اس شخص نے قبضہ لگا جس پر جہد سہو واجب ہے تو اس وقت سے امام محمد اور امام زکریا کے نزدیک وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ

ن کے نزدیک نہ رکے اندر قبضہ پیدائی اور شیخین کے نزدیک اگرچہ وہ سب کو لیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ کھدو کرنے کی وجہ سے قبضہ ارمیان صلا قیاس پیدائی ہے۔ دوسرا ممکن یہ ہے کہ سلام کے بعد اور کھدو سے پہلے مسافر نے اقامت کی نیت کی تو اس لمحہ کے نزدیک اس کی فرض نماز بھی نہ رکعت کے چار رکعت ہو جائے گی خواہ کھدو سب کو نہ کرے۔ اور شیخین کے نزدیک اگرچہ کھدو سب کو نہ کرے تو اس کی فرض نماز نیت اقامت سے چار رکعت ہو جائے گی اور اگرچہ کھدو سب کو نہ کرے تو چار رکعت نہیں ہوں۔ (شرح تفسیر)

نماز کو ختم کرنے کے لئے سلام پھیرا، اس پر سجدہ سہو لازم ہے تو سجدہ سہو کر لے

وَمَنْ سَلَّمَ يُرِيدُ بِهِ قَطْعُ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ سَهْوٌ فَعَلَيْهِ أَنْ يَتَّخِذَ لِنَفْسِهِ لَا فِي هَذَا السَّلَامِ غَيْرَ قَاطِعٍ وَبَيْتُهُ يُعْبَرُ
بِالْمَشْرُوعِ فَلَعَنَ

ترجمہ اور جس شخص نے نذر قلع کرنے کے ارادے سے سورہ بقیہ احادیث اس پر سوچ لی ہے۔ تو اس پر اپنے سہو کی وجہ سے سجدہ نہ کرنا واجب ہے کیونکہ یہ مسامحانہ نوع نہیں ہے اور اس کی نیت مشروع و فاضلہ کرنا سے لہذا القبولی۔

تشریح صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص جس پر جہد ہو اور جب اس نے نماز قیام کرنے کے عزم سے عدم بغیر اوقاس پر مفید نماز پڑھنے سے پہلے عہدہ سنبھالنا واجب ہے کیونکہ اسے اس عہدہ کا سلام کا حاق قیام نماز نہیں ہے اور عہدہ کے نزدیک اس سے کہ یہ سلام کے نزدیک محض (نماز سے خارج کر دیا) ہو کر شروع نہیں ہوا، دشمنین نے یہ ایک امر چھٹل سے بیان موقوف حاصل ہے نہ کہ باخدا اور قطعاً۔ حاصل یہ کہ سلام قطع نماز ہو کر شروع نہیں ہوا ہے اور جو چیز قطع نماز ہو کر شروع نہ ہو وہ نماز قطع نہیں کرتی پس اس سلام سے نماز قطع نہیں ہوگی رہی نماز قطع کرنے کی نیت سو وہ خلاف شروع ہونے کی وجہ سے لغو ہو جائے گی اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

جس شخص کو نماز میں شک ہو گیا اسے معلوم نہیں تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اس کا کیا حکم ہے

وَمَنْ شَكَ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ أَتَنَا صَلَّيْ أَمْ أَرْتَعَاوْ دَلِيكَ أَوْ لَمْ مَاعُزْ لَهُ إِنْ تَنَافَتْ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا شَكَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ أَنْتَ كَمْ صَلَّيْ فَلْيَسْتَغْلِ الصَّلَاةَ

ترجمہ اور جس نے اپنی ناز کے اندر شک کیا اس کو معلوم نہیں کہ تمہیں حقیقت پڑھیں یا پا۔ پڑھیں اور یہ شک پہلے شک ہے جو اس کو پیش آیا تو یہ شخص نے سر سے ناز پڑا ہے۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی ناز کے اندر یہ شک کرے کہ کتنی پڑھی تو نہ کہو اور نہ پڑھو۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ مصلیٰ کو اپنی نماز میں یہ شک پیش آیا کہ میں رقتیں ہوئیں یا پھر رقتیں دو ہیں اور یہ شک پہلی ہی بار پیش آیا ہے تو ایسی صورت میں نماز اذکر تو پڑھے۔ دلیل صاحبِ ہدایہ کی پیش کردہ حدیث رسول ﷺ ہے: رہی یہ بات کہ رقتوں کی عبادت اولیٰ ماعکسہ کہ کیا مراد ہے سو اس بارے میں بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ کبوتر کی بات نہیں ہے بلکہ بھی کبھی رہو جاتا ہے یہ مطلب ہے کہ عمر کبھی کبھی سوئی نہیں ہوا ہے۔ شمس (۱) نے فرم دیا کہ یہ سبکی رائے ہے۔

فخر السامع نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اس نماز میں پہلا سوہا یہی ہے اور باقیوں میں غلطی نے کہا کہ غلطی میں پہلی مرتبہ یہی سوہا ہے۔

تو سہمی کے ساتھ نماز سے بچنا اولیٰ ہو گا نہ کہ کلام کے ساتھ اور اگر نماز سے بچنے کی فقط نیت کی تھی اور قاطع نماز عمل نہیں پایا گیا تو یہ کان نہیں سے بلکہ نیت جب تک قاطع نماز عمل کے ساتھ متصل نہ ہو ورنہ اس کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔

وَعَلَّمَ الْإِنسَانَ عَلَى الْأَقْلَامِ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اقل پر بنا کر نے کی صورت میں ہر رکعت پر قعدہ کرے اور تشہید پڑھے مثلاً: ہا بی نماز میں مصلیٰ وہ تکبیر پیش آیا کہ یہ پہلی رکعت ہے یا دوسری رکعت ہے اور کسی طرف غالب گمان بھی نہیں ہے تو وہ اس کو پہلی رکعت سمجھے یقین اس رکعت کو پڑا کر نے کے بعد قعدہ کرے کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دوسری رکعت ہو اور دوسری رکعت پر قعدہ واجب ہے اس لئے قعدہ کرے پھر کھڑا ہو جائے اور دوسری رکعت پڑھے اور قعدہ کرے کیونکہ مصلیٰ نے اس دوسری رکعت کے حکم میں مان رکھا ہے۔ پھر کھڑا ہو کر تیسری رکعت پڑھے اور پھر قعدہ کرے اس لئے کہ ممکن ہے کہ یہ پچھٹی رکعت ہو اور پچھٹی رکعت پر قعدہ فرض ہے پھر کھڑا ہو کر چوتھی رکعت پڑھے اور قعدہ کرے اس لئے کہ مصلیٰ کے نزدیک یہ پچھٹی رکعت کے حکم میں ہے اور پچھٹی رکعت پر قعدہ فرض ہے۔ حاصل یہ کہ قعدہ مفروضہ اور قعدہ واجب کے چھوٹے اندیشہ سے ہر رکعت پر قعدہ کرے جس کی صورت خادم نے بالتفصیل بیان کر دی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ صَلَاةِ الْمَرِيضِ

ترجمہ.... (پ) باب بیمار آدمی کی نماز (کے بیان) میں ہے

تشریح: صومہ کی انضخت مریش کی طرف انضخت فعل الی الغرض کے قبیل سے ہے مصنف ہدایہ نے بیماری نماز کا ذکر کچھ دھوکے بعد اس سے کیا ہے کہ مرض اور صومہ دونوں عوارض ساویہ میں سے ہیں اور صومہ چونکہ عام ہے مریش اور تندرست سب کو عارض ہوتا ہے اس لئے صومہ کے عہدہ کا ذکر اور کیا گیا اور بیماری نماز کا ذکر کیا گیا ہے۔

قیام پر قادر نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے

إِذَا عَجِزَ الْمُرِيضُ عَنِ الْقِيَامِ صَلَّى قَاعِدُ الْرُكْعِ وَتَسْبُحُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ صَلَّيْ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا لَأَنَّهُ يَسْتَطِيعُ فَعَلَى الْحُجُبِ تَزْمِينُ إِيمَاءٍ وَلَا تِلْكَ الصَّاعَةُ بِحَسَبِ الطَّائِفَةِ

ترجمہ: مریض جب کھڑا ہونے سے عاجز ہو جائے تو بیٹھ کر نوحہ و سجدہ کے ساتھ نماز پڑھے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے عمران بن حصین (جن کو بوایر کا مرض تھا) کو فرمایا تھا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھا پھر اس شخص کی استطاعت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھا پھر استطاعت نہ ہو تو کوٹ کر پڑھ دے اور اس لئے کہ استطاعت بظہر رخصت ہوئی ہے۔

تشریح صورت مسئلہ یہ ہے کہ چار آدمی اگر کھڑے ہوں تو ہر ایک کو بائیں محور کے کھڑے ہونے میں صحت یابی کی تاخیر کا ڈر ہے یا کھڑے ہونے پر زمین سے جھٹکا شیعہ اقل ہوتا ہے اور دوسرے ہوتا ہے اس کے واسطے کہ ہر ایک کو متحرک کرنا یا نہ کرنا ہے اور یہ شخص جھٹکا شروع کرے گا۔
 اے سچے مومنان زاد اے۔ دلیل عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ہے قَالَ كُنْتُ بِبَنِي نَوَاصِيرٍ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنَّ لَكَ تَسْتَطِيعَ قَعَايِدًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِيعَ فَقُلِّي حَتَّى يَأْمُرَ بِهَا نَبِيٌّ لَكَ فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِيعَ فَمُسْتَقْبًا لَا يَخْلِفُ اللَّهُ فَمَا الْآ وَنَعْمَ إِمْرَانُ بْنُ حَصِينٍ نَبِيٌّ لَكَ كَمْ جُحُودًا بِمَا كَمْ مَرَضٍ قَامَ مِنْ سَبِيلِهِ

1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 2680, 26

انہی سے اس حالت میں نہ رہے۔ ہرے میں درجہ کیا تو آپ ﷺ فرمایا کہ اگرچہ یہ سب نماز اور کھڑا کرنا اس کی طاقت نہ ہو چکرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کھڑے نہ ہو اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو چپ بیٹ کر اور اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت نہ دے اور وہ کھٹکتا نہیں رہتا۔

صاحب چاہیہ نے عقلی دلیل بیان کرتے ہوئے اس جملہ کا اصل ذرا کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ طاعت بقدر طاقت ہوتی ہے یعنی جس قدر ممکن ہو اور جس طرح ممکن ہو اسی طرح اور اسی قدر رعایت کرے۔

فوائد: اگر ہم پیش ہوئے سے قیام پر قہر نہ پڑے مثلاً آیہ آیت چاہئے یا تمہیں کہنے کی مقدار پورے قیام پر قہر نہیں ہے واقعی یہی مقدار قیام کا ہے کہ جب عاجز ہو جائے تو بیٹھ جائے کیونکہ طاقت کے مطابق ہی طاعت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر ہم پیش ہوئے سے کسی پر ایسا کڑوا کر کہہ دیتے ہیں کہ تو اس کے لئے قیام کو ترک کر دے یا نہیں ہے۔ واللہ اعلم

رکوع اور سجدہ کی طاقت نہ ہو تو اشارہ سے رکوع و سجدہ کرے

فَإِنْ قَامَ لَهُ سَبْطُ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ أَوْ مِمَّا ارْتَدَّ بَعْضُ قَاعِدِ الْإِيمَانِ وَسَعِ مِنْهُ وَحَقَّ سُجُودُهُ أَحْضَضَ مِنْ رُكُوعِهِ لِأَنَّهُ قَابِلٌ مَقَامَهَا فَأَحْدَ حُكْمَهَا وَلَا يَرْفَعُ إِلَيَّ وَحَيْهَ شَيْءٌ يَسْجُدُ عَلَيْهِ يَقُولُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ قَدَرْتَ أَنْ تَسْجُدَ عَلَى الْأَرْضِ فَاسْجُدْ وَإِلَّا فَاقْرَأْ بِرَأْسِكَ وَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ وَهُوَ يَخْشَعُ رَأْسَهُ اخْرُجْ لَوْ جُودَ الْإِيمَانِ وَإِنْ وَضَعَ ذَلِكَ عَلَى جَنْبِهِ لَا يُجْرِيهِ لِإِعْدَامِهِ

ترجمہ: قدرتی نے کہا کہ اگر رکوع اور سجدہ کی قدرت نہ ہو تو اشارہ کرے۔ یعنی جیسے کیونکہ یہی اس کی وسعت میں ہے۔ اور اپنے سجدہ پر نہ بہت رکوع۔ بہت کرے۔ سجدہ کرے اور ان دونوں کے قہر متا ہے۔ اور اپنے چہرے کی طرف ایسی چیز نہ اٹھائے جس پر سجدہ کرے۔ یعنی منہ نہ اٹھائے۔ اشارہ ہے کہ اگر تو زمین پر سجدہ کی قدرت نہ ہے تو زمین پر سجدہ کر دے تو اپنے سر سے اشارہ کرے اور اگر اس نے یہ یا اور حال یہ ہے کہ وہ اپنے سر پر اشارہ کرے تو اس کو کافی ہے کیا اس نے اشارہ کر دیا گیا ہے اور اس نے اس چیز کو اپنی پیشانی پر رکھ دیا یا نہیں ہوگا کیونکہ اشارہ محدود ہے۔

تشریح: جس قدر کہ اس نے فرمایا ہے کہ اگر رکوع اور سجدہ کرنے کی قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر رکوع اور سجدہ اشارہ کرے ساتھ ادا کرے کیونکہ اس کی طاقت اسی قدر ہے اور پہلے گھر چکا کہ طاعت بقدر طاقت ہوتی ہے البتہ سجدہ کا اشارہ پر بہت رکوع کے اشارہ کے بہت کرے۔ مثلاً سجدہ ۵ اشارہ کرتے وقت سر نہ اڑھو جگہ ہمارے۔ دلیل یہ ہے کہ اشارہ رکوع اور سجدہ کے قائم مقام ہے لہذا رکوع اور سجدہ ۵ صبر میں ہوگا۔ اور چونکہ حقیقی سجدہ پر بہت حقیقی رکوع کے بہت ہوتا ہے اس لئے سجدہ کا اشارہ بھی پر بہت رکوع کے اشارہ کے بہت

شیخ ابو اسحق قدرتی نے کہا کہ سجدہ کرنے کے لئے کوئی چیز اپنے چہرے کی طرف نہ اٹھائے دیکھ حدیث رسول ﷺ ہے کہ قَدَرْتَ أَنْ تَسْجُدَ عَلَى الْأَرْضِ فَاسْجُدْ وَإِلَّا فَاقْرَأْ بِرَأْسِكَ امام ہزار نے اپنے مسند میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ

لیٹ کر پہلو کے بل نماز پڑھنے کا حکم

وَأَنَّ اسْتَلْفَىٰ عَلَىٰ جَنْبِهِ وَوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ جَازِلِمَا زَوْنًا مِنْ قَبْلِ إِيَّانَ الْأَوَّلَىٰ هُوَ الْأَوَّلَىٰ عِنْدَنَا جَازِلِمَا لَلشَّافِعِيِّ لِأَنَّ إِشَارَةَ الْمُسْتَلْفَىٰ تَقَعُ إِلَىٰ هَوَاءِ الْكَعْبَةِ وَإِشَارَةُ الْمُضْطَجِعِ عَلَىٰ جَنْبِهِ إِلَىٰ جَانِبِ قَدَمَيْهِ وَبِهِ تَنَادَى الصَّلَاةُ

ترجمہ اور اگر بیمار کروٹ پر لیٹ اور اس کا منہ بجانب قبلہ ہے تو جائز ہے اس حدیث کی وجہ سے جو ہم نے پہلے روایت کی ہے مگر پہلی ہیئت ہمارے نزدیک اولیٰ ہے اور مشافعی کا اختلاف ہے کیونکہ چپ لیٹنے والے کا اشارہ ہوا کعبہ کی طرف پڑتا ہے اور کروٹ پر لیٹنے والے کا اشارہ اس کے دونوں قدموں کی جانب پڑتا ہے اور اس کے ساتھ نماز ادا ہوتی ہے۔

تشریح صاحب قدوری نے کہا ہے کہ بیمار اگر کروٹ پر لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھے ورنہ شاید اس کا منہ قبلہ کی جانب سے تو یہ بھی جائز ہے دلیل حدیث عمران بن حصین ہے جو اول باب میں مذکور ہو چکی ہے اور ہماری قہلی کا قول یہ ذکر ہوا اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبہ بھی اس پر دل ہے۔ حاصل یہ ہے کہ عمران بن حصین کی حدیث قیاماً کہ لَمْ يَسْتَطِيعْ قَعْلَى الْخَبَسِ يَوْمَئِذٍ اِمَامًا۔ عبد اللہ بن عمر کی حدیث قیاماً کہ لَمْ يَسْتَطِيعْ قَعْلَى قَفَا يَوْمَئِذٍ اِمَامًا متعارض ہیں کیونکہ حدیث عمران ابن حصین میں کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھنا مذکور ہے اور عبد اللہ بن عمر کی حدیث میں چپ لیٹ کر نماز پڑھنا مذکور ہے۔ اور ہماری حالت عذر کی حالت ہے اس لئے ان دونوں حالتوں میں سے ہر ایک ہیئت پر نماز پڑھنا جائز ہے ابتدا اولویت میں اختلاف ہے چنانچہ ہمارے نزدیک ہیئت اولیٰ (چپ لیٹ کر) اپنی نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک ہیئت ثانیہ (کروٹ) پر نماز پڑھنا اولیٰ ہے ہمارے نزدیک وجہ اولویت یہ ہے کہ چپ لیٹ کر نماز ادا کرنے کا اشارہ کعبہ کی قضا کی طرف پڑتا ہے اور کروٹ پر لیٹ کر نماز ادا کرنے والے کا اشارہ اس کے قدموں کی طرف پڑتا ہے اور نماز اس سے ادا ہوتی ہے کہ اشارہ کعبہ کی طرف پڑے اس لئے چپ لیٹ کر نماز ادا کرنا اولیٰ ہوگا۔

سر کے اشارہ تک سے عاجز ہو تو نماز کب تک مؤخر کرے گا

فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِيعِ الْإِمَامُ أَنْ يَجْعَلَ رَأْسَهُ أَجْرَتْ عَنْهُ وَلَا يُؤْمِنُ بَعِيْهِ وَلَا يَقْلِبُهُ وَلَا يَحَاجُّهُ جَازِلِمَا زَوْنًا مِنْ قَبْلِ وَلَئِنْ نَصَبَ الْأُتْدَالِ بِالرَّأْيِ مُسْتَعٍ وَلَا قِيَاسَ عَلَى الرَّأْيِ لِأَنَّهُ تَنَادَى بِهِ زَكُّ الصَّلَاةِ دُونَ الْغَيْبِ وَأَحْيَاهَا وَقَوْلُهُ أَجْرَتْ عَنْهُ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّهُ لَا تَنْسُقُ الصَّلَاةُ عَنْهُ وَإِنْ كَانَ الْعَجْرُ أَكْثَرَ مِنْ يَوْمٍ تِلْكَ إِذَا كَانَ مُطِيقًا وَهُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّهُ يَقْلِبُهُ مَضْمُونُ الْحِطَابِ بِخِلَافِ الْمُعْنَى عَلَيْهِ

ترجمہ اگر امام نہیں اپنے سر سے بھی اشارہ کی قدرت نہ رکھتا نہ تو اس سے نماز مؤخر فرما دیا جائے گا اور اشارہ نہیں کرے گا اپنی آنکھوں سے اور نہ اپنے آل سے اور نہ اپنی جنوں سے نماز کا اختلاف ہے اس حدیث کی وجہ سے جس کو ہم پہلے روایت کر چکے ہیں اور اس حدیث کے جس کا راجع سے مقرر نہ ہو مگر اس سے اور یہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ سے ساتھ نماز کا ایسا رکھنا ہوتا ہے نہ کہ آٹھ رکعت کے تین (پانچوں) رکعت سے اور امام قدوری کا قول اثر عند اس بات کی صرف اشارہ ہے کہ اس سے نماز نہ تو قہراً ہوگی اور اگر چہ جبراً ایسا ان رات سے زاد ہو بشرطیکہ وہ شخص ایسا ہی ہو۔ لیکن صحیح ہے کیونکہ یہ عرض مضمون خطاب کو سمجھتا ہے۔ اس کے برخلاف وہ شخص

جس پر بے ہوشی طاری ہو گئی ہے۔

تشریح : شیخ ابوالحسن قدوری نے فرمایا ہے کہ مرض اُمراس قدر بڑھ گیا کہ سر کے ساتھ اشارہ کرنے کی قدرت بھی باقی نہ رہی ہو تو نہایت مؤخر کر دی جائے گی لیکن آنکھوں، قلب اور سینوں کے ساتھ اشارہ کرنا کافی نہ ہوگا۔ اور نہ فہمیت میں کیا یہ مرض میں آنکھوں، قلب کے ساتھ اشارہ کر کے نماز ادا کرے اور سجدہ ہونے پر اس کا ادا نہ کرے۔ اس کے قبل اہم شایقی میں رہی، میں دوسرے سے جو سابق میں مذکور تھی یعنی اِنْ قُدْرَتُ اَنْ تَسْجُدَ عَلَی الْاَرْضِ فَاسْجُدْ وَلَا تَقُوْهُ بِرَأْسِکَ اس حدیث سے قدرت میں اس کے موقع پر سر پر اکتفا نہیں ہے۔ اگر سر کے علاوہ کے ساتھ اشارہ کرنا جزاء ہوتا تو آنکھ سے اشارہ اس قدر واجب نہ فرماتے۔ آپ صبر نہ فرما، مہم جواری کی دلیل ہے۔

مقلی دلیل : یہ ہے کہ اشارہ درحقیقت رکوع اور سجدہ کا بدل ہے اور بدل کا راس سے مقرر نہ ہونا ممنوع ہے اور حدیث سے اشارہ سر کے ساتھ اشارہ کا ذکر ہے نہ کہ ذکر آنکھ وغیرہ کے ساتھ اشارہ کا۔ پس آراء میں سے جس میں کے ساتھ اشارہ کرنے کی اپنا تہ کی بات ہے تو بدل کا راس سے مقرر کرنا لازم آنے کا نہ کہ یہ جائز نہیں ہے اس سے آنکھ وغیرہ کے ساتھ اشارہ کرنا کافی نہ ہوگا۔ اور اگر اسے بدل کے راس سے بدل کا مقرر کرنا نہیں ہے جہاں یہ ہے تو سر کے ٹھہر پر قیاس کرنا نہ ہونی جس حد میں سر کے ساتھ اشارہ کرنا رکوع اور سجدہ کے ساتھ کافی ہے۔ اسی حد میں آنکھ وغیرہ کے ساتھ اشارہ کرنا بھی کافی ہونا چاہئے۔ تو جواب یہ ہوگا کہ آنکھ وغیرہ پر قیاس نہ درست نہیں۔ کیونکہ سر کے ساتھ نماز کا ایک رکعت یعنی سجدہ ادا ہوتا ہے اور آنکھوں، قلب، سینوں کے ساتھ سجدہ ادا نہیں ہوتا یعنی ان میں سے کوئی ایک رکعت ادا کی میں کوئی فعل نہیں ہے۔ پس اس فرق کے ساتھ ایک رکوع پر قیاس کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے قدرت میں نہ قدرت اُمراس سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ ایسے مرض کے حامل سے نماز ادا ہونی چاہئے نہ اس کے عدم باقی رہنے کی حالت یہ کہ اشارہ نہ ہو۔ اور جب ہوئی اگرچہ یہ حالت ایک دن رات سے زائد ہی ہو یا نہ ہو جس حد میں مرض پہنچ رہا ہو۔ یعنی قیاس صحیح ہے۔ اور جب مرض جب اتفاق ہو تو نماز کے بعد ادا ہو سکتا ہے۔ اور جب عدم ہو سکتا ہے تو اس پر عدم متوجہ ہے جس سے اس کے عدم ادا واجب ہو گئی مگر مذکور کی وجہ سے بالفعل ادا سے مہلت دیدی گئی ہے یہاں تک کہ قدرت نہ حاصل ہو اس سے یہ نہ صرف وہ نہیں ہو جس دن رات سے زائد جب بوش رہا تو چونکہ وہ غیر خطاب سے ہوا چاہئے اس لئے نماز اس کے اُمراس سے سجدہ ہو جائے۔

لائس حضرات : یہ کہتا ہے کہ بیماری کی یہ حالت کہ جس میں سر کے ساتھ اشارہ کرنا بھی قدرت نہ ہو اور ایک دن رات سے زائد نہ ہو تو اس پر قضاء واجب نہ ہوگی اور ایک دن رات سے سجدہ تو قضاء لازم ہو جائے گا۔

قیام پر قادر ہو کر رکوع سجدہ پر قادر نہ ہوا اس کے لئے کیا حکم ہے

وَاِنْ قَدَرَ عَلَی الْقِیَامِ وَلَمْ یَقْدِرْ عَلَی الرَّکُوعِ وَالسُّجُودِ لَمْ یَلْزَمْهُ الْقِیَامُ وَیُضِلُّی قَاعِدًا یُؤْمِنُ بِإِیمَاءٍ اِنْ رَکَعَهُ الْقِیَامَ لِبَشَوَئِلٍ بِہِ اِلٰی السَّجْدَةِ لِمَا فِیْہَا مِنْ تَقَابِیِہِ الْعُظْمِیِّ قَاعِدًا کَانَ لَا یَتَعَقَّلُ السُّجُودَ لِأَنَّهُ کَانَ کُلَّ فَسْحٍ وَفَصْلٍ هُوَ الْإِیمَاءُ قَاعِدًا لِأَنَّهُ اَنْتَبَهَ بِالسُّجُودِ

ترجمہ : اور اگر مرض قیام پر قدرت ہے اور رکوع اور سجدہ پر قدرت نہیں ہے تو اس پر قیام کرنا لازم نہ رہا۔ اور جب رکوع نہ ہو

اشارہ کرتا ہوا اس لئے کہ قیام کارکن ہونا اس غرض سے ہے کہ قیام سے بعد وہ ایسا ہو سکے جس سے قیام کے بعد جلد نہ ہو تو قیام میں نہیں رہتا۔ اس لئے مریض کو اختیار ہے افضل تو چھوڑ کر راش رو کر نہ رہے کیونکہ چھوڑ کر راش رو کر نہ رہتی ہے۔

تشریح مسند یہ ہے کہ اگر وہی شخص ایسا ہو کہ وہ قیام پر تو قادر ہے لیکن روح اور جلد کرنے پر قدرت نہیں ہے تو اس پر قیام لازم نہ ہوگا۔ جلد وہ چھوڑ کر راش رو کر نہ رہے۔ اس کا ذکر اور اس کا شفعی نے فرمایا کہ اگر قیام پر قدرت نہ ہو اور روح اور جلد پر قدرت نہ ہو تو قیام اس سے اذیت ہے کیونکہ ان اضطرابات کی دلیل یہ ہے کہ قیام میں نہ ہو اور مریض اس سے عاجز نہیں ہے جلد اس سے رکن ہے نہ وہ اس سے جلد کا وسید ہوتا ہے اور قیام اس سے جلد کا وسید اس سے کہ قیام سے بعد جلد کرنے میں ایجابی تعظیم ہے پس جب قیام سے بعد جلد نہ ہو تو قیام میں نہیں رہے کیونکہ جب اس حالت میں قیام میں نہ رہے تو قیام مصلحتی و قیام کرنے اور نہ کرنے میں اختیار ہے اب اس افضل یہ ہے کہ چھوڑ کر روح جلد کا اشارہ کرے کیونکہ چھوڑ کر جلد کا اشارہ کرنا اتفاقی جلد کے زیادہ و کم ہونے سے اس لئے کہ چھوڑ کر راش رو کرتے وقت مریض سے زیادہ قریب ہو جائے گا بہت کھڑے ہو کر اشارہ کرنے کے۔

تندرست نے نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر مرض لاحق ہو گیا بیٹھ کر مکمل کرے

وَرَأَى صَلَّى الصُّبْحُ بَعْضَ صَلَواتِهِ فَأَمَّا لَهُ حَدَّثَ بِهِ مَرَضٌ أَمْتَمَهَا فَأَعَادَ تَوَكُّعًا وَبَسَّجُدُ يَوْمِي إِنْ لَمْ يَقْدِرْ أَوْ مُسْتَنْفِيًا إِنْ لَمْ يَقْدِرْ بِأَنَّهُ تَبَى الْأَذْنَى عَلَى الْأَعْلَى فَصَارَ كَمَا لَا يَفِيدُ

ترجمہ اور اگر تندرست آدمی نے نماز کا کچھ حصہ کھڑے ہو کر پڑھا پس اس کو مرض حادث ہو گیا تو بیٹھ کر نماز پڑھا۔ اگر اس سے دماغ یہ رکوع اور جلد کرے یا اشارہ کرے اگر (رکوع جلد پر) قادر نہ ہو یا نہ کرے (نماز پوری کرے) اگر (بیٹھنے پر) قادر نہ ہو کیونکہ اس نے اپنی کواعلیٰ پائی یہ ہے بقدر اعلیٰ کا اندہ ہونا۔

تشریح مسند یہ ہے کہ اگر تندرست آدمی نے نماز ایک حصہ کھڑے ہو کر پڑھا یا پھر زمین نماز ایسا مرض لاحق ہو گیا کہ قیام پر قادر نہ رہا تو اگر روح جلد پر قدرت ہو تو چھوڑ کر روح جلد کرے اور اگر رکوع جلد پر قدرت نہ ہو تو رکوع جلد کا اشارہ کرے۔ اگر نماز پوری کرے اور اس قدر مریض ہو گیا کہ بیٹھنے پر بھی قدرت نہ ہو تو پختہ کر نماز پوری کرے۔ دلیل یہ ہے کہ ان میں صورتوں میں اپنی ہی کواعلیٰ پائی ہے اور اپنی ہی کواعلیٰ پائی پڑھنا پڑھنا بہت ہیست کہ اپنی حال والے کا اعلیٰ حال والے کی اقتداء کرنا بہت ہیست یعنی جس طرح چھوڑ کر نماز پڑھنے والے کا کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی اقتداء کرنا بہت ہیست کہ اپنی طرح کو اپنے حق میں یہ بات بہت ہیست کہ نماز کا اس حصہ کھڑے ہو کر پڑھے پھر بٹھ کر اپنی جگہ کا حصہ بیٹھ کر پڑھے۔

حالت مرض میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور رکوع سجدہ اشارہ سے کیا پھر تندرست ہو گیا کھڑے ہو کر پہلی نماز پڑھ کر سکتا ہے یا نہیں، اقوال فقہاء

وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا يَزِيغُ وَيَسْجُدُ لِمَرْيَمَ ثُمَّ صَحَّ نَسِيَ عَلَى صَلَاتِهِ قَائِمًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَابْنِ مُوسَى وَقَالَ مُحَمَّدٌ اسْتَقْبَلْ بِأُذُنِهِ عَلَى رَأْسِهِ لِيُحْيِيَ الْإِفْقِدَاءَ وَقَدْ تَقَدَّمَ بَيَانُهُ

ترجمہ اور جو شخص کسی مرض کی وجہ سے بیٹھ کر رکوع سجدہ کے ساتھ نماز پڑھتا ہے پھر تندرست ہو گیا تو شیخین کے نزدیک اپنی نماز ختم ہو کر بنا کر اور امام محمد نے فرمایا از سر نو پڑھے۔ یہ اختلاف ان کے اقتداء کے اندر اختلاف پڑتی ہے اور اس کا بیان پہلے نمبر دیا گیا ہے۔

تشریح صورت مسند ایک شخص نے مرض کی وجہ سے رکوع اور سجدہ کے ساتھ بیٹھ کر نماز کا ایک حصہ ادا کیا پھر نماز کے دمیان ہی تندرست ہو کر قیام پر قدر ہو گیا تو شیخین کے نزدیک کھڑے ہو کر اپنی نماز پڑھ کر اور امام محمد کے نزدیک از سر نو نماز پڑھے۔

امام محمد اور شیخین کا اصل اختلاف اس بات میں ہے کہ قاعدا حد کے پیچھے اقتداء کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام محمد نے فرمایا کہ قاعدا حد کے پیچھے اقتداء کرنا جائز نہیں ہے اور شیخین نے فرمایا کہ جائز ہے اس چونکہ امام محمد کے نزدیک قاعدا حد کے پیچھے اقتداء کرنا جائز ہے تو حالت قیام میں زنی بنا کر نماز حالت قعود نماز پر بھی ناجائز ہے اور شیخین کے نزدیک قاعدا حد کے پیچھے اقتداء کرنا چونکہ جائز ہے لہذا اپنے حق میں بھی حالت قیام کی نماز کو حالت قعود کی نماز چھٹی کرنا جائز ہو گا۔

نماز کی کچھ رکعتیں اشارے سے پڑھیں پھر رکوع سجدہ پڑھ کر اور ہو گیا بالا اتفاق نئے سرے سے نماز پڑھے

وَإِنْ صَلَّى بَعْضُ صَلَاتِهِ بِإِشَارَةٍ ثُمَّ قَدَرَ عَلَى الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ اسْتَأْنَفَ عَنْهُمْ جَمِيعًا لِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ رَافِقِدَاءُ الرَّاكِعِ بِالْمَوْمِي فَكَذَا الْإِسَاءُ

ترجمہ اور اگر نماز کا ایک حصہ اشارے سے ساتھ ادا کیا پھر رکوع اور سجدہ پڑھ کر ہو گیا تو انہم غلط کے نزدیک ناجائز ہو جائے گا۔ اس لئے کہ رکوع کرنے والے کا اشارہ کرنے والے کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے۔ یہی حال نماز کا ہے۔

تشریح مسئلہ ایک شخص نے بھڑکی وجہ سے نماز کا ایک حصہ اشارے سے ساتھ ادا کیا پھر دمیان نماز رکوع اور سجدہ پر قدر ہو گیا تو امام محمد (ابو حنیفہ صاحبین) کے نزدیک از سر نو نماز پڑھے امام زفر نے فرمایا کہ اس صورت میں بھی بنا کر نماز جائز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ یہ وہ نزدیک رکوع کرنے والے کا اشارہ کرنے والے کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے اور امام زفر کے نزدیک جائز ہے جس میں حال بنا کر نماز کا ہے۔

نقل کھڑے ہو کر شروع کئے پھر ٹیک لگالی تو کیا حکم ہے

وَمَنْ افْتَتَحَ السُّجُودَ قَائِمًا ثُمَّ أَعْيَى لَأَنَّهُ سَبَّحَ عَلَى عَصَا أَوْ خَلِطَ أَوْ يُقْعَدُ لِأَنَّ هَذَا عُلُوٌّ وَإِنْ كَانَ الْإِسَاءُ

بَعِثِرْ عَذْرَ يُكْرَهُ لِأَنَّهُ إِيَّاءَ فِي الْأَدَبِ وَقِيلَ لَا يُكْرَهُ عِنْدَ أَمِيٍّ حَتَّى يَفْقَهُ لَأَنَّهُ لَوْ قَعَدَ عِنْدَهُ يَجُوزُ مِنْ عَذْرٍ كَقَعَدَ لَا يُكْرَهُ الْإِيَّاءُ وَعِنْدَهُمَا يُكْرَهُ لِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ الْقَعُودُ عِنْدَهُمَا فَيُكْرَهُ الْإِيَّاءُ

ترجمہ اور جس شخص نے نفل کو کھڑے ہو کر شروع کیا پھر وہ ٹھک گیا تو اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ وہ انہی دو چیزوں پر ایک لگائے یا بیٹھ جائے کیونکہ یہ عذر ہے اور اگر ایک لگا بغیر عذر نہ ہو تو مکروہ ہے کیونکہ یہ بے ادبی ہے اور کہا گیا کہ ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ اس سے کہ ان کے نزدیک اگر بغیر عذر بیٹھنا تو جائز ہے اسی طرح ایک لگا بھی مکروہ نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ ان کے نزدیک بیٹھنا ناجائز ہے پس ایک لگا بھی مکروہ ہے۔

تشریح اگر کسی نے نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر کسی چیز پر ایک لگائی تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک لگا عذر کی وجہ سے ہوگا۔ بغیر عذر کے ہوگا۔ اگر اول ہے تو حلال۔ لیکن دوسرا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر بی صورت ہے تو بعض مشائخ نے کہا ہے کہ باحقوق احناف مکروہ ہے۔ وجہ کراہت یہ ہے کہ با عذر ایک لگانے میں سوئے اب اور بے ادبی ہے۔ لیکن اس قول کی بنیاد پر امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے با عذر بیٹھنا اور با عذر ایک لگانے میں فرق بیان کرنا ضروری ہو گیا کیونکہ امام صاحب کے نزدیک با عذر بیٹھنا غیر مکروہ ہے اور با عذر ایک لگانا مکروہ ہے۔ وجہ فرق یہ ہے کہ ابتدا کا عذر سے ہو کر نفل شروع کرنے میں اور بیٹھ کر شروع کرنے میں نفل پر جتنے والے اختیار ہے پس یہ اختیار انہما بھی با کراہت دینی رہے گا۔

البتہ اس کو یہ اختیار نہیں کہ ابتدا میں نفل نماز ایک لگا کر پڑھے یا بغیر ایک لگائے پڑھے پس جب ابتدا یہ اختیار نہیں ہے تو اب بھی یہ اختیار نہ ہوگا بعض مشائخ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز کے درمیان اگر بغیر عذر کے ایک لگائی تو با کراہت جائز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک بغیر عذر نفل نماز کے درمیان بیٹھنا مکروہ نہیں ہے لہذا ایک لگانا بھی مکروہ نہ ہوگا کیونکہ بیٹھنا جو منی قیام ہے جب وہ مکروہ نہیں تو ایک لگانا جو قیام کے منی بھی نہیں ہے وہ بدرجہ اولیٰ مکروہ نہ ہوگا۔ صاحبین کے نزدیک با عذر ایک لگانا مکروہ ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کے نزدیک با عذر بیٹھنا مکروہ ہے لہذا ایک لگانا بھی مکروہ ہوگا۔

بغیر عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

وَأِنْ قَعَدَ يَبْعَثِرْ عَذْرَ يُكْرَهُ بِإِلَّا تَتَفَاقَى وَتَجُوزُ الصَّلَاةُ عِنْدَهُ وَلَا تَجُوزُ عِنْدَهُمَا وَكَدَ مَرْفُئِ بَابِ الْتَوَاتُؤِ

ترجمہ اور اگر بغیر عذر بیٹھ گیا تو با اتفاق مکروہ ہے اور امام صاحب کے نزدیک نماز جائز اور صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے اور باب انوافل میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔

تشریح مسئلہ اس کی آوی نے کھڑے ہو کر نفل نماز شروع کی پھر با عذر بیٹھ گیا تو با اتفاق مکروہ ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کراہت کے باوجود نماز جائز ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک اس صورت میں نماز ہی جائز نہ ہوگی۔

اس عبارت میں قدرے تسامح ہے اس طور پر کہ صاحبین اس صورت میں عدم جواز کے قائل ہیں اور عدم جواز کو کراہت کے ساتھ متصنف نہیں کیا ہے تاہم ابنا صاحبین کے مسئلہ کی بنا پر بِكُفْرَةٍ بِإِلَّا تَتَفَاقَى کہ جس طرح درست ہوگا دوسری بات یہ ہے کہ اس مسئلہ

میں امام ابوحنیفہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ نفل نماز کے درمیان بلا عذر بیٹھنا مکروہ ہے اور اس سے پہلے مسئلہ میں مذکور ہے کہ امام صاحب کے نزدیک بلا عذر بیٹھنا غیر مکروہ ہے سو تعلیق یہ ہے کہ مبسوط کے بیان سے مطابق حضرت امام صاحب کا قول صحیح عدم کراہت کا ہے اور ایک قول کراہت کا ہے پس مذکور مسئلہ میں قول صحیح ذکر کیا گیا ہے اور اس مسئلہ میں دوسرا قول ذکر کر دیا گیا ہے۔

کشتی میں بغیر عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم..... اقوال فقہاء

وَمَنْ صَلَّى لِيِ السَّيْفِيَةِ قَاعًا مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ أَحْزَاهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَالْفَقَاهِ الْأَفْضَلِ وَقَالَ لَا يَجُزِيهِ إِلَّا مِنْ عَذَرٍ لَأَنَّ الْفِتَامَ مَقْدُورٌ عَلَيْهِ فَلَا يَنْوُكُ وَلَهُ أَنَّ الْعَالِيَةَ فِيهَا دَوْرَانُ الرَّأْسِ وَهُوَ كَالْمُتَحَقِّقِ إِلَّا أَنَّ الْفِتَامَ الْأَفْضَلَ لِأَنَّهُ أَبْعَدُ مِنْ شُبُهَةِ الْخِلَافِ وَالْخُرُوجِ الْفَضْلُ مَا أَمْسَكَهُ لِأَنَّهُ اسْتَكْنَى لِقَلْبِهِ وَالْخِلَافُ لِيِ غَيْرِ الْمَرْبُوطَةِ وَالْمَرْبُوطَةُ كَالشَّيْطَانِ هُوَ الصَّحْبُ

ترجمہ اور جس شخص نے بغیر کسی بیماری کے چلتی ہوئی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھی تو ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے اور کھڑا ہونا افضل ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہ ہوگی مگر ہمارے یہ کہہ کر اس کو قدرت حاصل ہے تو وہ ترک نہ کیا جائے گا اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ کشتی کے اندر بالعموم سر محفوظ ہے اور وہ تحقیق کے مانند ہے۔ مگر یہ کہ قیام افضل ہے اس لئے کہ وہ شہ غلاف سے دور ہے اور جس قدر ممکن ہو کشتی سے باہر نکل آنا افضل ہے کیونکہ اس میں اطمینان قلب ہے اور اختلاف بغیر بندگی ہوئی کشتی میں ہے اور بندگی ہوئی کشتی دریا کے کنارے کے مانند ہے جیسا صحیح ہے۔

تشریح صاحب عنائے نے فرمایا کہ کشتی میں نماز پڑھنے والا قیام سے عاجز ہوگا یا عاجز نہیں ہوگا۔ اگر عاجز ہے تو بالاتفاق بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر قیام سے عاجز نہیں تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ کشتی ٹھہری ہوئی ہوگی یا چلتی ہوئی ہوگی اگر اول ہے تو بالاتفاق بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر ثانی ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک بغیر کسی بیماری کے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ بغیر عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے یہی مذہب امام مالک، امام شافعی، امام احمد کا ہے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ قیام پر اس کو قدرت حاصل ہے اور قدرت علی القیام کی صورت میں قیام کو ترک نہیں کیا جاتا۔ لہذا اس صورت میں بھی قیام کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ چلتی ہوئی کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے بالعموم دورانِ راس (سر کا چکر) ہو جاتا ہے اور غالب محولہ تحقیق کے ہوتا ہے مثلاً کثرت پر سونے کو حدیث کہا گیا ہے کیونکہ اس حالت میں بالعموم اعضاء کے ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے راس خارج ہو جاتی ہے پس غالب کو تحقیق کرے مرتبہ میں اتار کر نقص وضو کا حکم لگا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں دورانِ راس سے ناب احوال کو تحقیق کے مرتبہ میں اتار کر یہ کہا گیا ہے کہ گویا یہ شخص قیام سے عاجز ہے اور جب قیام سے عاجز ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھنے میں کوئی قہر نہیں ہے۔ البتہ امام صاحب کے نزدیک بھی کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے کیونکہ کھڑے ہو کر پڑھنا اختلاف کے شہ سے دور ہے یعنی بیٹھ کر نماز پڑھنے میں علماء اختلاف ہے لیکن کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی صورت میں اختلاف کی زحمت سے نجات مل جاتی ہے۔ صاحب عنائے فرماتے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو نماز سے لئے کشتی سے باہر نکل آنا افضل ہے کیونکہ اس میں ہر ایک کے قہر کو سب سے

زیادہ اٹھینا ہے لیکن اگر کشتی سے نکلتا ممکن ہو مگر اس کے باوجود نہیں گا بلکہ کشتی ہی میں نماز پڑھی تو بھی جائز ہے۔

صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ بغیر عذر بغیر نماز پڑھنے کے جواز اور عدم جواز کا اختلاف اسکی کشتی میں ہے جو نہار ہے پڑھ بھی ہوگی نہ ہو بدعتی ہو اور جو کشتی میں ایک نہار ہے بدعتی ہو وہ اور ایک نہار ہے نہ بدعتی یعنی جس طرح بغیر عذر زمین پر اور ایک نہار ہے بدعتی ہو پڑھنا جائز نہیں ہے اسی طرح بدعتی ہوئی کشتی میں بھی بلا عذر بغیر نماز پڑھنے کا جواز نہیں ہے صحیح قول یہی ہے۔

پانچ یا پانچ سے کم نمازوں میں بے ہوشی طاری رہی تو قضاء ہے اور اس سے زیادہ میں نہیں

وَمَنْ أَغْمِيَ عَلَيْهِ حَمْسُ صَلَوَاتٍ أَوْ دُونََهَا قَضَىٰ وَإِنْ كَانَ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ لَمْ يَقْضِ وَلِهَذَا اسْتَحْسَنَ وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا قَضَاءَ عَلَيْهِ إِذَا اسْتَوْعَبَ الْأَعْمَاءُ وَقَدْ تَمَّ صَلَوةٌ كَامِلَةٌ لِلتَّحْقِيقِ الْعَجْزِ فَكَبَّهَ الْجَوْنُ وَجَدَ الْأَسْبَحَانَ أَنْ الْمُسَدَّ إِذَا طَالَ كَتَبَتْ الْفَوَائِدُ يَسْتَخْرِجُ فِي الْأَذْوَادِ إِذَا قَصُرَتْ قُلْتُ وَلَا خَرَجَ وَالْكَسْبُ أَنْ تَرْتَدَّ عَلَى يَوْمٍ وَلَيْسَ لِأَنَّهُ يَدْخُلُ فِي حَدِّ التَّكْرَارِ وَالْجَوْنُ كَالْأَعْمَاءِ كَمَا ذَكَرَهُ أَبُو سُلَيْمَانَ بِخِلَافِ الْيَوْمِ لِأَنَّ امْتِدَادَهُ نَادِرٌ فَيُلْحَقُ بِالْفَاصِدِ ثُمَّ الْيَزَادَةُ تُعْتَبَرُ مِنْ حَيْثُ الْأَوَّلَاتِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ لِأَنَّ التَّكْرَارَ يَنْتَحِلُ بِهِ وَعِنْدَهُمَا مِنْ حَيْثُ الْمَاعِنَاتِ هُوَ الْمَأْذُورُ عَنْ عِلْمِيٍّ وَرَأْسِيٍّ عُسْرًا وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

ترجمہ اور جس پر پانچ نمازوں تک واجب نہ اس سے کم بے ہوشی طاری ہوئی تو ان کی قضاء کرے اور اگر ان سے زیادہ تو قضاء نہ کرے اور یہ احتسان ہے اور قیاس یہ ہے کہ اس پر قضاء نہ ہو جب کہ افما نے ایک نماز کا پورا وقت گھیر لیا کیونکہ غیر تحقق ہو گیا پس افما و جوں کے مشابہ ہو گیا اور احتسان کی وجہ یہ ہے کہ مدت افما جب روز ہو جائے کی تو قضاء نہیں بہت ہو جائیں گی پس ان کی قضاء کرنے میں حرج میں پڑ جائے گا۔ اور مدت قحوظی ہوئی تو قضا میں قحوظی ہوں گی اس لئے حرج میں نہ پڑے گا۔ اور اخیر یہ ہے کہ قضا میں ایک دن رات سے زیادہ جائیں کیونکہ وجہ رات کی حد میں داخل ہو جاتی ہیں اور دن افما کے مانند بنایا ہی ابوسلیمان نے نہ فرمایا ہے۔ بخلاف غینہ کے اس سے کہ غینہ کا اس قدر روز و رات ہے تو غینہ کو نہ رقصہ سے نہ حرج لاحق کیا جائے گا پھر زیادہ رات اور کثرت امام محمد کے نزدیک اوقات سے شمار سے معتبر ہے کیونکہ عمر اسی کے ساتھ تحقیق ہوگا۔ اور شیخین کے نزدیک سماعت سے شمار ہے۔ یہی حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے واللہ اعلم بالصواب

تشریح مسند اُردو کی فہم پانچ نمازوں سے زائد بے ہوشی رہا تو ان کی قضا واجب نہیں ہے یہ حکم بظہر احتسان ہے اور قیاس کا حکمنا یہ ہے کہ اگر بے ہوشی نے ایک نماز کا پورا وقت گھیر لیا تو اس پر قضا واجب نہ ہوگی۔ اسی کے قائل امام مالک اور امام شافعی ہیں جناب ملنے کہا ہے کہ فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہے اگرچہ ایک یا دو نمازیں ہوں۔ حاصل یہ ہے کہ جناب ملنے کے نزدیک افما کی وجہ سے فوت شدہ نمازیں قحوظی ہوں یا زیادہ بہر صورت قضا کرنا واجب ہے اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک اگر افما نے ایک نماز کا پورا وقت گھیر لیا اور ایک ہی نماز فوت ہوئی تو بھی قضا واجب نہ ہوگی یعنی افما کی وجہ سے فوت شدہ نمازیں قحوظی ہوں یا زیادہ دونوں صورتوں میں قضا واجب نہ ہوگی۔ ہر مسئلہ میں درمیان راوا اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر افما کی وجہ سے فوت شدہ نمازیں قحوظی ہیں تو ان کی قضا کرنا واجب ہے۔ اور اگر کثیر ہیں تو قضا کرنا واجب نہیں ہے۔

حناجہ کی ویل یہ ہے کہ اگر وہ ایک قسم کا مرض ہے اور مرض کے اندر جس قدر نمازیں فوت ہو جائیں ان کی قضاء واجب ہوتی ہے لہذا اس صورت میں بھی قضاء واجب ہوگی خواہ وقت شدہ نمازیں کثیف ہی کیوں نہ ہوں۔ امام مالک اور امام شافعی کی ویل یہ ہے کہ جب افطار نماز کا پورا وقت طہیرے تو بخیر تحقیق ہو گیا اور بقول بعض جنوں کے مشابہ ہو گیا پس بعض حضرات کے نزدیک جس طرح ایک نماز کے پورے وقت کا جنوں قضاء واجب نہیں کرتا اسی طرح افطار کی صورت میں بھی قضاء واجب نہ ہوتی۔

دوسرا احتمال جو علماء احناف کی دلیل ہے یہ ہے کہ مدت افطار جب راز ہو جائے گی تو وقت شدہ نمازیں کثیف ہو جائیں گی۔ اب اگر ان فوائد شیرہ کی قضاء کا حکم دیا جائے گا تو وہ شخص حرج میں پڑ جائے اور چونکہ شریعت اسلام میں حرج کو دور کیا گیا ہے اس لئے ان فوائد کثیفہ کی قضاء واجب نہیں کی گئی۔ اور اگر مدت افطار کے لئے تو وقت شدہ نمازیں قلیل ہوں گی اور فوائد قلیلہ کی قضاء کرنے میں چونکہ کوئی حرج نہیں ہے اس لئے فوائد قلیلہ کی قضاء کا حکم دیا گیا ہے احناف کی دلیل کو اس طرح بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ مقررین طرح کے ہیں اول محمد جیسے یحییٰ تو یہ باوجود نفع فریضہ ہے دوم قاصر جیسے نیند کدوہ یا عاقق نفع نہیں حتیٰ کہ نیند کی وجہ سے اگر نماز فوت ہوئی تو اس کی قضاء واجب ہے سوم جو درمیان دیوجہ پر ہے جنوں اور افطار پر اگر یہ راز ہو جائیں تو عمدہ کے ساتھ لاحق ہوں گے حتیٰ کہ قضاء واجب ہو جائے گی اور اگر کم ہوں تو قاصر کے ساتھ لاحق ہو گئے حتیٰ کہ قضاء واجب ہوگی۔

واضح ہو کہ کثیف کی حد یہ ہے کہ وقت شدہ نمازیں ایک رات دن سے بڑھ جائیں کسی کی کہ جنسی نماز کا وقت نکل جائے کیونکہ جب چھٹی نماز کا وقت نکل گیا تو نمازیں میں تکرار شروع ہو گیا اور تکرار کے بعد کثرت کا ظاہر ہونا امر لا بدی ہے۔

صاحب ہدایہ نے "وَالْمُجْتَنِبُ كَالْمُعْتَمِدِ" سے امام مالک اور امام شافعی کی قیاس کا جواب دیا ہے جو اب کا حاصل یہ ہے کہ افطار جنوں کے مانند نہیں بلکہ جنوں افطار کے مانند ہے یعنی جنوں اگر پانچ نمازیں دن سے زائد باق وقت رہا ہوگی اور اگر کم ہے تو سابقہ نہ ہوگی۔ ابوہلین نے یہی ذکر کیا ہے اس کے برخلاف نیند کا اگر وہ زائد بھی ہو تب بھی قضاء سابقہ نہ ہوگی کیونکہ نیند کا عمدہ ہونا ضرور ہے لہذا اس کو مقرر قاصر کے ساتھ لاحق کیا جائے گا نہ مقرر عمدہ کے ساتھ۔

حما احناف اس بات پر متفق ہیں کہ کثیف کی حد یہ ہے کہ قضاء نمازیں ایک رات دن سے بڑھ جائیں لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ زیادتی من حیث الازمان معتبر ہے یا من حیث الساعات معتبر ہے؟ امام محمد نے فرمایا کہ من حیث الازمان معتبر ہے یعنی اگرچہ چھ نمازیں فوت ہو گئیں اور چھ نماز کا وقت گزر گیا تو کثرت ثابت ہو جائے گی اور کثرت فوائد کی وجہ سے قضاء واجب نہ ہوگی اور اگر چھ نماز کا پورا وقت نہیں گزرا بلکہ کچھ ساتتیس گزریں جن کو امام محمد کے نزدیک کثرت ثابت نہ ہوگی اور اس کے ذمہ سے قضاء سابقہ نہ ہوگی۔ صاحب چہ ہے یہ امام محمد کی دلیل ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر نماز چھ نمازیں کے فوت ہونے سے ہی تحقیق ہو گیا اور چھ نمازیں کا وقت نہ ہو نہ ہی مفقش ان اعراض ہے جو قضاء کو ساقط کرنے والا ہے لہذا کثرت کی تحدید میں نمازیں کا وقت ہونا ہی معتبر ہے شخصین نے کہا ہے کہ کثرت کی حد میں ساتتیس معتبر ہیں نہ کہ اوقات یعنی ایک دن رات سے اگر ایک دو ساعت بھی زیادہ ہو گئی تو کثرت ثابت نہ ہو جائے گی یہی حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ شرعاً اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ ایک شخص پر چار وقت سے بے ہوشی طاری ہو گئی پھر اگلے دن زوال سے ایک ساعت پہلے افطار ہو گیا (بوش آ گیا) تو یہ ساتتیس کے اعتبار سے ایک دن رات سے زائد ہے لہذا شخصین کے نزدیک اس پر قضاء واجب نہ ہوگی اور امام محمد کے نزدیک اس پر قضاء واجب ہوگی کیونکہ اس صورت میں نمازوں کے

سَجَدْنَا دَاوُدَ تَوْبَةً وَكُنْ سَجْدَهَا شُكْرًا اِنِّیْ اَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۱۰۰

سجود کے وقت (لوگوں نے سجدہ کرنے کی تیری ہی قیادت آپ نے فرمایا کہ تم لوگ سجدہ کے لئے کیوں تیار ہوئے یہ تو نبی کی قیادت پر اور حضور پر اور علیہ السلام نے سجدہ کیا ہے تو آپ نے حضور پر اور تم سجدہ کرتے ہیں شکر کے طور پر جو ہر طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ سجدہ شکر سجدہ و کثرت کے ذریعہ نہیں ہے کیونکہ کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جس میں شکر کے معنی نہ ہوں اور یہ بھی ثابت ہے کہ اِن شَیْءِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اور ان خدیجہ کا وہ ہے کہ سجدہ کیا ہے یہ پس اس کے سوا دوسرے انداز بہت سجدہ کا سجدہ کا نام نہ ہوتا بہت زیادہ ہے بات مان لی جا کہ آپ نے اس موقع پر سجدہ نہیں کیا ہے تو یہ چار تائید کی تعلیم کے لئے تھا اس لئے کہ ان سجدہ و کثرت و سجدہ نہیں ہے۔ ہمارے مذہب کی یہ بات اس لئے جھگی ہوئی ہے کہ ایک صحابی نے کہا کہ اللہ کے رسول اس بارے میں آپ کی یہ بات ہے کہ وہ یہاں آدمی خواب میں دیکھتا ہے کہ میں سوا دوسرے سجدہ ہزاروں پس جب موقع سجدہ پر پہنچتا ہوں تو وہ اس قسم کے سجدہ کیا۔ یہی نہ مشورہ نے فرمایا کہ وہ اس قدر قہر کی بات نہ کرے اور اللہ ہمارے لئے سجدہ ہمیں جس آپ نے قصہ انجی کہ آیت سجدہ یہ بھی آئی اور آپ نے صحابہ کے ساتھ سجدہ کیا۔

سب جانتے ہیں۔ تمہد میں آیت ہد لایسأْمُوْنَ پر جیسا کہ حضرت عمرؓ کا قول ہے اور اسی پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔

ان تمام مواضع میں قاری اور سامع یکجہ تلاوت ہے

وَالسَّحْدَةُ وَاحِدَةٌ فِي هَذِهِ الْمَوَاضِعِ عَلَى الدَّلِيلِ وَالسَّامِعِ سَوَاءٌ قَدْ سَمِعَ الْقُرْآنَ أَوْ لَمْ يَبْصُرْ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ السَّحْدَةُ عَلَيَّ مَنْ سَمِعَهَا وَغَلَى مِنْ تَلَاهَا وَهِيَ كَلِمَةُ الْإِخْبَابِ وَهُوَ عُسْرُ مُقَدِّمِ الْقَضِيَّةِ

ترجمہ اور تہذیب و تمدن کے موضوعات میں واجب ہے کہ وہ اس پر بھی اور سننے والے پر بھی خواہ قرآن سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ سچہ وہ اس پر بھی ہے جس نے سنا اور اس پر بھی ہے جس نے اس کو پڑھا۔ اور یہ کلمہ ایسا ہے کہ اسے اور وہ قصد کے ساتھ متذکر نہیں ہے۔

تشریح امام ابو الحسن قدوسی نے کہا ہے کہ مذکورہ بالا دو مقامات پر مجدد و کائنات قاری اور سامع دونوں پر واجب ہے سامع نے سنا ہے قصد کیا ہے یا قصد نہیں کیا۔ امام کا کہنا صرف ظاہری اور حائل کے نزدیک مجدد کا دعاء کی سنت ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ زید بن ثابت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سارے شیعہ کی دعاء کی تھیں زید بن ثابت نے مجدد و کائنات اور نہ آنحضرت ﷺ نے۔ اس وقت سے ثابت ہوا ہے کہ مجدد کا دعاء واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے کیونکہ اگر واجب ہوتا تو نہ آنحضرت ﷺ نے یہ دعا کی ہوتی اور نہ زید بن ثابت نے۔

دوسری دلیل یہ حدیث ہے السَّحْبَةُ عَلَى مَنْ مَسَعَهَا وَعَلَى مَنْ نَزَلَ هَاهُنَا اسناد۔ اس سے حدیث کے الفاظ ”عَلَى“ سے جو اِخْرَام پر دلالت کرتا ہے اور یہ حدیث چونکہ قَدْح کی تہ کے ساتھ تفسیر میں آئی ہے اس لئے اسے پہنچ دینا ضرورت واجب ہوگا خواہ سننے کا قصد کیا یا نہ قصد کیا ہو۔ امام کُتُب فیہ وافی طرف سے پیش کردہ حدیث کا جواب یہ ہے کہ حضورؐ نے فوری طور پر سجدہ نہیں کیا اور فوری طور پر سجدہ نہ کرنا جائز ہے۔ نزدیک جائز ہے۔ نیز فوری طور پر سجدہ کرنے سے علی الاطلاق سجدہ نہ کرنا لازم نہیں آتا۔ پس ہو سکتا ہے کہ

اور ان کی مقتدی اس کی منہج سے کہ وہ موضوع قراوت کے خلاف لازم آئے گا اس لئے کہ تا کی سامع کا وہ ہوتا ہے لہذا تا کی کہ عہدہ کا مقدمہ ہونا واجب ہے حضورؐ نے تا کی (۱۳۴) سے فرمایا ہے کُنْتُ رَأْسًا مِمَّا قَالُوا سَجَدْتُ لِسَجْدَةِ نَامِعٍ كُنْتُ ہوا وہ منہج سے کہ عہدہ کرتا تو میں سے تھا ہم بھی عہدہ کرتے حاصل یہ کہ تا کی پر عہدہ ہوگا واجب ہوتا مقدمہ ہے۔ اور یہاں مقدمہ برعکس ہو گیا کہ اس کے عہدہ پہلے یہ اور تا کی نے بعد میں کیا سہر حال نماز کی حالت میں عہدہ کرنے سے چونکہ کوئی نہ کوئی خرابی لازم آتی ہے اس لئے نماز کی حالت میں نہ عہدہ کرتے اور نہ مقتدی۔

شہین کی دلیل یہ ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی نے سے شرع قراوت نہ ممنوع ہے مقتدی کے لئے قراوت کرنا اس لئے ممنوع ہے کہ امام کا تصرف اس پر نافذ ہوتا ہے یعنی امام کی قراوت مقتدی کی طرف سے بھی قراوت شمار ہوتی ہے چنانچہ حبیب خدوہ کا ارشاد ہے "فَسَّ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَفَرَّانَهُ الْإِمَامَ لَهُ فَرَّانَهُ۔"

بہر حال مقتدی ممنوع عن القراۃ ہے اور جو شخص کسی تصرف سے روک دے یہ اس تصرف کا کوئی حکم نہیں ہوتا۔ پس مقتدی چونکہ ممنوع عن القراۃ ہے اس لئے اس کی قراوت کا کوئی حکم نہ ہوگا اور جب اس کی قراوت کا کوئی حکم نہیں ہے تو اس پر عہدہ عداوت بھی واجب نہ ہوگا اور جب تا کی پر عہدہ واجب نہیں ہوا تو اس کے سامع یعنی امام پر بھی عہدہ واجب نہ ہوگا۔

سحلاب الحب والحنان الخ سے ایک قیاس کا جواب ہے قیاس یہ ہے کہ مقتدی ممنوع عن القراۃ ہونے میں جنبی اور حائض کے مانند ہے اور عہدہ ان دونوں کی قراوت سننے سے واجب ہوتا ہے یعنی ان دونوں میں سے کسی نے اگر آیت عہدہ کی عداوت کی اور اس سے کسی آدمی نے سن لیا تو سننے والے پر عہدہ عداوت واجب ہو جائے گا پس اسی طرح مقتدی اگر مجبور عن القراۃ ہے لیکن اس سے عداوت ہو جائے تو اگر آیت عہدہ کی عداوت کی اس کی قراوت سن لی تو امام سے اس کی قراوت سن لی تو امام پر عہدہ عداوت واجب ہونا چاہئے تھا۔ لکن شہین امام پر بھی واجب عہدہ کے قائل نہیں ہیں۔

جواب۔ جنبی اور حائض ممنوع عن القراۃ ہیں اور مقتدی مجبور عن القراۃ ہے اور ممنوع (منہج) اور مجبور کے درمیان فرق یہ ہے کہ مجبور منہج فصل غیر معتبر ہوتا ہے نہ حرام ہوتا ہے ورنہ مکروہ اور ممنوع (جو مکروہ کیا گیا ہے) کا فصل معتبر ہوتا ہے خواہ حرام ہو یا مکروہ مثلاً بیع فاسد ممنوع (منہج) ہے لیکن اگر کسی نے بیع فاسد کر لی اور مشتری نے بیع پر قبضہ کر لیا تو مشتری کی ملک ثابت ہو جائے گی اور اگر مجبور عن القراۃ نے بیع یا بیعت نے عقد بیع کا معاملہ کیا اور مشتری نے بیع پر قبضہ بھی کر لیا تو مشتری کے لئے ملک ثابت نہ ہوگی پس چونکہ جنبی اور حائض ممنوع عن القراۃ ہیں نہ کہ مجبور عن القراۃ اس لئے ان کی عداوت سبب عہدہ ہوئی۔ اور اس کا یہ اثر ہوگا کہ جو شخص ان سے آیت عہدہ کی سماعت کرے گا اس پر عہدہ عداوت واجب ہوگا۔ اس کے برخلاف مقتدی کو وہ محجوب عن القراۃ ہے نہ اس کی قراوت معتبر ہونی اور نہ ہی سبب عہدہ ہونی۔

صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ ممنوع عن القراۃ ہونے میں جنبی اور حائض دونوں برابر ہیں لیکن اتنا فرق ہے کہ حائض عورت پر نہ خود اپنی عداوت سے عہدہ واجب ہوگا اور نہ دوسرے کی عداوت سننے سے اور جنبی آدمی آیت عہدہ کی عداوت کرے تب بھی عہدہ عداوت واجب ہوگا اور اگر دوسرے سے سنے تب بھی واجب ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ عہدہ عداوت واجب ہونے میں نماز کی اہمیت معتبر ہونی خواہ او ہو خواہ نصاً ہو اور حائض عورت میں نماز کی اہمیت دونوں طرح نہیں ہے۔ اور جنبی کے اندر نماز کی اہمیت موجو

ہے یا اس طور کہ اگر وقت کے اندر اندر قسمل کر لیا تو اراداً واجب ہوئی اور نہ قسماً واجب ہوئی۔

نماز سے باہر آیت سجدہ سننے والے پر سجدہ تلاوت لازم ہے

وَلَوْ سَمِعَهَا رَجُلٌ خَارِجَ الصَّلَاةِ سَجَدَهَا هُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّ الْحَزْنَ نَبَتْ فِي حَقِّهِ فَلَا يُعَدُّوهُ

ترجمہ اور اگر (مقام مقتدی سے) آیت سجدہ کو کسی ایسے آدمی نے سنا جو نماز میں صلوٰۃ ہے تو وہ سجدہ تلاوت کرے۔ یہی قول صحیح ہے کیونکہ مجبور ہونا مقتدیوں کے حق میں ثابت ہوا ہے لہذا ان سے مجبور نہ ہوگا۔

تشریح مسئلہ کی ایسے آدمی نے جو نماز سے باہر ہے امام یا مقتدی سے سجدہ کی آیت سنی اور یہ شخص آیت سجدہ سن کر نماز میں شامل نہیں ہوا تو بالاتفاق اس پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا یہی قول صحیح ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ حکم مختلف فیہ چنانچہ بعض کے نزدیک یہ شخص سجدہ نہیں کرے گا اور امام مجاہد کے نزدیک سجدہ کرے گا۔ قول صحیح کی دلیل یہ ہے کہ مجاہدین اقوالوت ہونا مقتدیوں کے حق میں ثابت ہوا ہے لہذا ان سے مجبور نہ ہوگا اور جب ان سے مجبور نہ ہوا تو ان کے بعد وہ اس پر اس کا اثر بھی نہ ہوگا اور جب مقتدیوں کے بعد وہ اس پر مجبور من القراوت ہونے کا اثر نہیں پڑا تو آیت سجدہ سننے کی وجہ سے ان پر سجدہ واجب ہوگا۔

نماز میں کسی تیسرے شخص سے سجدہ تلاوت کی آیت سنی جو ان کے ساتھ نماز میں نہیں ہے

نماز میں یا نماز کے بعد سجدہ کریں گے یا نہیں

وَأَنْ سَمِعُوا وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ سَجَدُوا مِنْ رَجُلٍ لَيْسَ مَعَهُمْ فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَسْجُدُوا هَذَا فِي الصَّلَاةِ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِمُضَاجَعَةٍ لِأَنَّ سَمَاعَهُمْ هَذِهِ السَّجْدَةُ لَيْسَتْ مِنْ أَعْمَالِ الصَّلَاةِ وَاسْجُدُوا هَذَا نَعْدَهَا لِإِخْلَاقِ سَبِيهَا

ترجمہ اور اگر لوگوں نے درانحالیکہ وہ نماز میں ہیں کسی ایسے آدمی سے آیت سجدہ سنی جو ان کے ساتھ نماز میں نہیں تو یہ لوگ نماز میں سجدہ نہ کریں کیونکہ یہ سجدہ نماز کا سجدہ نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں کا اس آیت سجدہ سن لینا نماز کے افعال سے نہیں ہے اور نماز کے بعد سجدہ کریں کیونکہ اس کا سبب تحقق ہو چکا۔

تشریح صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کچھ لوگوں نے نماز میں کسی ایسے شخص سے آیت سجدہ سنی جو ان کے ساتھ نماز میں نہیں ہیں تو یہ لوگ نماز کی حالت میں سجدہ تلاوت نہ کریں کیونکہ یہ سجدہ نماز کا سجدہ نہیں ہے اور نماز کا سجدہ اس لئے نہیں ہے کہ ان لوگوں کا اس آیت سجدہ کو سننا نماز کے افعال میں سے نہیں ہے کیونکہ نماز کے افعال یا تو فرض ہوتے ہیں یا وہ اس سبب یا سنت اس آیت سجدہ کو سننا ان میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ حاصل یہ کہ سجدہ نماز کے افعال میں سے نہیں ہے اور جو چیز نماز سے نہیں ہے نہ اس کا نماز کے اندر اور نہ اس کا بھی چار نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ یہ وہ نماز کے اندر سجدہ تلاوت نہ کریں۔ ہاں اگر نماز کے بعد سجدہ تلاوت کرنا واجب ہوگا یا نہ ہو سجدہ کا سبب لہذا آیت سجدہ کا سننا پایا گیا۔

نماز میں سجدہ کر لیا تو یہ سجدہ کافی نہیں

وَلَوْ سَجَدُوهَا لَمْ يَصِلِ الصَّلَاةُ لَمْ تَحْرُجْهُ لِأَنَّهُ نَاقِصٌ لِمَكَابِلِ اللَّهِ فَلَا يَنَادِي بِهِ الْكَامِلُ

ترجمہ اور ان کو اس نے نماز کے اندر ہی سجدہ کر لیا تو ان کو کافی نہ ہوا کیونکہ یہ ناقص ہے اس سے کہ نبی موجود ہے۔ پس اس سے کامل ادا نہ ہوگا۔

تشریح مسند میں مذکور ہے کہ ان لوگوں کے لئے نماز کے اندر سجدہ کرنا ممنوع ہے لیکن اس مرتبہ کے وجود اگر سجدہ کر لیا تو وہ معتد ہے۔ اور پھر نماز بھی فی سجدہ ہوگی۔ بعد از پھر نہ ہونے کی وجہ سے یہ کہ یہ سجدہ ناقص ہے اس لئے کہ شریعت نے نماز کے اندر اس چیز کو اہل سنت سے منع کیا ہے۔ چنانچہ نماز کے افعال سے نہ ہو۔ بہر حال یہ سجدہ ناقص ہے اور سماع کی وجہ سے جو سجدہ واجب ہوئے وہ کامل سے درجہ کم ہے۔ واجب کامل کا نقص ملتا ہے۔ اور اس سے ان باتوں سے ان حضرات کے لئے نماز کے اندر سجدہ کرنا سے سجدہ کے تلاوت ادا نہ ہوگا۔

سجدہ کا اعادہ لازم ہے نماز کا اعادہ نہیں

قَالَ وَأَعَادُوهَا لَمْ يَصِلْ سَبَّحَا وَلَمْ يَصِلْ الصَّلَاةُ لِأَنَّ مَحْرُودَ السَّجْدَةِ لَا يَصِلُ بِإِخْرَامِ الصَّلَاةِ وَهِيَ التَّوَادُّعُ لَهَا نُسْكَؤُا لِأَنَّهُمَا زَادُوا فِيهَا مَا لَيْسَ مِنْهَا وَفِيْلُ هُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ

ترجمہ مختلف ہے کہ ان سجدہ کا اعادہ کر لیا تو اس کا سبب بابت ہو چکا ہے۔ اور نماز کا اعادہ نہ کریں اس لئے کہ محض سجدہ کرنا اور اس سے منافی نہیں ہے۔ اور نواہ میں ہے۔ نماز کا سجدہ ہو جائے گی اس لئے کہ ان لوگوں نے اپنی نماز میں یہ سجدہ بڑھایا ہے جو نماز میں سے نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ امام محمد کا قول ہے۔

تشریح صاحب کتاب کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے نماز کے اندر جو سجدہ تلاوت کیا ہے چنانچہ وہ شرعاً معتد نہیں ہے اس لئے کہ نماز کے بعد اس سجدہ کا اعادہ کر لیا تو اس سے سبب (سبب) ناسخ (سبب) پیدا ہوا۔ چنانچہ نماز کا سجدہ نہیں ہوگی اس لئے نماز کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نماز کا فی سجدہ ہونا اس سے ہے کہ نماز میں یہ سجدہ سبب سے کسی چیز تک کرنے سے اور یا ناقص ہوتی ہے منافی نماز چیز پیش آئے ہے اور یہاں وہ ناقص نہیں پڑتی میں یہ سجدہ ہونا منافی نہیں ہے نواہ کی روایت یہ ہے کہ اس صورت میں نماز کا سجدہ ہونا منافی نہیں ہے کہ اس نے نماز کے افعال سے نہیں ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ نماز کا فی سجدہ ہونا امام محمد کا قول ہے لیکن اس صورت میں نماز کا سجدہ ہونا منافی نہیں ہے چنانچہ اختلاف یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک سجدہ منافی نواہ کی روایت ہے لیکن ان کے نزدیک یہ سبب منافی نواہ کی نماز کا سجدہ نہیں کرتی۔

تشریح صاحب قدوری نے ایک ضابطہ کلیہ کی طرف اشارہ کیا ہے ضابطہ یہ ہے کہ جو عبادہ جو نماز کے اندر آیت عہدہ کا وقت کے ساتھ ساتھ واجب ہو لیکن نماز میں عہدہ نہیں پاتا تو نماز سے باہر ادا کرتے سے ادا نہ ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ یہ عہدہ نماز کا عہدہ ہے نماز کا عہدہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آیت عہدہ کی تمام وجوہیں عہدہ کے افعال میں سے ہے اور نماز کا عہدہ و نماز کی فضیلت حاصل ہے۔ اس سے نماز کے اندر عہدہ آتا ہے کہ وجوب کامل ہو اور جو چیز کامل واجب ہوتی ہے وہ ناقص کے ساتھ ادا کرنے سے ادا نہیں ہوتی۔ اور یہ بات خاتم ہے کہ نماز سے باہر چونکہ نماز کی فضیلت نہیں ہے۔ اس لئے نماز سے باہر جو عہدہ ادا کیا جائے گا وہ ناقص ہوگا۔

آیت سجدہ کی تلاوت کی اور سجدہ نہیں کیا پھر نماز میں داخل ہو کر دوبارہ وہی آیت پڑھی اور

سجدہ کیا یہ سجدہ دونوں تلامذوں سے کفایت کرے گا

وَمَنْ تَلَا سُحُودَهُ فَلَمْ يَسْجُدْهَا حَتَّى دَخَلَ فِي صَلَواتِهِ فَأَعَادَهَا وَ سَجَدَ أُخْرَاهُ السَّجْدَةَ عَنِ اللَّائِئِينَ لِأَنَّ النَّبِيَّ
قُلُوِي لِيَكُونَ بِهَا صَلَاةٌ يَتَنَبَّهَتِ الْأُولَى وَ فِي الْوَاوِي يَسْجُدُ أُخْرَى بَعْدَ الْقَرَارِ لِأَنَّ لِلْأُولَى قُوَّةَ السَّقْ
فَأَسَوْنَا قَدْ لِنَبِيٍّ قُوَّةَ الْإِصْلَافِ الْمَقْصُودِ فَمَنْ حَمَلَ بِهَا

تجربہ اور جس شخص نے آیت تہجد کو تلاوت کیا ہے اس کو ادا نہ یہ حتیٰ کہ کسی نماز میں داخل ہوا پھر اسی آیت تہجد کو دوبارہ (نماز میں) پکارا اور تہجد کیا تو یہ تہجد اس کو دونوں مقاماتوں سے کافی ہو گیا کیونکہ دوسرا تہجد دو اقوامی ہے اس لئے کہ دو نماز کا تہجد ہے پس وہ پہلے تہجد کو مستحکم ہو گیا اور نواد میں ہے کہ دوسرا تہجد نماز سے فارغ ہونے کے بعد کرے کیونکہ پہلے تہجد کو کو تقدم کی قوت حاصل ہے اس سے دونوں برابر ہوتے ہیں ہم جواب دیتے ہیں کہ دوسرا تہجد دو مقاماتوں سے متصل ہونے کی قوت حاصل ہے اس لئے دوسرے تہجد کو ترجیح ہو گئی۔

تشریح: اس عبارت میں تہجد تلاوت کے داخل کا بیان ہے چنانچہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے خارج صلاۃ آیت تہجد کی تلاوت کی وہ بد نہیں ہے حتیٰ کہ کسی نفل یا فرض نماز میں داخل ہو گیا پھر اسی آیت تہجد کی دوبارہ تلاوت کی اور نماز میں ہی تہجد تلاوت کیا تو یہ دونوں حلال ہیں۔ اہل بیت کے یہاں دوسرا تہجد واقعی ہے اور واقعی اس لئے ہے کہ وہ نماز کا تہجد ہے بہر حال دوسرا تہجد وہ جب واقعی ہے تو چاروں مرتبہ صلاۃ میں ہے اور اس کے متتابع اور چونکہ متتابع کا حصر نہیں ہوتا ہے اس لئے دوسرا تہجد وہ پہلے تہجد کو حصر نہیں ہوتا۔ دوسرا تہجد وہ جس نے یہ سطر عہد میں ازواج سے کہا۔

[illegible]

ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ ۱۱۰۰ سے کہہ کر ۱۰۰۰۰۰ کی تعداد میں قوت اور مسلسل بنے اور وہ قوت یہ ہے کہ حکامات اواسے نہرو
نے لکھ کر تھیں ۱۱۰۰ کی رقم کو اس انداز میں کہہ کر ۱۰۰۰۰۰ کی رقم بنائی ہے جو اس کے ساتھ ہی کہہ کر ۱۰۰۰۰۰ کی رقم بنائی ہے

دب نہ رست باہر اسی آیت کی تلاوت کی گئی تھی تو سجدہ اور اٹھیں کیا یہ حال پہ نسبت پہلے سجدہ کے اور سجدہ اتھنی ختم اپنی اسی قوت کی وجہ سے دوسرے سجدہ کو ترجیح دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ دوسرا سجدہ اور نہ رست سے پہلا سجدہ بھی ادا ہو جائے گا۔

آیت سجدہ کی تلاوت کی پھر سجدہ کیا نماز میں دوبارہ آیت سجدہ کی تلاوت کی اب پہلے والا سجدہ کافی نہیں
وَأَنْ تَلَاَهَا فَسَجَدَ ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ فَتَلَاَهَا سَخَدَ لَهَا لِأَنَّ الثَّانِيَةَ هِيَ الْمُسْتَبَعَّةُ وَلَا وَحْدَةً إِلَى الْحَاقِقِ بِالْأَوَّلِ
لأنه يؤدى إلى سبب الحكم على السبب

ترجمہ اور اگر (خارج صلوٰۃ) تلاوت کرے سجدہ کر لیا پھر نماز میں داخل ہو کر اسی آیت سجدہ کی تلاوت کی تو اس کے واسطے سجدہ کرے کیونکہ دوسرا سجدہ تو تابع بنانے والا ہے اور اول سجدہ کے ساتھ اس کو لاحق کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے اس لئے یہ سبب پر حتم حکم کا باعث ہوگا۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے نماز سے پہلے آیت سجدہ کی تلاوت کر لے سجدہ تلاوت کر لیا پھر نماز میں داخل ہو کر اسی آیت سجدہ کی تلاوت کی تو اس پر نماز کے اندر تلاوت کرنے کی وجہ سے سجدہ تلاوت واجب نہ ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ پہلے سجدہ میں نماز کا ہے کہ دوسرا سجدہ نماز کا سجدہ ہونے کی وجہ سے اٹھتی ہے اور اٹھتی ہونے کی وجہ سے وہ پہلے سجدہ کو تابع بنانے والا ہے اور جب دوسرا سجدہ پہلے سجدہ کو تابع بنانے والا ہے تو دوسرے سجدہ کو پہلے سجدہ کے ساتھ لاحق کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر سجدہ کا یہ وہ پہلے سجدہ کے ساتھ لاحق کیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دوسرے سجدہ کے لئے تلاوت بعد میں کی گئی ہے اور سجدہ پہلے کر لیا گیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ سجدہ تلاوت کے وجوب کا سبب تلاوت ہے جس اس صورت میں سبب کا مؤثر ہونا اور حکم کا مقدم ہونا لازم آئے گا حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ اس صورت میں تلاوت سجدہ ہے۔ اور جب تلاوت سجدہ ہے تو سجدہ کا یہ تلاوت جائز ہے کی وجہ سے واجب ہوگا۔

ایک مجلس میں کئی بار آیت سجدہ کی تلاوت کی تو ایک ہی سجدہ کافی ہے

وَمَنْ كَرَّرَ تِلَاوَةَ سُجْدَةٍ وَاجِدَ فِي مَجْلِسٍ وَاجِدَ أُخْرَى سَجْدَةً وَاجِدَ فَإِنْ قَرَأَهَا فِي مَجْلِسٍ فَسَجَدَهَا ثُمَّ دَعَبَ وَرَجَعَ فَعَلَّهَا سَجْدَةً كَابِتَةً وَإِنْ كَرَّرَ سَجْدَةً لِلْأَوَّلَى فَلَعَلَّهَا سَجْدَتَانِ وَالْأَوَّلَى أَنْ مَسَى السَّجْدَةَ عَلَى الشَّاذِلِ دَفْعًا لِلخُرُوجِ وَهُوَ نَدَا حُلِّ فِي السَّبَبِ دُونَ الْحُكْمِ وَهُوَ الْبَيْتُ بِالْعَنَادَاتِ وَالنَّاسِ بِالْعُقُوبَاتِ وَرَأَيْكَ الشَّاذِلَ عِنْدَ الرَّجْعَةِ الْمَجْلِسِ لِكُلِّهِمْ جَمَاعَةً لِلْمُتَقَرِّ قَاتٍ فَإِذَا اختلفَ عَادَ الْحُكْمُ إِلَى الْأَوَّلِ وَلَا يَحْتَلِفُ بِمُجَرَّدِ الْفَصْلِ بِخِلَافِ الْمُتَجَرِّدِ لِأَنَّهُ دَلِيلُ الْإِعْرَاضِ وَهُوَ الْمُبْطِلُ هُنَا لِكَ وَفِي تَسْدِيدِ التَّوْبِ يَكْرَهُ الْوُجُوهُ وَفِي الْمُسْتَقْبَلِ مِنَ عَصِيٍّ إِلَى عَصِيٍّ كَدَلِكِ فِي الْأَصَحِّ وَكَذَا فِي الدِّبَاسَةِ لِلِإِحْتِطَاطِ

ترجمہ اور جس شخص نے ایک مجلس میں ایک آیت سجدہ کی تلاوت کر لی تو اس کو ایک سجدہ کافی ہو جائے گا۔ اور اگر ایسی مجلس میں اس کو چار بار سجدہ کیا پھر نہیں جائے تو وہ اس کی آیت سجدہ کو چار بار سجدہ کرے اور اگر اس نے پہلے مجلس کا سجدہ نہیں کیا۔ تو اس پر

اختلاف کا شہرہ و شہرہ اختلاف اس مثال میں ظہر ہوگا کہ ایک شخص نے زنا کیا اس کو حد کا دی گئی تھی وہ پھر زنا کیا تو دوبارہ حد جاری کی جائے گی۔

اور اگر آیت تہجد کے تلاوت کی اور تہجد پڑھ لیا پھر اسی آیت کی ای مجلس میں تلاوت کی تو اس پر دوبارہ تہجد واجب نہ ہوگا کیونکہ سبب کے اندر تہذ اخل کی وجہ سے دونوں تلاوتیں بمنزلہ ایک سبب کے ہو گئی ہیں۔

تہ اخل کی شرط: **لَا يَكُونُ إِلَّا فِي مَقَامٍ وَاحِدٍ** یعنی تہ اخل کی شرط یہ ہے کہ تہ اخل کی شرط آیت تہجد اور مجلس کا متحد ہونا ہے کیونکہ نفس اجتماع اور حرج مجلس واحدہ اور آیت واحدہ کی صورت میں پائے جاتے ہیں پس اس کے علاوہ تمام صورتیں اصل قیاس پر باقی رہیں گی دوسری دلیل یہ ہے کہ تہ اخل اس وقت درست ہوگا جب کوئی ایسا جامع پیدا نہ ہو جس سے اسباب کا جمع کرنے اور تمام اسباب کو سبب واحد کے مرتبے میں نہ کرے۔ اور ایسا جامع مجلس ہے کیونکہ مجلس متفرق چیزوں کو جمع کرنے والی ہے مثلاً ایک مجلس میں اگر ایجاب اور قیوں دونوں پائے جائیں تو کہہ جاتا ہے کہ قبول ایجاب سے متصل ہے حالانکہ یہ تہ متصل ہے پس معلوم ہو کہ مجلس ایجاب و قیوں کو جامع ہے اسی طرح ایک مجلس میں اگر تعویذی تعویذی متعدد ہارتے کی تو وہ ایک ہی تہ شہر ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مجلس جامع متفرق تہ ہے پس جب تک اتحاد مجلس ہے تو تلاوت کے تکرار کے باوجود ایک ہی تہجد واجب ہوگا لیکن اگر مجلس بدل گئی تو حکم اپنی اصل کی طرف واپس آئے گا یعنی ایک ہی آیت تہجد دوبارہ تلاوت کرنے سے دوبارہ تہجد واجب ہوگا۔

اتحاد مجلس اور اختلاف مجلس: سبب تحقیق ہوگا اگر کسی آیت کی مجلس کا بدلنا کب تحقیق ہوگا تو اس بارے میں صاحب کتب یہ کہتے ہیں کہ یہی مجلس سے اٹھ کر اگر کہیں دور چلا گیا تو مجلس بدلنے کا حکم لگا دیا جائے گا اور اگر قریب میں آیا تو اتحاد مجلس باقی رہے گا اور قریب اور بعید میں فصل یہ ہے کہ دو یا تین قدموں کی مقدار تو قریب ہے اور اس سے زائد بعید ہے۔ صاحب جرایہ فرماتے ہیں کہ محض قیام سے مجلس مختلف نہیں ہوتی برضا و خیر ہر محضر کے بغیر اس صورت کو کہہ جاتا ہے جس کے شہر ہے اس کو اختلافی مفسر کہہ کر طلاق کی اختیار دیا ہو۔ ہاں خیر و اذغہ ظاہرین کر اگر کھڑی ہوئی تو اس کا خیر باطل ہو جائے گا مگر خیر رکاع طہ ہو یا اس لئے نہیں ہے کہ مجلس بدل گئی بلکہ اس نے تہ کہ طہ ہونا اعراض کی دلیل ہے اور اعراض صحت ہو یا نہ ہو خیر و خیر محضر دو باطل کر دیتا ہے۔

فصل مصنف نے کہا ہے کہ تہ اخل کی آمد و رفت میں وجوب تہجد مکرر ہو جائے گا یعنی تہ اخل کے وقت اگر ایک آیت تہجد ہو یا بار تلاوت کیا تو جتنی بار تلاوت کی ہے اسی قدر تہجد واجب ہوں گے کیونکہ ہر بار آمد و رفت میں مجلس بدل جاتی ہے اسی طرح اگر درخت کی ایک شاخ پر بیٹھ کر ایک آیت تہجد تلاوت کی پھر دوسری شاخ کی طرف منتقل ہو کر اسی آیت کو دوبارہ پڑھا تو وہ تہجد واجب ہوں گے۔ یہی صحیح قول ہے۔ یہی حکم اس وقت ہے جب کہ چاروں طرف سے اذان ہوگا یا جائے ہمارے طاق میں اس کو انہیں چلا سکتے ہیں پس دائیں چلتے وقت یعنی اذان گاہتے وقت اگر ایک آیت تہجد ہو یا بار پڑھتا یا دوبارہ تہجد واجب ہوں گے۔ یہ قول احتیاط پر مبنی ہے۔

سامع کی مجلس بدل گئی تلاوت کرنے والے کی مجلس نہیں بدلی تو سامع پر

مکرر تہجد واجب نہ کہ تلاوت کرنے والے پر

وَلَوْ سَنَ مَحْدَثٍ نَسَامِعٌ دُونَ لِبَانِي يَنْكُزُ الْوُجُوهَ عَلَى السَّامِعِ لِأَنَّ النَّسَبَ هُوَ حَقُّهُ السَّامِعُ وَخُدَّاءُ
سَنَ مَحْدَثٍ السَّامِعِ دُونَ مَنَابِعِ عَمَلِي مَنَابِعِ السَّامِعِ لَا يَنْكُزُ الْوُجُوهَ عَلَى السَّامِعِ لِمَا هُنَا

ترجمہ اور نثر نے اسی مجلس پر لئی نہ کہ کتابت نے۔ اسی قیام میں جو چکر کر رہا تھا وہاں ایک کچھ بڑا صاحب ہونے کا سبب اس کے میں حدیث کا کتابت و لکھنے پر بھی شروع ہو گیا۔ اسی مجلس پر لئی وہی ہے جو پہلا کیا ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ نثر نے اسی پر جو چکر کر رہا تھا وہاں اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی ہے۔

تشریح مسند یہ ہے کہ آیت شفعہ والے کی مجلس بدلنی اور تلاوت کرنے والے کی مجلس نہیں بدلنی تو یہ انفاق و جوب سمجھ و سامع پر مقرر ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ سامع کے حق میں جہد و تلاوت واجب ہونے کا سبب سماع ہے اور چونکہ مجلس بدلنے کی وجہ سے سماع مقرر ہو گیا ہے اس لئے وجوب جہد بھی مقرر ہوگا۔ اور اگر تلاوت مسند کی مجلس بدلنی میں سامع کی مجلس نہیں بدلنی تو حلام فرمایا اس امر کے قول سے مدنی اس صورت میں بھی جہد ہوگا وجوب سامع پر مقرر ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ آیت جہد کا سننا تلاوت پر مبنی ہے اور مجلس تلاوت بدلنے کی جہد کا سبب بھی تلاوت ہے اس لئے کہ تلاوت کی وجہ سے مجلس بدلنے کی تو مسند سماع کی مجلس بھی بدل گئی بعض حضرات نے یہ بھی تلاوت پر قیاس کیا ہے کہ تلاوت کی مجلس بدلنے کی وجہ سے مسند سماع کی مجلس بھی بدل گئی ہے اور یہاں سے تلاوت مقرر ہو گئی ہے۔ اس لئے جہد و تلاوت کا وجوب تلاوتی اور سامع دونوں پر مقرر ہوگا۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ اس صورت میں سامع پر واجب تہجد ہو گا کیونکہ سامع سے حق میں تہجد واجب ہوئے گا سبب یہ ہے کہ اس مجلس میں تہجد نہیں ہوا لہذا اس پر واجب تہجد ہو چکی ہو گئی ہو گی۔

سجدہ کرنے کا طریقہ

وَمَنْ أَرَادَ السُّجُودَ كَسَرُوهُ لَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ وَسَجَدَ لَمْ يَكَبِّرْ وَرَفَعَ رَأْسَهُ اعْتَبَارًا بِسَجْدَةِ الصَّلَاةِ وَهُوَ الْمَرْمُوعُ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَلَا تَنْهَدُ عَلَيْهِ وَلَا سَلَامَ لَآنَ ذَلِكَ لِلتَّحُلُّلِ وَهُوَ يَسْتَنْدِعِي سَقَ الشَّخْرِئَةِ وَهِيَ مُعَيَّدَةٌ

اور جس نے تہجد کا سنت نہ کرنے کا ارادہ کیا تو وہ بھیجیہ ہے اور ہاتھ نہ اٹھائے اور تہجد نہ کرے۔ پھر تکبیر کہہ کر پانچ سو اٹھائے نماز کے تہجد ہر پانچ سو کرتے ہوئے اور بھی ان سو کوڑے مروی ہے اور اس پر تشبہ ہے اور نہ سلام ہے کیونکہ سلام تو نماز سے نکلنے کے لئے ہے اور وہ نفل کرتا ہے بھلائی تحریر کا اور تحریر یہ مدد ہے۔

تشریح۔ اس عبارت میں مجدد خلاوت کی کیفیت کا بیان ہے سو کثرت یہ ہے کہ جب مجدد خلاوت کرنے کا ارادہ ہوتا بغیر دونوں ہاتھ اٹھائے بغیر کہہ کر مجدد ہو کرے چکر پھر کہہ کر اپنا سر زمین سے اٹھائے۔ مثل نماز کے مجدد ہر قیاس سے یہی عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروی ہے یہ زمین میں رہے کہ یہ دونوں پکیریں مسنون ہیں واجب نہیں ہیں۔ صاحب بدایہ کہتے ہیں کہ مجدد کا حق کرنے والا پروردگار تعالیٰ ہے نہ سمام ہے کیونکہ شہداء اور سمام نماز سے نکلے گئے تھے شروع ہوئے ہیں اور نماز سے نکلنا خدا کرنا ہے کہ پہلے تو یہ بدو اور آخر یہاں پکڑ معدوم ہے پس جب آخر پکڑ معدوم ہے تو متصل بھی نہیں ہوگا اور جب متصل نہیں ہے تو شہداء اور سمام بھی نہیں ہوں گے۔

قدومِ قہر اور ہدایکِ عمارت اس بار۔ میں نے موش ہے کہ کد کو کھاتے میں یہ پڑھے۔ سو اس سب سے میں غصے نے تو یہ ہے کہ۔
خیر نے کد ہمیں جو پہنچا تا سے وہی کھاتے میں پڑھے کہ کد کو کھاتے میں یہ کہے مٹھکان کہنا انی کھان و عُد

رَبَّنَا تَقَوَّلْنَا

نماز یا غیر نماز میں سورت پڑھنے کے دوران آیت جحدہ، جحدہ چھوڑنا مکروہ ہے

قَالَ وَيُحْكِرُهُ أَنْ يَقْرَأَ السُّورَةَ فِي صَلَوةٍ أَوْ غَيْرِهَا وَيَذَعُ آيَةَ السَّجْدَةِ لِأَنَّهُ يَنْشِبُ الْإِسْتِحْجَافَ عَنْهَا وَلَا يَأْسُ بَأَنَّهُ يَقْرَأُ آيَةَ السَّجْدَةِ وَيَذَعُ مَا بَعْدَهَا لِأَنَّهُ مُبَادِرٌ قَوْلِنَا قَالَ مُحَمَّدٌ أَحْكُ الْوَلَّى أَنْ يَقْرَأَ كُلَّهَا آيَةً أَوْ آيَتَيْنِ دَفْعًا لَوَلْوِهِمُ الشَّقَافِ صَبِيلٌ وَاسْتَحْسِنُوا إِخْفَاءَهُ هَذَا فَفَعَلَهُ عَلَى السَّامِعِ عِيسَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ

ترجمہ امام محمد نے کہا کہ نماز یا غیر نماز میں سورت پڑھنا اور آیت جحدہ کو چھوڑ دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ فعل جحدہ سے منہ موڑنے کے مشابہ ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ آیت جحدہ کو پڑھے اور اس کے علاوہ کو چھوڑ دے۔ کیونکہ یہ تو جحدہ کی طرف توجہ تھی۔ امام محمد کا قول ہے کہ میرے نزدیک محبوب بات یہ ہے کہ آیت جحدہ سے پہلے ایک یا دو آیتیں پڑھ لے اور آیت جحدہ کے بعد وہ سورت پڑھ لے اور حدیث نے اس کے اخلاف کو مستحسن سمجھا ہے سننے والوں پر شفقت کے پیش نظر۔ اللہ زیادہ بخیر جانے والا ہے۔

تشریح امام محمد نے فرمایا ہے کہ نماز یا غیر نماز میں پوری سورت کو پڑھنا اور آیت جحدہ کو چھوڑ دینا مکروہ ہے یہ راہبت یہ ہے کہ یہ کسی آیت جحدہ سے اعراض کرنے کے مشابہ ہے اور قرآن پاک کی کسی آیت سے اعراض کرنا حرام ہے کیونکہ یہ تو کفر ہے۔ پس جب تین یا چار اعراض کرنا حرام ہے تو جو چیز اس کے مشابہ ہو وہ مکروہ ضرور ہوگی اور اگر کسی نے آیت جحدہ کی تلاوت کی اور باقی پوری سورت کو چھوڑ دیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ جحدہ کی طرف مبادرت اور توجہ تھی ہے۔ البتہ امام محمد نے فرمایا ہے کہ چند یہ بات یہ ہے کہ آیت جحدہ سے پہلے ایک یا دو آیتیں پڑھ لے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ آیت جحدہ کو اردوں پر نفیست ہے۔ حالانکہ قرآن ہونے میں سب آیت برابر ہیں۔ ممانے اس بات کو مستحسن قرار دیا ہے کہ آیت جحدہ کو آہستہ پڑھے تاکہ سننے والوں پر گراں نہ گزرے۔ صاحب مٹایہ نے مجدد کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ اگر تلاوت کرنے والا تنہا ہے تو جس طرح چاہے پڑھے خواہ سراسر خواہ جہرا اور اگر اس کے ساتھ اور لوگ ہیں تو مشائخ احناف نے کہا ہے کہ وہ لوگ اگر وضو میں اور ان پر جحدہ کرنے میں کچھ گرائی نہ ہو تو جہر سے پڑھنا چاہئے اور اگر وہ لوگ بہ وضو میں یا یہ سمجھے کہ وہ سن کر جحدہ نہ کریں گے یا ان پر گراں نہ ہوگا تو آہستہ پڑھے۔ واللہ اعلم بالصواب جمیل احمد عثمانی مدظلہ

بَابُ صَلَوةِ الْمُسَافِرِ

ترجمہ یہ باب مسافر کی نماز (کے بیان میں) ہے۔

تشریح چونکہ تلاوت کی طرح مسافر میں ان عوارض میں سے جن کا انسان سب کرتا ہے اس لئے جحدہ و تلاوت کے احکام بیان کرنے کے بعد سفر کے احکام ذکر کئے گئے اور چونکہ تلاوت اور جحدہ و تلاوت عبادت ہے اور سفر عبادت نہیں اس لئے جحدہ و تلاوت کو مقدم اور سفر کے احکام کو مؤخر کیا گیا۔

مذکر لغوی معنی مسافت طے کرنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں سفر وہ ہے جس سے احکام متغیر ہو جاتے ہیں مثلاً نماز کا قعدہ راضی نہ اندر اندر دینی اجازت نہ صبح کا تین دن تک دراز ہو جائے بعد میں دین اور قربانی کے وجوب کا ساتھ ہو جائے بغیر حرم نے آزار

نہ نہ ہو سکتی تا یہ اس حدیث سے بھی ہوتی ہے لَا تَسْأَلُ الْمَرْءَ قَوْلَهُ فَلَا تَلْهُ أَبَاهُ وَتَلْبِئُهَا إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا
أَوْ زَوْجِہِ مَخْرُوجٌ مِّنْهَا۔ حدیث میں لفظ فوق زادہ ہے جیسے فَاصْبِرْ لِقَوْلِ الْغَافِقِ میں لفظ فوق زادہ ہے اب حدیث کا مطلب یہ
ہوگا کہ کوئی عورت تین دن اور تین رات سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر ہو یا کوئی زنی رحمہ رحمہ جیسے بات مسلم کے کہ عورت
نے مدت سفر سے کہ بکھرے عرصہ کے سفر کرنے کی اجازت ہے جس وقت کہ حدیث میں تین دن اور تین رات عورت کو بغیر عرصہ کے سفر کرنے سے
منع کیا گیا ہے اس لئے مدت سفر تین دن اور تین رات ہوگی۔

عما و احتاف میں سے امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ اقل مدت سفر دو ہفتہ یا کم اور تیس دن کا ایک حد ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا
ایک دن کے مطابق ایک دن اور ایک رات نماز مسافر کی مدت ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ چار دن یا اقل مدت سفر ہے۔
یہ ایک قول امام شافعیؒ کا ہے صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ ہماری پیش کردہ حدیث دونوں مخالف اقوال سے خلاف بہت ہے۔

متوسط رفتار معتبر ہے

وَالسَّيْرِ الْمَدْكُورُ هُوَ الْوَسْطُ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ النَّبِيُّ بِالْمَرْحَلِ وَهُوَ قَرِيبٌ مِّنَ الْأَوَّلِ وَلَا مَعْتَرٍ بِالْفَرَسِ هُوَ
الصَّحِيحُ

ترجمہ اور جس رفتار کا ذکر کیا گیا ہے وہ اوسط درجہ کی رفتار ہے۔ اور ابو حنیفہؒ سے موصول کے ساتھ انداز و مروی ہے۔ اور یہ قول ان
سے قریب ہے اور فرقوں کے ساتھ انداز و کرنا معتبر نہیں ہے۔ یہی صحیح ہے۔

تشریح صاحب قدوری کہتے ہیں کہ اونٹ یا قوس کی رفتار میں معتدل اور اوسط درجہ کی رفتار مروی ہے نہ بہت تیز ہو اور نہ بہت
سست بلکہ درمیانی چال ہو۔ امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے کہ اقل مدت سفر تین منزل ہیں یعنی اگر کسی نے تین منزل کے ارادے
سے سفر شروع کیا تو وہ شرعاً مسافر کہلائے گا۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام صاحب کا یہ قول بھی قول اول سے قریب ہے۔
یونہی انسان یا اونٹ یا ایک دن میں ایک منزل کا سفر کرتا ہے یا خصوص چوہے دونوں میں ہذا مدت سفر تین دن بیان کرنا یا تین منزل بیان
کرنا ایک ہی بات ہے۔ صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ صحیح قول کے مطابق مدت سفر تین یومین میں فرائض کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے ایک فرائض
تین میل کا ہوتا ہے عادت المشاکل نے فرقوں کا اعتبار کیا ہے۔ چنانچہ فرائض مشاکل نے تیس ہزار فرقوں کا ذکر کیا ہے بعض نے اٹھارہ کا
فرائض نے پندرہ۔ (ملاحظہ فرمائیے)

دریا میں خشکی کی رفتار معتبر نہیں

وَلَا يُعْتَبَرُ السَّيْرُ فِي الْمَاءِ مَعْنَاهُ لَا يُعْتَبَرُ بِهِ السَّيْرُ فِي النَّبْرِ. فَأَمَّا الْمُعْتَرِ فِي السَّيْرِ فَمَا يَلْبِقُ بِحَالِهِ كَمَا فِي الْجَبَلِ

ترجمہ اور دریا میں رفتار معتبر نہیں ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ دریا کی رفتار سے ساتھ خشکی کی رفتار معتبر نہیں ہوتی۔ ہر دریا کے اندر اعتبار ۱۰۰
ہے جو اس کے حال کے مناسب ہو۔ جیسا کہ پہاڑ کے اندر ہے۔

تشریح صورت مسد یہ ہے کہ دریا کے اندر اگر خشکی سے سفر کیا جائے تو اس کے حال کے مناسب کا اعتبار کیا جائے گا جتنی دیر لگے

موافق ہونے تک تو اس میں تین دن اور تین رات میں جس قدر مسافت طے کرے گا وہ مدت سفر کہلائے گی جس طرح پہاڑوں کے سفر میں تین دن اور تین رات کی مسافت معتبر ہے اگرچہ ہموار زمین میں اتنی مسافت اس سے کم مدت میں طے ہو جاتی ہو۔

متن کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ دریا کی سفر میں ٹنکی کی رفتار معتبر نہ ہوگی مثلاً ایک مقام پر پہنچنے کے دو راستے ہیں ایک دریا کا دوسرا ٹنکی کا ٹنکی کے راستے میں اس مقام تک پہنچنے کے لئے تین دن اور تین رات کی مسافت ہے اور دریا کے راستے سے دو یوم کی مسافت ہے پس اگر کوئی شخص یہ مسافت ٹنکی کے راستے سے طے کرے گا تو اس کے لئے مسافروں کی رخصت حاصل ہوگی اور اگر دریا کی راستے سے گئے تو رخصت سفر حاصل نہ ہوگی۔

قصر نماز کی شرعی حیثیت

قال وفرض المسافر هي الرخصة وكما لا يزید علیہما وقال الشافعی فرضه الأذنع والفطر رخصة إغنيانا بالصوم ولسا أن الشفع الناس لا يفرض ولا يمانع علی تركه وهذا آية النافلة بخلاف الصوم لأنه يفرض

ترجمہ شیخ قدوسی نے کہا ہے کہ مسافر کی رباعی نماز دو رکعت ہیں۔ ان پر زیادتی نہ کرے اور امام شافعی نے فرمایا کہ اس کا فرض تو چار ہی رکعت ہیں۔ اور قصر نماز رخصت ہے روزہ پر قیاس کرتے ہوئے اور ہر روزی دلیل یہ ہے کہ شفع عالی کی تہ تو قضاء کی جاتی ہے اور نہ اس کے ترک کرنے پر شہکار ہوگا اور یہ علامت ہے اس کے نفل ہونے کی برخلاف روزہ کے کیونکہ اس کی قضاء کی جاتی ہے۔

تشریح

قدوسی نے فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک رباعی نماز مسافر پر دو رکعت فرض ہیں۔ ان پر اضافہ جائز نہیں ہے حاصل یہ کہ ہمارے نزدیک مسافر کے حق میں قصر رخصت استقاط ہے۔ یعنی رباعی نماز میں دو رکعت ساقط ہو کر دو رکعت رہ گئیں ہیں۔ امام شافعی نے فرمایا کہ مسافر کے حق میں قصر رخصت ترقی ہے اور اتمام افضل ہے یعنی مسافر کی سہولت کے پیش نظر اس کو دو رکعت پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے ورنہ رباعی نماز میں اس پر چار رکعت ہی فرض ہیں۔ اور چار ہی کا پڑھنا افضل ہے اس کے قائل امام احمد ہیں اور امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے۔ امام شافعی کی دلیل روزہ پر قیاس ہے۔ یعنی جس طرح مسافر کے لئے رمضان المبارک میں افطار کی اجازت ہے اور روزہ وحنہ افضل ہے۔ اسی طرح رباعی نماز میں قصر کی اجازت دی گئی ہے ورنہ اتمام افضل ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ خداوند قدوس نے فرمایا ہے فلیس علیکم حرج ان تفسروا من الصلوة (اح. ۱۰۰) یعنی نماز کا قصر کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ آیت سے استدلال اس طور پر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے قصر لفظ لا جنساح کے ساتھ شروع کیا ہے اور یہ لفظ اجاحت کے لئے ذکر کیا جاتا ہے نہ کہ وجوب کے لئے جیسا کہ ۱۰۰ مری آیت میں ہے لا جنساح علیکم ان تطلقتم النساء (۱۰۰) اس ثابت ہوا کہ قصر مباح ہے۔ واجب نہیں اور جب قصر کا مباح ہونا ثابت ہوا تو دوسرے مباحات کی طرح قصر کے اندر بھی مسافر کو اختیار ہوگا کہ قصر کرے یا اتمام کرے۔ تیسری دلیل حدیث عمر سے مروی ہے کہ یہ آیت مجھ پر مشتبہ ہوئی تو میں نے رسول خدا ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ہم قصر کریں؟ حالانکہ ہم مامون ہیں ہمیں کسی چیز کا خوف نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان حقیقت فرمایا ہے۔ یعنی خوف و قصر کے ساتھ شروط یہ ہے (پس نہ کر) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ نہ اندہ قدوس کی طرف سے صدقہ ہے اللہ تعالیٰ کا صدق قبول کرو۔

حدیث میں قصر و قبول کے ساتھ تحقیق کیا ہے اور قصر کا نام صدقہ رکھا ہے اور قاعدہ ہے کہ جس پر صدقہ کیا جاتا ہے اس کو صدقہ میں اختیار

ہوتا ہے اس پر قبول کرنا اور زمینیں ہوتا۔ (فتح القدیر) یہی دلیل ہے کہ مسافر اگر قصر کرے اور آخری دو رکعتوں کو ترک کرے تو صحیح ہونے کے بعد میدان کی قضاء کی جاتی ہے اور نہ ہی ان کے چھوڑنے پر تنگی رہتا ہے اور قضا کا واجب نہ ہوتا اور تنگی نہ ہونا قطعاً علی کے نفس ہونے کی علامت سے پس ثابت ہوا کہ مسافر پر رباعی نماز میں فقط دو رکعتیں واجب ہیں۔ دوسری نقلی دلیل عن عائشہ فاکتت فی حبس الصلوة رکعتین رکعتین فأقرت صلوة السفر وریثت فی الحضر۔ (بخاری و مسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نماز دو رکعت فرض کی گئی ہے اس میں نماز (ای حال پر) باقی رکھا گیا اور حضر نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔ عن ابیہ عن عائشہ قال فرض اللہ الصلوة علی لسان نبیکم فی الحضر أربع رکعات و فی السفر رکعتین اثنین ما نزل فیہ ما کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے رسول کی رباعی محض میں چار رکعتیں فرض کیں اور نہ میں دو رکعت طہرائی کی روایت ہے۔ (الفتح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکعتیں فرض کی ہیں جبکہ حضر میں چار رکعت فرض کی ہیں نہ ان دنوں میں بے عن ابیہ اثنین اثنین کیلئے عن عمر قال صلوة السفر رکعتین و صلوة الاصلحی رکعتان و صلوة البصر رکعات و صلوة الحنيفة رکعات و کتات و کتات غیر قصر علی لسان محمدؐ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سفر کی نماز دو رکعت میں عید الاضحیٰ کی نماز دو رکعت میں عید الفطر کی نماز دو رکعت میں اور جمعہ کی نماز دو رکعت میں۔ اور یہ پوری نماز ہے بغیر قصر کے بغیر خدا کا ذکر کی زبانی۔

بخاری شریف میں ابن عمرؓ سے مروی ہے صحیح و رسول اللہ ﷺ فی السفر لہ یؤد علی رکعتین حتی یقصر اللہ و صحیح عن عمرؓ قال یؤد علی رکعتین حتی یقصر اللہ و صحیح عن عثمانؓ قال یؤد علی رکعتین حتی یقصر اللہ و قد قال النبی تعالیٰ لعل کان لکم فی رسول اللہ انوفہ حسنة۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چار رکعتیں پڑھیں اور انہوں نے بھی دو رکعتیں پڑھیں اور انہوں نے بھی دو رکعتیں پڑھیں۔ حضرت عثمانؓ کے ساتھ سفر پر آپ نے بھی تین رکعتیں پڑھیں اور انہوں نے بھی دو رکعتیں پڑھیں۔ ان تمام روایات سے ظہور ملتا ہے کہ نماز دو رکعت ہونا ثابت ہوتا ہے اگر نہ نماز میں چار رکعت پڑھنا افضل ہوتا جیسا کہ امام شافعی کا خیال ہے تو آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہؓ اس فضیلت کو بھی ترک نہ فرماتے۔

حضرت امام شافعی کے قیاس کا جواب یہ ہے کہ مسافر کی قصر نماز کو اس کے روزہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ اس سے بلاشبہ مسافر کو رمضان میں قصر کی اجازت دی گئی ہے لیکن فرق ہے وہ یہ کہ مسافر پر باقی کے اندر قصر کرنے کی صورت میں آخرین کی قضا واجب نہیں ہے۔ اور روزہ کی قضا واجب ہے پس اس فرق کے ساتھ ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا کیسے درست ہوگا۔ حاصل یہ کہ کسی چیز کو اس حال میں چھوڑنا کہ اس کا بدل واجب ہونے سے ترک پر نہ ہو تو یہ اس چیز کے نفل ہونے کی علامت ہے یا روزہ تو اس کا ترک باطل نہیں ہے بلکہ اس کا بدل موجود ہے یعنی قضا۔ امام شافعی کی طرف سے پیش کردہ آیت کا جواب یہ ہے کہ آیت میں اوصاف کا قصر مراد ہے یعنی خوف دشمن کی وجہ سے قیام کو چھوڑ کر قعود اختیار کرنا کوئی دیکھو دیکھو کہ ہمارے نزدیک خوف کے وقت اوصاف کا قصر مہلک ہے واجب نہیں ہے۔ جس جب آیت میں اوصاف کا قصر مراد ہے تو اس سے نہایت کے قصر پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر

تعمیم کریں۔ آیت میں صلی بنا کر قصر اور ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ شافعی کا یہ کہنا کہ لفظ لا جناح اباحت کے لئے ذکر کیا جاتا ہے وہ جو آپ کے لئے نہیں نہ ہے یہ حدیث ہے "ان الصفوا والمزوة من شعاکم اللہ فمن خج الیث أو اغتمز فلا جناح علیہ ان یطوف بہما" میں لا جناح سے معنی ہیں الصفاء والمزوة کے وہ جو آپ کو ذکر کیا گیا ہے۔ خود امام شافعی بھی اس موقع پر اباحت مراد نہیں لیتے جیسا کہ جلالین میں مذکور ہے۔

امام شافعی کی پیش کردہ حدیث صحیحہ کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ہماری دلیل ہے نہ کہ آپ کی اس لئے کہ حدیث کے اندر فافیلو امر کا صیغہ ہے اور امر وہ جو آپ کے لئے آتا ہے پس قصر وہ جس کو صدقہ کہنا ہے اس کا قبول کرنا واجب ہوئے کہ مباح دوسرا جواب یہ ہے کہ صدقہ دوسرا کا ہوتا ہے ایک تملیک کے قبیضہ سے جیسے مال کا صدقہ دوم اسقاط کے قبیضہ سے جیسے متاع (آزاد کرنا) اور قصاص کو معاف کرنا، قاعدہ یہ ہے کہ جو صدقہ تملیک کے قبیضہ سے ہو اگر اس کو رد کر دیا جائے تو وہ رد ہو جائے گا۔ البتہ جو اسقاط کے قبیضہ سے ہو وہ رد کرنے سے روٹیں ہوتا۔ پس قصر صلوٰۃ ایسا صدقہ ہے جو از قبیل اسقاط ہے۔ لہذا یہ رد کرنے سے روٹیں ہوگا اور جب حصہ ق طیبہ کے رد کرنے سے روٹیں ہوا تو گویا واجب ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ قصر واجب ہے۔

اگر قصر کے بجائے اتمام کیا تو کیا حکم ہے

وان صلی ازبعا وقعد فی النایۃ قدر الشہدۃ اخرجہ الاولیٰ ان عن الفراض والاخریان لہ نافلة اعتبارا بالنسخہ وبصبر فسننا لسا خیر السلام وان لم یغذ فی النایۃ قدرها بطلت لاخیلاط النافلۃ بها قتل اكمال از کتابہا

ترجمہ اور اگر مسافر نے چار رکعتیں پڑھیں اور دوسری رکعت پر تشہد کی مقدار پڑھ لی تو پہلی دور رکعتیں فرض سے اس کو کافی ہو جائیں گی اور بعد کی دو رکعتیں اس کے لئے نفل ہوں گی فجر پر یہی قس کرتے ہوئے اور تاخیر سلام کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ اور اگر دوسری رکعت پر بعد تشہد نہیں بیٹھ تو یہ نفل ہوگا۔ جو یہ نفل فرض کے ساتھ اس کے ارکان مکمل ہونے سے پہلے مخلوط ہو گیا۔

تشریح صورت مسند یہ ہے کہ مسافر نے بجا دو رکعت کے چار رکعت پڑھیں اور تشہد کی مقدار دوسری رکعت پر بیٹھ بھی گیا تو پہلی دو رکعتیں فرض اور بعد کی دو رکعتیں نفل شمار ہوں گی۔ صاحب ہدایہ نے فجر کی نماز پر قیاس کیا ہے یعنی اگر فجر کی چار رکعتیں پڑھیں اور دوسری رکعت پر بیٹھ گیا تو فجر کی اور رکعت فرض ادا ہو جائیں گی۔ البتہ سلام میں تاخیر کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ اور اگر یہ مسافر دوسری رکعت پر تشہد کی مقدار نہیں بیٹھ تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ دلیل یہ ہے کہ ارکان فرض مکمل ہونے سے پہلے فرض کے ساتھ نفل مخلوط ہو گیا ہے۔ ارکان اس کے مکمل نہیں ہونے کے بعد تاخیر و جوڑ کہیں ہے اس کو ترک کر دیا۔ اور فرض کے ارکان مکمل ہونے سے پہلے فرض کو نفل کے ساتھ مخلوط کر دیا۔ بطل صلوٰۃ ہے۔ اس لئے اس کی نماز باطل ہو گئی۔

قصر نماز کہاں سے شروع کرے

واذا فارق المسافر نبوت المضر صلی و خعتین، لأن الإقامة تتعلق بذخولها فيتعلى السفر بالخروج عنها وإليه الانزعاج على لو جاوزنا هذا النقص لقصرنا

ترجمہ اور جب مسافر نے نبوت المضر صلی و خعتین پڑھے تو جب نماز شروع ہوئی تو اگر وہ داخل ہوئے

متعلق ہوتا ہے ہذا سطر (کا حکم) ان گھروں سے نکلنے کے ساتھ متعلق ہوگا۔ اور اس باب میں نہایت ہی کثیر ہے کہ اگرچہ ان چھ چیزوں سے تہذیب و زکریا میں تو قصر پڑھیں۔

تشریح سو اس پر ہے کہ آغاز سفر کے بعد قصر پڑھنا کب شروع کرے گا اس کا حکم یہ ہے کہ جب آبادی سے باہر نکل جائے تو اس پر قصر پڑھنا واجب ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ مسافر جب اپنے وطنی شہر آبادی میں داخل ہوتا ہے تو اقامت کا حکم متعلق ہو جاتا ہے جس باب اس آبادی سے باہر نکل گیا تو سفر کا حکم متعلق ہو جائے گا۔ اس مسئلہ میں نہایت ہی کثیر ہے لہذا حاشیہ الحاشیہ لفصلاً۔ خاص کہتے ہیں کہ یہ نظری کی چھ چیزوں کو۔ خاص یہ کہ نہایت ہی کثیر ہے کہ انہیں ان چھ چیزوں سے آگے بڑھ جائیں تو نماز قصر پڑھیں۔ اس کی تائید حدیث انس سے ہوتی ہے قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِبَيْتِ الْحَلِيفَةِ وَثَمَنِيْنِ۔ حضرت انس سے فرمایا میں نے رسول اللہ سے ساتھ دینے میں نہایت ہی چار مرتبہ نمازیں پڑھیں اور عصر کو اکلیدہ میں دو رکعت پڑھی۔

مقیم بننے کے لئے کتنے دن کی اقامت کی نیت ضروری ہے

وَلَا يَزَالُ عَلَيَّ حُكْمُ السَّفَرِ حَتَّى يَبْزِيَ الْإِقَامَةُ هِيَ تَلْدُهُ أَوْ قَرْيَةً حَسَنَةً عَشْرَ يَوْمًا أَوْ مُسْتَحَرًّا وَبَيْنَ أَقْلٍ مِنْ ذَلِكَ فَصَوَّرَ لِأَنَّهُ لَا يَبْدُ مِنْ اِعْتِبَارِ مُدَّةٍ لِأَنَّ السَّفَرَ بِحَامِلِهِ السُّبُّ فَقَدْ زَادَهَا بِسُدَّةِ الطُّهْرِ لِأَنَّهُمَا مَدَنَانِ مُؤَحَّضَانِ وَهُوَ مَأْنُوٌّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عَمَرَ وَالْأَثَرُ فِي مِثْلِهِ كَالْحَدِّ وَالنَّقِيضُ بِالسُّدَّةِ وَالْقَرْيَةُ يُسَمَّى إِلَى أَمَةٍ لَا تَصِحُّ بِنَتِ الْإِقَامَةِ فِي الْمَسَافَةِ وَمَوْ الطَّاهِرِ

ترجمہ اور سفر کا حکم پر ہمیشہ باقی رہے گا یہاں تک کہ کسی شہر یا دیہات میں نہایت ہی نیت کرے۔ اور اس میں سے کسی نیت کی وقعت نہ کرے کیونکہ قیام کے اندر مدت کا اعتبار نہ ہوگا۔ اس لئے کہ سفر کا اندر بھی ٹھہراؤ موجود ہوتا ہے جس میں مدت و قیام کا مدت طہر کے ساتھ اندازہ کیا کیونکہ یہ دونوں مدتیں واجب کرنے والی ہیں۔ اور یہی مقدار ابن عباس اور ابن عمر سے منقول ہے۔ اور اس جیسے باب میں صحابی کا قول رسول اللہ سے فرمایا۔ نہایت ہی شہر اور گاؤں کی قید لگانا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جہاں قیام کی نیت کرنا صحیح نہیں ہے نہایت ہی ہے۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ سفر کا حکم اس وقت باقی رہے گا جب تک کہ کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت نہ کرے جس جب پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت نہ کرے گا تو سفر کا حکم ختم ہو جائے گا۔ اور یہ شخص مقیم کہلائے گا۔ اور اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرے گا تو یہ نیت کی نیت نہ کرے گا۔ بلکہ یہ شخص مقیم نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ نیت نہ کرے گا۔

حضرت امام مکہ اور امام شافعی نے فرمایا ہے کہ چار دن قیام کی نیت سے مقیم ہو جائے گا۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ جب چار دن سے زیادہ قیام کیا تو یہ مقیم ہو گیا۔ خواہ نیت کرے یا نیت نہ کرے حاصل یہ کہ ہمارے اور امام شافعی کی درمیان دو جہد اختلاف ہے۔ ایک یہ کہ مقیم ہونے کے لئے کہ اگر کتنے دن کے قیام کی نیت ضروری ہے سو ہمارے نزدیک پندرہ دن کی نیت سے مقیم ہو جائے گا۔ اور ان کے نزدیک چار دن کی نیت سے مقیم ہو جائے گا۔ امام شافعی نے اپنے اس قول پر قرات سے استدلال کیا ہے ارشاد اللہ ہی ہے ادا عصر نفسو فی

الارض فہلک عجمکۃ خذ ان لقصیر وامن الصلوۃ اس آیت میں اس حدیث نے ضرب فی الارض یعنی چلنے سے قلمہ کو مباح یا ناجائز قرار دیا ہے کہ اگر ضرب فی الارض نہ ہو تو قلمہ مباح نہیں ہے پس جب مسافر نے اقامت کی نیت کی تو اس نے ضرب فی الارض کو چھوڑ دیا۔ اور جب ضرب فی الارض کو چھوڑ دیا تو اس کے واسطے قلمہ کرنا مباح نہ رہا لیکن اس پر سوال ہوا کہ اگر چار دن سے متقی قلمہ کی نیت نہ تو کبھی قلمہ کرنے کی اجازت نہ ہونی چاہئے نہ کو نہ ضرب فی الارض اس صورت میں کبھی نہیں پایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نص کا ثبوت تو ہیں ہے کہ چار دن سے متقی قلمہ کرنے سے قلمہ جائز رہتا ہے۔ مگر ہمارے متنبہ ایضاً کی وجہ سے چار دن سے متقی اس نص کو ترک کر دیا ہے اس لئے کہ اس میں قیام کی نیت سے متبرک ہونے کا وہی قول نہیں ہے۔

اقامت کے لئے نیت شرط ہے اور اختلاف یہ ہے کہ اقامت سے لئے ہمارے نزدیک اصل نیت شرط ہے چنانچہ ہمارے نزدیک با نیت اقامت متبرک نہیں ہوا۔ خواہ پندرہ دن سے۔ اور قیام سے۔ امام شافعی کے نزدیک مقیم ہونے کے لئے نیت شرط نہیں ہے۔ اور شافعی کی دلیل حضرت عثمان کا قول میں اَقَامُوا لَنَا اَقَامَ یعنی جو شخص چار دن قیام سے۔ وہ پوری نماز پڑھنے کا قول میں نیت ہے۔ انہیں ہے ہذا ثابت ہوا کہ مقیم ہونے کے لئے نیت نہ ضروری نہیں ہے۔ اقامت کے لئے پندرہ روز کا قیام کرنے میں اور اقامت کے لئے مسافر کے لئے پندرہ دن نہیں ہے۔ وہ شب و روز ۲۴ گھنٹے چلتا رہے۔ بلکہ وہ ایسا اوقات ٹھہرتا بھی ہے اور کافی دیر تک صبر کرتا ہے جس معلوم ہوا کہ نہ اور بہت (تھکا چلاؤں) نہ ہوتا ہے۔ یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ ٹھہرنے کا عامی قیام اور ٹھہرنا ہونے میں جو کچھ فرق ہے اس میں فرق کرنے کے لئے ایک حد کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔ اس لئے ہم نے حدت میں چار دن سے حدت اقامت پندرہ روز مقرر کی ہے۔ یعنی حدت یہ کہ قیام کی حالت مشق کے لیے ہے۔ سانس پورے میں صاحب ہوا ہے نہ فرمایا کہ حدت اقامت اور حدت اقامت دونوں کا موجب ہونا حالت مشق کے ہے۔ یعنی حیض کی وجہ سے جو حدت ساتھ ہوئی تھی حدت صبر کی وجہ سے جس طرح دو روز گزرتی ہے اسی طرح حدت کی وجہ سے ساتھ شدہ حدت بھی حدت اقامت کی وجہ سے عود کرتی ہے پس اس قیام کی بنا پر اس طرح اولی حدت صبر پندرہ دن میں اسی طرح اولی حدت اقامت بھی پندرہ روزوں کے۔ یہی وجہ ہے کہ طہر کی ضد حیض کی اولی حدت تین دن میں ہے۔ تو قیام کی ضد طہر کی اولی حدت بھی تین دن میں ہے۔

صاحب ہوا یہ کہ حدت اقامت کا پندرہ دن ہونا حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ چنانچہ یہ ہے کہ حدت انہی عشاءیں وانہ عُسْر وَحَسْبُ اللّٰہُ عَلَیْہُمَا فَالَا اِذَا دَخَلْتَ بَلَدًا وَانْتَ مُسَافِرًا وَحَسْبُ عُسْرٍ بَیْنَکَ اَنْ تُغِیْبَہُ بَیْنَا حَسْبَہُ عُسْرٌ یَوْمًا فَانْکَمِلِ الصَّلٰوۃَ وَاَنْ کُنْتَ لَا تُدْرِیْ مَتٰی تَطْعَمُ فَافْصِرْ جِئْنَا اِنْدَکَ اَمْرًا نَحْنُ نَسْرُہُ تَابَعْنَا کَیْفَ سَافَرِہُ اور خیر الراویہ پندرہ دن قیام کا ہے تو نماز پوری پڑھا اور اگر چھوڑ دیا تو بھی نہیں کُتِبَ سَافَرُہُ کا تو قصہ کرنا روا۔ صاحب ہوا یہ کہ پندرہ دن کی تحدید مقتدرات شریف میں سے ہے اور ایام کی تحدید تقدیر کسی چیز سے جس کی طرف عقل بھی راویاں نہیں ہے۔ اور قلمہ ہونے کے سبب لَمْ یُعْلَلْ کے اندر اثر صحابی بخلاف اور حدیث کے ہوتا ہے۔ وہاں ہمارے اور ان محدثین نے پندرہ روز کی تحدید خصوصاً صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر بیان کی ہے۔

صاحب ہوا یہ کہتے ہیں کہ امام ابوالحسن قدوسی کا اقامت سے بعد دو یا تیرہ کی قید لگانا اس طرف مشیر ہے کہ: نفل میں اقامت کی نیت نہ درست نہیں ہے۔ یہی ظاہر الراویہ ہے۔ اگرچہ قدوسی اسے سب سے فرمایا ہے کہ چار دن سے متقی اس پانچ دن سے متقی ہونا میں

اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لیں تو مقیم ہو جائیں گے۔

ایک شہر سے آج کل نکلنے کا ارادہ کیا مدت اقامت کی نیت نہ کی یہاں تک کہ دو سال تک ٹھہرا رہا تو نماز قصر پڑھے گا

وَلَوْ دَحَلَ مَضْرَءُ عَلٰی غَزْمٍ اَنْ يَخْرُجَ غَزْمًا اَوْ يَنْعَدَ غَدًا وَلَمْ يَنْتِزِعْ اِلَّا قَامَةً خَتْنِي بَقِيَّ عَلٰی ذٰلِكَ سَبْعِيْنَ قَضْرًا لَّانْ اَنْسَ غَسْمًا سَافَرًا يَنْجَانُ مَيْتَةً اَشْهَرًا وَكَانَ يَقْضِرُ وَعَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصُّحَابَةِ مِنْ ذٰلِكَ

ترجمہ اور اگر کوئی مسافر شہر میں اس ارادہ کے ساتھ داخل ہوا کہ کل یا پرسوں کوچ کرے گا اور مدت اقامت کی نیت نہیں کی یہاں تک کہ اسی ارادہ کے ساتھ چند سال ٹھہرا رہا تو قصر کرتا رہے گا۔ کیونکہ ابن عمرؓ نے آذربائیجان میں چھ ماہ قیام کیا حالانکہ قصر پڑھا کرتے تھے۔ اور صحابہؓ کی ایک جماعت سے اسی کے مثل مروی ہے۔

تشریح پہلے مسئلہ میں گذر چکا ہے کہ اقامت کے واسطے پندرہ دن کے قیام کی نیت کرنا ضروری ہے اسی پر متفرع کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر مسافر کسی شہر میں اس نیت کے ساتھ داخل ہوا کہ کل یا پرسوں روانہ ہو جاؤں گا۔ مدت اقامت یعنی پندرہ روز کے قیام کی نیت نہیں کی حتیٰ کہ اسی آج کل میں چند سال ٹھہرے تو یہ قصر پڑھتا رہے گا مقیم نہیں کہلانے گا۔ دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مقام آذربائیجان میں چھ ماہ قیام کیا مگر چونکہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک وقت پندرہ دن قیام کرنے کی نیت نہیں کی تھی اس لئے وہ قصر نمازی پڑھتے رہے۔ اسی کے مثل دوسرے صحابہؓ سے مروی ہے۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاصؓ کے بارے میں مروی ہے۔ کہ انہوں نے خیثا پور کے کسی گاؤں میں دو ماہ قیام کیا اور قصر پڑھتے رہے اسی طرح علقمہ بن قیسؓ نے خوارزم میں دو سال قیام کیا اور قصر نماز پڑھی۔

لشکر کی دارالحرب میں اقامت کی نیت معتبر ہے یا نہیں

وَاِذَا دَخَلَ الْعَسْكَرُ اَرْضَ الْحَرْبِ فَلَوْ اِلَّا قَامَةً بِهَا قَضَرُوا وَكَذَا اِذَا خَاصَرُوا فِيْهَا مَدِيْنَةً اَوْ حَصَّنًا لَّانْ الدَّاجِلُ بَيْنَ اَنْ يَهْزَمَ فَيُهْزَمَ وَبَيْنَ اَنْ يَهْزَمَ فَيُهْزَمَ فَلَمْ تَكُنْ دَارًا اِقَامَةً

ترجمہ اور جب اسلامی لشکر کفار کے ملک میں داخل ہوا اور اس میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی تو بھی قصر کریں گے۔ اور یوں ہی جب دارالحرب میں کسی شہر یا قلعہ کا محاصرہ کیا ہو۔ کیونکہ داخل ہونے والا لشکر (دو ہاتوں کے درمیان) متردد ہے ایک یہ کہ شکست کھا کر ہرجا جائے دوم یہ کہ شکست دے کر قیام پذیر ہو جائے اس لئے یہ دار اقامت نہیں ہوگا۔

تشریح اسلامی لشکر نے دارالحرب میں داخل ہو کر پندرہ دن کے قیام کی نیت کی تو بھی حکم یہ ہے کہ یہ فوجی مسلمان قصر نماز پڑھیں۔ یہی حکم اس وقت ہے جبکہ اسلامی فوج نے دارالحرب میں گھس کر کسی شہر یا قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہو۔ حاصل یہ کہ دارالحرب کے اندر اسلامی لشکر کی اقامت کے مسئلہ میں نیت معتبر نہیں ہے۔ کیونکہ اقامت کی نیت کا مکمل وہ جگہ ہوتی ہے جہاں انسان کو حتمی طور پر قرار دینا ضروری ہو۔ اور یہاں صورت یہ ہے کہ اسلامی لشکر قرار اور قرار کے مابین متردد ہے۔ اس لئے کہ شکست کی صورت میں راہ فرار اختیار کرنی پڑے گی۔ اور فتح کی صورت میں قرار نصیب ہوگا۔ پس قرار اور قرار کی کیفیت میں دارالحرب کو اسلامی لشکر کے لئے دار اقامت نہیں کہا جاسکتا۔ جیسے دارالاسلام میں جنگل دار اقامت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنگل میں اقامت کی نیت معتبر نہیں ہے۔

دارالاسلام میں اسلامی لشکر نے باغیوں پر حملہ کیا اور اقامت کی نیت کی تو ان کی نیت معتبر ہوگی یا نہیں

وَكَيْدًا إِذَا حَاصِرُوا أَهْلَ النُّعْمَىٰ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ فِي غَيْرِ مَضَرٍّ أَوْ حَاصِرُوا هُمْ فِي النَّهْرِ لِأَنَّ حَاصِرَهُ مُطْلَقٌ غَيْرُ مُتَيَقِّنٍ وَعِنْدَ رُفُوحِ بَصِيحٍ فِي الْوَحْشِينَ إِذَا كَانَتْ الشُّوْكَةُ لَهُمْ لِلتَّمَكُّنِ مِنَ الْقِرَارِ طَاهِرًا أَوْ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ بَصِيحٌ إِذَا كَانُوا فِي بُيُوتِ الْمُدِيرِ لِأَنَّهُ مُؤَجَّبٌ الْإِقَامَةَ وَبَيْتُ الْإِقَامَةِ مِنْ أَهْلِ الْكَلَاءِ وَهُمْ أَهْلُ الْأُخْبَةِ قَبْلَ الْأَصْحِ وَالْأَصْحِ أَنَّهُمْ مُتَيَقِّنُونَ يُرَوَّى ذَلِكَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ لِأَنَّ الْإِقَامَةَ أَصْلٌ فَلَا تَنْطَلِقُ بِالْإِنْتِقَالِ مِنْ مَرْغَى إِلَى مَرْغَى

ترجمہ۔ اور یونہی جب لشکر اسلام نے دارالاسلام کے اندر شہر کے علاوہ میں باغیوں کا محاصرہ کیا یا سمندر میں انکا محاصرہ کیا۔ یہ نیت نہ کی حالت ان کے ارادہ کو ظاہر کرتی ہے۔ اور امام زفر کے نزدیک۔ دونوں صورتوں میں صحیح ہے بشرطیکہ ثبوت لشکر اسلام کو صل ہو۔ یہ نیت بعد جان و غنیمت کے پرقوں صل ہے۔ اور ابو یوسف کے نزدیک اس وقت صحیح ہے جبکہ اسلامی لشکر کا قیام مٹی کے گھر میں ہو اس کے گھر وہ ٹھہرنے کی جگہ ہیں اور اقامت کی نیت نہ کرنا جس و انوں کا در اندیشہ وہ خیمہ برداروں۔ جس جگہ صحیح نہیں ہے۔ واضح یہ ہے کہ یہ مقیم ہیں۔ امام ابو یوسف سے یوں ہی روایت کیا جاتا ہے کیونکہ اقامت اصل ہے لہذا ایک چرکا کو دوسری چرکا کو صرف منتقل ہونے سے صل نہیں ہوتی۔

تقریباً۔ مسند اشرفی لشکر نے دارالاسلام کے اندر شہر کے علاوہ جنگل وغیرہ میں باغیوں کا محاصرہ کیا یا سمندر کے اندر کسی جزیرہ میں باغیوں کا محاصرہ کیا اور اسلامی لشکر نے پھر وہ دن اقامت کی نیت کی تو ان کی یہ نیت معتبر نہیں ہوگی۔ بلکہ ان پر قہر نہ پڑھنا لازم ہوگا۔ دلیل یہ ہے۔ اسلامی لشکر اس صورت میں بھی قرار اور قرار کے درمیان متروک ہے۔ پس ان کی حالت تروان کے علم اور اقامت کی نیت ظاہر کرتی ہے۔ اس لئے جس طرح فتح یا اسلامی لشکر کا قیام ممکن ہے اسی طرح شکست کھا کر فرار کا بھی امکان ہے۔ صاحب ہدیین بیان فرمادہ ہیں کہ معصوم ہوتا ہے کہ عبادت میں فی غایۃ غیۃ اور فی التحرک قید اللہ قی ہے۔ لیکن وجہ ہے کہ اسلامی لشکر اگر باغیوں کے شہر میں قیام پذیر ہو اور قلعہ کے اندر نہ کامی ہو گیا تو بھی اسلامی لشکر کی نیت اقامت صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ باغیوں کا شہر حصول مقصود (فتح) کے بعد جنگل کے مانند ہے۔ کیونکہ اسلامی لشکر اس میں مقیم نہیں ہوگا بلکہ واپس چلا جائے گا۔

امام زفر نے فرمایا ہے کہ اسلامی لشکر نے حربیوں کا محاصرہ کیا ہو یا باغیوں کا دونوں صورتوں میں اقامت کی نیت نہ کرنا صحیح ہے۔ لیکن یہ شخص اس صورت میں ہے۔ جبکہ اسلامی لشکر کو ملک کے اندر قوت و ثبات حاصل ہو کیونکہ اس صورت میں بظاہر قرار پر قدرت حاصل ہے۔ امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ اسلامی لشکر کا اصل حرب ہے یا باغیوں کا محاصرہ کرنے کی صورت میں اقامت کی نیت نہ کرنا اس وقت صحیح ہے جبکہ اسلامی لشکر کا قیام مٹی کے گھر میں ہو اور انہیں صل میں ہو۔ اور انہیں صل میں قیام ہونا ان کی نیت معتبر نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اقامت کی نیت اور صل مکانات اور رتھیں ہیں۔ خیمے اقامت کی جگہ نہیں ہیں۔

صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ جن کی معاش کا دار و مدار باغیوں پر ہے وہ جہاں کھاس اور پانی دیکھتے ہیں خیمہ لگا کر ٹھہرتے ہیں پھر جب وہاں کھاس ختم ہو جاتی تو روانہ ہو کر کسی موقع پر یونہی ٹھہرتے ہیں۔ ان کی نیت اقامت کے صحیح اور غیر صحیح ہونے میں صحاح کا اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض صحاح کا خیال ہے کہ ان لوگوں کی نیت اقامت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اقامت کی جگہ نہیں ہیں اصل قول یہ

ہے کہ یہ وقت مقیم میں یعنی ابتدا سے مسافر ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اقامت اصل ہے اور نماز اس پر جاری ہے۔ یہاں اقامت اس وقت حاصل ہوئی جب اس کو سفر عارض ہو یعنی انہوں نے ایک مقام سے ایسا دور گزرتا ہے کہ قعدہ یا دو قعدہ کی مناسبت نہ ہے تو یہ وقت راستہ میں مسافر ہوں گے اور ایک جگہ کا وقت دوسری جگہ کی طرف منتقل ہوں گے۔ انہیں ابتدا یا قعدہ ایک جگہ کا وقت دہری چنانچہ ان کی طرف منتقل ہونا اقامت کو باطل نہیں کرے گا۔ اور جب اقامت باطل نہیں ہوتی تو یہ وقت مقیم ہوں گے۔ مسافر نہ ہوں گے۔

مسافر کے لئے مقیم کی اقامت کا حکم

وَابِ افْتَدَى الْمَسَافِرُ بِالْمَقِيمِ فِي الْوَقْتِ اِنَّهُ اَرْبَعًا لَّأَنَّهُ يَتَغَيَّرُ فَرَضُهُ اِلَى اَرْبَعٍ لِلتَّغْيِيرِ كَمَا سَعَرُوْهُ بِرَبِّهِ الْاِقَامَةِ لِاتِّصَالِ الْمُغَيَّرِ بِالسَّبَبِ وَهُوَ الْوَقْتُ

ترجمہ۔ اور اگر وقت کے اندر مسافر نے مقیم کی اقامت کی تو چار ہی بار رخصت ہوتے۔ کیونکہ تابع ہونے کی وجہ سے مسافر کا فرض چار رکعت کی طرف حنفی ہو جاتا ہے جیسے اقامت کی نیت سے حنفی ہو جاتا ہے کیونکہ حنفی ہونے والا سبب شیئی وقت کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔

تشریح۔ یہاں سے دو باتوں کا حکم بیان کیا گیا ہے ایک مسافر کا مقیم کی اقامت کرنے کا حکم، دوسرے مسافر کی اقامت کا حکم۔ یہی صورت وقت کے اندر تو چار بار ہے لیکن وقت نکلنے کے بعد چار نہیں ہے۔ اور دہری صورت وقت کے اندر بھی چار بار ہے اور وقت سے بعد بھی۔ صاحب قدوری نے پہلی صورت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر مسافر نے وقت کے اندر مقیم کی اقامت کی یعنی چار بار اقامت میں مسافر نے مقیم کی اقامت کی تو مسافر چار ہی بار رخصت ہونے کا۔ اصل یہ ہے کہ مسافر نے اس شخص کی متابعت کا ارادہ کیا ہے تو اس کی فرض نماز چار رکعت ہیں اور جو شخص اس کی متابعت کا ارادہ کرے اس کا فرض چار رکعت ہیں تو تابع ہونے کی وجہ سے اس کا فرض چار رکعت کی طرف متبدل ہو جائے گا۔ جس طرح اقامت کی نیت سے مسافر کا فرض چار رکعت کی طرف متبدل ہو جاتا ہے۔

الاتِّصَالُ الْمُغَيَّرُ سے صحت حاصل کیا جائے۔ یعنی یہاں تابع موجود ہے۔ وہ یہ کہ غی (دور رخت کو چار رکعت میں تبدیل کرنے والا) سبب کے ساتھ متصل ہے۔ چنانچہ مغیر، اول میں اقامت ہے جو سبب یعنی وقت کے ساتھ متصل ہے۔ چنانچہ غائی کے اندر غی یعنی نیت اقامت سبب یعنی وقت کے ساتھ متصل ہے۔

مسافر کے لئے فوت شدہ نماز کی اقامت کا حکم

وَإِنْ دَخَلَ مَعَهُ هَيَّ قَائِمَةً لَمْ تَخْزُ لَهُ لِأَنَّهُ لَا يَتَغَيَّرُ نَعْدَ الْوَقْتِ لِانْتِصَاءِ السَّبَبِ كَمَا لَا يَتَغَيَّرُ بِرَبِّهِ الْاِقَامَةُ فَيَكُونُ اِقْبَاءُ الْمُغَيَّرِ بِالْمَقِيمِ لِحَقِّ الْقَعْدَةِ أَوْ الْقِيَامَةِ

ترجمہ۔ اور اگر وہ ایسا ہو جس کی بیعت نماز میں داخل ہو تو چار رکعت ہوگا۔ کیونکہ مسافر کا فرض وقت کے بعد حنفی نہ ہوتا اس کے سبب اندر کا۔ (جیسے اقامت نماز) نیت اقامت سے نہیں بدلتی تو قعدہ یا قعدہ کی نیت کے حق میں مطلق کا متعلق کی اقامت اور نماز کے تشریح۔ مسدیت ہے کہ مسافر نے اگر قعدہ نماز کے اندر مقیم کی اقامت کی تو یہ چار رکعت ہے کیونکہ وقت نماز کے بعد مسافر کا فرض حنفی نہیں ہوگا اس لئے کہ فرض نماز کا سبب تو وقت ہے اور اقامت اور مقیم وجہ ہے جو سبب سے متصل، اگر نماز آمد ہو جائے اور پوری وقت

نماز میں سبب یعنی وقت گزر جانے کی وجہ سے یہ اتصال نہیں پایا گیا۔ اس لئے مسافر کا فرض دو رکعت سے چار رکعت کی طرف متبدل بھی نہیں ہوگا۔ جیسا کہ قضاء نماز میں اتنا وقت ہے جس میں بدلتی حالت تک نیت اقامت بھی دو رکعت کو چار رکعت میں تبدیل کرنے والی ہے فیکونوا بالقیضاء المقتصرین بالمعتقل الخ سے ما قبل کا نتیجہ مذکور ہے۔ حاصل یہ کہ وقت نماز نکلنے کے بعد اگر مسافر نے رہائی قضا نماز میں مقیم کی اقتدا کی تو دو رکعتوں میں سے ایک خرابی ضروری ازم آئے گی۔ یا تو اپنے امام کی محنت کرنا لازم آئے گا۔ یا اقتداء بغرض بالمتصل لازم آئے گا اس لئے کہ مسافر نے اگر قضاء باقی نماز میں مقیم کی اقتدا کی تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ مسافر مقتدی دو رکعت پر سلام پھیرے گا یا چار پر اگر مسافر نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو وہ اپنے امام کے مخالف ہوا اور مخالفت امام مفید نماز ہے۔ اور اگر مسافر آخر حرکت امام کے ساتھ شریک رہا تو اب اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ مسافر نے شریعت سے اقتدا کی ہے یا غری دو رکعتوں میں اگر امام اس صورت ہے تو دو رکعت پر قعدہ مسافر کے حق میں فرض ہے۔ اس لئے کہ اس کے حق میں یہ قعدہ اخیر ہے۔ اور امام مقیم کے حق میں فرض نہیں ہے کیونکہ اس کے حق میں یہ قعدہ اولیٰ ہے اور قعدہ اولیٰ فرض نہیں ہوتا۔ پس اس صورت میں قعدہ کے حق میں فرض ادا کرنے والے نکل کر کرنے والے کا مقتدی ہوگا اور اگر آخری دو رکعتوں میں اقتدا کی گئی ہے تو آخر میں امام یعنی مقیم کی قوت نکل ہے اور مقتدی یعنی مسافر کی فرض ہے۔ پس اس صورت میں قدامت کے حق میں فرض ادا کرنے والے کا نکل ادا کرنے والے کی اقتدا کرنا لازم آئے گا۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ ہمارے نزدیک اقتداء بغرض بالمتصل ناجائز ہے۔

حاصل یہ ہے کہ وقت نکل جانے کے بعد مسافر کو مقیم کا مقتدی بننے میں جب دونوں صورتوں میں مساوت ہے تو وقت کے بعد یہ اقتدا ہی جائز نہ ہوگی۔

مسافر مقیمین کا امام بن سکتا ہے

وَلَا صَلَّى الْمَسَافِرُ بِالْمُقِيمِينَ رَكَعَتَيْنِ سَلَّمَ وَأَتَمَّ الْمُقِيمُونَ صَلَاتَهُمْ لَأَنَّ الْمُقْتَدِيَ الْفَرَسَ الْمُؤَقَّتَ فِي الرَّاكِعَتَيْنِ فَيَقْرَأُ فِي الْبَاقِي كَالْمَسْبُوقِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَقْرَأُ فِي الْأَصَحِّ لِأَنَّهُ مُقْتَدٍ تَحْرِيمًا لِأَجْلَعَلَا وَالْفَرَضُ صَارَ مُؤَدًى فَيَسْبِقُ كَهَذَا بِاخْتِطَاطٍ بِحَالَاتِ الْمَسْبُوقِ لِأَنَّهُ أَذْرَكَ قِرَاءَةً نَافِلَةً فَلَمْ يَتَأَذَّى الْقَرُصُ فَكَانَ الْإِتْيَانُ أَوْلَى

ترجمہ اگر مسافر نے مقیموں کو دو رکعت نماز پڑھائی تو امام مسافر سلام پھیر دے اور مقیم لوگ اپنی نماز پوری کر لیں۔ کیونکہ مقتدی نے دو رکعت میں موافقت کا التزام کیا ہے تو باقی دو رکعت میں وہ مسبوق کی مانند ہے جو کہ مراسمات قول کی بنا پر دو قدامت نہ کرے۔ کیونکہ وہ تحریم کے اعتبار سے مقتدی ہے نہ کہ فعل کے اعتبار سے اور فرض تو ادا ہو چکا ہے لہذا احتیاطاً قدامت کو چھوڑ دے برخلاف مسبوق کے کیونکہ مسبوق نے نفس قدامت پائی ہے لیکن ابھی تک فرض قدامت انہیں نہیں ہوا ہے اس لئے اس نے قدامت نہ کرنا اولیٰ ہوگا۔

تشریح صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر مقیم لوگوں نے مسافر کی اقتدا کی تو مسافر ان کو دو رکعت پڑھا کر قعدہ کے بعد سلام پھیر دے۔ اور مقیم لوگ اپنی نماز پوری کر لیں۔ دلیل یہ ہے کہ مقیم مقتدی نے امام کو مسافر جان کر دو رکعت میں موافقت کا التزام کیا تھا۔ اور جس کا التزام کیا تھا وہ ادا کر چکا۔ حالانکہ مقیم مقتدی کی نماز ابھی پوری نہیں ہوئی ہے اس لئے مقیم مقتدی باقی دو رکعتوں میں مفرد ہوگا۔ جیسے امام کے بعد سلام پھیرنے کے بعد مسبوق مفرد ہوتا ہے مگر ان دونوں میں اتنا فرق ہے کہ مقیم مقتدی اس قول کی بنا پر ان رکعتوں میں قدامت

نہیں کرے گا۔ جو مسافر امام کے سلام پچھرنے کے بعد پڑھتا ہے اور مسبوق قراءت کرتا ہے۔ 'قول' صبح کی دلیل یہ ہے کہ تمیم آخر کی دو رکعتوں میں تحریر کے اعتبار سے مقتدی ہے۔ لیکن فصل کے اعتبار سے مقتدی نہیں ہے۔ تحریر کے اعتبار سے تو مقتدی اس لئے ہے کہ اس نے اول تحریر میں امام کے ساتھ ادا کرنے کا التزام کیا ہے۔ اور فصل کے اعتبار سے مقتدی اس لئے نہیں ہے کہ دو رکعت پر سلام کے ذریعہ امام مسافر کا فصل ختم ہو چکا ہے۔ اور جو شخص ایسا ہو یعنی تحریر کے اعتبار سے مقتدی اور فصل کے اعتبار سے غیر مقتدی تو وہ اہل کہلاتا ہے۔ اور اہل حق پر قراءت نہیں ہوتی کیونکہ تحریر کے اعتبار سے اس کے مقتدی ہونے پر نظر کی جائے تو اس پر قراءت کرنا حرام ہوگا اور اگر فصل کے اعتبار سے غیر مقتدی ہونے پر نظر کی جائے تو اس کے لئے قراءت کرنا مستحب ہوگا۔ اس لئے کہ جن پہلی دو رکعتوں میں قراءت فرض تھی وہ ادا ہو چکی ہے حاصل یہ کہ آخر کی دو رکعتوں میں تمیم مقتدی کے لئے قراءت کرنا حرام اور مستحب کے درمیان وارفتہ ہے۔ پس حرام کو ترجیح دیتے ہوئے احتیاط اسی میں ہے کہ تمیم مقتدی آخر کی دو رکعتوں میں قراءت چھوڑ دے۔ برخلاف مسبوق کے۔ یہاں مسبوق سے مراد وہ مسبوق ہے جس کو باقی نماز میں پہلی دو رکعتیں امام کے ساتھ نہیں مل سکیں بعد آخر کی دو رکعتوں میں امام کے ساتھ شریک ہوگا۔

یہ حال امام کے سلام پچھرنے کے بعد مسبوق جب اپنی فوت شدہ دو رکعتیں پڑھتے گا۔ تو اس پر ان میں قراءت کرنا واجب ہوگا۔ کیونکہ مسبوق نے آخر کی دو رکعتوں میں امام کی جو قراءت پڑی ہے وہ فصل قراءت ہے اور پہلی دو رکعتوں میں جو مرفوضہ قراءت تھی اس کو ابھی تک ادا نہیں کر سکا۔ اس لئے مسبوق پر قراءت کرنا واجب ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مسافر امام کے لئے اَبْمُوا صَلَاتُكُمْ لَإِنَّا قَوْمٌ سَفَرٌ کہتا مستحب ہے

قال وينصح للإمام إذا سلم أن يقول اَبْمُوا صَلَاتُكُمْ لَإِنَّا قَوْمٌ سَفَرٌ لَأنَّه عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ جِئْنَا بَاغِلًا مَجْنَعًا وَهُوَ مَسَافِرٌ

ترجمہ اور امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ جب وہ سلام پچھے۔ تو یوں کہے کہ تم لوگ اپنی نماز پوری کو دویم تو مسافر قوم ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے جس وقت اہل مکہ کو نماز پڑھائی وہ اسی لہجہ آپ مسافر تھے تو یہی فرمایا تھا۔

تشریح امام اگر مسافر ہو تو دو رکعت پر سلام پچھرنے کے بعد مقتدیوں سے یوں کہے کہ آپ حضرات اپنی نماز پوری کر لیں میں تو مسافر ہوں۔ دلیل ابو داؤد اور ترمذی کی روایت کردہ حدیث ہے عن عمران بن حصین رضى الله تعالى عنه قال عروث مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وشهدت معه الفتح فافلام بمكة ثمان عشر ليلة لا يصلني الا ركعتين يقول يا اهل مكة صلوا اذ بلغنا قَوْمَ مَكَّةَ عمران بن حصین کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ مکہ کی آپ ﷺ کے ساتھ فتح مکہ میں شریک رہا۔ آپ ﷺ نے افلامہ رات مکہ اکثر میں قیام فرمایا۔ اس عرصہ میں آپ ﷺ (ربا ہی نماز) میں فقط دو رکعت پڑھتے اور فرمایا کرتے اے مکہ والو! تم چار رکعت ہی پڑھو میں تو مسافر ہوں۔

فائدہ۔ قدوری کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شرط نہیں ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے مقتدی کو امام کے مسافر یا تمیم ہونے کا علم ہو اس لئے کہ اگر مقتدیوں کو امام کے مسافر ہونے کا علم پہلے سے ہے تو سلام پچھرنے کے بعد امام مسافر کا قول اَبْمُوا صَلَاتُكُمْ صحیح ہے۔ اور اس نے تمیم ہونے کا حکم ہے تو مسافر اپنے قول اِنَّا قَوْمٌ سَفَرٌ میں کاذب ہوگا۔

نہیں ہوگا۔ بعد قصر پڑھے گا یہی وجہ ہے کہ صاحب شریعت علیہ السلام کا وطن اصلی نہ انکار مقرر نہیں آپ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اور مدینہ کو اپنے وطن بنالیا تو مکہ وطن اصلی نہیں رہا چنانچہ ہجرت کے بعد جب آپ ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے خود کو مسافر شمار کیا۔ اور فرمایا اَتَمُّوْا صَلَاتِکُمْ فَاِنَّا قَوْمٌ سَلَفُوْا۔

اور چونکہ وطن اصلی وطن اقامت سے مافوق ہے اس لئے وطن اقامت وطن اصلی سے داخل ہو جائے گا۔ اور وطن اقامت وطن اصلی کا مساوی ہے اس لئے وطن اقامت وطن اقامت سے بھی باہر ہو جائے گا۔ اور وطن اقامت سفر سے اس لئے داخل ہو جائے گا۔ کہ سفر وطن اقامت کی ضد ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ شے اپنی ضد سے داخل ہو جاتی ہے۔ اور اگر سوال کیا جائے کہ سفر تو وطن اصلی کی بھی ضد ہے لہذا وطن اصلی بھی سفر سے داخل ہونا چاہئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

جواب ... وطن اصلی کا سفر کی وجہ سے عدم اطلاق اثر کی وجہ سے ہے کیونکہ مومن ہے کہ سفر ... غرض اقامت کے لئے مدینہ منورہ سے نکل کر دور دراز تشریف لے جاتے۔ لیکن اس کے باوجود مدینہ منورہ آپ کا وطن اصلی رہا چنانچہ آپ ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اقامت کی نیت نہ فرماتے۔ اور وطن اصلی سفر سے داخل ہو جاتا تو واقعی پر آخلفت اور اقامت کی نیت نہ فرماتے۔

مسافر کے لئے دو شہروں میں اقامت کی نیت کا اعتبار نہیں

وَاِذَا نَوَى الْمُسَافِرُ اَنْ يَّقِيْمَ بِمَكَاٍ وَمِنْ خَمْسَةِ عَشَرَ يَوْمًا لَمْ يَنْتَهِ الصَّلَاةُ لِانْ اَعْتَبَارَ الْيَمِّ فِي مَوْضِعَيْنِ يَنْتَقِيَانِ اَعْيَازَهَا فِي مَوَاضِعٍ وَهِيَ مُنْتَعِنٌ لِانْ السَّفَرُ لَا يَغْرِي عَنْهُ اِلَّا نَوَى اَنْ يَّقِيْمَ بِاللَّيْلِ فِيْ اَحَدِهِمَا فَيَصْبِرُ مُقِيْمًا يَدْخُوْلُهُ لِانْ اِقَامَةَ الْمَرْءِ مُصَافَاً اِلَى مَقِيْمِهِ

ترجمہ ... اور جب مسافر نے مکہ اور مدینہ میں پندرہ دن کی اقامت کی نیت کی تو وہ نماز پوری نہ پڑھے کیونکہ دو مقام میں نیت کا معتبر وقت تقاضی ہے کہ چند جگہوں میں نیت معتبر ہو اور یہ ممکن ہے کیونکہ سفر اس سے خالی نہیں ہوتا۔ ہاں اگر ان دونوں میں سے ایک میں رات میں قیام کی نیت کرے تو اس مقام میں داخل ہونے کے ساتھ ہی مقیم ہو جائے گا۔ کیونکہ آدمی کا مقیم ہونا اس کی شب پاشی کے مقام کی جانب منسوب ہوتا ہے۔

تشریح ... صورت مسئلہ یہ ہے کہ مسافر نے اپنے وقت نماز میں پندرہ دن چھبہ نے کی نیت کی جن میں سے ایک نہیں مستقل ہے۔ مثلاً یہ کہ مکہ اور مدینہ میں اقامت کی نیت کی تو یہ مقیم نہ ہوگا۔ بلکہ مسافر ہی رہے گا۔ اور نماز قصر پڑھے گا۔ کیونکہ دو مقام میں اقامت کی نیت کا معتبر وقت تقاضی ہے کہ دو سے زائد مقامات میں بھی نیت مقیم ہو اور نہ ترجیح یا امر یا نہی کے لئے ہوگا۔ اور مسافر کا بہت سے مقامات پر قیام کی نیت کرنا ممکن ہے کیونکہ سفر متعدد مقامات پر قیام کرنے سے خالی نہیں ہوتا بلکہ بہت سے مقامات پر قیام کرنا ضروری ہوتا ہے جس امر متعدد مقامات میں اقامت کی نیت کا اعتبار کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آدمی کبھی مسافر ہی نہ ہوگا جس ضرورت یہ ہے کہ دو مقام میں پندرہ روز اقامت کی نیت کی اور ان دونوں میں سے ایک متعین مقام میں رات گزارنے کی نیت کی تو یہ نیت معتبر ہوگی اب اگر یہ شخص پہلے اس جگہ ہی جہاں دن گزارنے کی نیت کی ہے تو یہ مقیم نہ ہوگا۔ اور اگر پہلے اس جگہ ہی جہاں رات گزارنے کا ارادہ کیا ہے تو اس جگہ ہی میں داخل ہوتے ہی مقیم ہو جائے گا۔ پھر جس سمت کی طرف نکلے سے مسافر نہ ہوگا جہاں دن گزارنے کی نیت کی ہے کیونکہ آدمی کی اقامت اس کی

شب پاشی کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ چنانچہ آپ دیکھئے جو شخص بازار میں کاروبار کرتا ہے اس سے اگر در یافت کیا جائے کہ اس وقت نماز کہاں رہتے ہو تو وہ اس محلہ کا پتہ بتائے گا جہاں وہ رات گزارتا ہے۔

سفر کی نماز حضر میں قصر پڑھی جائے گی اور حضر کی نماز سفر میں مکمل پڑھی جائے گی

وَمِنْ فَائِضِهِ صَلَوةٌ فِي السَّفَرِ قِصَارُهَا فِي الْحَضَرِ وَقِصَارُهَا فِي السَّفَرِ أَرْبَعًا لَأَنَّ الْقِصَارَ بِحَسَبِ الْإِدَاءِ وَالْمَغْتَبَرِ فِي ذَلِكَ آخِرُ الْوَقْتِ لِأَنَّهُ الْمَغْتَبَرُ فِي النَّسْبَةِ عِنْدَ عَدَمِ الْإِدَاءِ فِي الْوَقْتِ

ترجمہ اور جس شخص کی دلی نماز حضر میں ہو تو وہ حضر میں اس کو دو رکعت قضا کرے اور جس کی نماز حضر میں فوت ہوگئی تو اس کو نماز میں چار رکعت قضا کرے کیونکہ قضا کے لئے موافق ہوتی ہے اور اس میں معتبر آخر وقت ہے کیونکہ آخری وقت ہی سبب ہونے میں معتبر ہوتا ہے جبکہ وقت کے اندر ادا کی ہو۔

تشریح صورت مسند یہ ہے کہ سفر کی حالت میں اگر مرد باقی نماز فوت ہوگئی اور حضر میں اس کو قضا کرنا چاہا تو دو رکعت قضا کرے۔ اگر سفر کے زمانے میں کوئی باقی نماز فوت ہوگئی پھر سفر کی حالت میں اس کو قضا کرنا چاہا تو چار رکعت قضا کرے۔ دلیل یہ ہے کہ قضا کے لئے موافق واجب ہوتی ہے یعنی جس شخص پر ادا چار رکعت واجب ہوگئی تو وہ قضا بھی چار رکعت کرے گا۔ اور جس پر دو رکعت واجب ہو تو اس پر قضا بھی دو رکعت کی واجب ہوگی۔ اور ادا کے اندر وقت کا آخر معتبر ہے آخر وقت سے مراد مقتدرہ تحریر ہے مثلاً اگر ظہر کے اوّل وقت میں تہجد تک پھر وقت ختم ہونے سے پہلے سفر کے لئے نکلا اور آبادی سے باہر اس وقت واجب کہ وقت صرف ایک رکعت کا باقی ہے تو اس پر دو رکعت کی قضا واجب ہوگی کیونکہ آخر وقت میں وہ مسافر ہو چکا۔ اور یہی معتبر ہے۔ اور ادا کے اندر وقت کا آخر اس سے معتبر ہے کہ وقت کے اندر ادا کرنے کی صورت میں وجوب ادا کا سبب ہونے میں آخر وقت معتبر ہے۔ اس موقع پر ایک اعتراض ہوتا ہے وہ یہ کہ ہمارا قضا نماز میں ہے۔ اور نماز واجب اپنے وقت سے فوت ہوگئی تو اصول فقہ کے مطابق چار وقت نماز کا سبب ہوتا ہے نہ کہ آخری جز جو اب بخش مشائخ کے نزدیک نماز فوت ہونے کی صورت میں وقت کا آخری جز واجب ہوتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ مصنف ہدایہ نے اسی وقت پر کیا ہے۔

سفر کی رخصت مطہ اور عامی دونوں کے لئے ہے یا نہیں، اقوال فقہاء

وَالْعَامِ وَالْمَطْهَرِ فِي سَفَرِهِ فِي الرُّحْصَةِ سَوَاءٌ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ سَفَرُ الْمَغْصِيَةِ لَا يُغْنِيهِ الرُّحْصَةُ لِأَنَّهُ لَا تَنْتِظُ لِحَقِيقَةٍ فَلَا تَعْلَقُ مَا يُؤَحِّثُ الْغَلِيطَ وَلَمَّا أَطْلَقَ الْفُضُولُ وَلَئِنْ بَقِيَ السَّفَرُ لَيْسَ سَفْغِيَةً وَأَمَّا الْمَغْصِيَةُ مَا يَكُونُ سَعْدَةً أَوْ يُحَاوِزَةً فَصَلَحَ مُتَعَلِّقُ الرُّحْصَةِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

ترجمہ اور جو شخص اپنے سفر میں باقی ہے اور جو شخص اپنے سفر میں باقی ہے۔ دونوں رخصت میں برابر ہیں۔ اور اگر مسافر کسی سفر میں ہے۔ رخصت کے لئے ہمارے ہاں نہیں ہے۔ کیونکہ رخصت تو تخفیف محبت رقی ہے جس رخصت ایسی چیز ہے جسے تحقق نہ ہوں جو تہی واجب رقی ہے۔ جو رقی دلیل خصوص کا اطلاق ہے اور اس لئے کہ مسافر نہیں ہے اور یہی معصیت تو وہ چیز ہے جو سفر

کے بعد پیدا ہوگی یہ سفر کے ساتھ ساتھ ہوگی۔ پس سفر اس کو الٹے ہوا کہ رخصت اس سے متعلق ہو۔

تشریح فقہاء کے بیان کے مطابق سفر کی تین قسمیں ہیں۔ سفر حاجت جیسے حج اور جہاد سفر مہاجرت جیسے تجارت، سفر معصیت جیسے ذاکر زنی کے ارادہ سے سفر کرنا یا عورت کا بغیر حرم کے حج کے لئے سفر کرنا۔ اولیٰ وہ قسمیں ہیں جو رخصت کا سبب ہیں اور تیسری قسم یہ ہے کہ رخصت کا سبب ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک جب نہیں ہے۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ رخصت مکلف پر تخفیف برآتی ہے اور جو چیز مکلف پر تخفیف کرتی ہے وہ اس کی چیز کے ساتھ متعلق نہیں ہوتی جو تہیٰ و واجب رخصت سے اس لئے رخصت ایسی چیز کے ساتھ متعلق نہیں ہوگی جو تہیٰ و واجب کرتی ہے یعنی معصیت اور نافرمانی کو تہیٰ اور مذاب واجب رخصت سے اس لئے رخصت اور تخفیف متعلق نہیں ہو سکتی۔ آپ اس کو اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ رخصت تو رحمت و انعام ہے، و مذاب کے سختی و تنبیہ کی۔

ہماری دلیل خصوص کا مطلق ہونا ہے یعنی جن خصوص میں رخصت ملے وہ وہی الاطلاق بہ مسافر و شاکل ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فَرَضَ الْمَسَافِرُ رُكْعَتَانِ دُورَىٰ جَدَّ ارشاد ہے يَسْتَحِبُّ الْمُقِيمُ يَوْمًا "وَالْمَسَافِرُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَّا لِيَهَا مِنْ نَحْوِهَا" ص کی کوئی تفصیل نہیں ہے بلکہ بہ مسافر و شاکل ہے خواہ اپنے سفر میں مطیع ہو یا عاصی ہو۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ نفس سفر معصیت نہیں ہے کیونکہ سفر نامہ قطع مسافت کا۔ اور اس معنی میں کوئی معصیت نہیں معصیت تو وہ ہے جو قطع مسافت کے بعد ہوگی مثلاً ذاکر زنی یا چوری یا معصیت سفر کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے جیسے خاوم کا بھاگ جانا۔ پس جب ذات سفر معصیت نہیں ہے تو اس کے ساتھ رخصت متعلق ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم بحسب اجماع ائمہ اربعہ منیٰ عندہ

بَابُ صَلَوةِ الْجُمُعَةِ

ترجمہ (یہ) باب جمعہ کی نماز کے بیان میں ہے

تشریح یہ باب پہلے باب کے مناسب ہے اس لئے دونوں میں تصحیف ہے البتہ قصر کے اندر سفر کے واسطے تصحیف کی گئی ہے اور بعد کے اندر خطبہ کے واسطے مگر چونکہ سفر بہ رباقی نماز کے لئے تصحیف کر دیتا ہے۔ اور خطبہ جمعہ فقط ظہر کی نماز کی تصحیف کرتا ہے اس لئے سفر بہ رباقی نماز کی تصحیف کو عام ہوا اور خطبہ فقط ظہر کی نماز کی تصحیف کو خاص ہے۔ اور خاص کا ذکر چونکہ عام کے بعد ہوتا ہے اس لئے صلوٰۃ سفر کے بعد صلوٰۃ جمعہ کا بیان ہوا۔

جمعہ اجتماع سے ہے جیسے فرقت افراق سے ہے فقط جمعہ میرے ضد کے ساتھ ہے اور سنوں کے ساتھ بھی پڑ جائیگا ہے بعض حضرات نے جمعہ کے فقر کے ساتھ بھی نفس کیا ہے جمعہ کو جمع اس لئے کہتے ہیں کہ لوگ اس دن میں آئے ہوتے ہیں۔ نماز جمعہ کی فرضیت کتاب سنت اللہ اور انیل نقلی چاروں سے ثابت ہے۔ کہ جب اللہ سے تو اس نے اللہ تعالیٰ نے فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَادَىٰ لِلصَّلَاةِ مِنْ جُمُعَةٍ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ مِثْبَاتِ قُرْآن کے مطابق فَوَكَّرَ اللَّهُ سے مراد خطبہ ہے۔ اور اسَعَوْا امر کا صیغہ واجب کے لئے ہے۔ پس آیت سے خطبہ کی طرف سنی کا واجب ہونا ثابت ہوا۔ اس کی دلیل انجیدہ جمعہ کی نماز کے شاکل میں سے ہے جس میں جب ہوا جمعہ کی نماز کے خطبہ کا واجب ہونا ثابت ہوا تو نماز جمعہ جو مقصود صحیحہ اولیٰ واجب (فرض) ہوئی اس وجوب کو نہ کرنے سے

سے فرمایا قُرُوا الصَّلَاةَ لَعَلَّكُمْ تَكُونُوا سَائِدِينَ۔ بعد از یہ وقت کوڑا کیا گیا تھا تاکہ خرید و فروخت مہلت ہے اور یہ اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ امر مہلت کوئی امر واجب کی وجہ سے ہی حرام کرتے ہیں پس ثابت ہوا کہ بعد جس کی وجہ سے اذان کے بعد کھانا حرام کیا گیا واجب (فرض) ہے۔ حرامہ ان ایہما سے فرمایا کہ خطا یہ ہے کہ ذکر اللہ سے نماز کوڑا ہوا اس صورت میں براہ راست نماز بعد کا فرض ہونا ثابت ہوا۔ مفسرین نے ذکر اللہ کی تفسیر نماز اور خطبہ دونوں سے کی ہے حرامہ ان ایہما سے کہا ہے کہ یہ زیادہ من سب ہے کیونکہ اس صورت میں آیت نماز اور خطبہ دونوں پر صادق آئے گا۔

حدیث جس سے نماز بعد کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ یہ ہے اَعْلَمُوا اَنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْجُمُعَةَ فِي يَوْمِهِ هَذَا فِي شَهْرِ رَجَبٍ هَذَا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے تبرکاً اور بعد فرض کیا ہے میرے اس دن میں میرے اس مہینے میں میرے اس مہینے میں۔ دوسری حدیث الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ اَوْ اَزْوَاجٍ مَمْلُوكٍ اَوْ حُرٍّ اَوْ عَسَاكِرٍ اَوْ مَوْبِصٍ رواہ ابوداؤد بعد کی نماز ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ پڑھنا حقیقی واجب یعنی فرض ہے مگر چاہے آدمیوں پر یا عوام و عورتوں پر یا بچوں اور بزرگوں پر۔ تیسری حدیث قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمُعَاتٍ مِنْ غَيْرِ عَذْرٍ عُذِرَ كُنْتُ بِكَ مِنَ الْمُسَافِقِينَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جس شخص نے تین جمعات بغير عذر چھوڑے اس کا شمار منافقین میں ہوگا۔ چوتھی حدیث مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ حُمُوعٍ اَلَيْتَ فَقَدْ تَدَايَا سَلَامَهُ وَارَاَوْظَهُ۔ جس نے مسلسل تین جمعات ترک کر دیں اس نے سلام پس پشت ڈال دیا۔ ان دونوں حدیثوں میں ترک جموع پر سخت وعید بیان کی گئی ہے۔ اور حاکم نے کہا کہ میری فرض چھوڑنے پر آتی ہے۔ پس ان دونوں حدیثوں سے بھی بعد کا فرض ہونا ثابت ہوا۔ چونکہ پوری امت مسلمہ بعد کے فرض ہونے پر متفق ہو گئی اس لیے اہتمام سے بھی بعد کی نماز کا فرض ہونا ثابت ہوا۔ بعد کی فرضیت پر متفق ہیں یہ ہے کہ بعد جموعہ جمع کرنے سے قبل نماز چھوڑنے کا حکم کیا گیا ہے اور ظہر کی نماز پانچین فرض ہے۔ اور یہ بات بھی سمجھنا کہ بعد کے فرض و فرض کی وجہ سے چھوڑنا پسند نہیں کی جاتا ہے نہ اس سے بھی بعد کا فرض ہونا ثابت ہوا۔

آنحضرت ﷺ جب مدینہ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے قبا کے اندر عمرو بن عوف کے محلہ میں پود و شب قیام فرمایا۔ اسی دوران آپ نے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی جو اسلام میں سب سے پہلی مسجد بنائی گئی ہے جس وقت آنحضرت نے مسجد بنوائی علی النفقوی سے تفسیر فرمایا ہے پھر جب آپ قبا سے باہر مدینہ منورہ کے دن روانہ ہوئے تو راستہ میں سالم بن عوف کے محلہ میں نماز بعد کا وقت آ گیا تو آپ نے سواری سے اتر کر اس مسجد میں نماز بعد ادا کی جو ظہر و ادوی میں ہے یہ اسلام میں ادا کیا جانے والا سب سے پہلا جموعہ تھا۔ اس جموعہ میں ستر گز و مسکن شریک ہوئے۔ اسلام میں سب سے پہلے جموعہ اور خطبہ کی پوری تفصیل صبح و عصر اور تہجد و صلاحتیں شرعیہ کبیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعد فرض ہونے کی بارگاہیں ہیں۔ چوتھیں تو ایسی ہیں جن کا اتنا متعلق ہے اللہ پر چاہنا نہ دینی ہے۔

(۱) نماز پڑھنا یا بعد فرض نہیں ہے۔ (۲) ذکر ہے۔

(۳) متبرک و نیکو چاند عورت اور مسافر پر فرض نہیں ہے۔ (۴) تہذیب و تمدن کی وجہ سے بعد میں نہ ہونا یا عورت و عقیف ہونا۔

(۵) پاؤں کا مسمت ہونا۔ (۶) آنکھوں کا مسمت ہونا۔

پہنچا پانچ گھنٹہ پہلے نہیں ہے۔ چوتھیں گھنٹہ میں جن کا حق مصلیٰ کی بات سے نہیں ہے۔

- (۱) شہر ہوتا ، (۲) جماعت ، (۳) سلطان ، (۴) وقت ، (۵) خطبہ ، (۶) عام اجازت

شرائط کماحت جمعہ

لَا تَصِحُّ الْجُمُعَةُ إِلَّا فِي مَضَرِّ جَمَاعٍ أَوْ فِي مَضَرِّ الْبَصِيرِ وَلَا تَحُورُ فِي الْفَرَى لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ وَلَا يَطْرُقُ وَلَا أَضْحَى إِلَّا فِي مَضَرِّ جَمَاعٍ وَالْمَضَرُّ الْجَمَاعِيُّ كُلُّ مَوْضِعٍ لَهُ أَمِيرٌ وَقَائِدٌ يُقَدُّ الْأَحْكَامَ وَيُقَيِّمُهُ الْحُدُودَ وَهَذَا عَنْ أَبِي يُوْسُفَ وَعَنْ أَهْلِ إِدَاخْتَشَعُوا فِي أَكْثَرِ مَسَاجِدِهِمْ لَمْ يَسْعَهُمْ وَالْأَوَّلُ اخْتِيَارُ الْكَوْجِي وَهُوَ الظَّاهِرُ وَالثَّانِي اخْتِيَارُ النَّاحِي وَالْحُكْمُ غَيْرُ مَقْصُودٍ عَلَى الْمَصْلُحِ بَلْ يَحُورُ فِي جَمِيعِ الْفَتَا الْمَضَرِّ لِأَنَّهَا بِمَنْزِلَةِ فِي حَوَائِجِ أَهْلِ

ترجمہ جمعہ صحیح نہیں ہوتا مگر جب جامع میں یا شہر کی فضا میں اور بعد کاؤں میں جائز نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ تشریق، نماز عید اور نماز بقرعید جائز نہیں مگر جب جمعہ میں۔ اور جب جمعہ وہ موضع کہ اس کا ایک امیر ہو اور قاضی ہو جو احکام کو نافذ کرتا ہو اور حد و قیود قائم کرے۔ اور یہ ایوہ سب سے مروی ہے۔ اور ایوہ سب سے یہ بھی مروی ہے کہ جب کوئی وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو سب لوگوں کی اس میں سائی نہ ہو۔ قول اولیٰ کو امام ربیع نے اختیار کیا ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے۔ اور قول ثانی کو امام غزالی نے اختیار کیا ہے۔ اور جواز کا حکم صحیح ہے، پر محض نہیں ہے بلکہ شہر کے تمام قیوں میں جائز ہے۔ کیونکہ اہل شہر کی ضروریات کے سلسلہ میں شہر کی فضا کی تمام جواب دہ ہے۔ مصلیٰ کے میں۔

تشریح متن میں دو لفظ مصر ب مع اور مصلیٰ انصر ق بل تشریح ہیں۔ مصر جامع کی تعریف: مصر جامع کی تعریف میں اختلاف ہے چنانچہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مصر ب مع وہ ہے جہاں سڑکیں ہوں بازار ہوں حاکم ہو جو ظالم اور مظلوم کے درمیان انصاف کرے اور عالم ہو جو چوٹ آدہ حوادث میں فکری دے۔ حضرت امام ابو یوسف سے اس بارے میں تین روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مصر جامع ب مع وہ موضع ہے جس میں امیر اور قاضی ہو جو احکام جاری کرنے اور شرعی مزاواں کو قائم کرنے پر قادر ہو۔ یُسْقَدُ الْأَحْكَامُ کے بعد یُقَيِّمُهُ الْحُدُودُ کی قید لگا کر محکمہ (جس کو عموماً فیصل بنایا گیا ہے) اور عورت قاضیہ سے احتراز کیا گیا ہے کیونکہ عورت کی قضا، پر کرے مگر اس کو حد و قضا میں قائم کرنے کی قدرت شرعی نہیں ہوتی۔ مصر ب مع کے سلسلہ میں یہی ظاہر مذہب ہے اور اسی کو امام ربیع نے اختیار کیا ہے دوسری روایت یہ ہے کہ مصر ب مع وہ موضع ہے کہ اس موضع کی سب سے بڑی مسجد میں اگر اس موضع کے وہ لوگ جمع ہو جائیں جن پر جمعہ فرض ہے تو اس میں لوگ نہایت کم ہوں۔ دوسری مسجد بنانے کی ضرورت محسوس ہو۔ اس روایت والو عبد اللہ نے اختیار کیا ہے۔ تیسری روایت یہ ہے کہ کوئی بڑا رقبہ آبادی کا موضع مصر ب مع ہے سفیان ثوری کہتے ہیں کہ مصر ب مع وہ ہے جس کو لوگ شہروں کے متذکرہ کے وقت شہر سمجھیں۔

دوسرا لفظ مصلیٰ ہے۔ شہر کا مصلیٰ عید کا گاہ ہوتا ہے لیکن یہاں مصلیٰ ہے فضا شہر مرا ہے۔ فضا شہر کے اس ماحول (ارد گرد) کو کہتے ہیں جو

شیر سے متصل اس شہر کی طرف سے گھوڑ دوڑ کا میدان، چھ گاؤں عید گاہ و مندر اور ہمارے زمانہ میں پاک و غیرہ۔
فقہ و شیعہ کی تحدید و تفریق شہر کی تحدید اور تحدید کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام محمد نے ایک نحوۃ کے ساتھ تحدید کیا ہے اور نحوۃ کا
احاطہ تین سو رات سے چار سو رات تک ہوتا ہے یعنی آبادی سے باہر چار سو رات تک فی شہر ہوتا ہے گاؤں، مزارع و سوئے کے ایک میل یا
دو میل کی تحدید بیان کی ہے چنانچہ ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر کلام کی ضرورت کے پیش نظر اہل شیعہ کے ساتھ شہر سے کل کر دو میل و
تک چل کر کیا نہیں تک کہ جہاد کا وقت ہو گیا تو اس کو چار تہ کے کسی جگہ جہاد کی نماز ادا کرادے۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اگر وہ شخص
شہر میں آخر ہونے پہنچے۔ رہے۔ یہ مؤذن اذان دے تو جہاں تک آواز پہنچے گی وہاں تک فی شہر کہلائے گا۔

صورت مسئلہ: اس تفصیل کے بعد ملاحظہ ہو کہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ نماز جمعہ اور فی شہر دونوں جہاد پر ہے۔ اہل کافروں
میں ہر شخص ہے۔ امام، تک اور اہل مشافعی گاؤں کے اندر بھی جہاد سے قائل ہیں۔ امام شافعی نے فرمایا کہ جس گاؤں میں چار
آزاد مسلم لوگ آدھوں خانہ بدوش کی طرح گرمی اور سردی کے موسم میں کوئی نہ کرتے ہوں تو ان پر جمعہ فرض ہوگا۔ کہ جب جمعہ کے دن
جمعہ کی اذان ہو تو کافروں پر نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے کسی نہ کسی میں جمعہ کی جہاد نہیں ہے بلکہ ہر جہاد
جمعہ پر صحت پڑے خواہ شہر ہو یا گاؤں خواہ بڑا گاؤں ہو یا چھوٹا گاؤں۔ دوسری دلیل ابن عباس سے مروی ہے اَنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ
جُمُعَتٌ هِيَ الْاِسْلَامُ بَعْدَ الْاُمِّيَّةِ مَا حُجِّعَتْ بِمَكَاثِرِهَا وَهِيَ قُرُونُهُ هِيَ النَّحْوِيْنَ یعنی اسلام میں مدینہ منورہ کے بعد سب سے پہلا
جمعہ جو کامیاب ہو گیا اور جو اذان پڑھی گئی (گاؤں) ہے۔

تیسری دلیل قیاس سے ہے کہ جمعہ ایک نماز ہے جس دوسری نمازوں کی طرح اس کا بھی جہاد صحت پڑے۔
ہماری دلیل حضور ﷺ کا قول لَا جُمُعَةَ وَلَا تَصُومَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ۔ یعنی جمعہ کی نماز تکبیرات تشریف میں الفجر اور عید النضی صرف
شہر میں پڑے۔ اس قول کو صاحب ہدایہ نے آنحضرت ﷺ کا قول قرار دیا ہے صحیح بات یہ ہے کہ یہ آنحضرت کا قول نہیں بلکہ حضرت
علی کا قول ہے جیسے کہ صاحب فقہ ائمہ نے تحریر کیا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے اس قول کو حضرت علی پر موقوف کیا ہے۔

امام، تک اور اہل مشافعی کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آیت فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ آپ کے نزدیک بھی اپنے احاطہ پر
نہیں ہے کیونکہ آیت کا احاطہ قضا کرتا ہے کہ جہاد ہر جگہ چار سو رات یا باقی میں بھی اور جنگل میں بھی جائز ہوگا آپ کے نزدیک جمعہ
جنگل میں پڑے۔ اور نہ ایسی جہاد میں جس کے باشندے گرمی یا سردی کے زمانے میں کوئی کر پاتے ہوں۔ جس آیت
میں ہذا لفظ مخصوص جمعہ مراد ہے آپ نے مخصوص جگہ سے گاؤں مزارع اور ہم نے شہر مراد لیا ہے۔ شہر مراد لینا اسب ہے۔ کیونکہ
حضرت علی کا قول اس کا مؤید ہے۔

دوسری دلیل یعنی حدیث بن عباس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں قیاس مراد ہے۔ اس لئے کہ ابتدا و انتہا میں قیاس کا احاطہ شہر
پر یا ہذا تا جہاں کہ خود قرآن میں ہے وَقَالُوا لَوْلَا نَزَّلَ هَذَا الْفُرْقَانُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْفَرِیْضِ عَظِيمٍ فریقین سے مراد
دو طائفہ ہیں اور عداوتیں شہر ہے۔ جس ثابت ہوا کہ حدیث کے اندر قیاس مراد ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جو احادیث میں نے یہ
تقدیم کی ہے۔ امام محمد سے روایت ہے کہ کماوراء لم کا ہونا ضروری ہے۔ پس اس سے بھی اس کا شہر ہونا ثابت ہو۔ اسی وجہ سے ہمسہ میں کہات
کہ جو احادیث میں نے شہر کا نام ہے۔

۱۰۔ راہِ معصوم کی بظاہر یہ ہے کہ مٹائی نہ تو شہر ہے اور نہ گاؤں۔ یہ ایک گاؤں ہے اور گاؤں میں تعداد بڑھائیں۔ اس لئے مٹی میں تعداد کا اضافہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مٹی میں پتھر مٹی کی توڑ مٹیں اور اہل مٹی۔

امام محمدؒ کے نزدیک منیٰ فاشیہ (مکہ) میں اس لئے فاش نہیں ہے کہ ان سے نزدیک بن کر احاطہ قریب تلوحہ (چاند، رات) تک ہوتا ہے اور منیٰ ایک تلوحہ کی مقدار سے زیادہ ہے۔

شخصیات میں ہیں یہ ہے کہ مٹی اور شہر نہیں ہے لیکن حج کے موسم میں شہر بن جاتا ہے کیونکہ وہاں موسم حج میں ہزاروں گجرات ہیں اور ہزاروں دین کا گناہ اور قحطی اس موسم میں وہاں موجود ہوتے ہیں۔ چونکہ موسم حج کے علاوہ میں یہ سب شرطیں نہیں پائی جاتیں اسی لئے موسم حج کے علاوہ وہاں جمعہ پڑھائیں نہیں جاتی یہ ہے کہ مٹی کے اندر بقیہ میدان نہ نہیں پڑھی جاتی تو اس کی مٹی کی وجہ سے موسم حج میں شہر نہ ہوتا نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس روز حاجی لوگ مٹا لکے حج لڑتی ہیں، صق وغیرہ میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور وقت تک ہوتا ہے اس لئے آسانی کے پیش نظر حجاز کو عید الفصحی کی نماز پر شے کی اپنا زائد دینی تھی۔ اور مٹی میں یہ ہے کہ مٹی چونکہ حرم میں شامل ہے اس لئے مٹی کو حرم میں سے ہے۔ اندر بقیہ مٹا لکے کا ارشاد ہے "هَذَا يَابِلُ السَّعِ الْخَصَّةِ" اس آیت میں مٹی وہ ہے کہ مٹا لکے یا یہ ہے اور بطور پھر جاتی اور جی کے طور کہ میں دن نہیں لے جاتا ہے جلدی میں لے جاتا ہے اس سے معصوم ہوا مٹی کے حرم میں ہے یا فحش و مکہ کے اور جمعہ اور اگر کسی طرح شہر کے اندر یا بہت باقی طرح کی شہر کے اندر بھی بہت بہت۔ یہ ان حرفت میں بہت تحقیق جمعہ پڑھائیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عرفات کو فقط میدان ہے۔ آبادی وغیرہ نہ پڑھیں نہیں اور ان میں بھی داخل نہیں ہے۔ اس لئے عرفات مٹا لکے حرم میں ہیں جس سے عرفات نہ شہر ہے اور نہ ہی شہر تو وہاں جمعہ کو نماز بھی بہت زیادہ ہوگا۔

صاحبِ قدوری نے مٹی کے اندر جوازِ جمعہ سے لے کر امیرِ تاجز یا خلیفہ ہونے کی قید اس کے لگائی ہے۔ جو دعا کرے کہ مٹی وایت آمیز دوڑوں و نہ۔ اور بادوامیر جس کو امیر موصوفہ کہتے ہیں وہ قوتی کے امور کا متولی ہوتا ہے نہ کہ اس کے عا۔ وہ کجا اس لئے اس کو ایت جمعہ حاصل نہیں ہے۔

شرائطِ صحتِ اداء، پہلی شرط سلطان ہے

وَلَا يَحْزَنُونَ أَقَامَتِهَا إِلِلُّ السُّلْطَانِ أُولَئِكَ أَمْرُهُ السُّلْطَانُ لِأَنِّي أَنَا بَحْمِ عَظِيمٍ وَقَدْ تَقَعَ الْمَارَعَةُ فِي الْغَدَةِ
وَالْتَقْدِيمِ وَقَدْ تَقَعَ فِي غَيْرِهِ فَلَا بُدَّ مِنْهُ تَتِمُّنَا لِأَمْرِهِ

ترجمہ اور جو قلم کرنا ہی راہیں مغریض کے لئے یا اس نے جس کو غرض نے اپنا نہ دیا ہو۔ یوں کہ بعد ایک نصیر ہی امت کے ساتھ قلم کیا جاتا ہے اور کبھی آگے بڑھنے اور آگے بڑھانے میں جھڑواؤ قیاساً نہ ہو تا جب تک اس کے جلوہ اور بات میں جھڑواؤ نہ ہے تو جو قلم کام پورا کرنے کے لئے غلط یا اس کے عیب کا ہونا ضروری ہے۔

تشریح اور احمد کے لئے سلطان کا ہونا بھی شرط ہے۔ سلطان کا ہونا ہے جس کے اوپر کوئی دوسرا وائی نہ ہو۔ جیسے خلیفہ یا جیسے بد جس کو سلطان نے تعہد اور اپنی زنت دیدی ہو۔ جیسے امیر قبضی یا خلیفہ بشیر حیدر کو جو حد قہر کرتے ہی اپنی زنت ہو۔ احمد ت امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر احمد کے لئے سلطان یا اس کے نائب کا ہونا شرط نہیں ہے۔ (علاء) امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ جس زمانے میں خلیفہ

نہ نہ پڑھنے کی بنا پر نہ درست ہوگا۔

ہم دینی مسائل یہ ہے کہ جمعہ اور عید کے درمیان اسما "کما" لکھا اور شرائط کا اعتبار سے اختلاف اور سختی پر ہے۔ اسما تو اس لئے کہ ایک نماز جمعہ ہے اور دوسرے کا نام ظہر ہے اسما اس لئے کہ ظہر کی چار رکعت ہیں اور جمعہ کی دو رکعتیں ہیں۔ لیکن اس لئے کہ جمعہ کے اندر قیامت جہی ہے اور ظہر کے اندر عری اور شرائط کا اعتبار سے اس لئے اختلاف ہے کہ اگر جمعہ کے واسطے پچھرا نماز مخصوص ہیں جو ظہر میں نہیں ہیں۔ ہم حال جمعہ اور ظہر کے درمیان تقابیر اور اختلاف ہے اور سختی پر نہ ہو کر کتاب ہے۔ جیسے اقتدا ہو کر کتاب ہے۔ اس لئے ہم نے کہا کہ نہ نہ نہ جمعہ پر نہ درست نہیں ہے۔

تیسری شرط خطبہ ہے

وَمِنْهَا الْحُطَّةُ لِأَنَّ الْبَشِيَّ مَصَاصِلَهَا يَذَوِّنُ الْحُطَّةَ فِي عُمْرِهِ وَهِيَ كَيْلُ الصَّلَاةِ نَعْدَ الزَّوَالِ بِهِ وَزَكَاةِ النَّسَةِ وَبِحُطِّ حُطَّتَيْنِ يُفْصِلُ بَيْنَهُمَا بَعْدَ بَعْدِ خَرَى الْقَوَارِثُ

ترجمہ اور شرائط جمعہ میں سے خطبہ ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ہر جمعہ خطبہ کے کوئی جمعہ نہیں پڑھا۔ اور خطبہ نماز جمعہ سے پہلے اور زوال کے بعد شرط ہے اسی کے ساتھ سنت وارا ہوئی ہے اور وہ خطبہ پڑھنے والوں کے درمیان میں منتخب سے جدا کی ضرورت سی کے ساتھ تو اوارث جاری ہوا۔

تشریح جمعہ کی ایک شرط خطبہ ہے چنانچہ خطبہ کے بغیر نماز جمعہ ادا نہ ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ بانی شریعت مہم و مصلیٰ اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کوئی جمعہ بغیر خطبہ کے نہیں پڑھا۔ اگر خطبہ نماز جمعہ میں نہ ہوتا تو بیان جواز کے لئے ایک مرتبہ آپ خطبہ ضرور ترک فرماتے۔ جمعہ کا خطبہ نماز جمعہ سے پہلے اور زوال کے بعد واجب ہے۔ چنانچہ اگر جمعہ کی نماز کے بعد نماز زوال سے پہلے پڑھا تو جائز نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جمعہ ظہر کے قلم مقام خلاف قیاس ہے۔ اور سنت اسی طور سے وارد ہوئی کہ جمعہ خطبہ کے ساتھ مقید ہو چھبہ کہ نہ بیٹ آجی کہ رسول خدا نے کوئی جمعہ بغیر خطبہ کے نہیں پڑھا اور قہر ہے کہ جو چیز خلاف قیاس ثابت ہو وہ اپنے مورا کے ساتھ نہ صحت ہوتی ہے پس جمعہ کی شریعت اسی طور پر ہوگی خطبہ نماز سے پہلے پڑھا جائے گا۔ قہر دینی نے کہا ہے کہ دو خطبہ واجب ہیں۔ دونوں نے درمیان میں آیات کی مقدار میں جس سے فصل آئے۔ اسی کے ساتھ تو اوارث جاری ہوا ہے۔ یعنی بزرگوں سے سنا۔ بعد جس یوں ہی چاہا۔ منقول ہے۔ ہمارے نزدیک یہ قہر شرط نہیں ہے بلکہ امت کے لئے ہے اور امام شافعی نے فرمایا کہ شرط ہے حتیٰ کہ ان کے نزدیک ایک خطبہ پڑھنا کرنا نہ پڑھنا ہے۔ امام شافعی کی دلیل روارث ہے۔ ہم دینی دلیل جاریں ہم دینی حدیث سے اُن الْبَشِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَحُطُّ قَابِلًا حُطَّةً وَاحِدَةً فَلَمَّا أَسَّ جَعَلْنَا حُطَّتَيْنِ يَحِلُّشَ بَيْنَهُمَا حُلْسَةً حَتَّى يَنْصُرَ مَعَهُ اللَّهُ - و ہم نے ہوا ایک خطبہ پڑھنے کے لئے جس جب آپ کو کسی کوئی گئے تو آپ دو خطبہ پڑھنے کے ان دونوں کے درمیان جسد فرما رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک خطبہ پڑھنا کرنا جائز ہے۔

کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا حکم

وَنَحِطُّ قَائِمًا عَلَى الطَّهَارَةِ لِإِنَّ الْقِيَامَ فِيهَا مُتَوَارِتٌ مُدْهِمٌ شَرُطُ الصَّلَاةِ فَيُسْحَبُ فِيهَا الطَّهَارَةُ كَالْأَذَانِ وَ لَوْ حُطَّ قَاعِدًا أَوْ عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ جَازٍ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ لِأَنَّهُ يُكْرَهُ لِلْمَحَالَّةِ التَّرَاوُثُ وَلِتَفْضِيلِ نَبَاهِ رِئَاسِ الصَّلَاةِ

ترجمہ اور خطبہ طہارت کے ساتھ کھڑے ہو کر پڑھے کیونکہ خطبہ میں کھڑا ہونا تو متواتر ہے پھر خطبہ نماز جس کی شرط ہے تو خطبہ میں طہارت مستحب ہے۔ جیسے اذان میں اور اگر چہ کہ خطبہ پڑھنا یا بغیر طہارت کے تو بھی جائز ہے کیونکہ مقصود حاصل ہو ہی مگر یہ غریہ سے تواتر کی مخالفت کی وجہ سے اور نماز اور خطبہ کے درمیان فی الصلوٰۃ ہونے کی وجہ سے۔

تشریح صاحب قدوری نے کہا ہے کہ خطبہ کھڑے ہو کر طہارت کے ساتھ پڑھا جائے خطبہ کے اندر قیام ہمارے نزدیک سنت ہے۔ اور امام شافعی نے فرمایا ہے کہ بیٹھ کر خطبہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور ایب روایت کے مطابق امام مالک بھی اسی سے قول ہیں۔ اور یہی امام احمد کا قول ہے خطبہ کے وقت طہارت کا ہونا ہمارے نزدیک سنت ہے لیکن امام ابو یوسف اور امام شافعی نے نزدیک شرط ہے کہ ان کے نزدیک بغیر طہارت کے خطبہ پڑھنا جائز نہ ہوگا خطبہ کے اندر قیام پر قیامت کے دن کوئی دلیل ہے یعنی بزرگوں سے خطبہ جو حضرت ہو کر پڑھنا متاثر چلا آ رہا ہے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اَلَسْتُ تَسْمَعُوْا قَوْلَهُ تَعَالٰی وَتَرَخُوْکُمْ فَاَتَمَّا اَیَّدَ بِارْضِهِمْ ۝ کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ اسی اثنا میں ایک صحابی قائلہ آیا تو لوگ حضور ۝ کو چھوڑ کر اس کی طرف چل دیے اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَاِذَا رَاَوْا اَنْجَارًا اَوْ لُہُوًا اَوْ اَنْفُسًا اَلْبَیْہَا وَتَرَخُوْکُمْ فَاَتَمَّا یعنی جب انہوں نے دیکھی کسی تجارت کو یا لہو کو تو چل دیے اس کی جانب واور تجھے کھڑا چھوڑ گئے اس واقعے معلوم ہوا کہ اگر حضرت ۝ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔

صاحب دہانے کہا ہے کہ خطبہ چونکہ نماز کی شرط ہے اس لئے خطبہ پڑھنے میں طہارت مستحب ہے جیسے اذان میں ہے صاحب کتاب نے خطبہ اذان کے ساتھ تفسیر دی ہے۔ بقا پر معلوم ہوتا ہے کہ وجہ شرط ہوتا ہے، یعنی جس طرح خطبہ نماز ہر حد کی شرط بنی اس طرح اذان بھی شرط ہے۔ حالانکہ صاحب نہیں ہے اذان کا نماز کی شرط ہونا قطعاً غلط ہے۔

صاحب منائے فرما ہے کہ محالاً اذان کا تعلق قِسْمَتِ جَنّتِ الطَّهَّارَةِ سے ہے نہ کہ ہی کُرْمُ الصَّلٰوةِ تا اب مطلب یہ ہوا کہ جس طرح اذان کے لئے طہارت مستحب ہے۔ اسی طرح خطبہ کے لئے بھی طہارت مستحب ہے۔ عودۃ البند مولا تا عبدالحی صاحب نے اشارہ ہوا۔ میں لکھا ہے کہ جتنی حد یہ ہے کہ جس طرح اذان دخول وقت کے بعد سے اسی طرح خطبہ بھی دخول وقت کے بعد سے۔

اب مقدمہ دیئے فرمایا کہ اگر خطبہ پڑھ کر پڑھایا بغیر طہارت کے پڑھا تو جہالتِ اہل سنت و جماعت ہے جہاں تو اس لئے ہے کہ مقصود خطبہ پڑھنے کا ہے نہ کہ حاصل ہو جائے اور پڑھنے کا خطبہ پڑھنا ضروری ہے اس لئے کہ تو اس کے خلاف ہے۔ اور بغیر طہارت اس لئے کہ ضروری ہے کہ اس صورت میں نماز اور واجب کے درمیان فصل ہو جائے گا کیونکہ بغیر طہارت دینے کی صورت میں خطبہ کے بعد طہارت حاصل کر کے گا پھر نماز شروع کرے گا۔ اس طرح یقیناً فصل ہو جائے گا۔

۱۔ مثلاً فقہی کی دلیل میں کہ اس قول پر کہ بیٹھ کر خطبہ پڑھنا جائز نہیں ہے یہ ہے کہ خطبہ دو رکعت کے قلم مقام سے پس جس طرح نماز

کے لئے قیام شرط ہے اسی طرح خطبہ کے لئے بھی قیام شرط ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل اس بات پر کہ طہارت خطبہ کے لئے شرط ہے یہ ہے کہ خطبہ نصف نماز کے مرتبہ میں ہے چنانچہ مروی ہے کہ اَنَّ اَبْنَ عُمَرَ وَعَانَسَةُ قَالَا لَمَّا قُضِيَ النُّعْمَةُ لِمَكْنَانِ الْحُطَّةِ جُسَ طَرَحَ نِجَاحَ نِجَاحٍ وَاسْطَ طَهَّرَ طَرَحَ طَرَحٍ اِی طرح خطبہ کے لئے بھی شرط ہے۔

خطبہ میں ذکر پر اکتفاء جائز ہے یا نہیں، اقوال فقہاء

فَإِنْ اَفْضَرُ عَلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ جَارِ عُنْدَ اَنَّى حَبِيَّةٌ وَقَالَ لَا تُدْجَنُ مِنْ دِكْرِ طَوِيلٍ يُسَمَّى حُطَّةً لِأَنَّ الْحُطَّةَ هِيَ الْوِاجِبَةُ وَالْتِبَاعَةُ وَالْتَحْبِيَةُ لَا تُسَمَّى حُطَّةً وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا يَجُوزُ حَتَّى يَخْطُبَ حُطَّتَيْنِ اَعْتَارَ الْاَلْمُعَارَفِ وَلَهُ قَوْلُهُ تَعَالٰی فَاسْمَعُوا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ مِنْ غَيْرِ فُصِّلَ وَعَنْ عُثْمَانَ اَنَّهُ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَارْتَفَعَ عَلَيْهِ قَسْرٌ وَصَلَّى

ترجمہ۔ پس اگر خطبہ میں ذکر اللہ پر اکتفاء کیا تو ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ یہ جائز ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ طویل، اگر جس کا نام خطبہ رکھا جاتا ہے ضروری ہے کیونکہ واجب تو خطبہ ہے اور ایک صحیح یا ایک تمہید خطبہ نہیں ہوتا۔ اور امام شافعیؒ نے کہا کہ نماز میں یہاں تک کہ وہ خطبہ پڑھے عادت کا اعتبار کرتے ہوئے۔ اور ابو حنیفہؒ نے یہاں پر یہی قول کا قول فاسمعوا الی ذکر اللہ کے بغیر تفصیل کے۔ اور حضرت عثمانؓ کا حال مروی ہے کہ آپ نے الحمد للہ کہا پھر اپنی زبان رکائی تو آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی۔

تشریح خطبہ کی مقدار میں خود، اختلاف مختلف ہیں۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر خطبہ کے ارادے سے فقط الحمد للہ کہا یہ سبحان اللہ کہا جائے اور اگر چھیننے کی وجہ سے خبیث ہے الحمد للہ کہا تو جب کی وجہ سے سبحان اللہ کہا تو ہر اتفاق خطبہ پر لازم ہوگا۔ صاحبین نے فرمایا کہ اس قدر طویل کہ بونغمہ مروی ہے جس کو عرفاً خطبہ کہا جاسکے۔ متعارف خطبہ یہ ہے کہ خبیث ہند کی حمد بیعت کر کے رسول اللہؐ پر درود بھیجے اور تمام مسلمانوں کے لئے نیکی کی دعا کرے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر ایک متعارف خطبہ کی مقدار میں آیات ہیں اور بعض کے نزدیک تشہید کی مقدار ہے یعنی التیات سے عسڈہ و رسولک تک۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ وہ جب تو وہ ہے جس کو خطبہ کہا جائے اور الحمد للہ سبحان اللہ سبحان لا الہ الا اللہ سبحان اس کا نام خطبہ نہیں ہے پس اگر خطبہ نے فقط یہ کہہ کر کہ خطبہ واجب ادا کیا ہوگا۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ وہ خطبہ واجب ہیں یہاں خطبہ ہند کی حمد و صلوة علی النبیؐ و آلہٖ و سلمت اور امر از م آیت آیت پر مشتمل ہو۔ اور دوسرے خطبہ میں آیت کی چند مسلمان مروی اور عورتوں کے لئے دعا ہو۔ امام شافعیؒ کی دلیل عرف اور عادات الناس ہے چنانچہ اس سے تم کو لوگوں کی عادت اور عرف میں خطبہ نہیں کہا جاتا اور باوجود خطبہ حضرات اس سے تم خطبہ نہیں دیتے۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل باری قولی کا قول فاسمعوا الی ذکر اللہ کے ہیں بطور کہ تم منبر میں سے نزدیک و آراستہ سے خطبہ مروا ہے اور اس میں قتل و کثیر کی کوئی تفصیل بھی نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مطلقاً و آراستہ سے خواہ قلیل ہو یا کثیر یہ خطبہ واجب ادا ہو جائے گا۔ حضرت عثمانؓ کا حال مروی ہے کہ خبیث ہونے کے بعد جب پہلی بار خطبہ جمعہ پڑھنے کے لئے منبر پر چڑھے اور الحمد للہ کہا تو آپ کی زبان بند ہوئی۔ آپ منبر سے اتر گئے۔ اور لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی۔ اس وقت صبح بھی تھی موجود تھے قرعہ کی سنے حضرت عثمانؓ کے اس فعل پر غم نہیں فرمائی۔ پس صبح کے اجتماع سے بھی ثابت ہو گیا کہ اللہ کے ذکر پر اکتفاء کرنے سے خطبہ پر لازم ہونا ہے گا۔ یہ صاحبین کا یہ کہنا کہ فقط الحمد للہ کو عرفاً خطبہ نہیں کہا جاتا۔ اور اشیاء کو عرفاً خطبہ نہیں کہا جاتا مگر لفظ خطبہ کہا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضورؐ نے اس شخص سے

جس نے مَنْ يَطْعُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رُشِدَ وَمَنْ يَعْصِيهمَا فَقَدْ غَوَى کہا تھا بِشْنِ الْحَطِیْطِ اُنْتُ فرمایا: دیکھئے اتنی سی مقدار کا بڑھ کر اس وظیفہ میں اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے لئے تنہا ایک بار کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ (میں تقدیر)

شرائط جمعہ میں سے ایک شرط جماعت ہے، جمعہ کے لئے تعداد افراد

وَمِنْ شَرَايِهَا الْجَمَاعَةُ لِأَنَّ الْجُمُعَةَ مُسْتَقَّةٌ مِنْهَا وَأَقْلَبُهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ كَلَّةٌ سِوَى الْإِمَامِ وَقَالَ الْإِمَامُ سِوَاهُ قَائِلٌ وَالْأَصَحُّ أَنَّ هَذَا قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ وَحَدَّثَهُ لَهُ أَنَّ هِيَ الْمَسْئِلُ مَعْنَى الْأَجْمَاعِ وَهِيَ مُبْتَنِيَةٌ عَنْهُ وَلَهُمَا أَنَّ الْجَمْعَ الصَّحِيحَ إِنَّمَا هُوَ الثَّلَاثُ لِأَنَّهُ جَمْعٌ تَسْمِيَةً وَمَعْنَى وَالْجَمَاعَةُ شَرْطٌ عَلَى جَدَّةٍ وَكَذَا الْإِمَامُ فَلَا يُعْتَبَرُ مِنْهُمْ

ترجمہ۔ اور جمعہ کی شرائط میں جماعت ہے کیونکہ جمعہ جماعت ہی سے مشتق ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کتر جماعت علاوہ امام سے تین آدمی ہیں۔ اور صاحبین نے کہا کہ امام کے علاوہ دو آدمی مستحب ہے کہ اس میں سے ایک امام ہو اور ایک نائب ہو۔ اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ دو میں اجتماع سے معنی ہیں اور جمعہ اسی کی خبر دیتا ہے۔ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ جمع صحیح تو تین ہی ہیں کیونکہ تین نام اور معنی دونوں طرف سے جمع ہے اور جماعت میں حد دہش ط ہے۔ اور ایسی ہی امام کا ہونا دہش ط ہے اس لئے امامان میں سے شمار نہ ہوگا۔

تشریح جماعت ہوا تحقق جمعہ کی شرط ہے، البتہ افراد ہی جماعت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔

یہی امام زفر کا قول ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک امام کے علاوہ بھی کافی ہیں۔ یہ تو صاحب قدوری کے بیان کے مطابق ہے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ گنج بات یہ ہے کہ امام کے علاوہ دو مقتدیوں کا ہونا فقہ امام ابو یوسف کا قول ہے۔ اور ہے امام محمد تو ان کا قول امام صاحب کے قول سے موافق ہے۔ صاحب ہدایہ کے بیان کے مطابق حاصل یہ ہوا کہ طرفین کے نزدیک جماعت جمعہ کے لئے امام کے علاوہ تین آدمیوں کا ہونا شرط ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک امام کے علاوہ دو آدمی بھی کافی ہے۔ جمعہ کے لئے جماعت کی شرط اس لئے ہے کہ جمعہ جماعت ہی سے مشتق ہے۔ لہذا بعد بغیر جماعت کے تحقق نہیں ہوگا۔ جیسے ضرب ضرب سے مشتق ہے تو ضرب بغیر ضرب سے تحقق نہ ہوگا۔

حدود جماعت کے سلسلہ میں امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ جمعہ کے لغوی معنی جمع ہونے کے ہیں اور دو میں اجتماع کے معنی موجود ہیں یہاں حور کہ اس میں ایک کا دور سے ساتھ اجتماع ہوتا ہے۔ جس جب جمعہ کے لغوی معنی دو کے عدد سے تحقق ہو گئے تو امام کے علاوہ دو آدمیوں کا ہونا جواز جمعہ کے لئے کافی ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ شاید بعد اجتماع کے معنی پر دو است کرتا ہے تین باری تعالیٰ کے قول فَاَسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ فِي سَاعَاتِهَا کے سارے یہ خطاب جمع سے ہے، یعنی خطاب کے لئے جمع کا صیغہ کر لیا گیا ہے۔ اور جمع صحیح کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے کیونکہ تین کا عدد نام اور معنی دونوں اعتبار سے جمع ہے۔ اس لئے ہم نے کہا کہ امام کے علاوہ دو آدمی تین آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔

وَالْجَمَاعَةُ شَرْطٌ عَلَى جَدَّةٍ اَللّٰہی ایک سوال کا جواب ہے سال یہ ہے کہ امام ابو یوسف کے قول کے مطابق بھی امام کے ساتھ تین کر تین ہو پتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جماعت میں حد دہش ط ہے امام کا ہونا محدود دہش ط ہے۔ اس لئے کہ باری تعالیٰ کا قول فَاَسْعَوْا

میں جمع تین افراد کا مستثنیٰ ہے اور ایسی بظہر المفایک ذکر (امام) کا مستثنیٰ ہے۔ پس آیت سے چار آدمیوں کا ہونا ثابت ہوا۔ یعنی ایک امام ہو اور اس کے علاوہ تین مقتدی ہوں۔ اس سے ظہر ہوا کہ امام کا شمار ان تین میں نہیں ہوگا بلکہ امام کے علاوہ تین آدمیوں کی جماعت کا ہونا شرط جمع ہے۔

امام کے رکوع اور سجدہ سے پہلے لوگ چل دیئے اور صرف عورتیں اور بچے

رہ گئے تو ظہر کی نماز کا کیا حکم ہے۔۔۔ احوال فقہاء

وَأَنَّ تَهَرُّجَ النَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِعَ الْإِمَامُ وَيَسْجُدَ إِلَّا الْبَنَاءَ وَالصِّبْيَانَ اسْتَقْبَلَ الظُّهْرَ عِنْدَ أَيِّ حَيْفَةٍ وَقَالَا إِذَا تَهَرَّجُوا عَنْهُ بَعْدَ مَا انْتَهَى الصَّلَاةُ صَلَّى الْجُمُعَةَ فَإِنْ تَهَرَّجْتُمْ بَعْدَ مَا رَجَعَ وَسَجَدَ سَجْدَةً بَنَى عَلَى الْجُمُعَةِ خِلَافًا لِمَنْ فَرَّكَهُ بِشَرْطٍ أَنَّهُ شَرَطَ فَلَا يَتَّبِعُونَ دَوَائِمَهُ كَالْوَقْتِ وَلَكِنَّمَا أَنَّ الْجُمُعَةَ شَرَطَ الْإِنْفِقَاءَ فَلَا يَشْتَرُطُ دَوَائِمَهَا كَالْحُطْبَةِ وَلَا يُبْنَى حَيْفَةً أَنْ الْأَعْقَادَ بِالشَّرْطِ فِي الصَّلَاةِ وَلَا يُبْنَى ذَلِكَ إِلَّا بِإِسْلَامِ الرَّكْعَةِ لِأَنَّ مَا دُونَهَا لَيْسَ بِصَلَاةٍ فَلَا يَتَّبِعُونَ دَوَائِمَهَا إِلَّا بِهَا بِحُلَالِ الْحُطْبَةِ فَإِنَّهَا تَأْتِي الصَّلَاةَ فَلَا يَشْتَرُطُ دَوَائِمَهَا وَلَا مَعْتَصِرُ بِنَاءِ الْبَنِيَانِ وَكَذَا الصِّبْيَانِ لِأَنَّهُ لَا تَعْقِيدَ بِهِمُ الْجُمُعَةَ فَلَا تُبْنَى بِهِمُ الْجُمُعَةُ

ترجمہ اور اگر امام کے رکوع اور سجدہ کرنے سے پہلے لوگ چل دیئے علاوہ عورتوں اور بچوں کے تو ابو حنیفہ کے نزدیک امام ازہر تو ظہر پڑھے اور صاحبین نے فرمایا ہے کہ اگر امام کے نماز جمعہ شروع کرنے کے بعد وہ امام کو چھوڑ کر بھیگ گئے تو امام جمعہ پڑھے اور اگر رکوع اور ایک سجدہ کرنے کے بعد امام کو چھوڑ بھی گئے تو امام جمعہ پڑھنا کرے برخلاف امام زفر کے امام زفر فرماتے ہیں کہ جماعت تو شرط ہے لہذا اس کا آخر تک برابر ہونا ضروری ہے جیسے وقت۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جماعت انعقاد جمعہ کی شرط ہے۔ اس لئے جماعت کا آخر تک رہنا شرط نہیں ہے جیسے خطبہ اور ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ جمعہ کا انعقاد نماز شروع کر کے ہوتا ہے اور انعقاد پورا نہیں ہوگا مگر ایک رکعت پوری کرنے سے کیونکہ ایک رکعت سے کم تو نماز ہی نہیں ہے اس لئے ایک رکعت تک جماعت کا دوام ضروری ہے۔ برخلاف خطبہ ہے کیونکہ خطبہ تو نماز کے منافی ہے پس خطبہ کا رکعت تک دوام شرط نہیں ہے اور عورتوں اور بچوں کے باقی رہ جانے کا چھوڑنا نہیں۔ اس نے کہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ جمعہ منعقد نہیں ہوتا۔ پس ان کے ساتھ جماعت (کی شرط بھی) پوری نہ ہوگی۔

تفہیم مسد یہ ہے کہ اگر نماز جمعہ شروع کرنے سے پہلے وہ امام کو تنہا چھوڑ کر فرار ہو گئے تو ہاں جماعت کی ظہر کی نماز پڑھنے جمعہ کی نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اور اگر نماز جمعہ شروع کرنے کے بعد امام کے رکوع اور سجدہ کرنے سے پہلے لوگ امام کو چھوڑ کر چلے گئے تو حضرت امام باہق کے نزدیک امام اس صورت میں بھی ازہر تو ظہر پڑھے اور صاحبین کے نزدیک امام جمعہ پڑھنا کرے یعنی جمعہ کی نماز پڑھنے ظہر کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اور اگر امام کے رکوع اور ایک سجدہ کرنے کے بعد وہ امام کو چھوڑ کر بھیگ گئے تو امام جمعہ پڑھے (ابو حنیفہ، صاحبین) کے نزدیک جمعہ پڑھنا کرے۔ یعنی جمعہ کی نماز پوری کرے۔ اور امام زفر کے نزدیک اس صورت میں بھی ظہر پڑھے۔ امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ جماعت ادا جمعہ کی شرط ہے جیسے وقت شرط ہے۔ پس جس طرح وقت کا اول تا آخر پایا جانا ضروری ہے اسی طرح اول آخر جمعہ سے آخر تک جماعت کا پایا جانا ضروری ہے نہ وہ صورت میں چند احوال تا آخر جماعت نہیں پائی گئی کہ جماعت میں

بہا مت فوت ہوئی۔ اس لئے جمعہ کا سد ہو پانے لگا اور یہ حکم پڑھنا لازم ہوگا۔

صالحین کی دلیل یہ ہے کہ جماعت کا ہونا اور اسے جمعہ کی شرط نہیں ہے بلکہ جمعہ منعقد ہونے کی شرط ہے جیسے خطبہ اعتقاد یعنی شروع ہونا اور شرط اعتقاد کا اول تا آخر پڑھنا یا حاضر و غائب ہونے کی حد تک پڑھنا یا نہ پڑھنا اور یہ ہے۔ اس کے بعد ضروری نہیں۔ جس حسب تحریر کے وقت جماعت پائی گئی تو جمعہ منعقد ہو گیا۔ اس کے بعد جماعت کا باقی رہنا شرط نہیں ہے۔ لہذا اعتقاد جمعہ کے بعد جماعت فوت ہونے سے جمعہ فوت نہیں ہوگا۔ اور جب جمعہ فوت نہیں ہوا تو اسی کو چار گھر سے ظہر کی نماز نہ پڑھے۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ بلاشبہ جماعت اعتقاد جمعہ کی شرط ہے جیسا کہ قرآن بھی کہتا ہے: وَلَيُعْلَمَنَّ مَا يُفْعَلُ فِيهَا مِنَ الْعَقْدِ اَمْ لَا تَعْلَمُونَ اے نبی! یہ بتا دے اور نماز کا اطلاق ایک رکعت مکمل ہونے سے ہوگا کیونکہ ایک رکعت سے کم کو نماز نہیں کہا جاتا لیکن یہ ہے کہ ایک رکعت سے کم اور پھر یہ کہ یہ قَوْلُ لَا تَبْتَطِنُوا اَعْمَالُكُمْ کے تحت نہیں آتا۔ پس ثابت ہوا کہ نماز کا اطلاق کم از کم ایک رکعت پر ہوگا۔ حاصل یہ ہوا کہ جماعت اعتقاد جمعہ کی شرط ہے اور جمعہ منعقد ہوتا ہے نماز جمعہ شروع ہونے سے۔ اور نماز کا اطلاق کم از کم ایک رکعت پر ہوتا ہے تو یہ نماز جمعہ ایک رکعت پوری ہونے سے شروع ہوگی۔ پس ایک رکعت پوری ہونے تک جماعت کا پڑھنا شرط ہوگا۔ اور رکعت چوتھی ہوتی ہے شروع اور جمعہ دس تو کبھی رکعت کے شروع جمعہ دس اور جماعت پائی گئی تو جمعہ منعقد ہو گیا۔ اب اگر اس سے روک جمعہ دس کے بعد دس رکعت کے لئے۔ اور جماعت فوت ہو گئی تو جمعہ فوت نہیں ہوگا۔ اور اگر اس سے پہلے رکعت کے لئے جماعت فوت ہو جائے تو چونکہ نماز جمعہ منعقد ہونے سے پہلے شرط اعتقاد یعنی جماعت ہوئی اس لئے جمعہ کا سد ہو جائے گا اور اس پر ظہر پڑھنا واجب ہوگا۔ رہا یہ کہ خطبہ جمعہ بھی اعتقاد جمعہ کی شرط ہے لیکن ایک رکعت پوری ہونے تک اس کا پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ خطبہ جمعہ اعتقاد جمعہ کی شرط ہے مگر چونکہ خطبہ نماز کے سببی ہے۔ اگر نماز میں خطبہ پڑھا گیا تو نماز میں سد ہو جائے گی۔ اس لئے ایک رکعت پوری ہونے تک اس کی بنا پر شرط قرار نہیں دی گئی۔

صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ اگر نماز جمعہ و چھوڑ کر رکعت فارغ ہو گئے اور عورتیں اور بچے باقی رہ گئے تو ان کا اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ جماعت عورتوں اور بچوں سے حسب جمعہ منعقد نہیں ہوتی تو ان کے ساتھ شرط جماعت بھی پوری نہ ہوگی۔

فوائد: صاحب بن دہل پر ایک اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ حسب ایک رکعت سے کم نماز منعقد نہیں ہوتی تو غسل شروع کرنے سے قبل جماعت واجب نہ ہوتی پڑھنا۔ حسب تکبیر رکعت تکبیر کے لئے واجب ہے۔

جواب: رکعت سے کم نماز میں وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ یہ پڑھنا یا نہ پڑھنا اس جہت سے کہ وہ نماز نہ پڑھنا اور چونکہ نماز کے وقت شروع ہونا کہ یہ نہیں پڑھنا تو اس جہت سے نماز نہیں پڑھنا شروع کرنے سے مسئلہ میں ہم نے احتیاطاً عمل کرتے ہوئے اول جہت کا اعتبار کر کے قضا واجب کی کہ اس میں بائعین قصور سے نکلے گا۔ اور جمعہ کے عہد میں ہم نے دوسری جہت کا اعتبار کیا۔ کیونکہ نماز پڑھنے سے بائعین قضا واجب ہوگا۔

کن افراد پر جمعہ فرض نہیں

وَلَا يَجِبُ الْجُمُعَةُ عَلَى مُسَافِرٍ وَلَا مَرِيضٍ وَلَا عَسِيرٍ أَوْ عَلَى لَانَ الْمُسَافِرِ بِحَرٍِّ فِي الْحَصَوْرِ وَكَهَذَا

الْمَرْيُوسِ وَالْأَعْمَى وَالْعَدُوَّ مُشْغُولٍ بِجِدْمَةِ السُّوْلَى وَالْمَرْأَةَ بِجِدْمَةِ الرُّوحِ فَقَلْبُهُ وَأَدْعَاءُ الْحَرَجِ وَالصَّرَجِ

ترجمہ ۔ اور جمعہ واجب نہیں کسی مسافر پر اور عورت پر اور بیمار پر اور اندھے پر کیونکہ مسافر کو حاضری جمعہ سے حرج واقع ہوتا ہے اور عورت پر اور اندھے میں سے اور غلام اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہے اور عورت اپنے شوہر کی خدمت میں مشغول ہے۔
جس پر یہ حرج و رخصت ۱۰۰۰ روپے سے اسے عذر و قرار دیا گیا۔

تشریح ۔ اگرچہ جمعہ واجب ہے نہ عورت پر نہ بیمار پر نہ اندھ پر نہ عورت پر نہ بیمار پر اور اندھا کو جمعہ میں حاضری ہونے سے حرج واقع ہوتا ہے اور اپنے آقا کی خدمت میں اور عورت اپنے شوہر کی خدمت میں مشغول ہے۔ پس حرج اور ضرر کو دور کرنے کے لئے ان حضرات کو حاضری جمعہ سے عذر و قرار دیا گیا۔

جن پر جو فرض نہیں اگر انہوں نے جمعہ پڑھا تو وقتی فرض ادا ہو جائے گا

فَبِأَن حَصَرُوا فَاصْلُوا مَعَ النَّاسِ أَجْرَهُمْ عَسَ قَرْصِ الْوَلَبِ لَا يَنْهَمُ لَا يَحْمِلُوهُ فَضَارُوا أَوْ كَالْمُسَافِرِ إِذَا ضَامَّ

ترجمہ ۔ چاہے ایک حالت ہو۔ اور انہوں نے وہاں سے جمعہ پڑھا تو اس وقت کے فرض سے ان کو جمعہ کافی ہو گیا۔ کیونکہ ان دنوں نے حرج اور مشقت و پرہاشت یا قوت سے مسافر کے مانند ہوئے جس نے روز رکھا۔

تشریح ۔ ان دنوں وہ اگرچہ جمعہ سے عذر و قرار دیا گیا ہے مگر انہوں نے جمعہ میں حاضری پورے لوگوں کے ساتھ نماز بعد ادا کی تو ان کا فرض وقت ادا ہو گیا۔ دلیل یہ ہے کہ ان لوگوں سے جمعہ کا ساقط ہونے کی ایسی معنی کی وجہ سے نہیں تھا جو نماز میں پایا جائے۔ ہمدان سے حرج اور ضرر ۱۰۰۰ روپے سے اسے فریضہ بعد ان سے انہی کی ہے۔ لیکن جب ان لوگوں نے حرج اور مشقت کو برداشت کیا اور ہمت کر کے نماز بعد ادا کر لی تو یہ وہاں سے مسافر کے مانند ہوئے جس نے حالت میں روز رکھا۔ حالانکہ ان کی مشقت مسافر و زمین المبارک میں روزہ نہ رکھنے کی حالت سے لیکن اس نے روزہ رکھ لی تو چاہے بلکہ افضل ہے کیونکہ اس نے محکم کی بہت زیادہ مشقت اٹھائی۔ اسی طرح قرآن کو ان دنوں نے مشقت اٹھائی کیونکہ چاہی تو ہے۔

کون کون جمعہ کی امامت کر سکتا ہے

وَيُحْذَرُ لِلْمُسَافِرِ وَالْعَدُوِّ وَالْمَرْيُوسِ أَنْ يُوَفِّيَ الْجُمُعَةَ وَقَالَ زُفَرٌ لَا يُخْبِرُهُ لِأَنَّهُ لَا فَرْصَ عَلَيْهِ فَأُشْبِهَ الصَّبِيَّ وَالْمَرْأَةَ وَلَئِنْ هَدَيْهِ رُحْمَةً فَادَا حَصْرُوا يُفْعَلُ فَرَضًا عَلَى مَا تَبَيَّنَ أَنَّ الصَّبِيَّ فَمَسْلُوبُ الْأَهْلِيَّةِ وَالْمَرْأَةُ لَا تَصْلُحُ لِإِمَامَةِ التَّوْحِيدِ وَكَسْعُغْلِبُ بِسَمَةِ الْجُمُعَةِ لَا يَهْمُ صَلَاحُهَا لِإِلِمَامَةِ قِيَصْلَحُونَ لِلْإِفْدَاءِ بِطَرِيقِ الْأَوَّلَى

ترجمہ ۔ اور مسافر غلام اور بیمار کے لئے جمعہ میں امام بنانا جائز ہے۔ اور امام زفر نے کہا ہے کہ بچہ انہیں ہے کیونکہ اس پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ پس (برایک) بچہ اور عورت کے مشابہ ہو گیا اور جاری نہیں ہے کہ یہ فرض نہ ہوگا رخصت ہے۔ لیکن جب یہ لوگ حاضری ہوئے تو یہ نماز فرض واقع ہوئی جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ رہا بچہ (بچہ) امامت کی اہلیت نہیں ہے۔ اور عورت مردوں کی امامت کی اہلیت نہیں رکھتی۔ اور مسافر غلام اور بیمار کے ساتھ جمعہ منع ہو جاتا ہے کیونکہ یہ لوگ امامت کے لائق ہیں پس اقتداء کے واسطے

بطریق اولی لائق ہوں گے۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ مسافر یا راجع اور غلام پر اگرچہ جعفری نہیں ہے لیکن ان کو جمعہ میں امام بنانا جائز ہے۔ امام شافعی کا اصح قول بھی یہی ہے۔ امام زفر نے فرمایا ہے کہ ان میں سے کسی کا امام جمعہ ہونا جائز نہیں ہے۔ امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ جعفری نہ ہونے میں یہ قیوں باطل پچھ اور عورت کے مشابہ ہیں جس طرح بچہ اور عورت کی امامت جمعہ جائز نہیں ہے اسی طرح ان کی امامت بھی جائز نہ ہوئی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مسافر غلام اور بچہ پر جمعہ کا فرض نہ ہونا بطور راحت ہے یعنی جمعہ تو ایک پرفرض عین ہے کیونکہ کھانا پکانا وغیرہ من یوم الجمعة فامنعوا الی ذکر اللہ امام بنے نہیں مسافر وغیرہ اور جرح دہرے کے ہے جمعہ میں نہ ہونے کی اجازت دیدی گئی ہے۔ مگر جب یہ لوگ ادا جمعہ کے لئے حاضر ہوئے اور جرح ضرر کی مشقت برداشت کر لی تو یہی زعفری ہوئی نہ کہ نفل جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ پس جب مسافر وغیرہ کی نماز جمعہ فرض واقع ہوئی تو ان کو امام بنانا بھی جائز ہوگا۔ رہا بچہ اور عورت پر قیوں تو وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ باطل پچھ میں امامت کی المیت ہی نہیں ہے۔ اور امامت کی المیت اس لئے نہیں کہ کھانا پکانا وغیرہ نہیں ہے جس جب بچہ امامت کی المیت ہی نہیں رکھتا تو اس کو امام بنانا کیسے درست ہوگا۔ اور جرح عورت تو اس میں عورتوں کی امامت کی المیت تو ہے مگر مردوں کی امامت کی المیت نہیں ہے۔ اور جب مردوں کی امامت کی المیت نہیں تو عورتوں کی امامت کی امامت حاصل نہ ہوگا۔ حضرت امام شافعی کہتے ہیں کہ مسافر غلام اور بچہ کی امامت جمعہ تو درست ہے لیکن اگر جمعہ منعقد کرنے کے لئے فقط یہ ایک شخص تھا تو اس کے مطابق بھی ہوں جس تعداد سے جمعہ منعقد ہو جاتا ہے۔ تو جمعہ منعقد نہیں ہوگا۔ صاحب ہدایہ نے امام شافعی کے اس قول کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ مسافر غلام اور بچہ کے جمع ہونے سے جماعت جمعہ منعقد ہو جائے گی۔ دلیل یہ ہے کہ جب یہ لوگ امامت کے لائق ہیں تو اقتداء کے لائق بدرجہ اولی ہوں گے۔

کسی نے جمعہ کے دن ظہر کی نماز امام سے پہلے پڑھ لی اور کوئی عذر مانع بھی نہیں تھا۔

تو ایسا کرنا مکروہ ہے آیا ظہر کی نماز ہوئی یا نہیں، اقوال فقہاء

وَمَنْ صَلَّى الظُّهْرَ فِي يَوْمِ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ قَبْلَ صَلَاةِ الْإِمَامِ وَلَا عُدْرَ لَهُ كَبْرَ لَهُ ذَلِكَ وَبَحَارُ صَلَاتِهِ وَقَالَ زُفَرٌ لَا يَحْزَنُ بِهِ لِأَنَّ عِنْدَهُ الْجُمُعَةَ هِيَ الْفَرِيضَةُ أَصْلًا وَالظُّهْرُ كَالْبَدَلِ عَنْهَا وَلَا مَصِيرَ إِلَى الْبَدَلِ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْأَصْلِ وَلَنَا أَصْلُ الْفَرِيضِ هُوَ الظُّهْرُ فِي حَقِّ الْكَافَّةِ هَذَا هُوَ الظَّاهِرُ لِأَنَّهُ مَأْمُورٌ بِاتِّسَاقِهِ بِأَدَاءِ الْجُمُعَةِ وَهَذَا لِأَنَّهُ مَسْتَكْبِرٌ مِمَّنْ أَدَّى الظُّهْرَ سَبْقَهُ ذُو الْجُمُعَةِ لِيَوْفِقَ عَلَيَّ شَرِيطَ لَا يَتَّبِعُهُ وَغَدَهُ وَعَلَى التَّكْبِيرِ يَدُورُ التَّكْبِيرُ

ترجمہ اور جس شخص نے جمعہ کے دن اپنے امام سے پہلے ظہر پڑھ دیا تو اس کو کوئی عذر مانع بھی نہیں ہے تو اس کے حق میں نہ ہوگا۔ اور امام بنانا جائز ہے۔ پھر میں ہے۔ کیونکہ امام زفر کے نزدیک اصلی فرض تو جمعہ اور ظہر اس کے ہونے کے بعد ہے۔ اور اصل پر قدرت نہ ہے۔ ہے۔ پس کسی حرف وجہ نہیں کیا جاتا۔ اور جو کسی دلیل سے یہ ہے کہ امامت میں

سے فارغ ہو گیا ہے اس لئے کہ یہ جمعہ کی طرف سعی کرنا نہیں ہے۔

تشریح صورتِ مسجد یہ ہے کہ ایک شخص جس نے جمعہ دن اپنے گھر میں ظہر پڑھی اور اس کا ایک ابھی تک نماز جہاد نہیں کی گئی ہے پھر ان کو خیال آیا کہ نماز جمعہ میں شرکت کرنی چاہئے۔ اس ارادے سے جمعہ کی سعی کا جامع مسجد کی طرف چلے یا تو اس کی دوسری سعی ہے۔ یہ تو یہ امام کی ساتھ نماز جمعہ میں شریک ہو جائے گا یا شریک نہ ہو سکے گا۔ اگر اس نے امام کے ساتھ نماز جمعہ کو پائی تو اس کی نماز ظہر باطل ہو جائے گی اور اسی میں تبدیل ہو جائے گی۔ اور اگر یہ شخص جمعہ کے لئے روانہ تو اس وقت ہوا تھا جبکہ امام نماز جمعہ میں تھا لیکن اس کے پہنچنے پہنچنے امام نماز جمعہ سے فارغ ہو گیا اور یہ شخص نماز جمعہ امام کے ساتھ نہیں پڑھا تو اس بارے میں امام اس کا مقدمہ قائم نہ کرے گا۔ امام کا مذہب یہ ہے کہ گھر سے چلنے کے ساتھ ہی اس کی نماز ظہر باطل ہو گئی اب چونکہ اس نماز جمعہ تو اس میں نہیں تھی اور اس کی ہوائی ظہر باطل ہو گئی اس نے نماز ظہر امام دوسرے اور صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ شخص چلنے سے ظہر باطل نہ ہو گئی جبکہ نماز جمعہ میں شرکت کرنے سے باطل ہو گئی۔ یعنی اس شخص کے پہنچنے سے پہلے ہی امام نماز جمعہ سے فارغ ہو گیا تو اس کی ظہر باطل نہ ہو گئی۔ اب اگر امام کے ساتھ نماز جمعہ نہ کسی حصہ میں شریک ہو گیا تو اس کی ظہر باطل ہو جائے گی۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ سعی الی الجمعہ چونکہ بذاتہ مقصود نہیں ہے جبکہ امام جمعہ کا مسجد ہے اور ظہر فرض مقصود ہے۔ اس لئے سعی الی الجمعہ بہ نسبت ظہر کے ادنیٰ اور کمتر ہے۔ اور قہر وہ ہے کہ اعلیٰ ادنیٰ کی وجہ سے باطل نہیں ہوتا اس لئے شخص سعی الی الجمعہ سے ظہر حاصل نہیں ہوگی اور جمعہ چونکہ ظہر سے اعلیٰ اور بڑا ہے اس لئے جمعہ کی نماز ظہر کو باطل نہ کرے گا۔ یہ کہ جمعہ اعلیٰ کیوں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کو شریعت اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ جمعہ کے دن ظہر کو ساقط کر کے جہاد کیا جائے پس جمعہ کی وجہ سے ظہر کا ساقط ہونا جمعہ سے اعلیٰ اور بڑا ہونے کی دلیل ہے۔ صاحب ہدایہ نے کہا کہ یہ ایسا ہو گیا جیسے امام کے نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد جمعہ کی طرف متوجہ ہوا کہ اس صورت میں بالافتقار سعی ظہر کو باطل نہیں کرتی۔ کیونکہ یہی سب سے اعلیٰ طریق سعی الی الجمعہ ظہر کو اس صورت میں باطل نہیں کرے گی جبکہ سعی الی الجمعہ کرتے وقت امام نماز جمعہ میں تھا لیکن اس کے پہنچنے تک امام نماز جمعہ سے فارغ ہو گیا۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ سعی یعنی جمعہ کے لئے چند جمعہ کے خصائص میں سے ہے۔ کیونکہ جمعہ ایسی نماز ہے جس کو بہ جہاد نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے واسطے مخصوص مکان کا ہونا ضروری ہے لہذا اخیر سعی الی الجمعہ کے جہاد کا ادراک ممکن نہیں ہوگا۔ پس حاجت ہوگی کہ سعی الی الجمعہ جمعہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور جب سعی جمعہ کے خصائص میں سے ہے تو سعی الی الجمعہ جمعہ کے مرتبہ میں ہو گئی۔ پس جس طرح ظہر ادا کرنے کے بعد نماز جمعہ میں شریک ہونا ظہر کو باطل کر دیتا ہے۔ اسی طرح نماز جمعہ کی طرف سعی کرتا بھی ظہر کو باطل کر دے گا۔ بشرطیکہ جس وقت سعی کی ہے اس وقت امام نماز جمعہ میں ہو۔ اس کے برخلاف اگر امام کے نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد سعی کی تو یہ سعی ظہر کو باطل نہیں کرے گی۔ کیونکہ یہ سعی جمعہ کے مرتبہ میں نہیں ہے اور جمعہ کے مرتبہ میں اس نے نہیں کیا یہ جمعہ کی طرف سعی نہیں ہے۔

امام صاحب اور صاحبین کے درمیان فرقہ اختلاف اس مثال میں ظاہر ہوگا کہ ایک شخص اپنے گھر میں غیم ادا کرنے کے بعد جمعہ کے لئے اس وقت چلا جبکہ امام نماز جمعہ میں مشغول ہے لیکن اس کے پہنچنے تک امام نماز جمعہ سے فارغ ہو گیا۔ تو امام صاحب نے فرمایا کہ چونکہ سعی الی الجمعہ سعی ظہر سے ظہر باطل ہو گئی ہے اس سے ظہر امام دوسرے اور صاحبین کے نزدیک چونکہ ظہر باطل نہیں ہوئی اس لئے

ظہر کا وقت نہ ہو۔

معذورین کے لئے جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے کا حکم

وَيُكْرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ الْمَعْدُورُونَ الظُّهْرَ بِجَمَاعَةٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَبْصَرِ وَكَذَا أَهْلُ السَّحْلِ لِمَنْفَعِهِ مِنَ الْأَحْلَالِ بِالنَّجَسَةِ إِذْ هِيَ خَاصَّةٌ لِلْجَمَاعَاتِ وَالْمَعْدُورُ قَدْ يَقْبِضُ بِهِ غَيْرُهُ بِجُلُوفِ أَهْلِ الشَّوَادِ لِأَنَّهُ لَا جُمُعَةَ عَلَيْهِمْ وَلَوْ صَلَّي قَوْمٌ أَجْرَاهُمْ لِاسْتِخْصَاعِ شَرِيطَةِ

ترجمہ - اور معذوروں کا جمعہ کے دن شہر کے اندر جماعت کے ساتھ نہ ادا کرنا ضروری ہے اس کی طرح قیدیوں کا۔ کیونکہ اس محل میں جمعہ کے اندر غسل پورا کرنا ہے۔ کیونکہ جمعہ تمام مہنتوں کو جمع کرتے ہیں۔ اور معذور کے ساتھ کبھی غیر معذور بھی اقامت دیتے ہیں۔ برطرف گاؤں والوں کے کہ ان پر جماعت نہیں ہے اور اگر کسی قوم نے ان میں جمعہ کی نماز سے بڑھ کر تو ان کو کافی دعویٰ کیونکہ اس کی تمام شرطیں جمع ہوئیں۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ معذور لوگ مثلاً غار، مسافر، بیمار جمعہ کے دن شہر کے اندر جماعت نماز سے پہلے یہ جمعہ میں ادا کرنا ہوتا ہے۔ اگر نہیں تو یہ محل ضروری ہے۔ جوں ہی قیدیوں کا جمعہ کے دن جماعت کلمہ ادا کرنا ضروری ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اس محل میں جمعہ کے اندر غسل واقع ہوگا۔ غسل یہ ہے کہ جمعہ تمام مہنتوں کا جمع ہے جس سے چھوٹوں نے کلمہ جماعت کے ساتھ ادا کیا تو جمعہ جمعہ اقامت دیتے ہیں۔ اس دلیل سے معلوم ہوا کہ ایک شہر میں متعدد وقفہ ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ ایک شہر میں کئی جگہ جمعہ ادا کرنا لازم ہے۔ جب کہ ہر جگہ نماز پڑھنا واجب ہے۔ جس صاحب ہر ایک کے مراتب جماعت کی دلیل میں اطلاق ہوتا ہے۔ ان میں کوئی غیر معقول ہے۔ منہ سب یہ ہے کہ مراتب کی بنا پر بیان کی جائے کہ جمعہ کے دن ظہر کو باجماعت ادا کرنے میں خاص صورت میں جمعہ کا وہی زمانہ، جتنے یہ معلوم ہوتا ہے۔

وَالْمَعْدُورُ اِنْ سَأَلَ سَأَلَ الْجَوَابَ ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب معذورین پر یہ فرض نہیں ہے تو ان کے لئے وہاں جماعت ادا کرنے میں جمعہ کے اندر غسل کا کیا سوال ہے۔ جواب معذور کے ساتھ کبھی غیر معذور بھی اقامت دیتے ہیں۔ لہذا غیر معذور کے اقامت دینے سے بعد میں غسل ہوگا۔ اس کے برطرف گاؤں کے لوگ اگر باجماعت ظہر ادا کریں تو اس میں کوئی مراتب نہیں ہے۔ کیونکہ گاؤں والوں پر جمعہ کے دن یہ فرض نہیں ہوتا ہے اور معذور پر جمعہ فرض تھا مگر طہری وجہ سے ساتھ ہوئے۔ صاحب قدوسی کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن غمر میں جماعت ضروری ہے۔ ہاں جو ارچھ لوگوں نے ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کر لیا تو یہ بڑا بڑا یہ کہ نماز پڑھنے والے شخصوں نے ساتھ پڑھ لی۔ دینی مراتب کو ان میں ذات سے خارج حق جمعہ کی وجہ سے بھی سو وہاں اب بھی ہے۔

جس نے امام کو جمعہ کی نماز میں پالیا نماز پڑھے اور جمعہ کی بنا کر ہے

وَمَنْ أَذْرَكَ إِلَّا صَاحِبُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ سَلَّى مَنَعَةً مَّا أَذْرَكَهُ وَحَسْبُ حُجَّتُهُ لِقَوْلِهِ عَسَى أَنْ يَكُونَ مِنْكُمْ مَنْ يَرْفَعُ صَوْتَهُ يَوْمَئِذٍ فَأَنْصِتُوا

ترجمہ - اور ان میں سے امام و جمعہ کے دن پڑھنے والوں سے انہوں کو پڑھنے والوں سے پوچھنا کہ ان میں سے کون سا بلند آواز اٹھائے گا۔

حضور نے فرمایا ہے کہ جو جس قدر پائوس کو پناہ دلو اور جو فتنہ ہوگی اس کا تفتہ ہو۔

تشریح مسند یہ ہے کہ اگر کسی نے جمعہ کے دن امام و نماز جمعہ میں پناہ دے اور دوسری رات سے روع میں امام کے ساتھ شریک ہو کر تو با تحقیق یہ شخص امام کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرے اور ایک رات جو فتنہ ہوگی اس کو امام کے سلام پھیرنے سے بعد پڑھے اور اس کی یہ نماز جمعہ نماز شبہ ہوگی نہ کہ ظہر کی۔ دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **أَذْرُكُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَقْضُوا**۔ حدیث سے اندر یہ سب حدیث میں مراد ہے **مَا فَاتَكُمْ مِنْ صَلَوةٍ إِلَّا إِمَامًا**۔ یہ کہ نماز کو اذکار کے فصلوں سے بھی میں میں صلوٰۃ الإمام یعنی امام کی نماز کا جو حصہ پایا اس کو پناہ دلو۔ اور جو حضور فوت ہو گیا اس کو قضا کرلو۔ یعنی امام کے سلام پھیرنے سے بعد پناہ دلو یہ بات ظاہر ہے کہ امام کی نماز کا جو حصہ فوت ہو گیا ہے۔ ہذا مقتدی جمعی پڑھے گا نہ کہ اور کوئی نماز۔

اگر امام کو تشہد یا جحدہ سبوح میں پایا تو جمعہ کی بنا درست ہے یا نہیں، اقوال فقہاء

وَلَوْ كَانَ أَذْرُكُمْ فِي الشَّهْرِ أَوْ فِي سَعْدٍ السَّهْوِ بَنِي عَلِيَّهَا الْجُمُعَةُ عَدَلْنَا وَقَالَ مُحَمَّدٌ إِنَّ أَذْرُكُمْ مَعَهُ أَكْثَرُ لَوَكُنَّ النَّارُ نَسِي عَلِيَّهَا الْجُمُعَةُ وَإِنْ أَذْرُكُمْ أَفْلَحْنَا بَنِي عَلِيَّهَا الطَّهَرُ لِأَنَّهُ جُمُعَةٌ مِنْ وَجْهِ طَهَرُ مِنْ وَجْهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى الشَّرُّ أَيْسَرُ فِي حَقِّهِ فَيُضَلُّونَ أَزْوَاجًا غَيْرًا لِلطَّهَرِ وَيَقْعَدُ لَا مَحَالَةَ عَلَى رَأْسِ الرُّكْعَتَيْنِ اِغْتِنَا لِلْجُمُعَةِ وَيَقْرَأُ فِي الْأَخْرَافِ بِالْحِمَالِ الثَّلَاثَةِ وَلَهُمَا أَنَّهُ مَذْرُوكٌ لِلْجُمُعَةِ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ حَتَّى يُشْتَرِطَ بَيَّةُ الْجُمُعَةِ وَهِيَ رُكْعَتَانِ وَلَا وَحْدَةً لِمَا ذَكَرَ لِأَهْلِهَا مُحْتَلِفَانِ فَلَا يُنْسَى أَحَدُهُمَا عَلَى تَحْرِيمَةِ الْأَجْبَرِ

ترجمہ اگر امام کو تشہد یا جحدہ سبوح میں پایا تو شیخین سے نزدیک اس پر جمعہ کی بنا کرے۔ اور امام محمد نے فرمایا ہے کہ اگر امام کے ساتھ دوسری رات کا اکثر حصہ پایا ہے تو اس پر جمعہ بنا کرے۔ اور اگر دوسری رات کا کم حصہ پایا تو اس پر ظہر کی بنا کرے۔ کیونکہ اس کی یہ نماز میں جحدہ ہے اور میں جحدہ ہے۔ کیونکہ اس کے حق میں بعض شرطیں فوت ہو گئیں۔ پس ظہر کا اعتبار کرتے ہوئے چار رکعت پڑھے اور جمعہ کا اعتبار کرتے ہوئے دو رکعت پڑھے۔ پانچین بیٹھے اور آخری دو رکعتوں میں قرات کرے۔ نفل کا احتمال ہونے کی وجہ سے اور شیخین کی بات یہ ہے کہ اس حالت میں وہ جمعہ کا پناہ والا ہے حتیٰ کہ اس پر جمعہ نیت نہ شرط قرار پایا گیا ہے۔ اور جحدہ دوسری رکعت ہے۔ اور جو امام محمد نے فرمایا ہے اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں نمازیں مختلف ہیں اس لئے ایک دوسرے سے تحریم نہ چلتی نہیں کر سکتے۔

تشریح صورت مسند یہ ہے کہ اگر کسی نے امام کو نماز جمعہ کے تشہد میں پایا یا جحدہ سبوح میں پایا تو شیخین سے نزدیک یہ شخص جمعہ نماز پڑھی کرے۔ اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر اس نے اکثر حصہ نہیں پایا مثلاً روع کے بعد امام کے ساتھ شریک ہوا تو ظہر کی نماز پوری کرے۔ یہی قول امام مالک اور مالک بن انس کا ہے۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ تشہد یا جحدہ سبوح امام کے ساتھ شریک ہونے والے کی یہ نماز میں جحدہ ہے اور میں جحدہ ہے جمعہ تو اس لئے ہے کہ جمعہ نیت نہ کرنا نہ دینی ہے اور ظہر اس لئے کہ اس کے حق میں جمعہ کی بعض شرطیں مثلاً تمام وقت فوت ہو چکی ہے۔ کیونکہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد یہ شخص جتنا نماز جمعہ ادا کرے گا۔ پس اس شخص کی نماز جب ایک اعتبار سے جمعہ ہے اور ایک اعتبار سے ظہر۔ تو ظہر کا اعتبار کرتے ہوئے چار رکعت پڑھے اور جمعہ کا اعتبار کرتے ہوئے دو رکعت پڑھے۔ اور

پندرہ غری و رکعتوں میں نفل ہونے کا احتمال ہے اس لئے ان میں سورہ فاتحہ ہے۔ دوسرے کی قرات بھی ہے۔ یہ محمد کے مدہب کی تائید میں تھا یہی دلیل قری کی پیش کردہ حدیث ابو ہریرہؓ کی دینی تبہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ **مَنْ أَذْرَكَ السُّكُوعَ مِنْ السُّكُوعِ إِلَّا جِئَ بِهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ إِلَيْهَا أُخْرَى وَمَنْ لَمْ يَلِدْ رَكِبَ الزُّكُوعَ مِنْ زَكْعَةٍ إِلَّا جِئَ بِهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ إِلَيْهَا أُخْرَى** یعنی جس نے جمعہ کی دوسری رکعت کا رُکوع پالیا تو اس کے ساتھ دوسری رکعت طالع اور جس نے دوسری رکعت کا رُکوع نہیں پایا تو نکلنے کی یہ رکعت پڑھے۔

شخصیں نی، بل یہ ہے کہ یہ شخص اس حالت میں بعد کا پائے والا ہے حتیٰ کہ اس کے لئے بعد کی نیت کرنا شرط ہے۔ اور بعد کی نیت
بدن تو اس کی اقدہ الصبح نہ ہو۔ حاصل یہ کہ تشہید و بعد و سہو میں امام کے ساتھ شریعتیہ طور سے بعد کا پالیا جائے اور بعد کا پائے والا بعد کی
ادامہ کا نہ کہ تکبر اور بعد کی چونکہ دو وقت ہیں۔ اس سے یہ شخص دو وقت پڑھے گا نہ کہ پڑھ رہا ہو۔ ہاں امام محمد کا فخر اقصیٰ بعد اور امام
دو وقت پڑھ کرنا سو دن کا ہے۔ کیونکہ بعد اور تکبر دو مختلف نمازیں ہیں۔ بعد ان میں سے ایک کا دوسرے کی تقریر پر بنا کر نماز اس حد
درست ہوگا۔ شخص کے مذہب کی تائید ایسا یہ کہ اس حدیث سے بھی ہوتی ہے قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
أُحْبِبَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَزَالُ تَخْتَفُونَ وَأَنْتُمْ هَا وَغَلَبَتْكُمُ الشَّحْنَةُ هَذَا كُنْهُ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَاتِمُوا أَوْ لَيْسَ لِقَطْعِ
فَافْصَلُوا، یعنی جب نماز بعد کی نہ کی جائے تو اس کی طرف دوزخ برست آوید و قار اور سکون کے ساتھ آؤ پس جو تم نے (امام کے ساتھ) پالیا
اس کو چھوڑ دو اور جو تم نے ہوئے اس کی قضا کرو یعنی امام کے ساتھ یہ ہے کہ بعد اس کو چھوڑ کر وہ امام محمد کی طرف سے پیش کردہ حدیث
اور ہر رو کا جواب تو اس کو محمد شین نے ضعیف کہا ہے۔ (۵۷)

امام جب خطبہ کے لئے نکلے تو لوگ نماز اور کلام ترک کریں گے یا نہیں، اقوال فقہاء

وإذا حُرِّجَ الإمامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَكَ النَّاسُ الصَّلَاةَ وَالْكَلامَ حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الْمُحْطَةِ. قَالَ: وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَ
قَالَ لَا بَأْسَ بِالْكَلامِ إِذَا حُرِّجَ الْإِمَامُ قَبْلَ أَنْ يُحْطَبَ. وَإِذَا تَوَلَّى قُلُوبُ أَنْ يَكْتُمُوا لَأَنَّ الْكَرَاهَةَ لِلِإِخْلَالِ بِفَرْضِ
الِاسْتِمَاعِ وَلَا اسْتِمَاعَ هَذَا بِخِلَافِ الصَّلَاةِ لِأَنَّهَا قَدْ تَمَّتْ وَلِأَنَّ حَبِيقَةَ قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا حُرِّجَ الْإِمَامُ فَلَا
صَلَاةَ وَلَا كَلَامَ بَيْنَ غَيْرِ فَضْلٍ وَلِأَنَّ الْكَلَامَ قَدْ يَمْتَدُّ طَبْعًا فَأَمَّا الصَّلَاةُ

ترجمہ اور جب جمعہ کے روز امام کاٹے تو لوگ نماز پڑھ چکے تھے اور کلام بھی یہاں تک کہ امام خطبہ سے فارغ ہو مصنف نے کہا کہ یہ ابوحنیفہ کے نزدیک ہے۔ اور صاحبین نے کہا ہے کہ جب امام نکل کر باہر آیا تو خطبہ شروع کرنے سے پہلے کلام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور جب منبر سے اترے تو عجمی کہنے سے پہلے (کلام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے) کیونکہ اگر اہل بیت نے فرض میں نفل پڑھنے کی وجہ سے ہے۔ اور یہاں پڑھنا نہیں ہے۔ بلکہ خلاف نماز کے کہ نماز پڑھ چکی اور اب ہو جاتی ہے۔ اور ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا ہے کہ جب امام کاٹے تو نماز ہے اور نہ کلام بغیر کسی تفصیل کے اور اس سے کہ بھی کلام جمعہ اور نماز ہو جاتا ہے جس نماز کے مشابہ ہو۔

تشریح مسند یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک بعد کے رموز امام مقلد ہونے کے لئے جب اپنے حیر و سے نکلا، انہیں نہ حرف چہرہ و

فرمایا ہے اور تم لوگ اللہ کے آگے کسی طرف ہمو اور خرید و فروخت و چھوڑو۔ اور جب ان مہینہ پر چڑھ کر چیت تو مومن لوگ مہر کے سامنے اذان دیں۔ اسی فیصل کے ساتھ قوارث جاری ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی اذان بھی۔ اسی وجہ سے کہا گیا کہ کسی واجب ہوئے اور بیع حرام ہونے میں یہی اذان معتبر ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اذان اول معتبر ہے جبکہ زوال کے بعد ہو۔ اس لئے کہ اعلان اسی کے ساتھ حاصل ہوگا۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ مؤذن کو جب پہلی اذان دیں تو کوئے خرید و فروخت و چھوڑ کر بعد کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ دلیل پوری تھان کا قول اذ انمودی للصلوة من تومہ الخفعة فاسمعوا الی ذکر اللہ وذر والبیع ہے۔ جب قہوری نے مؤذن کو پہلی اذان دی ہے تو یہ ہے کیونکہ اذان بعد کے سلسلہ میں حالت یہی کہ بہت سے مؤمن اذان دیتے تاکہ ان کی آوازیں شہ کے اطراف و اجواب میں پہنچ جائیں۔ دوسری یہ بات کہ وہ کوئی اذان نہ پڑھیں۔ بعد بیع حرام اور رسمی واجب ہو جاتی ہے اس بارے میں اختلاف ہے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ بہت بیع اور رسمی الی بعد کے واجب ہونے میں وہ اذان معتبر ہے۔ جو امام کے حجرے سے نکلنے کے بعد مہر کے سامنے ہوتی ہے کیونکہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد قرآنی میں بعد کے لئے یہی اذان اصل تھی۔ پس جب عید سوم حضرت عثمان کے عید مبارک میں وہ سن غارت ہوئی تو اذان اول وایکوا یا نیما پڑھیں قرآن پاک میں جس تک اذان فرمایا گیا ہے اس سے اذان ثانی مراد ہے۔ نہ کہ اذان اول سن بن زیاد امام ابوحنیفہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ بہت بیع اور رسمی الی بعد میں اذان اول معتبر ہے۔ دوسری یہ بات کہ کوئی فیصل اذان ثانی پر خرید و فروخت و چھوڑ کر رسمی الی بعد کے ہو جائے کہ جو بعد سے پہلے کی شش فوٹ ہو جائے گی اس کی خدیجہ کا سنہ فوت ہو جائے گا۔ اور اگر وہ چار مع مسجد سے دور ہو تو بعد ہی فوت ہو سکتا ہے۔ اس لئے اذان اول ہی معتبر ہے۔ بشرطیکہ وہ اس کے بعد ہی گئی ہو کیونکہ مقصد اعلان اس سے حاصل ہو گیا ہے واللہ اعلم بحیل احمد غنی اللہ عنہ۔

بَابُ الْعِيدَيْنِ

ترجمہ یہ باب عید الفطر اور عید الاشی کے احکام کے بیان میں ہے۔

تشریح نماز جمعہ اور نماز عیدین میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں دن کی نمازیں ہیں۔ دونوں کو عید جمعہ کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔ ان دنوں کے اندر جبری قراءت نیز جو شرطیں بعد کی ہیں وہی شرطیں عیدین کی ہیں۔ سوائے خطبہ کے کہ خطبہ نماز جمعہ کے ہے۔ ثانی ہے۔ عمر عیدین کے لئے شرط نہیں ہے۔ اور جس پر جمعہ واجب ہے اس پر عیدین کی نماز بھی واجب ہے۔ عمر چونکہ جمعہ فرض ہونے کی وجہ سے قوی ہے۔ اور عیدین کی نماز فرض نہ ہونے کی وجہ سے اس کے مقابلہ میں اضعف ہے۔ اس سے احکام جمعہ پہلے ذکر کئے گئے۔ اور عیدین کے احکام بعد میں بیان کیے ہیں کیونکہ وقوع ہے۔ اس لئے جمعہ کو عیدین کے باب پر مقدم کیا گیا ہے۔

عید کی وجہ تسمیہ

میدکان مہدی اس لئے رکھا گیا کہ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان کا اور فرماتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ ہمارے بعد سے معنی عید مراد دن ہے۔ پھر یہ تیس دن بھی ہر سال گزرتا ہے اس لئے اس کا نام عید رکھا گیا۔ عید خطر کی نماز سے پہلے شش پر جمی گئی۔ (شرذنگیہ)

مشروعیت عیدین:

عیدین نہ مشروع ہونے میں اصل ابوداؤد کی روایت ہے عن انس قال قیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدرہ ولہم یومئذ یبلغون فیہم فقال ماہدای الیومانی قالوا انکما تلعت فیہما الی الحاہلیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نہ ہوتا ہے۔ اس پر مواظبت فرمائی ہے۔ اور قول ثانی میں حدیث اربعہ اپنی میں اس کے سوال کرنے کے بعد کہ گیا مجھے یہ ان کے حدود میں کوئی نماز ہے۔ حضور ﷺ کا یہ قول ہے کہ نہیں عمر یہ۔ اپنی طرف سے نیک کام کے طور پر کرے۔ اور قول اول اس سے اور اس کا سنت نام نہ تھا اس لئے ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔

تشریح۔ قدرتی کے بیان کے مطابق نماز عید واجب ہے یہ نہ قدرتی نے فرمایا کہ نماز عید اس شخص پر واجب ہوتی ہے جس پر نماز بعد واجب ہوتی ہے جامع صفحہ کے بیان کے مطابق عید کی نماز سنت ہے۔ کیونکہ امام محمد نے جامع صفحہ میں کہا ہے کہ اگر ایک دن میں دو عیدیں بنتے ہوئے ہیں تو جس دن عید الفطر یا عید الاضحی کا دن چاہے تو اہل ثنی عید کی نماز مستنون اور جہد کی فرض ہے۔ شریعت نے یہ بھی قدرتی کے تفسیر میں کہ اس قول کے مطابق ہمارے نزدیک عید کی نماز واجب ہے۔ لیکن ابوحنیفہ سے مروی ہے امام محمد امام شافعی و امام مالک نے ان کے نزدیک عید کی نماز سنت ہے۔ امام احمد فرض کفایہ کے قائل ہیں۔

صلوۃ عیدین کے واجب ہونے کی دلیل

عیدین کی نماز پر آئمہ کرام سے اجماع ہے۔ مواظبت اور عقلی فرماتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت دلیل وجوب ہوتی ہے۔ قول ثانی یعنی مستنون ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اہل نجد میں سے ایک اہل شخص پریشان حال آیا۔ اس کا مقصد نہ اسلام سے بارے میں معصوم حاصل کرنا تھا نہ اپنے حضور ﷺ سے اسلام کے ایک جزو کو بن کر مت ہوئے فرمایا کہ دن رات میں پڑھتی نمازیں ہیں۔ میں اس سے کہا اہل عسلی غیسو ہا کیا مجھ پران پڑھتی نمازوں کے سوا کچھ کوئی نماز ہے۔ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا لا انا ان تطلوع نہیں کرے کہ طلوع ہوا ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑھتی نمازوں سے حدیثی تمام نمازیں غیر فرض ہیں ثنی نفس میں ہیں عیدین کی نماز کا واجب نہ ہونا ثابت ہو گیا ہماری طرف سے اس کا جواب تو یہ ہے کہ رسول کا وہاں شہد ہوا اور وہاں وہاں وہاں پر عید کی نماز واجب نہیں ہوتی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حسب حال جواب ارشاد فرمایا۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ بہت ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نفل نماز عید کے واجب ہونے سے پہلے ہی ہونا نماز عید سے وجوب پر پاری حجت کا قول و لکنزل واللہ علی ما ہذا حکم بھی اس سے ثابت ہے کیونکہ واللہ علی ما ہذا حکم بھی اس سے ثابت ہے اور یہ امر کا حقیقت ہے جس کا موجب وجوب ہے۔ امام محمد کا جامع صفحہ میں صلوۃ عید و سنت ہونا تو اس کا مستحب یہ ہے کہ عیدین نماز واجب سنت سے ثابت ہے یہ مطلب پر نہیں کہ عیدین نماز سنت ہے۔

عیدین میں مستنون اعمال

وَمُسَخَّتٌ فِي نَوْمِ الْفِطْرِ أَنْ يَتَّعَمَ قَبْلَ الْحُرُوحِ إِلَى الْمُصَنَّى وَيَتَسَبَّلَ وَيَسْتَاكُ وَيَنْطَلِقَ لِمَا رَوَى أَنَّهُ كَانَ يَطْعَمُهُ فِي يَوْمِ الْفِطْرِ قُلْ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى الْمُصَلَّى وَكَانَ يَغْتَسِلُ فِي الْعِيدَيْنِ وَلَا يَكُونُ يَوْمَ إِحْتِمَاكِ قِيَمْتُمْ فِيهِ الْعُسْلُ وَالنَّطَبُ كَمَا فِي الْجُمُعَةِ وَيَلْبَسُ أَحْسَنَ بِيَاهِهِ لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَهُ حُجَّةٌ فَكَانَ أَوْصَوْفَ يَلْبَسُهَا فِي الْأَعْيَادِ

ترجمہ۔ مستحب یہ ہے کہ عید الفطر کے دن مصلی عید کا پہننے سے پہلے نہ سوئے اور غسل کرے مسواک کرے خوشبو لگائے

جبری پر نفس موجود ہے۔

جواب : آیت میں نماز کے اندر کسی تکبیر مراد ہے آیت سے معنی یہ ہے : صَلُّوا صَلَوةَ الْعَبْدِ وَكَسَّرُوا اللّٰهَ فَيُهَا تَقِي مِذَاخِرِ قَوْمِ زُورِ اور اس میں یہ آواز بلند تکبیر ہو سکتی ہے حدیث ابن عمر تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابی بن محمد بن ابراہیم نے احمد و ترمذی سے اس حدیث سے اس لئے یہ حدیث قابل استدلال نہ تھی ۔

عید گاہ میں عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے کا حکم

وَلَا تَتَّبِعْ فِي الْمُصَلَّى قُلَّ صَلَوةَ الْعَبْدِ لِأَنَّ السَّيِّئَ لَهُ يَقَعُ ذَلِكَ مَعَ حُرْصِهِ عَلَى الصَّلَاةِ ثُمَّ قِيلَ الْكَرَاهَةُ فِي الْمُصَلَّى خَاصَّةٌ وَقِيلَ فِيهِ وَهِيَ عَرَبِيَّةٌ عَامَّةٌ لِأَنََّّهُ لَمْ يَقَعْهُ

ترجمہ اور عید کی نماز سے پہلے عید گاہ میں نفل پڑھنے کیونکہ حضور ﷺ نے ایسے نہیں کیا، اور آپ نماز سے پہلے یہ کہ کرابت مخصوص طور پر عید گاہ میں ہے۔ اور کہا گیا کہ عید گاہ اور اس کے علاوہ میں نہ سجدہ نہ آئینہ نہ سب سے پہلے نہ نہیں کیا ہے۔

تشریح مسند، نماز عید سے پہلے نفل پڑھنا ضرور ہے عید کا، میں بھی اور عید کا وہ جلد بھی ادا کرتے، اگلے بھی کر ۷۰ سے ۸۰ ہفتی کرتے۔ اگلے بھی ابن عباس کا قول ہے اَنْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ حَرَجَ فَصَلَّی بِہُمْ الْعِیدَ لَمْ یُصَلِّ قُلُوبُہَا وَلَا یُعَدُّ ہَا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے نکل کر دوسروں و عید کی نماز پڑھائی آپ نے نماز عید سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھی اور نماز عید کے بعد حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ہے پھر جس بھی نماز عید سے پہلے یا بعد میں نفل پڑھنا آپ ثابت ہوئی تو اللہ کے رسول ضرور پڑھتے۔

[illegible]

نماز عید کا وقت

وَأَذَانًا حَلَّتِ الصَّلَاةُ بِإِزْقَاعِ الشَّمْسِ دَخَلَ وَقْتُهَا إِلَى الزَّوَالِ وَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ حَرَجَ وَقْتُهَا إِلَى الْغُرُوبِ كَانَ يُصَلِّيُ الْعَبْدَ وَالشَّمْسُ عَلَى فَيْدٍ رَمَحٍ أَوْ رُمَحَيْنِ وَلَمَّا شَهِدُوا بِإِلْهَالِ يَدَيْهِمَا بَعْدَ الزَّوَالِ أَمَرَ بِالْخُرُوجِ إِلَى الْمَضَلَى

[illegible]

تکبیریں پندرہ ہوں گی اور تیسرے تکبیر والی روایت کی صورت میں کل تکبیریں سول ہوں گی پس مروی ہے مروا ہے جو ان میں سے روایت نئی ہے اب حاصل یہ ہوا کہ احناف کے نزدیک عید کی دونوں راتوں میں تکبیرات زوائد چھ ہیں۔ اور امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اس ہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک چار ہیں۔ (شأن تہیہ)

احناف کے مذہب کی بنیاد ان مسنونہ کتب پر ہے۔ اور امام مالک اور امام احمد کے مذہب کی بنیاد ان میں سے تیسرے تکبیروں کی روایت پر ہے۔ اس طرح اگر کسی تکبیریں زیادہ ہیں اور تین اسلی ہیں اور امام شافعی کے مذہب کی بنیاد ان میں سے دونوں راتوں (چارہ) تیسروں والی پر ہے لیکن وہ ان تمام کو زائد قرار دیتے ہیں۔ اصلی تین ان کے مزاویہ ہیں۔ واللہ اعلم

تکبیرات عیدین میں رفع یدین کا حکم

فَإِنْ وَبَسَطَ يَدَيْهِ فِي تَكْبِيرَاتِ الْعِيدَيْنِ يُرِيدُ بِهِ مَا سَوَى التَّكْبِيرِ هِيَ الرُّكُوعُ لِقَوْلِهِ صَلَّى ﷺ لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي
الْأَيْ سَبْعَ مَوَاطِنَ وَذَكَرَ مِنْ جَمَلِهَا تَكْبِيرَاتِ الْأَعْيَادِ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يُرْفَعُ وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَا

ترجمہ قدوری ہے کہ عیدین کی تکبیروں میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھا۔ اس سے مراد تکبیر روح سے حدود ہے چونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہاتھ نہ اٹھاؤ پھر میں نے ان میں مگر سات جہوں میں بلند ان میں سے عیدین کی تکبیروں کا ذکر کیا ہے اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ ہاتھ نہ اٹھا۔ چاہیں اور امام ابو یوسف پر بحث و حدیث ہے جو ہم نے روایت کی ہے۔

تشریح ہمارے نزدیک تکبیرات عیدین میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے میں ہے یہی امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے۔ دلیل آنحضرت ﷺ کا قول لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي سَبْعَ مَوَاطِنَ۔ ان سات جہوں میں عیدین کی تکبیرات زوائد لگتی ہیں۔ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ تکبیرات عیدین میں ہاتھ نہ اٹھائے۔ چاہیں۔ امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ ہاتھوں کا اٹھنا افتتاح کی سنت ہے چونکہ تکبیرات زوائد میں افتتاح صلوٰۃ نہیں اس لئے رفع یدین بھی نہ ہوگا جیسا کہ روح کی تکبیر کے اندر رفع یدین نہیں ہے امام ابو یوسف کے خلاف حدیث لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي حجت ہو کر رہی ہے بات کہ تکبیرات زوائد کے درمیان کوئی مسنون ذکر ہے یا نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ ہر دو تکبیروں کے درمیان تین تہجیات کی مقدار سوت کرے۔ چونکہ عیدین نماز جمعہ کے ساتھ ادا کی جاتی ہے اور تکبیرات کے درمیان سو ۱۱۱ اور وصل کیا گیا تو جو لوگ امام سے دور ہوں گے ان پر امام کا حال مشتہر ہو جائے گا کہ انہوں نے ہی تکبیرات زیادہ تھیں اتنی مقدار ظہر نے سے اشتباہ دور ہو جاتا ہے اس لئے تکبیرات کے درمیان تین تہجیات کی مقدار ان موش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

نماز کے بعد عیدین کے خطبے دیئے جائیں

كَأَنَّ رَسُخَطُ سَعْدِ الصُّلُوۃِ حُطَّتِ بِذَلِكَ وَرَدَ الْمَلُ الْمُسْتَقْبِلُ يَعْلَمُ النَّاسَ فِيهَا صَدَقَةُ الْفِطْرِ وَأَحْكَامُهَا
لَا يَأْتِي سُبَّ عَنْ لَا حَيْبِ

ترجمہ کہ نماز عید کے بعد امام و خطبہ پڑھے اسی پر نقل جوش ہے وارو ہوئی خطبہ عید میں لوگوں کو صدقہ فطر اور اس کے احکام سمجھانے کیونکہ خطبہ عید میں تہجیات پڑھائی جاتی ہیں۔

تشریح صاحب کتاب نے کہا کہ نماز عید سے فارغ ہو کر اہم اور خطبہ پڑھنے کا اسی پر نقش اور عمل شائع ہے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم میں حدیث ابن عمر کے الفاظ ہیں کہ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يُنْبِئُكُمْ وَتُكْمَرُ بِمُصَلِّينَ الْعِيدَيْنِ قُلُ الْحُطَّةِ اور ابن عباس کا قول ہے شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبْنَى بِحُجْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ كُلُّهُمْ تَكَاوُ بِمُصَلِّينَ الْعِيدَيْنِ قُلُ الْحُطَّةِ (رواہ الشیخان) دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ اور خلفائے ثلاثہ عیدین کی نماز پہلے اور خطبہ بعد میں پڑھا کرتے تھے۔ البتہ عید کا خطبہ خطبہ جمعہ سے دوپہر میں خلفا سے اول یہ کہ بعد بغیر خطبہ کے جائز نہیں ہے۔ اور عید کی نماز بغیر خطبہ کے جائز ہے۔ دوم یہ کہ جمعہ کا خطبہ نماز جمعہ پر مقدم ہے اور عیدین کا خطبہ نماز سے مؤخر ہے۔ تیسں اہم عید کا خطبہ نماز سے مقدم نہ ہو گا کیونکہ نماز عید کے بعد ادا کی ضرورت نہیں۔ واضح ہو کہ عید الفطر کے خطبہ میں صدقۃ الفجر اور اس کے بعد اہم کی تعلیم دی جائے گی کیونکہ یہ خطبہ اسی مقصد کے پیش نظر شروع ہوا ہے۔

منفرد کے لئے عید کی نماز قضاء کرنے کا حکم

وَمَنْ فَانَتْ صَلَوةُ الْعِيدِ مَعَ الْإِمَامِ لَمْ يَقْضِهَا لِأَنَّ الصَّلَاةَ بِهَدْيِ الصَّغَةِ لَمْ تُعَرَفْ قُرْآنُهُ إِلَّا بِشَرَايِطٍ لَا تَكْمُلُ إِلَّا بِمُفْرَدٍ ترجمہ اور وہ شخص جس کی نماز عید امام کے ساتھ فوت ہوئی تو وہ اس کی قضاء نہیں کرے گا کیونکہ نماز عید کا اس صفت کے ساتھ ہوا ہوتا معلوم نہیں ہوا آخر ایسی شرطوں کے ساتھ جو تہا آدمی سے پوری نہیں ہوتیں۔

تشریح صورت مسئلہ یہ ہے کہ امام اگر عید کی نماز ادا کر چکا اور ایک آدمی باقی رہ گیا۔ اس نے عید کی نماز ادا نہیں کی ہے تو اس وقت قضاء کرنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ امام کا قول ہے امام شافعی نے فرمایا کہ یہ شخص جب نماز عید پڑھ سکتا ہے کیونکہ امام شافعی کے نزدیک جواز عیدین کے لئے نہ جماعت شرط ہے اور نہ سلطان کا ہونا۔ اس لئے ان کے نزدیک نماز عید کی قضاء کرنا مستحب ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ نماز عید قائم کرنے کے لئے چوالیسی شرطیں ہیں جو تہا آدمی سے پوری نہیں ہوسکتیں۔ مثلاً جماعت سلطان وقت پس چونکہ نماز میں یہ شرطیں نہیں پائی ہیں اس لئے اس کے واسطے جب نماز عید پڑھنا بھی جائز نہ ہوگا۔

چاند ابر میں چھپ گیا دوسرے دن زوال کے بعد امام کے سامنے چاند دیکھنے کی گواہی دی گئی تو نماز عید کا حکم قَبْلَ غَمِّ الْهَلَالِ وَشَهِدُوا عِنْدَ الْإِمَامِ بِرُؤْيَا الْهَلَالِ نَعْدَ الزَّوَالِ، صَلَّى الْعِيدُ مِنَ الْعَدْلِ هَذَا تَاجِيزٌ يُعَدُّ، وَقَدْ وَرَدَ فِيهِ الْحَدِيثُ، قَبْلَ مَا حَدَّثَ عُمَرُ بِسَمْعٍ مِنَ الصَّلَاةِ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي لَمْ يُصَلِّهَا نَعْدَهُ، لِأَنَّ الْأَصْلَ فِيهِ أَنَّ لَا تَقْضَى كَالْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ تَرْتَحُّوا بِالْحَدِيثِ وَقَدْ وَرَدَ بِالتَّاجِيزِ إِلَى الْيَوْمِ الثَّانِي عِنْدَ الْعَدْرِ

ترجمہ پھر اُس پر چاند ابر میں چھپ گیا اور لوگوں نے زوال کے بعد امام کے سامنے چاند دیکھنے کی گواہی دی تو امام دوسرے دن نماز عید پڑھے۔ کیونکہ یہ تاخیر مذکور کی وجہ سے ہے۔ اور اس میں حدیث وارد ہوئی ہے۔ اور اگر ایسا مذکور پیدا ہوا جو دوسرے دن بھی نماز عید سے روکتا ہے تو اس کے بعد یہ نماز نہیں پڑھے گا۔ کیونکہ نماز عید میں اصل تو یہیں ہے کہ اس کی قضاء کی جائے مگر ہم نے اس اصل کو حدیث کی وجہ سے ترک کر دیا اور مذکور کے وقت دوسرے دن تک مؤخر کرنے پر حدیث کا درود ہوا ہے۔

تشریح صورت مسئلہ یہ ہے کہ ۲۹ رمضان کو اگر چاند ابر میں چھپ گیا اور ۳۰ رمضان کو زوال کے بعد لوگوں نے امام کے سامنے چاند

دیکھئے کہ گواہی اور امام نے ان کی گواہی قبول بھی کر لی تو روزہ توڑ دیں اور امام دوسرے دن لوگوں کو نماز پڑھائے۔ دلیل یہ ہے کہ یہ تاخیر مذکر کی وجہ سے ہے اس لئے اس تاخیر میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اس تاخیر کے سلسلہ میں حدیث بھی موجود ہے چنانچہ ہدایہ کے گذشتہ صفحہ پر یہ حدیث اس طرح ذکر کی گئی ہے وَلَمَّا شَهِدُوا بِالْهَلَالِ بَعْدَ الرِّوَالِ أَمَرَ بِالْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلَّى مِنَ الْعَدِ۔

اور اگر دو شوال کو بھی کوئی ایسا عذر پایا گیا جو نماز عید کے لئے مانع ہو تو اب اس کے بعد ۳ شوال کو نماز عید پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی کیونکہ نماز عید میں اصل تو یہی کہ اس کی قضاء نہ کی جائے جیسے جمعہ فوت ہونے کی صورت میں اس کی قضاء جس کی چاہی لیکن عذر کی وجہ سے دوسرے دن تک مؤخر کرنے میں حدیث مذکور کی وجہ سے اس اصل کو ترک کر دیا گیا ہے پس چونکہ حدیث کے اندر فقط دوسرے دن تک مؤخر کرنے کی تصریح کی گئی ہے اس لئے ۲ شوال تک نماز عید مؤخر کرنے کی اجازت نہ ہوگی اس کے بعد اجازت نہ ہوگی۔

عید الاضحیٰ کے مستحبات

وَيُسْتَحَبُّ فِي يَوْمِ الْأَضْحَى أَنْ يَغْتَسِلَ وَيَنْتَضِبَ لِمَا ذَكَرْنَاهُ وَيُؤَخِّرَ الْأَكْلَ حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ لِمَا رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَطْعَمُ فِي يَوْمِ النَّحْرِ حَتَّى يَرْجِعَ فَيَأْكُلَ مِنْ أَضْحِيَّتِهِ

ترجمہ اور بقر عید کے دن غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کی ہے۔ اور کھانے کو مؤخر کر کے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جائے کیونکہ مروی ہے حضور ﷺ بقر عید کے دن کھاتے نہ تھے یہاں تک کہ نماز سے واپس ہوتے پھر اپنی قربانی سے کھاتے تھے۔

تشریح صاحب قدوری نے کہا ہے کہ بقر عید کے دن غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ دلیل سابق میں گذر چکی ہے اور یہ بھی مسنون ہے کہ کھانا نماز کے بعد کھائے اور اپنی قربانی سے کھائے۔ دلیل آنحضرت ﷺ کا عمل ہے کہ آپ بقر عید کے دن نماز عید کے بعد کھانا تناول فرماتے تھے اور اپنی قربانی سے تناول فرماتے تھے اگر کسی نے قربانی نہیں کی تب بھی نماز عید سے پہلے نہ کھائی کیونکہ عید سے پہلے نہ کھانا لگ سنت ہے اور اپنی قربانی سے کھانا لگ سنت ہے ہاں گاؤں والوں کے لئے جائز ہے کیونکہ وہاں نماز واجب نہیں ہے۔

راستہ میں جہرا تکبیر کہنے کا حکم

وَيَذْكُرُ إِلَى الْمُصَلَّى وَهُوَ يَكْبِرُ لِأَنَّهُ ﷺ كَانَ يَكْبِرُ فِي الطَّرِيقِ وَيُصَلِّي زَمْعَتَيْنِ كَالْفَطْرِ كَذَلِكَ قِيلَ وَيَنْحُطُ بِعَدِّهَا حُطَّتَيْنِ لِأَنَّهُ ﷺ كَذَلِكَ فَعَلَ وَيَعْلَمُ النَّاسُ فِيهَا الْأَضْحَى وَتَكْبِيرُ التَّشْرِيقِ لِأَنَّهُ مَشْرُوعُ الْوَقْتِ وَالْعُطْبَةُ مَا شَرِبَتْ إِلَّا لَتَعْلِيَّتِهِ

ترجمہ اور عید گاہ جانے اور نماز تکبیر کہتا ہو کیونکہ حضور ﷺ راہ میں تکبیر کہتے تھے اور امام عید الفطر کی طرح دو رکعت پڑھے۔ ایسا ہی نقل کیا گیا ہے اور نماز کے بعد دو خطبہ پڑھے کیونکہ مدنی آقا نے ایسا ہی کیا ہے اور دونوں خطبوں میں قربانی اور تکبیر تشریق کی تعظیم کر کے کیونکہ اس وقت مشروع یہی ہے۔ اور خطبہ نہیں مشروع ہوا مگر اسی تعلیم کے واسطے۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ عید گاہ جاتے ہوئے راستہ میں ہاؤاز بلند تکبیر کہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ عمل فرمایا کرتے تھے

۱۰۔ وہ تابع کرے ایسا ہے تو ہر طرف سے جواب یہ ہوگا کہ ابن عباس کا یہ عمل بغرض وہ تھا کہ اہل عرفہ کے ساتھ تشبیہ کے طور پر واللہ اعلم بحقیقۃ من۔

فصل فی تَغْیِراتِ التَّشْرِیقِ

(یہ فصل تکمیرات تشریق کے بیان میں ہے)

تکمیرات تشریق کا بیان..... تکمیر تشریق کا آغاز کب ہوگا اور اختتام کب ہوگا

وَبَدَأَ تَحْكُمُ التَّشْرِيقَ بَعْدَ صَلَوةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَيَحْتَمُ عَقِيبَ صَلَوةِ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ عِنْدَ ابْنِ حَنَفِيَّةٍ وَقَالَا يَحْتَمُ عَقِيبَ صَلَوةِ الْعَصْرِ مِنْ أَحَرَّائِهِ التَّشْرِيقِ وَالْمَسْأَلَةُ مُخْتَلِفَةٌ بَيْنَ الصَّحَابَةِ فَأَجَلًا يَقُولُ عَلِيٌّ أَخَذَ بِالْأَكْثَرِ اذْهَوُ الْإِحْسَاطِ فِي الْعَادَاتِ وَاحِدٌ يَقُولُ أَنَسٌ مَسْفُودٌ أَخَذَ بِالْأَقَلِّ لِأَنَّ الْحَجَرَ بِالتَّكْثِيرِ بَدْعٌ وَالتَّكْثِيرُ أَنْ يَقُولَ مَرَّةً وَاحِدَةً اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ هَذَا هُوَ الْمَأْثُورُ عَنِ الْحَلِيلِ صَلَواتُ اللَّهِ عَلَيْهِ

ترجمہ اور عرفہ کے دن نماز فجر کے بعد تکمیر تشریق شروع کرے اور یوم نحر کو نماز عصر کے بعد ختم کرے (یہ حکم) ابوحنیفہ کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ آخری ایام تشریق کو عصر کی نماز کے بعد ختم کرے اور یہ مسند صحابہ کے درمیان مختلف پایا گیا ہے پس صاحبین نے اکثر کو اختیار کرتے ہوئے حضرت علی کے قول کو یہاں ہے کیونکہ عبادت میں سبھی احتیاط ہے اور ابوحنیفہ نے اقل کو اختیار کرتے ہوئے ابن مسعود کے قول کو یہاں ہے کیونکہ حج کے ساتھ تکمیر کا بدعت ہے اور تکمیر یہ ہے کہ ایک بار کہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا آلہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر واللہ الحمد سبھی حضرت ابوالخیر علیہ السلام سے منقول ہے۔

تشریح تشریق خود تکمیری تو اب معنی یہ ہوں گے کہ ان تکمیرات کے بیان میں جن کا نام تشریق ہے عنایہ میں ہے کہ تکمیر تشریق کیونکہ ایام غنیمہ کیلئے جو مخصوص ہے اس لئے یہ چندہ فصل میں ذکر کیا ہے کفایہ میں ہے کہ تکمیرات کی اضافت تشریق کی طرف صاحبین کے قول پر درست ہے کیونکہ ان کے نزدیک بعض تکمیریں ایام تشریق یعنی تیار ہوں یا بار ہوں اور تیر ہوں یا تاریخ میں بھی واقع ہوتی ہیں۔ لیکن ابوحنیفہ نے نزدیک دو غیر یعنی دسویں ذی الحجہ کی عصر کی نماز کے بعد تکمیر ختم ہو جاتی ہے حالانکہ ایام تشریق کا آغاز دیکھا ہو یا ذی الحجہ سے دوتا ہے جبکہ کذا صاحب کے والد سے صاحب عنایہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایام تشریق ہیں۔ اور ایام تشریق بھی تین ہیں اس طرح پر کذا ذی الحجہ دسویں تاریخ خاص طور پر یوم نحر ہے اور تیر ہوں یا تاریخ خاص طور پر یوم تشریق ہے اور گیارہویں اور بارہویں نحر اور تشریق دونوں کے ہیں ابوحنیفہ نے نزدیک تکمیرات تشریق کا عنوان اس طرح درست ہوگا اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ دسویں ذی الحجہ اگرچہ یوم نحر ہے، یوم تشریق نہیں ہے۔ مگر یوم تشریق یعنی گیارہویں ذی الحجہ سے قریب ہے۔ اس قرب کی وجہ سے تشریق کی طرف تکمیرات کی اضافت کی گئی ہے جیسا کہ جامع صفحہ میں ہے قال يغفون صليت بهم المعروب يوم عرفة لا تحوب نے کہا ہے کہ میں نے ان کو عرفہ کے دن مغرب کی نماز پڑھائی حالانکہ آداب غروب ہوتے ہی عرفہ کا دن ختم ہو گیا مگر چونکہ مغرب کا وقت عرفہ کے دن سے قریب ہے اس لئے یہ صرف کہہ دیا گیا۔ دوسرا جواب یہی کہ تشریق سے مراد عید الاضحیٰ کی نماز ہے جیسا کہ حدیث میں ہے لا تجزعه ولا تشريق الا في مضرب جامع اور اس حدیث میں ہے لا يسبح الا بعد التشريق دونوں مدعوں میں تشریق سے مراد نماز عید ہے پس اس صورت میں

چنانچہ تھوڑے سا اصرار پر انکل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس محل کی جگہ وہ نہ لے جا کر رکھ دو جس کو بائبل نے نذر اللہ کے لئے پہاڑ پر رکھا تھا اور وہ مقبول ہوا کہ اب تک جنت میں ہے پھر ہاتھ جبرئیل نے جب دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام عادت پاری کے لئے ذبح میں بہت گت فرما رہے ہیں تو فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر ابراہیم سے گردن اٹھا کر دیکھ اور جبرئیل کی آواز کو سنا تو بے ساختہ زبان سے نکلا لا ایلہ الا اللہ واللہ اکبر و سبح اللہ کو جب معلوم ہوا اور اللہ بزرگوار اور جبرئیل کے کلمات کو سنا تو حمد پاری کے لئے ان کی زبان کو بیا ہو گئی اور کہنے لگے اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ یہ کلمات قیامت تک کے لئے ایک صالح بیٹے اور شوق خدا میں سر مست باپ کی یاد دلاتے رہیں گے۔

قرآن حکیم کس قدر بلیغ انداز میں کہتا ہے کہ

وَقَالَ اِنِّیْ ذَا جِبِّ اِلٰی رَبِّیْ سَیِّدِیْنَ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِّیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشِّرْ نَاہُ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعٰی قَالَ یٰ اَبْنٰی اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اِنِّیْ اُذْنَحُکَ فَاَنْظُرْ مَاذَا تَرٰی ﴿۱۰۲﴾ قَالَ یٰ اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَفَحْتُ بَنٰی اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰرِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ فَلَمَّا اسْلَمَا وَلِلّٰهِ الْخَبِیْرُ ﴿۱۰۴﴾ وَادْنٰیہُ اِنْ یَّا اِبْرٰہِیْمُ ﴿۱۰۵﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنْ هٰذَا لَھُوَ الْبَلَاءُ الْمُسْتَبِیْنِ ﴿۱۰۷﴾ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا بِذَہَبٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۸﴾ وَتَرٰکُمَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ (الطفت ۹۹-۱۰۸)

تکبیر تشریق کہنے کا وقت

وہو عقبب الضلوة المفروضة علی المؤمنین فی الامصار فی الجماعات المستحبة عند ابی حنیفہ و لیس علی جماعات النساء اذا لم یکن معهن رجل ولا علی جماعۃ المسافرين اذا لم یکن معهن مقيم و قالوا هو علی کل من صلی المكتوبة لانه تبع للمكتوبة وله ما روينا من قل والتشریق هو الجهر بالتكبير كذا نقل عن الحلبي اخمد ولان الجهر بالتكبير خلاف السنة والشرع ورد به عند استجماع هذه الشرائط لا نه يحب علی النساء اذا اقتدين بالرجل و علی المسافرين عند اقتدائهم بالمقيم بطريق التبعیة قال يعقوب صلیت بهمة المغرب يوم عرفة فسهوت ان اكبر فكتبت ابو حنیفہ ذل ان الامام و ان ترك التكبير لا يتركه المستعدي و هذا لانه لا يسوذي في خرمية الضلوة فلم یكن الامام فيه حتما و انما هو مستحب

ترجمہ یہ تکبیر ابو حنیفہؒ کے نزدیک مستحب جماعتوں میں شہر کے اندر مقيم لوگوں پر فرض نمازوں کے بعد ہے۔ اور عورتوں کی جماعتوں پر تکبیر نہیں ہے جبکہ ان عورتوں کے ساتھ کوئی مرد نہ ہو اور مسافروں کی جماعت پر تکبیر نہیں اگر ان کے ساتھ کوئی مقيم نہ ہو۔ اور صاحبین نے کہا کہ تکبیر ہر ایسے شخص پر ہے جو فرض نماز پڑھے کیونکہ تکبیر فرض نماز کے تابع ہے اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل وہ حدیث ہے جو ہم پہلے ذکر کرتے ہیں اور تشریق تکبیر کے ساتھ جہ کہتا ہے ایسا ہی ظہل بن احمد سے منقول ہے اور اس لئے کہ تکبیر کے ساتھ جہ کرنا سنت کے خلاف ہے اور شریعت ان شرطوں کے جمع ہونے کے وقت وارد ہوئی ہے مگر یہ تکبیر عورتوں پر واجب ہو جائے گی جبکہ وہ کسی مرد کی اقتداء کریں اور مسافروں پر واجب ہوگی ان کے مقيم کی اقتداء کرنے کے وقت بطریق جمعیت یعقوب نے بیان کیا ہے کہ میں نے عرفہ کے روز ان کو مغرب کی نماز پڑھائی پس میں تکبیر تشریق کہتا بھول گیا تو ابو حنیفہؒ نے تکبیر کہی یہ قصد ولات کرتا ہے کہ امام نے اگر تکبیر چھوڑ دی تو مقتدی اس کو نہیں چھوڑے گا کیونکہ یہ تکبیر تحریر نماز کے اندر انہیں کی جاتی پس تکبیر کہنے میں کام کا ہونا واجب نہیں بلکہ فقط مستحب ہے۔

روح سے تہہ پہلے آپ نے سرائحتے ہوئے سَمِيعُ اللّٰهِ لَمُنْ حَمْدُهُ وَتَسَاءُ وَلَکَ الْحَمْدُ کہ پھر جہد نہیا اور دوسری رکعت میں
بیکر ٹٹا نہیا جس آپ نے چار رکعت (روعات) پھر جہدوں کے ساتھ چار کے اور آپ نے فراغت سے پہلے سورج روشن ہو گیا
پھر عرض ہے: ہواؤں کو خطبہ سنو جس حمد و ثناء اللہ کی شان کے من سب بیان کرے فرمایا کہ آقا جب وہ بتا رہا تھا تو اللہ کی آیات میں سے
آیت لیاں ہیں ان کو کسی کے من سے نہ کسی سے پیدا ہوتے پرچھن نہیں گنتا ہے پھر جب تم اس کو دیکھو تو نہ رکی طرف مبادرت کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہو کہ آنحضرت ﷺ نے نماز سرف کے اندر ایسا رکعت میں ہواؤں سے ہیں۔

ہوئی اس مہد اللہ بن مروان احصی کی روایت ہے قَالَ اُسْكُفَتِ السَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَفَدَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُنْ يُوَكِّئُ ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ يَكُنْ يَرُفَعُ ثُمَّ
سَحَدَ فَلَمْ يَكُنْ يَرُفَعُ ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ يَكُنْ يَرُفَعُ ثُمَّ رَفَعَ وَفَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُخْرَى مِثْلَ الْاُولٰی
یعنی جہد رکعت میں آقا جب نہیا تو سورس منہ اُٹھاتے اس حال میں کہ وہ فرمایا کہ تمہارا کتہہ نہیا تو سورج نہیں گرتا ہے پھر آپ نے اس
قدر طویل رکوع کیا کہ معلوم ہوتا تھا آپ نہیں اُٹھتے تھے پھر نہ اُٹھتے تھے آپ جہد نہیں کرتے پھر جہد نہیا تو جہد ہے۔
اٹھانے میں امکان نظر نہیں آتا تھا پھر سر اُٹھا تو سورج جہد ہوا۔ کان نظر نہیں آتا تھا پھر آپ نے جہد نہیا تو ایسا تھا آپ نہیں
اُٹھتے تھے آپ نے سرائحتے ہوئے سَمِيعُ اللّٰهِ لَمُنْ حَمْدُهُ وَتَسَاءُ وَلَکَ الْحَمْدُ اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ آپ نے ایک
رکعت میں ایک ہی رکوع کیا ہے اگرچہ رکوع اور جہد انتہائی طویل تھا۔

اس حدیث کا تشریح حدیث مہد اللہ بن مروان احصی معنی میں ہوئیں ہیں ان مروان روایت کی قرین ہوئی کیونکہ مروان بن مروان
سے قریب ہوتے ہیں اس لئے ان پر امام کا حال زیادہ واضح ہوگا۔

امام نے حدیث عاشق کاویل میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے منہ سے کہہ کر روح بہت طویل کر دیا تو جس کی وجہ سے آپکی صف سے
کون سے یہ مان کر کے اپنے سر روح سے اٹھایا تو وہ اب ہو لو کہ صف اولی کے پیچھے تھے ان کو دیکھ کر انہوں نے بھی اٹھنا سراٹھایا ہو۔ پھر جب
صف اولی کے لوگوں نے دیکھ کر منظور ہوئے تو انہی تک روح ہی میں ہیں تو یہ بھی روح میں چلے گئے اور جو وہ ان کے پیچھے تھے وہ بھی
وہاں میں چلے گئے پس صف اولی سے پیچھے ہوں نے خیال کیا کہ آپ نے دور کر کے ہیں اسی روایت کرنا شروع کر دیا۔ اب
آپ اندازہ ہے۔ عاشق کاویل پیچھے محروم صف میں ہوں گی ان پر حاملہ کا مشہور ہونا تو ایک امر بدیہی ہے اس لئے حدیث کا شر
ح میں ثبت ہو سکتی ہے۔

لبی اور سرائحت کرتے کا حکم

وَسَطُوا الْبَرَاءَ فَبُيْعُوا بِمِثْلِهِ وَفَدَا لَا يَحْقِرُ وَعَنِ مُحَمَّدٍ مِّثْلَ قَوْلِ اَبِي حَبِيْبَةَ اَمَّا التَّطَوُّلُ فِي
الْبَرَاءَةِ فَلَيْسَ بِالْاَفْضَلِ وَيَحْقِرُ اِنْ شَاءَ لَا اَنَّ الْمُسُوْنَ اِسْتَعَانَ الْوَقْتَ بِالصَّلَاةِ وَالْعَدَا فَرَدَا اَخْفَافًا اَحَدُهُمَا
صَوْنُ الْاَحْسَرِ وَاَمَّا الْاِحْفَاءُ وَالْمَجْهُورُ فَلَيْسَ بِرَوَاةٍ غَابِئَةٍ اَنَّهُ خَفِيَ فِيهَا وَلَا يَمْسُ حَبِيْبَةُ رَوَاةٌ اَبِي عَاصٍ وَ
سَمَرَةُ اَبِي حُدَيْبٍ وَالتَّرَجُّعُ قَدَمٌ مِّنْ قَسَلٍ كَيْفَ وَرَأَيْتُهَا صَلَوَةُ السَّيِّدِ وَهِيَ عَجَبٌ

راج ہوگا صاحب ہدایہ صاحب سبب و مضبوط کرنے کے لئے زوردار الفاظ بیان فرماتے ہیں کہ نماز کسوف میں اخذ قراءت کیسے نہیں ہوگا حالانکہ نماز کسوف دن کی نماز ہے اور دن کی نمازوں کے بارے میں رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے صلوٰۃ النہار عجمًا یعنی دن کی نماز کوئی ہے مگر یہ ہے کہ دن کی نمازوں میں قراءت آہستگی جاتی ہے نہ کہ پاوازلنہ۔

نماز کے بعد دعا کا حکم

وَيَدْعُوْا بَعْدَهَا حَتّٰى تَنحَلِيَ الشَّمْسُ لِقَوْلِهِ ۖ اِذَا رَاَيْتُمْ مِنْ هٰذِهِ اَلْفِرَاقَ شَيْئًا فَاذْعُبُوْا اِلٰى اللّٰهِ بِالْذِّعَاءِ وَالسُّتُوْةِ فِى الْاَذْعِيَةِ فَاجْعِلُوْهَا غِنًى الصَّلٰوةِ

ترجمہ اور نماز کے بعد دعا کرے یہاں تک کہ آفتاب روشن ہو جائے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم ان گھبراہٹیں وان چیزوں میں سے چھو، کھجوا، اے کے ساتھ اللہ کی طرف رغبت کرو۔ اور دعاؤں میں سنت یہ ہے کہ نماز کے بعد ہو۔

تشریح فرمایا ہے کہ نماز کسوف کے بعد آفتاب روشن ہونے تک دعا کی جائے وہ قبلہ رخ بیٹھ کر کرے یا کھڑے ہو کر کرے خواہ دُعا کی طرف منہ کرے یا نہ کرے اور وہ قبلہ رخ نہیں اور امام کی دعا پڑھنا میں کہتے رہیں۔ دلیل حضور ﷺ کا یہ قول ہے اِذَا رَاَيْتُمْ مِنْ هٰذِهِ اَلْفِرَاقَ شَيْئًا فَاذْعُبُوْا اِلٰى اللّٰهِ بِالْذِّعَاءِ وَالسُّتُوْةِ اے اللہ مالذعاء، صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ دعاؤں میں مسنون یہ ہے کہ نماز کے بعد ہو۔ ابواء مد سے مروی ہے قل یا رسول اللہ اِنِّیْ الذِّعَاءُ السُّبْعُ قَالَ حُوَفَ اللَّیْلِ الْاَخِیْرُ وَذِیْرُ الصَّلٰوةِ الْمُکْتُوْبَةُ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سی دعا زیادہ قبول ہے فرمایا کہ آخری رات کا درمیانی حصہ اور فرض نماز کے بعد۔ اس حدیث سے فقہاء فرض نماز کے بعد دُعا کا مسنون ہونا معلوم ہوا۔ اس کے علاوہ غیوث شیعہ نے کہا کہ حضور ﷺ نماز کے بعد دعا کرتے تھے۔ (بخاری فی التاریخ الموطأ)

امام جمعہ صلوٰۃ الکسوف کی امامت کرے

وَيُصَلِّيْ بِهِنَّ الْاِمَامُ الَّذِیْ یُصَلِّيْ بِهِنَّ الْخُمْعَةُ وَاِنْ لَّمْ یُحْضَرْ صَلَّی النَّاسُ فَرَادًی تَحْزُرًا عَنِ الْفِتْنَةِ

ترجمہ اور نماز کسوف کو ان لوگوں کو پڑھائے جو ان کو جمعہ پڑھاتا ہے اور اگر امام حاضر نہ ہو تو لوگ جدا جدا نماز پڑھیں تاکہ فتنہ پیدا ہونے سے بچا رہے۔

تشریح مسند یہ ہے کہ نماز کسوف میں اس کو امام مقرر کیا جائے جو لوگوں کو جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھاتا ہے اور اگر امام جمعہ موجود نہ ہو تو ایک تجزیہ ۱۰۰۰ میں لکھتا ہے کہ امکان نہیں ہے اور جماعت کی صورت میں فتنہ کا غالب امکان ہے بایں طور کہ ہر شخص امام بنے گی و شش لکھتا ہے کہ یا اپنی حسب فضیلت امام کو آگے بڑھائے گا۔ اس نقلشار سے بہتر یہی ہے کہ قرلوی قرلوی نماز کسوف ادا کریں۔

چاند گرہن میں جماعت کا حکم

وَلَيْسَ فِیْ حُسُوفِ الْقَمَرِ جَمَاعَةٌ لِّتَعْدُرَ الْاِجْتِمَاعُ فِی اللَّیْلِ اَوْ لِحُوفِ الْفِتْنَةِ وَاَمَّا یُصَلِّيْ كُلُّ وَاحِدٍ بِنَفْسِهِ لِقَوْلِهِ ۖ اِذَا رَاَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ هٰذِهِ الْاَهْوَالِ فَافْرَعُوْا اِلٰی الصَّلٰوةِ وَلَيْسَ فِی الْكُسُوفِ خُطْبَةٌ لَّانَّهُ لَمْ یَنْقُلْ

ترجمہ اور چاند کے گہن میں بیاعت نہیں ہے یا تو اس وجہ سے کہ رات میں دھواں کا تعلق کوئلہ سے ہے نہ کہ آگ سے کہ آگ میں دھواں اپنی نماز پڑھنے کا۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم ان دنوں سے بیزار ہو گئے ہو تو صبر کرو۔ اور اس طرف ہوا و نسف میں خطبہ نہیں ہے کیونکہ خطبہ پڑھنا منقول نہیں ہوا۔

تشریح مسجد پڑھنے کی صورت میں اگر نماز پڑھائی تو اس میں بیاعت نہیں ہے یا تو اس سے کہ رات میں دھواں کا تعلق کوئلہ سے ہے نہ کہ آگ سے کہ آگ میں دھواں اپنی نماز پڑھنے کا۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم ان دنوں سے بیزار ہو گئے ہو تو صبر کرو۔ اور اس طرف ہوا و نسف میں خطبہ نہیں ہے کیونکہ خطبہ پڑھنا منقول نہیں ہوا۔

اور اگر وہ شخص قدرتی ہے کہ اس طرف ہوا و نسف میں خطبہ نہیں ہے یا تو اس سے کہ رات میں دھواں کا تعلق کوئلہ سے ہے نہ کہ آگ سے کہ آگ میں دھواں اپنی نماز پڑھنے کا۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم ان دنوں سے بیزار ہو گئے ہو تو صبر کرو۔ اور اس طرف ہوا و نسف میں خطبہ نہیں ہے کیونکہ خطبہ پڑھنا منقول نہیں ہوا۔

صاحب کفایہ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کے قول خطبہ کے معنی یہ ہیں۔ یہ تھا کہ کوئی خطبہ پڑھتا ہے تو صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ یہ صحیح ہے نہ کہ حدیث خطبہ منقول نہیں ہے اس سے حدیث شریفہ استدل نہ ہوگی یہی معنی ہے۔

بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ (یہ) باب استسقاء (کے احکام میں) ہے

تشریح مصنف نے باب صلوٰۃ استسقاء نہیں کہا ہے جیسے کہ محدثین ابواب میں مصنف کی عادت رہی ہے وجہ یہ ہے کہ امام صاحب نے یہاں میں نماز استسقاء نہیں ہے اسے عنوان میں صلوٰۃ کا لفظ استعمال نہیں کیا کیونکہ استسقاء کے معنی پانی پانا واضح ہوا کہ استسقاء کا یہی مقام ہے نہ کہ یہاں پر یہ جھیل اور چشمہ وغیرہ جوں جوں سے خواہی ہیں اسے نماز نہیں پڑھنا چاہیے یہاں پر یہاں جوں جوں طہران کی ضرورت وہاں سے پانی آئے۔ اور یہاں پر یہاں کافی نہ ہوں تو جو استسقاء سے نہیں نہیں کے۔ کیونکہ استسقاء شدت ضرورت کے وقت ہوتا ہے پھر جب

استسقاء کا ارادہ ہو تو مستحب یہ ہے کہ امان و تین روزہ تک روزہ رکھنے اور توبہ کرنے کا حکم کرے پھر چوتھے روز ان کو لے کر نکلے۔

نماز استسقاء کی جماعت کا حکم

قال ابو حنیفۃ لیس فی الاستسقاء صلوۃ مسنونۃ فی جماعۃ فان صلی الناس وخذ انا حجاز و انما الاستسقاء الدعاء والاستغفار لفعلہ تعالیٰ فقلت استغفروا ربکم انه کان عفواً لایئۃ و رسول اللہ ﷺ استسقی ولتم تروا غنۃ الصلوۃ

ترجمہ امام ابو حنیفہؒ نے کہا ہے کہ استسقاء میں جماعت کے ساتھ کوئی نماز مسنون نہیں ہے پھر اگر لوگوں نے اکیلے اکیلے نماز پڑھی تو جائز ہے اور استسقاء تو فقط دعا اور استغفار ہے کیونکہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے کہا کہ تم رب سے مغفرت مانگو وہ تو عفوا ہے اور اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء کیا حالانکہ آپ سے نماز مروی نہیں ہے۔

تشریح

اس بارے میں اختلاف ہے کہ استسقاء کیا چیز ہے صاحب تہذیبی نے کہا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک استسقاء فقط دعا اور استغفار کا نام ہے استسقاء میں جماعت کے ساتھ کوئی نماز مسنون نہیں ہے ہاں اگر تہجد نماز پڑھ لی جیسے تو جائز ہے۔ دلیل باری تعالیٰ کا قول فقلت استغفروا ربکم انه عفواً لایئۃ و رسول اللہ ﷺ استسقی ولتم تروا غنۃ الصلوۃ سے معانی مانگو یہ شک وہ بڑا بخش و اللہ نے تم پر بھیج دیا آسمان سے موسلا دھار بارش۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بارش کا اتنا استغفار پر معلق کیا ہے نہ کہ نماز پر پس معلوم ہوا کہ استسقاء (سیرابی چاہئے) میں اصل دعا اور استغفار ہے دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے استسقاء کیا ہے مگر آپ ﷺ سے نماز مروی نہیں ہے چنانچہ بخاری اور مسلم میں حدیث اس ہے اَنْ وَجَلَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فِیْ یَوْمِ الْخُمُوعِ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ یَّحْطُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْکَتِ الْاَمْوَاِلُ وَ انْقَطَعَتِ الشُّبُ فَاذْعُ اللّٰهُ یُعِیْنُنَا فَقَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَدَیْہِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِنَا اللّٰهُمَّ اغْفِنَا (شرح نقیہ) یعنی ایک شخص جمعہ کے روز مسجد میں داخل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول مال ہلاک ہو گیا اور راستہ بند ہو گئے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ ہم کو باران رحمت عطا فرمائے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں یا تھوڑے سے دعا فرمائی۔ اللّٰهُمَّ اغْفِنَا، اللّٰهُمَّ اغْفِنَا اس روایت سے بھی استسقاء میں دعا کا ثبوت ملتا ہے نہ کہ نماز کا۔ نیز یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ نے استسقاء کیا مگر نماز نہیں پڑھی۔

صاحبن کا نقطہ نظر

وقالایضی صلی الإمام و کعبۃ لماروی ان النبی ﷺ صلی فیہ و کعبۃ کصلوۃ العبد و اذ ابغاس فلما فعلہ مرۃ و ترکہ اخری فلم یکن سنۃ و قد ذکر فی الاصل قول محمد و خذہ

ترجمہ اور صاحبین نے کہا ہے کہ امام دو رکعت پڑھے کیونکہ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء میں عید کی طرح دو رکعت پڑھی تھیں۔ اس کو ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ کبھی کیا اور کبھی چھوڑا تو نماز پڑھنا سنت نہ ہوا۔ اور بمسوط میں فقط امام

محمد کا قول مذکور ہے۔

تشریح : استقہ میں صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ امام کو ان لوگوں کو رکعت پڑھانے کی قبول امام مالک امام شافعی اور امام احمد کا ہے۔
 دلیل ابن عباس کا قول ہے حَرَّخَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّعِلًا مَتَوَاعِبًا مُنْتَظِرًا عَاجِئًا أَتَى الْمُصَلِّيَ قَلَمٌ
 يَخُطُّ عَطَنَكُمْ هَذِهِ وَلَكِنْ لَمْ يَزَلْ فِي الدُّعَاءِ وَالنَّشْرِ وَالنَّكْبِ وَصَلَّى وَكُفَّيْتُ كَمَا بَصَلْتُ فِي الْعِيدَيْنِ (رواہ
 اصحاب السنن) یعنی رسول اللہ انتہائی عاجزی اور انصاری کے ساتھ غسل فرمیدے کہ تشریف لے گئے لیکن آپ نے خطبہ نہیں پڑھا اور یہ ابرار دعا
 اور نذرین داری میں گھر رہے اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی یہیہ کہ عیدین میں پڑھی جاتی ہے دوسری روایت عبد اللہ بن زید بن عاصم
 کی ہے أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّخَ بِالنَّاسِ يَسْتَسْئِلُ بِهِمْ فَصَلَّى بِهِمْ وَكُفَّيْتُ وَحَوْلَ دَعَاءٍ وَرَفَعَ
 يَنْدِيهِ قَدَعًا وَأَسْفَلُ الْفِطْلَةَ (متفق علیہ) یعنی رسول اللہ کو ان لوگوں کو لے کر استقہ لے گئے تھے پھر ان کو دو رکعت پڑھائی
 اور اپنی چادر کو اٹھایا۔ اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور استقہ لیا۔ اور استقبال قبلہ کیا۔ ان دونوں روایتوں سے استقہ لے گئے نماز
 پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ آپ نے استقہ میں بھی نماز پڑھی ہے اور کبھی اس کو ترک کر دیا ہے۔ اس لئے
 اس سے نماز استقہ کا جواز تو ثابت ہو سکتا ہے لیکن سنون جو ثابت نہ ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ جواز کا حکم بھی انکار نہیں کرتے بلکہ حکم نماز
 استقہ کے سنون ہونے اور نہ ہونے میں ہے۔ اور سنت وہ ہے جس پر نبی کریم ﷺ نے تاکید فرمائی ہو۔ سوال اس جگہ مصنف کی
 عبارت پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ مصنف نے یہ کیا کہ لَمْ يَزَلْ فِي الدُّعَاءِ وَالنَّشْرِ وَالنَّكْبِ وَصَلَّى اور یہ فرمایا لَحَارَ وَیَ غَیْرُہِ ہے کہ ان دونوں عبارتوں میں
 تاقص ہے۔ جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استقہ میں نذرین روایت نہ ہو کہ شاذ اور نادر ہے اس لئے ان کو رکوع دوم کا قہر سے
 اس مروی کو بھی غیر مروی قرار دیا ہے جس اب کوئی حدیث نہ ہوگا۔ صاحب جراید کہتے ہیں کہ استقہ میں نماز کا سنون جو اتفاقاً امام محمد کا
 قول ہے اور امام ابو یوسف امام صاحب کے ساتھ ہیں اسی طرح مبسوط میں ذکر کیا گیا ہے۔

جہرا قرأت کا حکم

وَسَجَّهَهُ فِيهِمَا بِالْقُرْآنِ اعْتِنَاءً بِاصْلُوهُ الْعِيدِ ثُمَّ يَخْطُبُ لِإِمَارَتِي أَنْ السَّيِّئِ ۖ هَـ حُطْبٌ ثُمَّ هِيَ كُحُطْبَةُ الْعِيدِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَعِنْدَ أَبِي يُونُسَ حُطْبَةٌ وَاحِدَةٌ

ترجمہ اور وہ کہیں نے کہا کہ دونوں رکعت میں جہت قرأت کر کے عید کی نماز پُر قیاس کرتے ہوئے پھر خطبہ پڑھے کیونکہ روایت ہے کہ اللہ کے نبی ملیے اسلام نے خطبہ پڑھا ہے پھر یہ خطبہ عید کے خطبہ کے مانند ہے۔ اب مجھ کے نزدیک اور ابویوسف کے نزدیک ایک ہی خطبہ ہے۔

تشریح صاحبین نے کہا کہ نماز عید کی طرح استسقاء کی دونوں رکعتوں میں قرأت بالجہر کرے پھر خطبہ پڑھے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے خطبہ پڑھنا ثابت ہوا ہے لیکن امام محمد کے نزدیک عید کی طرح دو خطبہ ہیں دونوں کے درمیان میں رفع فہل کرے۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایک ہی خطبہ زمین رکھو سے ہو کر انگوٹھی کی طرف متوجہ ہو کر پڑھے۔

اس پر انکار نہیں فرمایا اس لئے ثابت ہوگا کہ لوگ قہر و آراء کریں یہ اب اس موقع پر لوگوں کا قلب رد کرنا یہ تھا جیسا کہ حضور ﷺ کوئی بڑی حالت میں جوتے نکالتے دیکھ کر مس پنے اپنے جوتے اتارے یہ تھے وہیں جوتے اتارنا بخت نہیں تھا جس اسی طرح یہاں بھی قہر و آراء بخت نہ ہوگا اور آپ نے انکار اس لئے نہیں فرمایا کہ قلب راہبہ - حق حرام نہیں تہ بندہ کلام اس کے مستنون ہونے میں ہے۔

صاحب قدس دینی نے جوتے سے استسقاء میں فانی لوگ حاضر نہ ہوں کیونکہ مسلمانوں کا لگنا نزع و رخت فانی ہے نہ ہونے والا اور نہ ہی اس میں استحقاق ہے یہ تہ و عشاء الکھریب الا فی صلاۃ یعنی خدائی حادثات و رخت فانی ہے۔ صوم و عشاء شافعی و امام احمد نے فرمایا کہ ذمیوں و استسقاء کے واسطے لٹے جھکے نہ پائے اور اگر وہ از خود نکلیں تو منع بھی نہ کیا جائے لیکن یہ بات غلط رہی جائے کہ ذمی کو کبھی حق نہیں دیکھیں بندہ جب وہ نہیں تو تہ و عشاء ان کے ساتھ نہ دیکھیں کیونکہ استسقاء کے ذریعہ سب رزق مقصود ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ مومن کو اور کافر کو رزق و استسقاء دیتا ہے جس اور کفار کسی دن تہ نہیں اور بارگاہ ایزدی میں دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے اس روز پارش ہوگی اور اقتدار پر پا ہوگا۔ واللہ اعلم بحیل احمد غنی عنہ۔

بَابُ صَلَوةِ الْخَوْفِ

ترجمہ یہ باب نماز خوف کے بیان میں ہے۔

تشریح استسقاء اور خوف کی نماز کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ دونوں کی شریعت میں خوف کی وجہ سے ہے عمرات فوق ہی کہ استسقاء میں جن جن پارش کا منقطع ہو جائے مہوی اور غیر اختیار ہی ہے اور نماز خوف میں جن اختیار ہی ہے یعنی جب جس کا سبب کفر اور کفر اور ظلم کا ظلم ہے پس چونکہ غیر اختیار ہی چیز قوی ہوتی ہے اس لئے استسقاء و وقتہ کیا گیا۔

صَلَوةُ الْخَوْفِ پڑھنے کا طریقہ

اِذَا اشْتَدَّ الْخَوْفُ جَعَلَ الْاِمَامُ النَّاسَ طَائِفَتَيْنِ طَائِفَةً عَلٰى وَجْهِ الْعَدُوِّ وَ طَائِفَةً خَلْفَهُ فَيُصَلِّي بِهَذِهِ الطَّائِفَةِ رُكْعَةً وَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلًا وَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ النَّائِيَةِ مَصْنُوعَةً هَذِهِ الطَّائِفَةِ اِلَى وَجْهِ الْعَدُوِّ وَ حَاثَّ بِلَيْكِ الطَّائِفَةِ فَيُصَلِّي بِهِيَ الْاِمَامُ رُكْعَةً وَ سَجْدَتَيْنِ وَ تَشْهَدُ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَسْلَمُوا وَ ذَهَبُوا اِلَى وَجْهِ الْعَدُوِّ وَ حَاثَّ بِطَائِفَةِ الْاُولٰى فَيُصَلُّوْنَ رُكْعَةً وَ سَجْدَتَيْنِ وَ حُدُّنَا بِغَيْرِ قِرَاءَةٍ لِأَنَّهُمْ لَا يَخْفَوْنَ وَ تَشْهَدُ وَ اُسْلَمُوا وَ مَضَوْا اِلَى وَجْهِ الْعَدُوِّ وَ حَاثَّ بِطَائِفَةِ الْاُخْرٰى وَ صَلُّوْا رُكْعَةً وَ سَجْدَتَيْنِ بِقِرَاءَةٍ لِأَنَّهُمْ مُسَوِّقُونَ وَ تَشْهَدُ وَ اُسْلَمُوا وَ اَلْأَصْلُ فِيهِ رَوَايَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّى صَلَوةُ الْخَوْفِ عَلَى الصِّقَةِ الْيَمْنِي فَلَمَّا وَ اَبُو يُوسُفَ وَ اَنَّ الْكُفْرَ شَرَّ عَيْنَهَا فِي رَمَائِنَا فَهَوُاْ مَخْجُوْحٌ عَلَيْهِ بِمَا رَوَيْنَا

ترجمہ جب خوف بڑھ جائے تو امام لوگوں کو دو گروہ کر دے ایک گروہ کو دشمن کے سامنے چھوڑے اور ایک گروہ کو اپنے پیچھے کرے۔ پس اس گروہ کو ایک رکعت اور دو سجدے نما پڑھ جائے۔ پس جب اس نے دوسرے سجدے سے اپنے سر اٹھایا تو یہ گروہ دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور دوسرے گروہ کے پس امام ان کو ایک رکعت اور دو سجدے پڑھائے اور تشہید پڑھ کر سلام پکیر دے اور اس گروہ کے لوگ سلام نہ پکیریں (جدا ان حالت میں دشمن کے دیر و رہنے چاہیں اور سب گروہ آجائے۔ اس گروہ کے ایک رکعت اور دو سجدے پڑھ جائے جب جب بھی

نے اصرار میں فرمایا ہے۔

تشریح - مسد یہ ہے کہ امام اہل تقیم کو دو دو رکعتوں کی گروہوں کو دو رکعت پڑھانے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بحالت اقامت جگہ کی نماز کی ہر پانچ رکعتی نماز میں ہر پانچ رکعتوں کے پچھلے گروہ کو دو رکعت پڑھانے اور دوسرے گروہ کو ایک رکعت پڑھانے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور ہر گروہ کا نصف نماز پڑھانے اور ہر گروہ کی نماز کا نصف ایک پوری رکعت اور نصف رکعت ہے اور یہ بات مسلمہ ہے کہ ایک رکعت دو رکعتوں میں کی جاسکتی ہے۔ تو نہایت عجیب ہے کہ امام اہل تقیم کی ہدایت سے دو رکعت پڑھانے اور دوسرے گروہ کو ایک رکعت پڑھانے۔ حضرت امام نووی نے کہا کہ اس کا برعکس کر کے یعنی پہلے گروہ کو ایک رکعت اور دوسرے گروہ کو دو رکعت پڑھانے۔ اور یہ یہ فرق ہے۔ پہلی اور دوسری میں فرق فرض ہے اور من سب یہ ہے کہ ہر گروہ کو اس میں سے حصہ ملے۔ اس لئے کہا گیا کہ پہلے گروہ کو ایک رکعت اور دوسرے گروہ کو دو رکعت پڑھانے تاکہ دونوں گروہ فرض قات میں امام کے ساتھ شریک ہو جائیں۔

حالت نماز میں قات کا حکم

وَلَا يَسْقُطُ لِمَنْ فِي حَالِ الصَّلَاةِ فَإِنْ فَعَلُوا بَطَلَتْ صَلَاتُهُمْ لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْ أَرْبَعِ صَلَوَاتٍ يَوْمَ الْخَيْدِ وَقُلُوبُ الْإِدَاءِ مَعَ الْفَقَالِ لَمَّا تَوَكَّهَا

ترجمہ - اور یہ گروہ نے کوئی نماز کی حالت میں قات نہ کریں پس اگر انہوں نے قات کیا تو نماز باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ حضور ﷺ نے خندق کے دن چار گروہوں سے مشغول کر دیئے گئے اور قات کے ساتھ ادا کرتا جائز ہوتا تو آپ ان نمازوں کو نہ چھوڑتے۔

تشریح - مسد یہ ہے کہ ہمارے نزدیک نماز کی حالت میں کوئی گروہ قات نہ کرے۔ اور قات کرنا تو نماز باطل ہو جائے گی۔ از سر نو پڑھنا لازم ہوگا۔ امام مالک نے دلیل ہادی قاتلی کا قول۔ وَلَيْسَ اخْذُ وَاحِدِهِمْ وَاسْتَحْتِمُهُمْ اِتِّمَامًا۔ ہے۔ جب استدلال یہ ہے کہ بیت میں نماز کے اندر ہتھیار رکھنے کا امر کیا گیا ہے اور یہ ہے کہ نماز کی حالت میں ہتھیار لینا قاتلی ہی کے واسطے ہو سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ نماز کی حالت میں قات کرنا جائز ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ گروہ انساب کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی چار نمازیں فوت ہو گئیں تھیں، چلو آپ نے بعد میں قات کیا ہے اگر نماز کی حالت میں قات نہ پڑھتا تو آپ ﷺ ان نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا نہ کرتا نہ چھوڑتے، معلوم ہوا کہ نماز کی حالت میں قات کرنا جائز نہیں ہے۔ امام مالک کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ نماز کی حالت میں ہتھیار ساتھ رکھنے کا امر اس لئے کیا گیا کہ اگر کوئی رخصتوں وغیرہ مستعد پان نماز پر آمادہ نہ ہو تو نماز کی ضرورت پیش آئے تو قات کریں اور نماز کا اعادہ کر لیں۔

سواری پر نماز پڑھنے کا حکم

فَإِنْ أَهْنَتِ الْحَوَافُ صَلُّوا رُكْبَانًا فَرَادَى يُؤْمِنُونَ بِالرُّكُوعِ وَالشُّجُودِ إِلَى أَىْ جِهَةٍ شَاءُوا وَاللَّهُ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى التَّوَكُّفِ إِلَى الْفَلَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا وَسَقَطَ التَّوَكُّفُ لِلضَّرُورَةِ وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُمْ يَصَلُّونَ بِجَمَاعَةٍ وَلَيْسَ ضَمِيحٌ لِإِتِّعَادِ الْإِتِّعَادِ الْمَكَانِ

ترجمہ - جب اتر خوف میں شدت ہو تو سواری کی حالت میں بھی تنہا نماز پڑھیں۔ رُکوع اور سجود کا اشارہ کریں، جس طرف ممکن ہو، جبکہ قید

کی طرف توجہ ہونے پر قیامت ہوں کیونکہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم کو خوف ہو تو پیادہ نماز پڑھو۔ یا سوار ہو کر اور قبلہ کی جانب متوجہ ہونے کی ضرورت کی وجہ سے ساقط ہو گیا اور امام محمد سے مروی ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں، اور یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اتھاہ و مکانی معدوم ہے۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایجن کا خوف اس قدر شدید ہو گیا کہ وہ مسلمانوں کو سواری سے اتر کر نماز پڑھنے کا موقع نہیں دیتے تو اس صورت میں مسلمانوں نے سواری ہی پر بیٹھے بیٹھے رکوع اور تہجد کے اشارے کے ساتھ تجاہد نماز ادا کرنا چاہیے اور استقبال قبلہ کے ساتھ میں ٹھہرے ہوئے رکوع اور تہجد کے اشارے کے ساتھ استقبال قبلہ نہ ہو تو جس طرف چاہیں رخ کر لیں۔ دلیل باری تعالیٰ کا قول، **وَمَا كَانَ لِمَنْ يَكْفُرُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ** اور **وَمَا كَانَ لِمَنْ يَكْفُرُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ** ہے اور استقبال قبلہ نہ کر کے رکعت کی وجہ سے ساقط ہو گیا ہے، امام محمد سے ایک روایت یہ ہے کہ سواری پر رہ کر جماعت نماز پڑھنا مستحسن ہے اس کے قائل امام شافعی ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ صحت اقتداء کے لئے مکان کا تہجد ہونا شرط ہے اور اس حالت میں معدوم ہے پس اگر کوئی ایسی امام کے ساتھ اس کی سواری پر ہو تو اس کی اقتداء کرنا صحیح ہے۔

بَابُ الْجَنَائِزِ

ترجمہ یہ باب جنازوں کے احکام کے بیان میں ہے

تشریح جنازہ جنازہ یعنی جمع ہے جنازہ و جمع کے فقرے کے ساتھ میت کے لئے مستعمل ہے اور کسہ ہے ساتھ اس تخت کے لئے مستعمل ہے جس پر میت رکھا جاتا ہے۔ موت چونکہ آخری مارش ہے اس لئے نماز جنازہ و سب سے آخر میں بیان کیا ہے یمن اگر کوئی یہ کہہ دے کہ صلوٰۃ فی الجنائز سے پہلے ذکر کرنا چاہئے تھا۔ حالانکہ اس کے بعد ذکر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ فی الجنائز و کتاب مسوٰۃ سے آخر میں اس سے امر یہ آیا ہے تاکہ کتاب مسوٰۃ کا ناسخ ایسی چیز سے ہو جسے ساتھ لیا جائے اور مکان تک وصل کیا جاتا ہے۔

میت پر نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ:

قتل کا تھکانہ ہے کہ جب کسی انسان کو بہت سے آدمیوں کا سردار کسی مایہ ناز حاکم سے آئے ہو کر اس سے بے مضامین اور اس کی معافی کی درخواست کریں اور اس سے لئے نماز کرنا کہتے ہیں تو پھر اس کا قصور معاف ہو جاتا ہے۔ لیکن نماز جنازہ کا راز ہے یعنی نماز جنازہ اس لئے مقرر کی گئی ہے کہ موت میں کسی ایک مرد و یکہ میت کی غرض میں شریک ہونا اس پر رحمت الہی کے نازل ہونے میں بڑا کام اثر کرتا ہے۔ **فَمَاتَ فِي سَامِعٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيُفَوَّضُ عَلَى حِسَابِهِ، اَوْ يَمُوتُ وَجِلًا لَا يَبْشُرُ كُنُوزَ مَالِهِ شَيْئًا اِلَّا شَعْبَةً لِّلَّهِ فَبِهِ** یعنی وہی آدمی مسلمان یا نہیں مرے گا اس کے جنازہ پڑھا جائے گا جس کی طرف سے وہی کھڑے ہوں جو خدا کے ساتھ کسی و شریک نہ رہتے ہوں پھر اس میت کے حق میں ان کی سفارش قبول رہتا ہے۔ شراب کی یہ ہے کہ جب آدمی کی روح بدن کو چھوڑتی ہے تو اس کی حس مشترک وغیرہ حس اور ادراک باقی رہتا ہے اور جو نیابت اور حواس اس کے ساتھ تھے مرنے کے بعد اس کے ہم اور جتنے ہیں اور پھر لہجہ باری اور حواس اس پر ترجیح دیتے ہیں جس کی وجہ سے بہت کو مذاب یا ثواب ہوتا ہے پس خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کی بہتیں جب ماہر قلم شے پہنچتی ہیں اور ان میت کے لئے وہ بڑا اثر و کار ہے جس میں یا میت کے لئے بہت کچھ صدقہ دینے میں تو حکم الہی سے میت کے حق میں دیا جاتا ہے۔

نماز جنازہ کے فرض علی الکفایہ ہونے کا راز

بعض فراموش اس قسم کے مترکے تھے جن کو ایسا مقدمہ کے بعض افراد اس واقعہ میں دوسری طرف سے آواز ہو جائیں وہ جس کی یہ بات کہ سناں وہ سخت طور پر نہ کر سکتے تھے تو اختلاف معاش و ہم پر ہم ہو جائے۔ ان کی تہذیب ناخوشگوار ہو جائے تھی۔ ایسا ہمارے سے ایسا ایک شے ہوتی ہے، چنانچہ بیماروں کا عیادت جنازہ کی نماز کی طور پر شروع ہوتی ہیں کہ بیماروں کی شہادت بھی نہ ہو اور بعض لوگ اگر اس کو پورا کر دیں تو مقصد بھی حاصل ہو جائے۔ (احکام اسلام محل کی نظر میں)

قریب المرگ کو کس بیت پر لٹایا جائے

وَإِذَا اخْتَصَرُ الرَّجُلُ وَجَّهًا إِلَى الْقَبْرِ عَلَى سَبْعَةِ الْأَمْثِلِ الْغِيَا بِإِحْضَانِ الْمَوْضِعِ فِي الْقَبْرِ لِأَنَّهُ اشْرَفَ عَلَيْهِ وَالْمَحْضَارُ هِيَ بِلَادُنَا الْأَسْلَفَاءُ لِأَنَّهُ أَيْسَرُ لِحُرُوجِ الرُّوحِ وَالْأَوَّلُ هُوَ السُّنَّةُ وَالْقَبْرُ الشَّهَادَةُ لِلْقَوْلِ ۝ لِيَقُولُوا مَوْلَانَا كُنْ شَهِيدًا ۝ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالسُّرَادُ الَّذِي قُرْتُ مِنَ السُّورَةِ فَإِذَا مَاتَ شَدَّ لِيَحْيَاهُ وَعِيَصَ عَنْهُ بِدَلِّكَ جَبْرِي النَّوَارِثُ ثُمَّ قَبْرُهُ حُسَيْنُهُ فَيُسْتَحْسَنُ

ترجمہ۔ جب وہی قریب المرگ ہو گیا تو اس کو ان میں نہروٹ پر قبضہ کی طرف متوجہ کر دیا جائے۔ قریب مرگ کے جانے کی بیت پر قریب مرگ کے ایوان کو یہ شخص اس کے قریب لگایا جائے اور ہمارے دیار میں چٹ لگانا اختیار کیا گیا ہے کیونکہ یہ رات نکلنے کے واسطے بہت آسان بیت ہے سنت تو قائل ہی صورت ہے اور اس کو شہادت میں کی تلقین کی جائے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے مردوں کو شہادت ان لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ اور حدیث میں مردوں سے مراد وہ ہے جو موت کے قریب ہو گئے۔ پھر جب مر گیا تو اس نے جہنم سے منع کیا ہے نہیں۔ اور اس کی تکلیف بند کر دی جائیں۔ اسی کے ساتھ تو اوست چاری ہے پھر اس میں مرد کی صورت واضح بنانا والا ہذا ایہ کرنا بہتر ہوگا۔

تشریح۔ قدوری نے قریب مرگ کو متوجہ کرنے کے اختصار الرجُل ۝ غلط بولا ہے۔ یعنی مرنے والے شخص کو مختصر کیا ہے۔ یہ تو اس لئے کہ موت اس کے پاس حاضر ہوتی ہے یا کہ موت حاضر ہوتے ہیں یا مہات موت بھی کہ قریب المرگ کے دونوں قدم زمین پر ہوتے ہیں کھڑے نہیں ہو پاتے تاکہ سر بھی ہو پاتی ہے اور نصیہ کی کمال دراز ہو پاتی ہے۔ بہر حال قریب مرگ کو کامل یہ بات کہ مرنے والے کو دامن نہروٹ پر قبضہ کر دیا جائے کیونکہ مردے کو قبر میں رکھنے کی یہی کیفیت مسنون ہے لہذا اس پر قریب مرگ کے قریب المرگ کو بھی اسی کیفیت پر رکھا جائے اس لئے کہ یہ شخص قبر کے قریب ہی لگایا جائے یا کہ یہ کہتے ہیں ہمارے دیار ماوراء النہر وغیرہ میں چٹ مانا مختار سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ یہ کیفیت رات نکلنے کے واسطے بہت آسان ہے۔ اس صورت میں مرنے والے کے سر کے نیچے ٹکڑا وغیرہ کوئی اونچا چیز رکھ دی جائے تاکہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو، آسمان کی طرف نہ ہو لیکن اس کیفیت میں کوئی ٹھوس نہیں ہے صرف اٹھل پٹھل ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اسی وجہ سے مصنف نے کہا کہ اول سنت ہے یعنی کمرہ پر لٹانا مسنون ہے۔

۝ ہمیں یہ بات کہ مرنے والے کو شہادت میں کی تلقین کرنے۔ یعنی اس کے پاس جیڑ کر یا نہر بلند اُٹھدُنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالشَّهِيدُ كَمُحَمَّدٍ وَنُورُ اللَّهِ پانچے مرنے والے اس کو کلمہ کے پانچے کا قصہ ہے۔ اس لئے کہ اس پر یہ اجتہاد حق کا وقت ہے عوایا خدا اور

اس نے انکار کر دیا تو آخر پرغا تہہ ہو گیا۔ دیکھتے تھے کہ قاتل لقمہ آموناً کھٹے شہادۃً اُنّی لا الہ الا اللہ ہے۔ اور موتی سے مراد وہ ہے جو موت کے قریب آگیا۔ بالکل مردہ اور انہیں ہے۔ کیونکہ تھیں اس کے حق میں کارہ ثابت نہ ہوگی۔

تیسرا عمل یہ ہے کہ میت کے جنازہ کو کپڑے وغیرہ سے باندھ دیا جائے۔ اور اس کی دونوں آنکھیں بند کر دیں جائیں۔ یہی حریتہ متواتر ہے اور اس طرح کرنے میں مردہ کی قبریں اور ترسین بھی ہے اس لئے یہ عمل مستحسن اور مندوب ہوگا۔

فصل فی الغسل

ترجمہ: یہ فصل میت کو غسل دینے کے احکام کے بیان میں ہے

تشریح مصنف ہمارے میت کے احوال کے چند فصلوں پر ذکر کرتے ہیں سب سے پہلے غسل کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ مرنے کے بعد سب سے پہلے اسی کی غرض پیش آتی ہے۔ غسل میت کے سبب میں افتاء فقہانے غسل نے کہا کہ غسل میت کا سبب وہ حدیث ہے جو اس حدیث میں اصل کی وجہ سے میت کے اندر معلوم کر گیا ہے۔ کیونکہ موت کی وجہ سے انسان کا پاک نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ کہ غسل میت کا سبب جب حدیث سے تھا اعضا، وضو کے دھونے پر اعتقاد کیا گیا نہیں کیا گیا۔ اگرچہ اہل حدیث کی صورت میں اعضا، وضو کے دھونے پر اعتقاد کیا جاتا ہے۔ جواب زندگی میں حدیث کی وجہ سے اعضا، وضو پر اعتقاد کرنا دفعِ حرج کے لئے تھا اس لئے کہ حدیث ہر روز پیش آتا ہے بلکہ ایک دن میں بھی ہر پیش آتا ہے جس امر زندگی میں اعضا، وضو کے دھونے پر اعتقاد کیا جاتا تھا پورے دن کا غسل ضروری ہوتا ہے تو لوگ حرج اور رنج میں مبتلا ہوتا ہے۔ اس لئے زندگی میں حدیث کی وجہ سے اعضا، وضو دھونے پر اعتقاد کرنے کا حکم کیا گیا ہے اور بارود حدیث جو موت کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے تو وہ حکم نہیں ہوتا بلکہ ایک ہی بار پیش آتا ہے جس کو نہ موت کی وجہ سے حدیث آیا ہے ہر پیش آنے کی وجہ سے حرج اور رنج کا احتمال نہیں ہے اس لئے اس صورت میں پورے دن کے دھونے کا حکم کیا گیا ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ غسل میت کا سبب میت کا موت کی وجہ سے نجس اور نہ پاک ہونا ہے جیسے دوسرے دنیا کی حالت موت کی وجہ سے نجس ہوجاتے ہیں۔ دیکھ لیتے ہیں کہ اگر کسی نے مردہ انسان کو اپنے بدن پر رکھ کر نماز پڑھی تو اس کی نماز پڑھتی ہوئی رہے اور اگر کسی حدیث کو اس کی نماز پڑھی تو اس کی نماز پڑھتی رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردہ انسان نجس ہے اور نہ پاک نہ کا وہ الٰہی غسل سے ہوتا ہے اس لئے غسل میت کو لازم قرار دیا گیا ہے یہ وہی ہے کہ مردہ کو جو نور اور غسل دیدیا گیا تو وہ پاک نہیں ہوگا کیونکہ مردہ انسان کا غسل کی وجہ سے پاک ہونا محض اس کی تحریم اور تعلیم کی وجہ سے ہے۔

غسل میت زندہ دھونے پر بالاطفاق فرض علی الدنایہ ہے۔ چنانچہ انرونی مردہ آدمی پانی میں چھوڑ دیا تو اس کو بھی غسل دیدیا جائے گا۔ اور ۱۔ چوں پھٹ گیا تو اس پر پانی بھادیا جائے گا۔ واللہ ہم سب ائمہ علیہ السلام

میت کو غسل دینے کا طریقہ

فَإِذَا أَرَادُوا غَسْلَهُ وَضَعُوهُ عَلَى سَبْرٍ رَاحٍ لِيَسْبَبَ الْمَاءُ عَنْهُ وَجَعَلُوا عَلَى عَوْرَتِهِ حِرْقَةً لِقَامَةِ لَوْاجِبِ السَّيْرِ وَبُكْنَى سَبْرٍ الْعَوْرَةِ الْعَلِيظَةِ هُوَ الصَّحِيحُ تَبْسِيْرًا وَنَزَعُوا رِيَانَهُ لِيَمَكِّنَهُمُ السَّيْفُ وَوَضَعُوهُ مِنْ غَيْرِ مَقْصَصَةٍ وَاسْتَبْنَى لِأَنَّ الْوَضْعَ مَثَلُ الْإِعْسَالِ غَيْرُ أَنَّ أَحْرَاحَ الْمَاءِ مِنْهُ مُتَعَدِّرٌ فَيَنْزِلُ كَمَا يَكُونُ يُبْقِضُونَ الْمَاءَ عَلَيْهِ إِعْتِبَارًا بِحَالِ السَّيْرِ وَبِحَقِّ سَبْرَتِهِ وَتَرَاثُمَاتِهِ مِنْ تَغْيِظِهِ الْعَيْبِ وَأَنَّمَا يُؤْتَرُّ لِقَوْلِهِ إِنَّ اللَّهَ وَثَرِيحُ الْوَقْرِ

عمدہ بنسائون میں ہے۔ **مَصَابِيغُ نَفْسٍ مُّعْتَقَةٍ** میں پیشانی پر کڑا کر رکھیں، پس جس حالت میں اسے اپنے مردہ کی پیشانی پر کڑا کر رکھتے ہوئے دیکھا حضرت عائشہؓ نے مردہ کے بالوں میں ٹھکی کرتے پر نہ رہی اور نہ واری کا اظہار فرمایا ہے اور ٹھکی کرتے کو پیشانی پر کڑا کر رکھنے کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ تمام باتیں زیارت کے ست ہیں اور مردہ کی زیارت زیارت سے سب پر وارد ہو چکا ہے۔ اس لئے ان چیزوں کی قطع نہ ورت نہیں اور ہر زندہ و مردوں کا ان چیزوں پر عمل ہے انہوں نے اس کی وجہ سے کہا کہ ان اور باں وغیرہ کے نیچے کس پیل بنے ہوئے کی وجہ سے ازراہ حفاظت ان کو اس کی اجازت دی گئی ہے اور یہ عقد لے کر زندہ یا ہے چنانچہ زندہ آدمی کا عقد مسنون ہے اور مردہ اور غیبی عقد ہے تو جہرہ اور امام شافعی کے نزدیک بالاعتقاد عقد نہیں کیا جائے گا۔ **وہمہ** نہیں احمد علی عنہ

فَصْلٌ فِي التَّكْفِينِ

ترجمہ (یہ) فصل تکفن دینے کے بیان میں ہے

تَقْرِح مسندوں پر تکفن دینے فرض علی الذی ہے اس لئے فرض پر مقدم ہوتا ہے۔ جس میت اور مائدہ ہو تو اسی کے من سے واجب ہے۔ اور جس پر اس کا عقد ہو یا مایوسف کے نزدیک بیوی کا تکفن شوہر پر ہے اگرچہ عورت مائدہ ہو۔ اور اسی پر بیوی ہے اور مائدہ بیوی پر شوہر مفلس کا تکفن نہیں ہے۔

مرد کے لئے مسنون تکفن

النَّسَاءُ أَنْ يُكْفِنَ الرَّحْلُ هِيَ ثَلَاثَةُ أَثْوَابٍ إِيَّازٍ وَ قَمِيصٌ وَ لِبَاقَةٌ لِمَا رَوَى مُدَّةٌ كُفِّنَ هِيَ ثَلَاثَةُ أَثْوَابٍ بَيْسٍ مَحُولِيَّةٍ وَ لِأَنَّهُ أَكْثَرُ مَا يُنْسَنُ عَادَةً فَيُحِبُّهُ فَكُنَّا نَعُدُّ مَنَابِجَہ

ترجمہ سنت یہ ہے کہ مرد کو تین کپڑوں اور تینوں اور لباقیوں میں غنایا جائے۔ کیونکہ روایت کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کو جو یہ تین سفید پڑوں میں تکفن کیا گیا ہے۔ اور اس وجہ سے کہ ازراہ حدیث یہ مقدار اس کی زندگی میں پہنے کی آٹھ تھی ہے۔ تو موت کے بعد بھی ایسا ہی ہوگا۔

تَقْرِح تکفن تین قسم کا ہوتا ہے۔ تکفن مسنون، تکفن کفایہ، تکفن ضرورت، اس حدیث میں تکفن کا بیان ہے۔ تکفن سنت مردوں کے تکفن میں تین پڑے ہیں۔

(۱) از یعنی تہ بند یعنی سر سے جو تک مردا ہے۔ (۲) کر تہ بدن سے قدم تک بغیر شین اور پگی کے۔

(۳) لحاف سر سے تک اوپر سے لپیٹا جاتا ہے۔

تین پڑوں کے مسنون ہونے پر دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ کو کھولید کے سفید تین پڑوں میں غنایا گیا ہے۔ حمل یمین کے فقیر یا ضمد سے ساتھ یمین کے ایک گاؤں کا نام ہے۔ ابو داؤد میں حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ کو تین پڑوں میں تکفن دیا گیا ہے۔ ایک روایت تھی جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی اور ایک نجاشی طحاوی اور حدیث و کپڑوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور ہر پڑ میں سے ایک تہ تکفین

بنا دے فرض ہے۔

تشریح۔ اس عبارت میں گفتگو کی دعوتی دینے کا حکم مذکور ہے۔ ایسا (دعوتی) خوشبودار کرنا ہے۔ دعوتی حلقہ دارین مسنون ہے۔ جیسا کہ اس پر حدیث شریفہ ہے۔ نفع دے اور فراغت کے بعد اس پر نہ۔ بنا دے پڑھی جائے۔ کیونکہ نماز جنازہ فرض علی المیت ہے۔

فصل فی الصلوۃ علی المیت

ترجمہ (۱) (۱) میت پر نماز نہ پڑھنا بیان میں ہے۔

تشریح۔ نماز جنازہ کے شروع ہونے پر پڑھنی حدیث ہے کہ قَالَ وَصَلَّیْ عَلَیْہِہٖ اِنْ صَلَاتُکَ سَکُنَ لَہُمْ دُعا۔ دوسری حدیث ہے کہ قَالَ صَلُّوْا عَلَیْ مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اور اس حدیث میں (نہ نماز جنازہ فرض علی المیت ہے۔ فرض تو اس لئے ہے کہ مکمل اور رسول اللہ ﷺ کے حق میں صلوات امر کے صحیفہ ہیں۔ اور امام کا موبہ واجب (فرض) ہے اور علی الکفایت اس لئے ہے کہ تمام دعوں پر واجب کرنا یہ تو محال ہے اور یا اس میں حرق واقع ہوگا۔ اس لئے فرض پڑھنا مکمل نہیں ہے جیسا کہ جہاد میں ہے۔

نماز جنازہ کے واجب ہونے کا سبب میت ہے۔ اور اس کے جواز کی شرط میت کا مسلمان ہونا ہے کیونکہ کافر پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تُصَلِّ عَلَیْ اَحَدٍ مِّنْہُمْ مَّا تَاْمَدَ وَلَا تَقُمْ عَلَیْ قَبْرِہٖ اِنَّہُمْ کُفَرُوْا بِاللّٰہِ اور دوسری شرط میت کا پاک ہونا ہے۔ چنانچہ اگر غسل دینے سے پہلے میت پر نماز پڑھوں تو غسل سے بعد نماز کا امام دہ دیا جائے گا۔ تیسری شرط یہ ہے کہ نماز صحت کے ساتھ ہو چنانچہ نماز میں کچھ عیب ہو جائے تو نہیں ہے۔ اس طرح اگر جنازہ صحت کے پیچھے ہو تو جائز نہیں ہے۔

میت کی نماز جنازہ پڑھانے کا حقدار کون ہے

وَأَوْلٰی السَّاسِ بِالصَّلٰوۃِ عَلَی الْمَیِّتِ السُّلْطَانُ اِنْ حَضَرَ اِلَّا فِی النِّقْبَہِ عَلَیْہِ اَوْ ذِیْہٖ اِنَّہٗ یُہْدٰی اِلَیْہِ فَاِنْ لَّمْ یُحْضَرْ فَلَا یُصَلِّ لِاَنَّہٗ صَاحِبٌ وَلَا یَکْفُرُ فَاِنْ لَّمْ یُحْضَرْ فَمَنْ شِئْتَ تَقْدِمُہُمْ اِمَامُ الْحَقِّ لِاَنَّہٗ رَاصِبٌ فِیْ خَالِ حَبَابِہٖمْ قَالَ تَمَّ الْوَلِیُّ وَالْأَوْلِیَاءُ عَلَی التَّرْتِیْبِ الْمَذْکُوْرِ فِی الْحَکَمِ

ترجمہ۔ اور میت پر نماز پڑھنے کے واسطے سب سے اولی سلطان ہے اگر جنازہ پر حاضر ہوا کیونکہ سلطان سے آگے بڑھنے میں سلطان کے حق میں غفلت ہے۔ پس اگر سلطان نہ آیا تو قاضی اول ہے۔ کیونکہ وہ صاحب وراثت ہے اور اگر قاضی بھی نہ آیا تو محد کا امام اولی ہے کیونکہ میت زندگی میں اس کے امام ہونے پر راضی تھا۔ بہا کہ پھر میت کا ولی بستر ہے اور میت کے اولیا اسی ترتیب پر ہوں گے جو حاکم میں مذکور ہے۔

تشریح۔ نماز جنازہ کے مستحق امامت ہونے میں ترتیب یہ ہے کہ اگر سلطان حاضر ہو گیا تو جنازہ کی امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہوگا۔ کیونکہ سلطان کی موجودگی میں کسی اور کو امام بنانا سلطان کا حق ہے۔ حالانکہ سلطان ظل اللہ ہے۔ پس جو اس کی عزت کرے گا اللہ کی عزت کرے گا اور جو اس کی اہانت کرے گا اللہ اس کی اہانت کرے گا اور اگر سلطان نہ آیا تو پھر قاضی مستحق امامت ہوگا۔ کیونکہ قاضی دوسرے پر ولایت عامہ حاصل ہے اگرچہ سلطان کے مقرر نہ کرنے سے ہے۔ ان دونوں کی تقدیم تو واجب ہے پھر اگر قاضی بھی حاضر نہ

ہوا تو محلہ کے امام کو آئے بڑھانا مستحب ہے۔ کیونکہ میت اپنی زندگی میں اس کے امام ہونے پر راضی تھا تو مرنے کے بعد بھی اسی کی پسند کا امر بہتر ہے جبکہ شریعت کے مخالف بھی نہیں ہے۔ پھر ولی مستحق امامت ہے اور میت کے اولیاء میت کے حق میں اسی ترتیب پر ہوں گے جو ترتیب نکاح میں مذکور ہے۔ لیکن نکاح میں عورت کا چٹا عورت کے باپ پر مقدم ہے۔ اور یہاں باپ اولیٰ بالا امامت ہے اور اگر میت کے برابر کے دو ولی ہوں مثلاً اس کے سگے دو بھائی ہوں تو ان میں جس کی عمر زیادہ ہو وہ مقدم ہوگا لیکن اس کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی جگہ کسی اجنبی کو کر دے عمر یہ کہ دوسرا بھی راضی ہو۔ صاحب عنایہ کے بیان کے مطابق حسن بن زید نے ابو حنیفہ سے ترتیب اس طرح نقل کی ہے۔ اول سلطان یعنی خلیفہ پھر جو اس شہر کا سلطان ہے پھر عہدہ صلی پھر محاسب حاکم پھر محلہ کا امام پھر ولی میت۔ اس ترتیب کو اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ ترتیب میں ولی کا سب سے آخر میں ہونا طرفین کا قول ہے۔ ورنہ امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ ولی برہنہ میں میت کی نماز کا مستحق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **وَأُولُوا الْأَرْحَامِ نَحْصُهُمْ** اولیٰ بعضہن فی کتاب اللہ اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حسن بن علی کی جب وفات ہوئی تو نماز جنازہ کے لئے حسین اور لوگ آئے۔ جس سیدنا حسین نے امامت کے لئے سعید بن العاص کو آگے بڑھایا جو اس زمانہ میں حضرت امیر معاویہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے حاکم تھے۔ سعید بن العاص نے آگے بڑھنے سے انکار کیا تو حسین نے ان سے کہا کہ آگے بڑھئے یہی سنت ہے۔ اگر یہ سنت نہ ہوتا تو میں آپ کو آگے نہ بڑھاتا۔ امام ابو یوسف کی پیش کردہ آیت **أُولُوا** الارحام الا یہ میراث اور نکاح کی ولایت پر محمول ہے۔ یعنی نکاح کی ولایت صرف اولیاء کو حاصل ہے سلطان وغیرہ کو حاصل نہیں ہے۔

غیر ولی نے نماز جنازہ پڑھائی تو ولی اعادہ کر سکتا ہے

فَإِنْ صَلَّى الْوَلِيُّ أَوْ السُّلْطَانُ أَعَادَ الْوَلِيُّ يُعْنِي أَنْ شَاءَ لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ الْحَقَّ لِلْأَوْلِيَاءِ وَإِنْ صَلَّى الْوَلِيُّ لَمْ يَجُزْ لِأَحَدٍ أَنْ يَتَصَلَّى بَعْدَهُ لِأَنَّ الْفَرَضَ يَتَأَدَّى بِالْأَوَّلِ وَالْعَلَّ بِهَا عِبَادَةٌ مَشْرُوعَةٌ وَلِهَذَا وَإِنَّمَا النَّاسُ تَرَكُوا عَنْ آخِرِهِمُ الصَّلَاةَ عَلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ الْيَوْمَ كَمَا وَصَّعَ

ترجمہ۔ پس اگر ولی یا سلطان کے علاوہ نے نماز پڑھ دی تو ولی اعادہ کرے یعنی اگر جی چاہے۔ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم ذکر کر چکے کہ حق میت کے اولیاء کا ہے۔ اور اگر ولی نے میت پر نماز پڑھی تو اس کے بعد کسی کو میت پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ فرض تو پہلے کے پڑھنے سے ادا ہو چکا اور اس نماز کے ساتھ نقل پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے اولیاء تا آخر حضور ﷺ کی قبر پر نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے حالانکہ حضور ﷺ آج بھی ایسے ہی ہیں جیسے (قبر میں) رکھے گئے تھے۔

تشریح۔ مسئلہ یہ ہے کہ میت پر اگر ولی اور سلطان کے علاوہ نے نماز پڑھی تو ولی کو نماز جنازہ کے اعادہ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور اگر سلطان نے نماز پڑھی یا اس شخص نے پڑھی جو نماز جنازہ کی ترتیب امامت میں ولی پر مقدم ہے تو ولی کو اعادہ کرنے کا حق نہ ہو گا۔ اور اگر ولی نے نماز جنازہ پڑھی تو اس کے بعد کسی کو میت پر نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ ولی کے نماز پڑھنے سے فرض تو ادا ہو چکا اور نقل اس نماز کے ساتھ مشروع نہیں ہوا ہے۔ اس لئے ولی کے نماز پڑھنے کے بعد کسی کو نماز پڑھنے کا حق نہ ہوگا۔ یہ ہر راہدہ سب ہے۔ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ جنازہ پر صرف بعد مرثیہ نماز کا اعادہ کیا جاسکتا ہے۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ ایک بار حضور ﷺ کا ایک فی قبر کے پاس سے گزر ہوا آپ ﷺ نے اس کے پار سے میں درخت کیا تو بتایا یہاں کہ فلاں عورت کی قبر ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے نماز کی خبر کیوں نہیں دی تو جواب دیا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ اس عورت کو رات میں دفن کیا گیا ہے ہم کو ذرا ہوا کہ حشرات امارش آپ ﷺ کو اذیت نہ پہنچا دیں۔ اس لئے آپ ﷺ کو خبر نہیں دی۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر اس کی قبر پر نماز پڑھی۔ نیز رسول اللہ ﷺ کے جنازہ پر صحابہ کا جوق در جوق آ کر نماز پڑھنا بہت ہے۔ ان دونوں واقعوں سے ایک مرتبہ کے بعد دوسری اور تیسری بار نماز پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

ہو رہی، اصل گذر چلی گئی یا سلطان جس نے پہلے نماز پڑھی ہے اس کے پڑھنے سے فرض تو ادا ہو چکا اور نماز جنازہ میں نفل مشروع نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک پر تمام لوگوں نے نماز پڑھنا ترک کر دیا ہے۔ اور اگر نماز جنازہ میں نفل مشروع ہو تو اجتماعی طور پر اس کو ترک نہ کیا جاتا۔ دراصل یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی اپنی قبر میں اسی طرح آرام فرماتے ہیں جس طرح آپ ﷺ کو دفن کیا گیا تھا۔ کیونکہ انبیاء کا گوشت زمین پر حرام ہے۔ انبیاء کے جسم و زمین کی مٹی حقیقہً نہیں کر سکتی۔ رہا حضور ﷺ کا اس عورت کی قبر پر نماز پڑھنا تو یہ اس لئے تھا کہ یہ آپ ﷺ کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمُ اَنْحَضُوْہُ ﷺ کے اس حق کو سداً کرنے کی کسی کو دلائیات حاصل نہیں ہے دوسرے واقعہ کا جواب یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہونے کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کی نماز جنازہ کے زیادہ اہتمام تھے لیکن آپ ﷺ کے معاصات کی درستی اور کثرت و فرد کرنے میں مشغول ہو گئے اور لوگ آپ کی تعریف آوری سے پہلے ہی اگر نماز پڑھنے لگے جب آپ مسند خلافت سے فارغ ہو چکے تو آپ نے نماز پڑھی پھر آپ کے بعد رسول اکرم ﷺ کے جنازہ پر کسی نے نماز نہیں پڑھی ہے۔

جس میت پر نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

وَأَن دَفِنَ الْمَيِّتَ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ صَلَّى عَلَى قَبْرِ امْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَيُصَلِّي عَلَيْهِ
فَقَالَ أَن يَنْطَلِقَ وَالْمُعْتَبَرُ فِي مَعْرِفَةِ ذَلِكَ أَكْثَرُ الرَّأْيِ هُوَ الصَّحِيحُ لِإِخْتِلَافِ الْعَالِ وَالْوَحْدَانِ وَالْمَكَانِ

ترجمہ اور اگر میت اس حال میں دفن کی گئی کہ اس پر نماز نہیں ہوئی تھی تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے کیونکہ حضور ﷺ نے ایک انسانی صورت کی قبر پر نماز پڑھی ہے۔ اور قبر پر نماز پڑھی جائے میت کے پھول پھینکنے سے پہلے اور اس کی معرفت میں معتبر غالب رائے ہے یہی صحیح ہے۔ کیونکہ حال و زمانہ اور مکان مختلف ہے۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ میت اگر بغیر نماز کے دفن ہوئی تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے دلیل یہ کہ ایک انصاری عورت کو اس حال میں دفن کر دیا گیا تھا کہ حضور ﷺ نے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔ آنحضرت ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو اس کی قبر پر نماز پڑھی۔

صاحب قدوری نے کہا کہ قبر پر نماز پڑھنے کی اجازت میت کے خراب اور متفرق الاجزاء ہونے سے پہلے پہلے ہے پھول پھینکے کے بعد اجازت نہیں ہے۔ صاحب جوائے نے کہا ہے کہ نہ پھول پھینکے کی شناخت میں غالب رائے معتبر ہے یعنی جب تک غالب گمان یہ ہو کہ غش پھولی پھٹی ٹھیک ہے تو قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے اور جب پھول پھینکے کا غالب گمان ہو گیا تو اب یہ اجازت نہ ہوگی۔ یہی صحیح قول ہے۔ اور اب جو لوگ کہتے ہیں کہ قبر پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس کے بعد بڑ نہیں ہے۔ قول صحیح کی دلیل یہ ہے کہ کاش خراب ہونا میت کے حال کے اختلاف سے مختلف ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ موتہ کا زود نسبت دے دیکھ سکیے کے جلدی خراب اور رہتا

ہو جاتا ہے۔ اسی طرح موسم اور مکان کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ گرمی اور برسات کے موسم میں یہ بہت سردی کے موسم میں جلدی سڑ جاتا ہے اور پتلی اور زناک زمین میں یہ بہت خشک زمین کے جلدی خراب ہو جاتا ہے۔ بہر حال جب غالب گمان معتبر ہے تو اگر غالب گمان یہ ہو کہ تین دن سے پہلے غشی گل سڑتی ہوگی۔ تو اس پر نماز نہ پڑھی جائے گی اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ تین دن کے بعد بھی خراب نہیں ہوتی ہے تو اس پر تین دن کے بعد بھی نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ رہا یہ کہ حضور ﷺ نے آٹھ سال بعد شہداء احد پر نماز پڑھی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے شہداء احد کے لئے دعا کی ہے جس کو حفظ صلی کے ساتھ تعبیر کر دیا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ شہداء کے اجسام ابھی چونکہ تھے سڑتے نہیں ہیں اس لئے ان کی قبروں پر نماز پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے۔

نماز پڑھنے کا طریقہ .

وَالصَّلَاةُ أَنْ يُكَبِّرَ تَكْبِيرَةً يَحْمَدُ اللَّهَ عَقِبَهَا ثُمَّ يَكْبِرُ تَكْبِيرَةً وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَكْبِرُ تَكْبِيرَةً يَدْعُو فِيهَا لِنَفْسِهِ وَلِلْمُسْلِمِينَ ثُمَّ يَكْبِرُ الرَّابِعَةَ وَيُسَلِّمُ لِأَنَّهُ ﷺ كَبَّرَ أَنْتَعَا بِأَجْرِ صَلَاةٍ صَلَّاهَا فَتَسَحَّطَ مَا قَبْلَهَا وَلَوْ كَبَّرَ الْإِمَامُ حُمْسًا لَمْ يَتَابِعْهُ الْمُؤْتِمِرُ خِلَافًا لِزُفَرٍ لِأَنَّهُ مَنْسُوحٌ لِمَا رَوَيْنَا وَنَنْتَظِرُ تَسْلِيمَةَ الْإِمَامِ فِي رِوَايَةٍ وَهُوَ الْمُخْتَارُ وَالْإِتِّبَانُ بِالذَّعْوَابِ اسْتِغْفَارُ لِلْمَسِيئَةِ وَالْبِدَايَةُ بِالنَّسَاءِ ثُمَّ بِالصَّلَاةِ سُنَّةُ الدَّعَاءِ وَلَا يَسْتَغْفِرُ لِلْمَسِيئَةِ وَلَكِنْ يَقُولُ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا قَرِطًا وَاجْعَلْهُ لَنَا أَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَمُسْتَفْعًا وَلَوْ كَبَّرَ الْإِمَامُ تَكْبِيرَةً أَوْ تَكْبِيرَتَيْنِ لَا يَكْبِرُ الْاِمْنِ حَتَّى يَكْبِرَ الْاُخْرَى بَعْدَ حَضْرَةِ عَبْدِ أَبِي حَنِيفَةَ وَمَحْمُودٍ قَالَ أَبُو يُوسُفَ يَكْبِرُ حِينَ يَخْضُرُ لِأَنَّ الْأَوَّلَى لِلِافْتِتَاحِ وَالْمَسْجُودُ يَأْتِي بِهِ وَلَهُمَا أَنْ كُلُّ تَكْبِيرٍ قَائِمَةٌ مَقَامَ رُكْعَةٍ وَالْمَسْجُودُ لَا يَنْتَدِي بِمَا فَانَّهُ إِذْهُوَ مَنْسُوحٌ وَلَوْ كَانَ حَاضِرًا فَلَمْ يَكْبِرْ مَعَ الْإِمَامِ لَا يَنْتَظِرُ الثَّانِيَةَ بِالِاتِّبَاعِ لِأَنَّهُ بِسِرِّهِ لَمْ يَلْزَمِ الْكُفْرَ

ترجمہ اور نماز جنازہ کی کیفیت یہ ہے کہ تکبیر کہے اسی تکبیر کے بعد اللہ کی شہادے پھر تکبیر کہے۔ اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے پھر تکبیر کہے اس میں دعا کرنے اپنے واسطے میت کے واسطے اور تمام مسلمانوں کے واسطے پھر چوتھی تکبیر کہے اور سلام بھیج دے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے جو سب سے آخر میں نماز جنازہ پڑھی اس میں چار ہی تکبیرات کیں۔ تو اس نے سابق کو منسوخ کر دیا ہے۔ اور اگر امام نے پانچ تکبیرات کیں تو مقتدی (چار سے زائد میں) اس کی پیروی نہ کرے گا۔ امام زفر کا اختلاف ہے کیونکہ مدار و ہدای کی وجہ سے چار سے زائد منسوخ ہے۔ اور ایک روایت میں امام کے سلام پھیرنے کا انتظار کر۔ یہی حق رہے اور دعا کیں کرنا میت کے لئے مغفرت نہ تھا ہوتا ہے اور شہداء کے ساتھ شروع کرنا پھر درود کے ساتھ دعا کی سنت ہے۔ اور بچے کے لئے استغفار نہ کرے۔ لیکن یوں کہے (ابھی اس بچہ کو ہمارے واسطے فارغ کر دے اور اس کو ہمارے لیے ثواب اور ذخیرہ نیکی کر دے اور اس کو ہمارے لئے ایسے شفاعت کرنے والا کر دے جس کی شفعہ قبول ہو۔ اور اگر امام ایک یا دو تکبیریں کہہ چکا تو آنے والا تکبیر نہ کہے یہاں تک کہ امام اس سے آنے کے بعد تکبیر کہے۔ یہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہے اور ابو یوسف نے کہا کہ حاضر ہوتے ہی چھوٹی ہوئی تکبیریں کہہ لے۔ کیونکہ پہلی تکبیر افتتاح کے واسطے ہے اور مسبوق اس کو نہ دلاتا ہے۔ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ہر تکبیر ایک رکعت کے قیام میں ہے، مسبوق اس نماز کو ادا کرنا شروع نہیں کرتا جب اس سے چھوٹ جاتی ہے۔ کیونکہ یہ منسوخ ہو گیا ہے۔

اور ایک شخص ابتداء سے نہ صرف نماز کے ساتھ تکبیر نہ کہی تو بالاحقاق وہ امام کی دوسری تکبیر کا انتظار نہ کرے گا۔ کیونکہ وہ ہزار ہا رک کے ہے۔

تشریح اس سورت میں نماز جنازہ کی کیفیت کا بیان ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ نماز جنازہ چار تکبیروں کا نام ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ نیت کے بعد تکبیر اٹھائیں گے اور دونوں ہاتھ کاٹوں تک اٹھائیں اس کے بعد اللہ کی شہادت لیں۔ یعنی الحمد للہ اور اس کے مندرجہ کلمات کے اور بعض نے کہا ہے کہ مَشْحَانُکَ الْفَلْہُ وَ یَحْمَدُکَ اُنْہے جیسا کہ دوسری نمازوں میں ہے۔ ہر نماز ایک پوری تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ کی قرات شروع نہیں ہے۔ حضرت امام شافعی قرات فاتحہ کے قائل ہیں۔ امام شافعی نے نماز جنازہ کو دوسری نمازوں پر قیاس کیا ہے۔ پس جس طرح دوسری نمازوں میں قرات قرآن ضروری ہے اسی طرح نماز جنازہ میں بھی قرات قرآن ضروری ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حدیث شریفہ سے مروی ہے اَنْ اَمْنِ عَمْرُو کَانَ لَا یَقْرَءُہِ الصَّلٰوۃُ عَلٰی الْحَسَّارِ ۚ یعنی نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن عمر نماز جنازہ میں قرات نہیں کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ نماز جنازہ فقط ایک رکن (قیام) کا نام ہے۔ اور ابن عمر وہی قرات قرآن شروع نہیں دیتی۔ جیسا کہ بعد نماز میں رکن مفرد ہونے کی وجہ سے قرات شروع نہیں ہے۔ پھر دوسری تکبیر کہہ کر رسول اکرم ﷺ پر درود پڑھے۔ کیونکہ شہادت دہری نے بعد صَلٰوۃ عَلٰی النَّبِیِّ کا درجہ ہے۔ جیسا کہ شہید میں بھی ترتیب ہے۔ اور اسی ترتیب پر خطبے وضع ہوئے ہیں۔ پھر تیسری تکبیر کہہ کر اپنے بچے میت کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرتے اُسر یا ہوتو یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اَعْفِرْ لِحَیٰتِہٖ وَ فِتْنَتِہٖ اِنْ اُوْرَاکَ رَیَہُ مَا یَدْعُو یَدْعُو دُعَا یَدْعُو پڑھا۔ دعا پڑھائی قلی اور صلوات علی النبی کے بعد وہ اس لئے رکھی تھی کہ حضور ﷺ نے فرمایا سَبِّ وَاِذَا ارَادَ اَعْدَاؤُکُمْ اَنْ یَدْعُو فَبِیْحَمْدِ اللّٰہِ وَلِیْصِلْ عَلٰی النَّبِیِّ ثُمَّ یَدْعُو ۚ یعنی جب تم میں سے کوئی دعا کا ارادہ کرے تو اللہ کی حمد کرے اور حضور ﷺ پر درود پڑھے پھر دعا پڑھے۔ پھر چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دے اور چوتھی تکبیر کے بعد سوچ بچار اس کے لئے ہے کہ حضور ﷺ نے سب سے آخری نماز جنازہ میں چار تکبیریں اتھکی ہیں۔ پس اس سے پہلے کامل اُسر اس کے مخالف بھی ہوتو وہ منسوخ ہو گیا ہے۔ صاحب حایہ نے لکھا ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے ظاہر الروایۃ کے مطابق کوئی دعا نہیں ہے۔ اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ سلام سے پہلے یہ دعا پڑھے زَسْنَا اِنْسَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَ اِنَّا مَرْحَمَتِکَ عَدَاَتِ الْقَبْرِ وَ عَدَاَتِ النَّارِ اور بعض نے فرمایا کہ یہ کہہ دیکر اَلَا نَدْعُو قُلُوبُنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰیْنَا وَ هَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحْمَۃٍ اِنْکَ اَنْتَ الْوَحَّٰثُ امام ابو الحسن قدوسی نے کہا ہے کہ امام نے اُسر پانچویں تکبیر کہی تو مقتدی اس پانچویں تکبیر میں امام کی بیوی نہ کرے کیونکہ چار سے زائد تکبیریں حدیث شریفہ روایت کی وجہ سے منسوخ ہو چکی ہیں۔ امام مازنی نے فرمایا ہے کہ اُسر امام نے پانچویں تکبیر کہی تو مقتدی اس کی بیوی نہ کرے گا۔ امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ چار تکبیرات سے زائد کا مسند مختلف فرمایا ہے چنانچہ مروی ہے کہ حضرت عقی نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں پانچویں تکبیر کہی تو مقتدی اس نے حضرت عقی کی بیوی کی ہے۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ صحابہ نے اس بارے میں مشورہ کیا اور اختلاف نہ کیا کی آخری نماز کی طرف رجوع کیا۔ پس حضرت عقی کا پانچویں تکبیر کہنا منسوخ ہو گیا اور منسوخ کی بیوی نہ کرنا خطا اور خطا ہے۔ رہی یہ بات کہ مقتدی جب پانچویں تکبیر میں امام کی متابعت نہیں کرے گا تو کیا کرے۔ اس میں امام ابو حنیفہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مقتدی فوراً سلام پھیرے تاکہ پانچویں تکبیر میں امام کی متابعت ثابت ہو۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ مقتدی امام کے سلام پھیرنے کا انتہا کرے تاکہ امام کے اندر متابعت ہو جائے۔ مصنف ہدایہ کہتے ہیں کہ حقاریگی دوسری روایت ہے۔

صاحب کتاب نے کہا ہے کہ وہ نہیں کرنا درحقیقت میت کے لئے مغفرت طلب کرتا ہے اور شرا اور صلوٰۃ علی النبی سے ابتداء کرنا وہ کی غت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانچ بچے کے لئے استغفار نہ کرے کیونکہ مکلف نہ ہونے کی وجہ سے اس سے گناہ کا صدور نہیں ہوا۔ البتہ یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا قَرۡطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا ذَخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَاۡبِیۡعًا وَّمُشۡعَعًا ۝

اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں اس وقت شامل ہوا جب امام ایک یا دو تکبیریں کہہ چکا تو آنے والا شخص کوئی تکبیر نہ کہے بلکہ اس کے شامل ہونے کے بعد جب امام نے تکبیر کہی تو اس کے ساتھ ہی بھی تکبیر کہے اور فوت شدہ تکبیروں کی قضاء امام کے سلام تکبیر کرنے کے بعد یہ قول طریقین کا ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ شامل ہوتے ہی فوت شدہ تکبیر کہہ لے۔ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ کوئی تکبیر جتنی تکبیر افتتاح کے بعد آنے والا مسبوق کے مانند ہے۔ اور مسبوق تکبیر افتتاح شامل ہونے کے بعد ضرور کہتا ہے۔ ہذا یہ بھی کہے۔ طریقین کی دلیل یہ ہے کہ یہ شخص بلاشبہ مسبوق کے۔ نہ دے لیکن نماز جنازہ کی ہر تکبیر بمنزلہ ایک رکعت کے ہے۔ اسی وجہ سے نماز جنازہ کے بارے میں کہا گیا ہے اَدْرُجْ کَارِجِ الْمَقْبَرِ۔ اور یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ مسبوق فوت شدہ رکعت کی قضاء امام کے سلام تکبیر کرنے کے بعد کرتا ہے نہ کہ پہلے کیونکہ سلام سے پہلے قضا کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

اور اگر ایک شخص ابتداء سے حاضر تھا مگر امام کے ساتھ تکبیر نہیں کہی تو یہ امام کی دوسری تکبیر کا بالاتفاق انتظار نہ کرے۔ کیونکہ یہ مد رک کے مرتبہ میں ہے۔

امام میت کے سینے کے برابر کھڑا ہو

وَيَقُومُ الَّذِي يَصَلِّي عَلَى الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ بِحِذَاءِ الصَّدْرِ لِأَنَّهُ مَوْضِعُ الْقَلْبِ وَفِيهِ لُورُ الْإِيمَانِ فَيَكُونُ الْقِيَامُ عِشْدَهُ وَإِشَارَةً إِلَى الشَّفَاعَةِ لِإِيمَانِهِ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ يَقُومَ مِنَ الرَّجُلِ بِحِذَاءِ رَأْسِهِ وَمِنَ الْمَرْأَةِ بِحِذَاءِ وَسْطِهَا لِأَنَّ نَسَاءً فَعَلَ كَذَلِكَ وَقَالَ هُوَ السَّنَةُ فَلَمَّا تَأَوَّنَ لَهُ أَنَّ جَسَادَهَا لَمْ تَكُنْ مَعُوشَةً فَحَالَ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُمْ

ترجمہ اور جو شخص مرد و عورت کی نماز جنازہ پڑھتا ہے وہ سینہ کے مقابل کھڑا ہو کیونکہ سینہ دل کی جگہ ہے اور دل میں نور ایمان ہے۔ پس اس کے پاس کھڑا ہونا اشارہ ہوگا کہ شفاعت اس کے ایمان کی وجہ سے ہے۔ ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ مرد کے جنازہ کے سر کے مقابل کھڑا ہو اور عورت کے وسط میں کھڑا ہو۔ کیونکہ حضرات اُنہی نے اسی طرح کیا ہے اور کہا کہ یہی سنت ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرت اُنہی کے کلام کی تاویل یہ ہے کہ عورت کا جنازہ حضور ﷺ کے زمانہ میں نقشِ دارت ہوتا تھا تو حضور ﷺ عورت کے جنازہ اور لوگوں کے درمیان حائل ہو جایا کرتے تھے۔

تشریح مسند یہ ہے کہ جنازہ مرد کا ہو یا عورت کا نماز کے وقت امام میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو۔ دلیل یہ ہے کہ سینہ قلب کا محل ہے اور قلب کے اندر نور ایمان ہوتا ہے۔ پس سینہ کے پاس کھڑا ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ شفاعت اس کے ایمان کی وجہ سے ہی گئی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ سے یہی مروی ہے کہ جنازہ مرد کا ہو تو امام اس کے سر کے مقابل کھڑا ہو۔ اور اگر عورت کا ہے تو اس کے وسط میں کھڑا ہو۔ دلیل حدیث اس ہے رَوَى عَنْ سُلَافٍ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ فِي مَكَّةَ الْمَوْكِبَ فَمَرَّتْ جَنَازَةٌ مَعَهَا مَاءٌ كَثِيرٌ قَالُوا جَنَازَةُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فَبَتَّعْتُهَا فَإِذَا أَنَا بِرَجُلٍ عَلَيْهِ كِسَاءٌ زُرِّيٌّ عَلَيَّ زَأْسِمُ حِرْقَةٌ يَقِفُ مِنَ الشَّمْسِ فَلَقْتُ مَنْ

هَذَا الْبَحْثُ قَالَ أُنْشِئْ مَا لَكَ قَالَ فَلَمَّا وَضِعَتِ الْحَافَةُ قَامَ أُنْشِئْ فَصَلَّى عَلَيْهَا وَ أَنَا حَلْفَةٌ لَا يَحُولُ بَيْنِي وَ نَسْتِ نَسِيَّةٌ فَفَاءَ عِنْدَ رَأْسِهِ وَ كَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ لَمْ يَطْلُ وَ لَمْ يَسْرُحْ ثُمَّ ذَهَبَ يَقْعُدُ فَقَالُوا يَا أُمَّ حَمْرَةَ الْمَرْأَةُ الْأَنْصَارِيَّةُ فَفَرَّجُوا بِهَا وَ عَلَيْهَا نَعْلٌ أَحْمَرُ فَقَامَ عَبْدُ عَجِيزٍ بِهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا حَوْصَلَتُهُ عَلَى الرَّجُلِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ الْعَلَاءُ مِثْرٌ دِيَارِي أَنَا حَمْرَةٌ فَهَكَذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي عَلَى الْأَجَانِبِ كَصَلَوَتِكَ بِكَبْرٍ عَلَيْهَا أَرْبَعًا وَ يَقُومُ عِنْدَ رَأْسِ الرَّجُلِ وَ عَجِيزَةُ الْمَرْأَةُ قَالَ نَعَمْ۔

یعنی ناٹھ سے مروی ہے کہ نافع نے کہا کہ مکی سے ایک جنازہ اس سے ساتھ بہت سے لوگ تھے، اُذرا۔ تو ان سے کہا کہ یہ عبد اللہ بن عمر کا جنازہ ہے (نافع کہتے ہیں کہ) میں بھی جنازہ کے ساتھ چل دیا میں نے دیکھا کہ ایک آدمی جس کے بدن پر ہار یک چادر اور محوپ ہے پچاؤ کے لئے سر پر ایک کپڑا رکھا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ وہ وقت و جگہ ہے اور کاوندی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ اس بن مالک ہیں۔ نافع کہتے ہیں کہ جب جنازہ زمین پر رکھ دیا گیا تو انہیں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور میں آپ کے پیچھے تھا کہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی چیز نہ رکھی (جس میں نے دیکھا کہ) آپ جنازہ کے سر کے پاس کھڑے ہوئے اور چار رکعیں پڑھیں اس طور پر کہ نہ طویل تھیں اور نہ جلدی نہ کی پھر آپ بیٹھنے لگے تو انہوں نے کہا اب ابراہیمہ (اُنس بن مالک) ایک انصاری عورت کا جنازہ بھی ہے۔ پس انہوں نے اس کو اُنٹھ سے قریب کیا اور اس پر ایک ہزار رکعت کی غش (مروئی پار پانی جس پر صندوق سا بنا رہتا ہے) تھی آپ اس سے چوتروں کے پاس یعنی وسط میں کھڑے ہوئے اور نماز پڑھائی پچیس مروئی پڑھائی تھی پھر آپ بیٹھ گئے پس ملاء بن زیاد نے کہا کہ اے ابو حمزہ یہ رسول اللہ ﷺ بھی جنازوں پر اسی طرح نماز پڑھتے تھے تو اس نے کہا کہ ہاں۔ صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ حضرت اُنس نے اسی طریقہ کا مسنون قرار دیا ہے۔

صاحب ہدایہ نے اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے فرمایا کہ انصاری عورت کے جنازہ پر غش نہیں تھی یعنی وہ صندوق نما تاہوت نہیں تھا۔ جس سے عورت کا ستر ہوتا ہے۔ پس اس عورت اور لوگوں کے درمیان حائل ہونے کی وجہ سے وسط میں کھڑے ہو گئے۔ لیکن صاحب ہدایہ کی یہ تاویل اس لئے معتبر نہیں ہے کہ حدیث میں مبراحت و علیہا نفس اُحْصَرُ کا لفظ موجود ہے۔

سواری پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

فَإِنْ صَلَّوْا عَلَى حِمَارٍ وَ كُنَّ مَا أَجْرَاهُمْ فِي الْقَبْرِ لِأَنَّهَُا دُعَاءٌ وَ فِي الْإِسْتِحْسَانِ لِأَنَّهُمْ يَهْمُ لِأَنَّهُمَا صَلَوةٌ مِنْ وَجْهِ لَوْ جُودِ التَّخَرُّمَةُ فَلَا يَحُولُ تَوَكُّهُ مِنْ غَيْرِ عُدْرٍ أَحْيَاظًا

ترجمہ۔ اُوروں نے جنازہ پر سواری کی حالت میں نماز پڑھی تو قیاس کے مطابق ان کی نماز جائز ہو گئی۔ کیونکہ یہ دعا ہے اور استحسان ہار نہیں ہوئی کیونکہ یہ قریب سے پانے کی وجہ سے من حیثی نہ ہے۔ جذا احتیاط بغیر عذر کے اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

تشریح۔ سواری پر سارے نماز جنازہ پڑھنا قیاساً جائز ہے لیکن استحساناً جائز نہیں ہے قیاس کی وجہ یہ ہے کہ نماز جنازہ درحقیقت دعا کا اسم ہے بلکہ یہ ہے کہ نماز جنازہ میں نہ قرأت ہے نہ رکوع اور بعد ہر رکعت میں دوسری دعاؤں کا پڑھنا سواری پر جائز ہے۔ اسی طرح نماز جنازہ بھی جائز ہے۔ وجہ استحسان یہ ہے کہ نماز جنازہ زمین پر نماز ہے۔ کیونکہ نماز جنازہ کے لئے تحریر پڑھنا ہے اور وقت کے ملاو

تعمود و طریس ضروری ہیں جو دوسری نمازوں کے لئے ضروری ہیں۔ پس بلا عذر احتیاطاً اسی میں ہے کہ قیام و ترک نہ کیا جائے اور سواری پر نماز پڑھنے کی صورت میں چونکہ قیام ترک کرنا پڑتا ہے اس لئے سواری پر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہ ہوگا۔

نماز جنازہ کے لئے ولی سے اجازت لینے کا حکم

وَلَا بَأْسَ بِالْأَذَانِ فِي صَلَوةِ الْجَنَازَةِ لَأَنَّ التَّغْدِيمَ حَقُّ الْوَلِيِّ فَيَمْلِكُ اِمْلَاقَهُ بِتَقْدِيمِهِ غَيْرَهُ وَفِي بَعْضِ النَّسَخِ لَا بَأْسَ بِالْأَذَانِ اِنْ اِغْلَامٌ وَهُوَ اَنْ يَعْلِمَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا يَفْقَهُوْا حَقَّهُ

ترجمہ۔ اور نماز جنازہ میں اجازت کا مضاف نہیں ہے۔ کیونکہ امام کا ہونا ولی کا حق ہے جس کو دوسرے کو آگے بڑھا کر اپنے حق کو چھل کر سکتا ہے اور بعض نسخوں میں ہے کہ نماز جنازہ میں اذان یعنی اعلان کا کوئی مضاف نہیں ہے۔ اور احادیث یہ ہے کہ بعض لوگ دوسرے کو آگاہ کر دیں تا کہ وہ میت کا حق ادا کریں۔

تشریح۔ متن کے دو نسخے ہیں۔ ایک تو لَا بَأْسَ بِالْأَذَانِ فِي صَلَوةِ الْجَنَازَةِ دوم لَا بَأْسَ بِالْأَذَانِ۔ پہلے نسخہ کی بنیاد پر مہارت کے دو مطلب ہوں گے۔ ایک یہ کہ ولی اگر کسی دوسرے کو نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت دے دے تو اس میں کوئی مضاف نہیں ہے۔ کیونکہ امامت کا حق ولی کو ہے۔ پس ولی میت اگر دوسرے کو امام بنا کر اپنا حق مٹا چاہے تو مٹا سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ سے فراغت کے بعد ولی اگر لوگوں کو گھر واپس جانے کی اجازت دے دے تو اس میں کوئی مضاف نہیں ہے۔ کیونکہ تدفین سے پہلے بغیر ولی کی اجازت کے لوگوں کا گھر واپس جانا درست نہیں ہے۔ اور دوسرے نسخہ کی بنیاد پر مہارت کا حاصل یہ ہوگا کہ نماز جنازہ کی اطلاع دینے اور لوگوں کو باخبر کرنے میں کوئی مضاف نہیں ہے۔ قَالَ ۞ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَاتُوا بِالصَّلَاةِ رِسَالَةَ اللَّهِ ۞ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مر جائے تو مجھ کو نماز کی اطلاع دینا۔ بعض حاشیہ خیرین نے اس شخص کی نماز جنازہ کے لئے بازاروں میں اعلان کرنے کو مستحسن قرار دیا ہے جس کی نماز کے لئے لوگ راغب ہوں جیسے زاہد اور عمامہ۔

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

وَلَا يَصْلَحُ عَلَى مَيِّتٍ فِي مَسْجِدٍ جَمَاعَةٌ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ۞ مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا أُجْرَ لَهُ وَلَا لِمَنْ يَلِيهِ لِأَنَّهُمَا الْمَكْتُوبَاتِ وَلِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ تَلَوِيثُ الْمَسْجِدِ وَفِيمَا إِذَا كَانَ الْمَيِّتُ خَارِجَ الْمَسْجِدِ اِخْتَلَفَ الْمَشَارِئُ

ترجمہ۔ اور کسی میت پر مسجد جماعت میں نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے مسجد میں جنازہ پڑھا پڑھی اس کے واسطے ثواب نہیں ہے اور اس لئے کہ مسجد تو اداۃ فرأش کے لئے بنائی گئی ہے اور اس لئے کہ اس میں مسجد کے آلودہ ہونے کا احتمال ہے اور اس صورت میں جبکہ میت مسجد سے باہر ہو تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے۔

تشریح۔ صاحب عزایہ نے اس مہارت کو حل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر فقط جنازہ مسجد میں ہو اور امام اور کچھ لوگ مسجد سے باہر ہوں اور باقی مسجد میں ہوں تو بالاتفاق مکروہ نہیں ہے۔ اور اگر فقط جنازہ مسجد سے باہر ہو اور امام اور تمام لوگ مسجد میں ہوں تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے۔ بعض کراہت کے قائل ہیں اور بعض عدم کراہت کے۔ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ کسی حال میں مکروہ نہیں ہے یعنی فقط جنازہ اگر

مسجد میں بوجھ بھی اس پر نماز پڑھنا نہ کر دیتا ہے۔ اب مشفق کی دلیل یہ ہے کہ جب بعد بن ابی وقاص کی وفات ہوئی تو صدیقہ ؓ نے خیمہ کیا کہ ان کے جنازہ کو مسجد میں داخل کیا جائے حتیٰ کہ اس پر تمام ازواجِ مطہرات نے نماز پڑھی۔ پھر حضرت ؓ نے ان کے غسل دیا تو اس سے کہا کہ تم کوئی خوشی ہو رہے اس فعل پر عیب لگایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں (وہ تو اس پر اعتراض ہے) حضرت ؓ نے کہا کہ لوگ کس قدر جلد فراموش کر گئے کہ رسول اللہ ﷺ نے نبیل بن لویہا کے جنازہ پر مسجد ہی میں نماز پڑھی تھی۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسجد کے اندر بھی نماز پڑھنا جائز ہے ورنہ رسول اللہ اور فقہاء دست حضرت ؓ نے مسجد کے اندر کیونکر نماز پڑھا دی؟ جنازہ پڑھتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کی حدیث ہے اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ صَلَّى عَلَى حَسَاوٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا أُخْرَكَ لِيَعْنِي مَضْرُوءًا نے فرمایا کہ جس نے مسجد کے اندر جنازہ پڑھا تو پھر بھی اس نے اپنے کوئی عیب نہیں سمجھتا ورنہ دلیل یہ ہے کہ مسجد اور اہل قرآن کے لیے ہائی گئی ہے پس شیخ وقت نمازوں کے علاوہ کوئی نماز مسجد میں ادا نہ کی جائے تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر جنازہ مسجد میں ہو تو اس صورت میں مسجد کے آؤدہ ہونے کا احتمال ہے اس لیے باوجود مسجد میں میت کا نہ ہونا۔

حدیث عائشہ کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں انصار و مہاجرین موجود تھے انہوں نے حضرت عائشہ کے غسل پر عیب لگایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مسجد کے اندر جنازہ کی نماز کی کراہت معروف تھی اور بااختصاصت ؓ کا تسبیح کے جنازہ پر مسجد کے اندر نماز پڑھنا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت حضرت ؓ تکلف تھے آپؐ نے سے مسجد سے نکل کر نماز پڑھی تو آپؐ نے جنازہ کو اپنے کا حکم دیا پس وہ جنازہ خارج مسجد رکھ دیا گیا اور آپؐ نے مسجد میں رہتے ہوئے نماز پڑھی اور ہمارے نزدیک اگر جنازہ مسجد سے باہر ہو اور وہ مسجد کے اندر نہ ہو تو اس پر نماز پڑھیں تو کراہت نہیں ہے۔ پس اول تو حضرت ؓ کا مخالف کا مدعا تھا دوسرے یہ کہ جنازہ مسجد میں نہیں تھا بلکہ مسجد سے پہلے تھا اس لیے اس حدیث کا استدلال میں پیش کرنا مناسب نہ ہوگا۔

جس بچہ میں پیدائش کے بعد آثار حیات ہوں نام رکھا جائے گا، غسل دیا جائے

گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی

وَمِنْ اسْتَهْلَ نَعْدَ الْوِلَادَةِ سُجِّي وَعُمِلَ وَصَلِيَ عَلَيْهِ لِقَوْلِهِ ﷺ إِذَا اسْتَهْلَ الْمَوْلُودُ صَلَّيْ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَسْتَهْلَ لَمْ يُسَلَّ عَلَيْهِ وَإِلَّا لَا يَسْتَهْلِكُ دَلَالَةُ الْحَيَاةِ فَتَحَقَّقْ فِي حَقِّهِ سُبُّهُ الْمَوْتَى وَمَنْ لَمْ يَسْتَهْلَ أَذْرَجَ فِي حَقِّهِ كَرَامَةُ رَسُوْلِي ﷺ وَلَمْ يَسَلَّ عَلَيْهِ لِمَسَاوِيْنَا وَيُسَلَّ فِي غَيْرِ الطَّاهِرِ مِنَ الْوِلَايَةِ لِأَنَّهُ نَفْسٌ مِنْ وَجْهِ وَهُوَ الْمُخْتَارُ

پھر ترجمہ اور جس بچہ نے ولادت کے بعد رونے کی آواز نکالی اس کا نام رکھا جائے اس کو غسل دیا جائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے جب بچہ رونے کی آواز نکالے تو اس پر نماز پڑھی جائے اور اگر رونے کی آواز نکالی تو اس پر نماز نہ پڑھی جائے اور اس نے کہ رونا زندقہ ہونے کی دلیل ہے لہذا اس کے حق میں مردوں کا طریقہ تحقیق ہوگا۔ اور جو بچہ نہیں رویا اس کو ایک تینے میں داخل کیا جائے اولاً آدم کی تحریم کے پیش نظر۔ اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے اس حدیث کی وجہ سے جو ہم نے روایت کی ہے۔ اور غیر خاتم الروایات کے مطابق اس کو غسل بھی دیا جائے۔ کیونکہ وہ من وجہ نفس ہے اور یہی حکم قرار ہے۔

تشریح اجمال میں۔ ولادت کے وقت بچہ کا آواز بلند نہ کرنا لیکن یہاں مراد یہ ہے کہ ایسی چیز پائی جو بچہ کی حیات پر ادانت کرے۔ مثلاً

بچے کسی عضو کا حرکت کرنا یا اس کا رونے کی آواز نکالنا وغیرہ۔

بہر حال بچہ اس پر پیدا ہوتا ہے مگر یہی ولادت کے وقت زندگی کی کوئی دلیل پائی گئی پھر مر گیا تو اس بچہ کا نام بھی رکھا جائے۔ اس کو غسل میت بھی دیا جائے۔ اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے۔ دلیل حضور ﷺ کا قول (اذا استھل المؤمنون ذلّٰہی علیہ و انّ لہم منہن لہ نصیباً علیہ) ہے۔ اور عقلی دلیل یہ ہے کہ استحصال یعنی بچہ کا آواز نکالنا زندہ ہونے کی علامت ہے۔ لہذا اس کے حق میں مردوں کا طریقہ متحقق ہوگا۔ اور جس بچے کی ولادت کے وقت رونے کی آواز نہیں نکالی۔ اور دوسری کوئی زندگی کی علامت بھی نہیں پائی گئی تو اس کو بطور غنّ ایک کپڑے میں لپیٹ کر کسی گندھے میں داب دیا جائے۔ عمل بھی فقط اولاد آدمی کے تکریم کے پیش نظر ہوگا۔ اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے۔ دلیل مذکورہ روایت ہے البتہ غیر حاضر اور روایت کے مطابق اس کو غسل دیا جائے۔ دلیل یہ ہے کہ یہ من وجہ تو بدن کا ایک جز ہے اور من وجہ نفس ہے۔ جس دونوں کا اعتبار کیا گیا اور کہا کہ چونکہ بدن کا ایک جز اور عضو ہے۔ اس سے اس پر نماز نہ پڑھی جائے اور چونکہ من وجہ نفس ہے اس لئے اس کو غسل دیا جائے۔ یہی ابو یوسفؒ نے ت حرومی سے اور یہی مقل قول ہے۔

کوئی بچہ اپنے والدین کے ساتھ قید ہو گیا، پھر مر گیا تو نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی

وإذا نسي صلي مع أحد أموييه ومات لم يصل عليه لأنه نزع لهما إلا أن يُقر بالاسلام وهو يغفل لأنه ضح إسلامه استخساراً أو ينسلم أحد أبوييه لأنه يتع حيز الابوين ديناً وإن لم يسب معه أحد أبوييه صلى عليه لأنه طهرت نعمة الدار فحكم بالاسلام كما في اللفظ

ترجمہ اور اگر کوئی بچہ اپنے والدین میں سے کسی کے ساتھ قید ہوا اور مر گیا تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ کیونکہ وہ اپنے والدین کے تابع ہے مگر یہ کہ وہ اسلام کا اقرار کرے۔ دراصل ایک دو بھگدڑ ہے کیونکہ استغناء اس کا اسلام میں جو مکی ہے یا اس کے والدین میں سے کوئی ایک اسلام قبول کرے۔ کیونکہ وہ دین کے اعتبار سے ختم الانبیاء کے تابع ہے۔ اور اگر اس بچے کے ساتھ اس کے والدین میں سے کوئی قید نہیں ہوا تو اس پر نماز پڑھی جائے۔ کیونکہ دارالاسلام کے تابع ہونا اس کے حق میں حجاب ہوا تو اس کے اسلام کا حکم دیا جائے گا جیسے قید میں ہوتا ہے۔

تشریح صورت منہ پر سے کراؤنی بچہ والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ تھوہیر ہوا اور مرنے والوں پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

یہ لوگ بچہ وادین کے تابع ہو کر کافر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے الولد یبع خبطہ الاہوین دینا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچہ دین میں اپنے والدین کے تابع ہوتا ہے اور چونکہ یہاں والدین کافر ہیں ہذا بچہ بھی کافر ہوگا اور کافر نماز جنازہ پڑھی نہیں جاتی اس لئے اس بچہ پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ ہاں اگر وہ بچہ محمد اور ابوہریرہ اور اسلام کا اقرار کر لے یا اس کے والدین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو گیا تو اس بچہ کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اس کا اقرار کرنے کی صورت میں تو اس لئے کہ اتھنا تا اس کا مسلمان ہو سکتا ہے۔ اور اعدا الابیہ کے تابع ہوتا ہے اور دین سے خیر الابیہ وہ ہے جو مسلمان ہو گیا ہذا بچہ بھی اس کے تابع ہو کر مسلمان ہوگا۔ اور مسلمان کے جنازہ پر چونکہ نماز پڑھی جاتی ہے اس لئے اس بچہ کے جنازہ پر بھی نماز پڑھی جائے گی۔

اور اگرچہ قید ہوا مگر اس کے ساتھ اس کے ابوین میں سے کوئی قید نہیں ہوا اور وہ بچہ مر گیا تو اس پر جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔ کیونکہ

دارالاسلام نے تابع کو جانا اس نے حق میں کتاب کو لیا تو اس کے اسلام کا حکم دیا ہے۔ کاشیے تہذیب میں ہوتا ہے یعنی ایک شخص نے جنگل
 دیکھا۔ اس ایک آواز پر اچھا اور اس کا وانی وارٹ معلوم نہیں ہوتا ہے۔ پس اگر دارالاسلام میں ملا ہو تو وہ اس دار کے تابع ہو کر مسلمان
 قرار دیا جائے گا۔

کافر کا مسلمان ولی اے غسل اور کفن دے گا اور دفن کرے گا

وَرَدَا مَاتَ الْكَافِرُ وَلَهُ رَأْيٌ مُسْلِمٌ فَإِنَّهُ يُغَسَّلُ وَيُكْفَى وَيُدْفَنُ بِدَلِكِ أَمْرِ عَلِيٍّ بِنِي حَقٍّ أَنَّهُ أَيْ طَالِبٌ لَكِنْ يُغَسَّلُ
 عَنِ النَّوْبِ الْحَسْبِ وَيُغَسَّلُ هِيَ حَرْفَةُ وَتُغْفَرُ حَبِثَتَا مِنْ غَيْرِ مَرَاغَةِ شَرِّ التَّكْفِينِ وَاللَّحْدِ وَلَا يُوضَعُ فِيهِ بَلْ يُطْفَى

ترجمہ اور یہ ہے کہ اگر کافر کا فرما دیا کہ اس کو غسل دے کفن دے اور دفن کر دے۔
 حضرت علیؑ ان سے کہتے ہیں کہ اس میں اسی طرح کا حکم کیا گیا ہے۔ لیکن اس طرح غسل دیا جائے جس طرح جس کپڑا دھویا جاتا
 ہے اور ایک پتہ سے کس چیز پر دیا جائے۔ اور یہ نہ صاحب سے سخت عقین اور سنت لحد کی رعایت کے بغیر اور اس میں رکھا نہ جائے بلکہ
 اسی طرح ہے۔

تشریح مسند یہ ہے کہ اگر وہ اس نے نہ دیا تو اس میں سے وہاں کوئی نہیں ہے البتہ مسلمان ولی ہے یعنی اس کا فرما کوئی قرہبی
 رشتہ دار مسلمان ہے تو یہ مسلمان اس کو غسل دے کفن دے اور دفن کر دے۔ دیکھ لیں یہ کہ ابو
 حنیفہ نے اس میں حضرت علیؑ نے جب حضورؐ کو آپ نے فرمایا غُسلْهُ وَكُفِّهِ وَوَدِّهِ وَلَا تُحَدِّثْ بِهِ
 حَدَّثًا حَتَّى تَلْقَاهُ یعنی ان کو اور کفن دے کراں کو زمین میں پھینک دے۔ پھر کوئی بات نہ کرنا یہاں تک کہ میرے پاس آتا ہوا کہ
 اس کی قبر نہ پائے۔ حضورؐ فرمایا ہے کہ مسنون طریقہ پر تدفین اور عقین نہ کرنا۔ اسی کو صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے کہ کافر میت کو
 غسل دے کفن دے اور دفن کر دے۔ اور یہی کسی پتہ سے لپیٹ دیا جائے اور نہ نہا محو کراں میں ڈال دیا جائے اور اگر کافر میت کے غدار
 یا یہودیہ یا ہونے تو مسلمان وہ پتہ نہ کہ وہ کافر میت اس کے فراموش کے درمیان تجلید کر دے وہ اس کے ساتھ جو چاہیں معاملہ کریں۔

متمم میں عبارت وَلِسَى مُسْلِمٌ میں ولی سے مراد اہل رشتہ دار ہے تاکہ مسلمان اور کافر کے درمیان حقیقی ولایت موجود نہیں
 ہے۔ مضافی نے فرمایا ہے لَا تُنَجِّدُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أُولَئِكَ يَكْفَىٰ مَسْلُومًا تم یہود و نصاریٰ کو اپنا ولی نہ بنانا۔

فُضِّلَ فِي حَمْلِ الْجَنَازَةِ

(یہ) فضل جنازہ اٹھانے کے بیان میں ہے

جنازہ اٹھانے کا بیان . جنازہ اٹھانے کا طریقہ

وَرَدَا حَسَنُ الْمَسِيكِ عَلَى سَرِيرِهِ أُخَذُوا بِقَوَائِمِهِ الْأَرْبَعِ بِدَلِكِ وَرَدَتْ الشُّعْ وَفِيهِ تَكْبِيرُ الْعَمَاءِ وَزِيَادَةُ
 الْأَكْزَامِ وَالْقِسَابَةِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ الشُّعْ أَنْ يُحْمَلَهَا رَجُلَانِ يَصْعَقُهَا السَّابِقُ عَلَى أَضِلْ عَنْقُهُ وَالثَّانِي عَلَى صَدْرِهِ
 لِأَنَّ حَسْرَةً سَعْدَتْ مَعَادَةً هَكَذَا حُمِلَتْ فَلَمَّا كَانَ ذَلِكَ لِإِزْدِخَامِ الْمَلَائِكَةِ عَلَيْهِ وَيَمْسُحُونَ بِهِ مَسْرِعِينَ دُونَ

النَّحْبُ لِلنَّسَبِ ۖ وَجَسَنَ مَسْبِلَ عَنْهُ قَالُ مَسَادُونَ النَّحْبِ

ترجمہ جب لوگ میت کو اس کے تخت پر اٹھائیں تو چار پائی کے چاروں پایہ پکڑے ہوں۔ اسی طریقہ کے ساتھ سنت وارد ہوئی ہے۔ اور اس میں کثیر جماعت ہے اور میت کے اکرام میں زیادتی ہے۔ (اور گرنے سے) احتیاط ہے۔ اور امام شافعی نے کہا کہ میت یہ ہے کہ جنازہ کو دو مرد اٹھائیں (اس طرح کہ) اگلا شخص جنازہ کو اپنی گردن کی جڑ پر رکھے۔ اور دوسرا شخص اس کو اپنے سینہ پر رکھے۔ کیونکہ سعد بن معاذ کا جنازہ اونچی اٹھایا گیا تھا۔ ہم جواب دیں گے کہ یہ طائفہ کے ہجوم کی وجہ سے تھا اور جنازہ کو حیزی کے ساتھ لے کر چلیں دوز کرنے چلیں۔ کیونکہ جس وقت اس بارے میں رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا عَمَّا دُونَ النَّحْبِ۔

تشریح اس فصل کے اندر جنازہ اٹھانے کی کیفیت کا بیان ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ میت کو تخت یا چار پائی پر اٹھائیں اور چار پائی کے چاروں پایہ پکڑیں یعنی چار آدمی موجود ہوں اور ہر آدمی اس کا پایہ پکڑے۔ مسنون طریقہ یہی ہے عید اللہ بن مسعود سے مروی ہے مَسْبِلَ النَّسَبِ أَنْ تَحْمَلَ النُّحَاذَةَ مِنْ جَوَائِبِهَا الْأَرْبَعَةِ یعنی مسنون یہ ہے کہ جنازہ کو اس کی چاروں جانب سے اٹھایا جائے۔ حضور ﷺ کا قول ہے مَنْ حَمَلَ النُّحَاذَةَ مِنْ حَوَائِجِهَا الْأَرْبَعَةِ عَفِرَ لَهُ مَغْفِرَةٌ مُؤَبَّدَةٌ یعنی جس نے جنازہ اس کی چاروں جانب سے اٹھایا تو اس کی مغفرت روتی جائے گی۔ دوسری بات یہ کہ اس میں کثیر جماعت بھی ہے کیونکہ اگر جنازہ کے ساتھ کوئی آدمی نہ جائے تو یہ چار حاملین جنازہ قاضی ہوں گے اور ظاہر ہے کہ چار آدمیوں کی ایک جماعت ہوتی ہے اور چار آدمیوں کے اٹھانے میں جنازہ کا اکرام بھی ہے۔ ہاں طور کا ایک جماعت اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہوئے ہے اور جس کو گردنوں پر اٹھایا جاتا ہے اس کے مکرم اور محترم ہونے میں کیا شبہ کیا جاسکتا ہے۔ نیز چار آدمیوں کے اٹھانے کی صورت میں میت کے زمین پر گرنے سے حفاظت بھی ہے۔

حضرت ابو مشنفی نے فرمایا ہے کہ مسنون یہ ہے کہ دو آدمی اس طرح اٹھائیں کہ اگلا آدمی جنازہ کو اپنی گردن کی جڑ پر رکھے اور پچھلا آدمی اس کو اپنے سینہ پر رکھے۔ دلیل یہ ہے کہ سعد بن معاذ کا جنازہ اسی طرح اٹھایا گیا ہے۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ طائفہ کی بے پناہ بھیک کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ مروی ہے کہ سعد بن معاذ کی شہادت پر ستر ہزار فرشتے آسمان سے اترے تھے۔ اس سے پہلے بھی اتنی بڑی تعداد زمین پر نہیں اتری۔

حاصل یہ کہ سعد کے جنازہ کو دو آدمیوں کا اٹھانا راستہ کے تنگ ہونے کی وجہ سے تھا یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بچوں کے مل جل رہے تھے۔

ما تین کہتے ہیں کہ جنازہ کو لے کر حیز رفتار ہی کے ساتھ چلیں دوز میں نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے جب جنازہ کے ساتھ چلنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے مَسَادُونَ النَّحْبِ فرمایا جب کے معنی دوزخ کے ہیں یعنی آپ ﷺ نے رفتار میں سرعت کا حکم تو فرمایا ہے۔ لیکن دوزخ سے منع فرمایا ہے اور سرعت کا حکم اس سے فرمایا ہے کہ جنازہ اگر ٹیک میت کا ہے تو اس کو بارگاہ اندہی میں جہد پہنچا دو۔ اور اگر برے آدمی کا ہے تو اس یا کو جہد اپنی گردنوں سے دور کر دو۔ اور دوزخ سے اس لئے منع کیا ہے کہ اس میں میت کی حقیر ہے۔

فصل فی الدفن

دفن کا بیان..... قبر لہ جائے یا شق

وَبُخِطَرُ الْقَبْرِ وَيُلْحَدُ لِقَوْلِهِ ۖ السَّحَدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِعِبْرَتِنَا وَيُدْخِلُ الْمَيِّتُ مِمَّا يَلِي الْقَبْلَةَ خَلَقًا لِلشَّافِعِيِّ كَانَ عَنْهُ نَسْلٌ سَلًا لِمَا رَوَى أَنَّهُ ۖ سَلٌ سَلًا وَلَسْنَا أَنْ جَانِبَ الْقَبْلَةِ مَعْصُومٌ فَيَسْتَجِبُ الْإِدْخَالُ مِنْهُ وَاصْطَرَبَتْ الرِّوَايَةُ فِي إِدْخَالِ النَّبِيِّ ۖ

ترجمہ (یہ) فصل میت کو دفن کرنے کے بیان میں ہے اور قبر کھودی جائے اور لہ بنائی جائے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہمارے لئے لہ ہے اور دوسروں کے لئے شق ہے۔ اور میت اس جہت سے داخل کی جائے جو متصل قبلہ ہے برخلاف امام شافعی کے کیونکہ ان کے نزدیک میت کو (پلٹ کر) کی جانب سے کھینچا جائے گا کیونکہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح سل کر کے داخل کئے گئے تھے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ قبلہ کی جانب معظم ہے اس لئے اس طرف سے داخل کرنا مستحب ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کو داخل کرنے میں روایات مضطرب ہیں۔

تشریح لہ یہ ہے کہ قبر کے اندر قبلہ کی طرف گول کر دیا جائے یعنی بغل بنادی جائے اسی کو پلٹ کر قبر کہتے ہیں۔ اور شق یہ ہے کہ چوڑی قبر کھود کر اس کے اندر ایک پتلی مٹی سی بنا کر اس میں مردہ دفن کرتے ہیں۔ (مناہ)

حاصل یہ کہ ہمارے نزدیک قبر کھود کر لہ بنانا مسنون ہے بشرطیکہ زمین نرم نہ ہو اور اگر زمین ایسی نرم ہو کہ لہ بنانا ممکن نہ ہو تو شق چننا ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک مسنون لہ نہیں بلکہ شق ہے۔ امام شافعی کی دلیل شق پر اہل مدینہ کا وارث ہے یعنی اہل مدینہ سے تو روایا یہی چل آ رہے ہیں کہ وہ مسلمان میت کے واسطے شق بناتے تھے نہ لہ۔ ہماری دلیل حضور ﷺ کا قول السَّحَدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِعِبْرَتِنَا ہے اور امام شافعی کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ شقی (مدینہ منورہ کا قبرستان) کی زمین نرم اور پتلی ہے کہ اس میں لہ کا بنانا ممکن نہیں اس لئے اہل مدینہ شق بنانے کو اختیار کرتے تھے۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قبر میں اتارنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کو اس جہت سے داخل کیا جائے جو متصل قبلہ ہے یعنی جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے پھر وہاں سے میت کو اٹھا کر لہ میں رکھ دیا جائے اور امام شافعی نے کہا کہ مسنون میت کو اس کی قبر تک کھینچ کر لے جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جنازہ قبر کی پلٹ کی طرف اس طرح رکھا جائے کہ میت کا سر قبر میں اس کے قدموں کی جگہ کے برابر ہو پھر قبر میں داخل کرنے والا شخص میت کے سر کو چڑھ کر قبر میں داخل کرے اور اس کو کھینچتا چلا جائے۔ اور بعض نے کہا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ جنازہ قبر کے سر ایسے اس طرح رکھا جائے کہ میت کے دونوں پاؤں قبر میں اس کے سر کے محاذی ہوں۔ پھر میت کے دونوں پاؤں چڑھ کر اودان کو قبر میں داخل کرے اور کھینچتا ہو اپوری میت کو قبر میں اتار دے۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو اسی طرح کھینچ کر قبر میں اتارا گیا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ جہت قبلہ معظم اور محترم ہے لہذا اسی طرف سے داخل کرنا مستحب ہوگا اور رہا رسول اللہ ﷺ کو قبر میں داخل کرنے کا مسئلہ تو اس سلسلہ میں روایات مضطرب ہیں کسی میں کچھ ہے اور کسی میں کچھ اس لئے یہ روایت قابل استدلال نہ ہوگی۔

قبر میں رکھنے والا کوئی دعا پڑھے اور کیا عمل کرے

فَإِذَا وَضَعَ فِي تَحْتِهِ يَقُولُ وَاضَعَهُ بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ كَذَا قَالَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ وَضَعَ أَبَا ذَرٍّ جَانَةً فِي الْقَبْرِ وَيُوجِّهُ إِلَى الْقَبْلَةِ بِذَلِكَ أَمْرَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَتَحِلُّ الْعُقْدَةُ لِوُقُوعِ الْأَمْرِ مِنَ الْإِنْتِشَارِ وَنُسُوحِ اللَّيْلِ عَلَى اللَّحْدِ لِأَنَّهُ ﷺ جَمَعَ عَلَى قَبْرِهِ النَّيْنَ وَنَسَجَ قَبْرَ الْمَرْءَةِ بِنَوْبٍ حَتَّى يُجْعَلَ اللَّيْلُ عَلَى اللَّحْدِ وَلَا يَنْسَجِي قَبْرَ الرَّجُلِ لِأَنَّ مَنَسَى حَالَهُنَّ عَلَى الشَّيْءِ وَمَنَسَى خَالَ الرَّجُلِ عَلَى الْإِنْبِكَشَابِ

ترجمہ جس جب میت کو اس کی لحد میں رکھے تو کہے بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ یوں ہی ابو ذرؓ جاندہ کو قبر میں رکھتے وقت رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا۔ اور میت کو قبلہ کی جانب متوجہ کر دے اسی کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ اور کفن کی گرہ کھول دے کیونکہ کفن منتشر ہونے کے خوف سے الطینان ہو چکا اور لحد پر کچی انٹیں برابر کر دی جائیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر کچی انٹیں لگائی گئیں تھیں اور عورت کی قبر پر کپڑے سے پردہ کر لیا جائے یہاں تک کہ کچی انٹیں لحد پر لگائی جائیں اور مرد کی قبر پر پردہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ عورتوں کا حال پردہ پڑتی ہے اور مرد کا حال کشف پڑتی ہے۔

تفہیم مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ میت کو لحد میں اتارنے وقت یہ دعا پڑھی جائے بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ اور ایک روایت میں بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ کے الفاظ مروی ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ذرؓ جاندہ کی میت کو قبر میں اتارتے وقت رسول اکرم ﷺ نے بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ کے الفاظ فرمائے تھے۔ مہسوط اور بدائع میں بھی مذکور ہے۔ صاحب کتاب نے بھی انہی حضرات کی تقلید کی ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ کیونکہ ابو ذرؓ جاندہ انصاریؓ کی وفات رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صدیق اکبرؓ کی خلافت میں جنگ یرامہ کے موقع پر ہوئی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالنہادین (عبداللہ) کو قبر میں اتارتے وقت یہ دعا پڑھی تھی۔ اس کے علاوہ اس دعا کا ثبوت ابن عمرؓ کی حدیث سے بھی ہوتا ہے۔ حدیث یہ ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَخْضَلَ الْمَيِّتَ الْفَرَزَقَالَ بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب میت کو قبر میں داخل فرماتے تو بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ فرماتے۔ اور حاکمؒ کی روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں إِذَا وَضَعْتُمْ مَوْتَانَكُمْ فِي قَبْرِهِمَا فَقُولُوا بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ۔ جب تم اپنے مردوں کو قبر میں رکھو تو بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ کہنا کرو۔ (صحیح تہذیب)

لحد میں رکھ کر میت کو قبلہ کی طرف متوجہ کر دیا جائے۔ یعنی انہیں پہلو پر لٹا کر قبلہ کی طرف متوجہ کریں۔ دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کو اس کا حکم دیا ہے۔ عن ابیہیں یہ حدیث موجود ہے عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِذَا قَالَتْ مَاتَتْ وَجَلَّ مَنَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ ﷺ يَا عَلِيُّ اسْتَقْبِلْ بِهِ الْقَبْلَةَ اسْتَقْبَلَا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ نبی عبدالمطلب کا ایک آدمی مر گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس علیؓ کی قبر کی طرف متوجہ نہ کرو۔ فرمایا ہے کہ میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس کے کفن کی گرہ کھول دے۔ کیونکہ اب کفن کے منتشر ہونے کا خوف باقی نہیں رہا۔ اس کے بعد بعد پر کچی انٹیں لگائی گئیں تھیں۔ چنانچہ حضرت پڑتے مروی ہے كَانَ قَبْرُ النَّبِيِّ ﷺ الْاِحْدَ وَسَعْبَا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَضَعَهُ فَرَزَقَهُ مِنَ الْاَضْ شَبْرًا یعنی حضور ﷺ لحد میں رکھے گئے اور ہم نے لحد پر کچی انٹیں نصب کیں اور آپ کی قبر مبارک ایک باشت کی مقدار زمین سے اونچائی کی گئی۔

اور موت کو خدا میں اتار دیتے وقت اس کی قبر پر پردہ کر لیا جائے یہاں تک کہ حدیثی ائمہوں سے نہ نہ رہے یہ ہے۔ اور اس کی قبر پر پردہ کیا جائے۔ دلیل یہ ہے کہ عموماً قوت کا حال ستر پہنی ہے اور مردوں کا حال آشفہ پہنی ہے۔ نیز حضرت علیؓ نے اہل وقوف میں اتار دیتے وقت ان کی قبر پر پردہ کیا گیا تھا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مرد کی قبر پر بھی پردہ کیا جائے اور نیک میں فرمایا کہ حضور ﷺ نے حدیث معاذ و قہر میں اتار دیتے وقت ان کی قبر پر پردہ کر لیا تھا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا ایک میت کے پاس سے نہ نہ رہا وہ اس کی قبر پر پردہ کیا گیا ہے حضرت علیؓ نے اس کو ہٹا دیا۔ اور فرمایا کہ یہ مرد ہے یعنی مردوں کے حال کی ذیہ و آشفہ پر ہے نہ کہ کتا ہے۔ اور امام شافعیؒ نے حدیث معاذ کا جواب یہ ہے کہ سعد بن معاذ کا غن اتا چھوٹا تھا کہ ان کا بدن چپ نہ نہ کہ بدن کا چھوٹا عارضہ تھا۔ حضور ﷺ نے ان کی قبر پر پردہ کر لیا وہاں تک کہ کوئی شخص ان کے کسی عضو پر مطلق نہ ہو سکے۔

قبر میں پکی اینٹ لکڑی لگانے کا حکم

وُحْشَرَهُ الْآخِرَ وَالْحَشْبَ لِأَنَّهُمَا لَا يَحْكُمَانِ السَّاءَ وَالْقَبْرُ مُوَجَّعٌ إِلَيْهِ لَمْ يَلَاخِزْ أَنْزَلَ السَّاءَ فَيَكْفُرُهُ تَعَاوُلًا وَلَا يَأْمَنُ بِالسَّقْبِ وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَيُسْتَحَبُّ اللَّيْلُ وَالْقَصَبُ لِأَنَّهُ جَعَلَ عَلَى قَبْرِهِ طَبَقٌ مِّنْ قَصَبٍ لِّمَنْ يَهَيَّاءَ الشَّرَابُ وَيُسْتَحَبُّ الْقَبْرُ وَلَا يُسَطَّحُ أَيُّ لَا يَرْتَعِ لِأَنَّهُ جَعَلَ يَهَيَّاءَ عَنِ تَرْبِيعِ الْقَبْرِ وَمَنْ شَاهَدَ قَبْرَهُ أَحْشَرَهُ اللَّهُ مَسْجِدًا

ترجمہ اور پکی اینٹیں اور لکڑی لگانا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں موت کی نشیور بننے سے ہیں۔ اور قبر شکنی کتب ہے۔ پھر یہ کہ پکی اینٹ میں آگ کا اثر ہے اس لئے بدنامی کے طور پر بھی مکروہ ہوگا اور پائس کے استعمال میں بیاد نہ نہ نہیں ہے اور جامع صغیر میں ہے کہ کھجکی اینٹ اور پائس کا استعمال مستحب ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کی قبر پر پائس کا ایک کھج استعمال ہوا۔ پھر چھٹی میں ہے کہ اور قبر کو بان لمانا یا جائے اور مسطح نہ نہ جائے۔ یعنی چوکور نہ نہ ہو۔ کیونکہ حضور ﷺ نے قبروں کو چوکور بنانے سے منع فرمایا ہے اور جس نے مسطح کرتا ہے کی قبر کو دیکھا اس نے خبر دی کہ وہ مسقم (کو بان نہ) ہے۔

تشریح قبر میں پکی اینٹیں اور لکڑی لگانا مکروہ ہے۔ دلیل یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں موت کی نشیور بننے سے تے ہوتی ہیں اور قبر محل کر رہا ہونے کی جگہ ہے پس ایسی جگہ میں وہ چیز صرف کرنا مجریم کا ہے۔ دوسرا فرمایا کہ یہ پکی اینٹ ہانے میں سبب مرگت ہے بھی ہے کہ پکی اینٹ میں آگ کا اثر ہے لہذا مکروہ ہے۔ گویا اس کا آخرت کا گھر آگ کی معذرت سے تیرا دل نکل رہا ہے۔ پائس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ کھجکی اینٹ اور پائس کا لگانا مستحب ہے۔ قدوریؒ کی عبارت استحب پائس اور لکڑی نہ نہ کرتی۔ اور جامع صغیر کی عبارت ان دونوں چیزوں نے استحب پر دلالت کرتی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر لکڑی کا ایک ٹکڑا لگایا گیا تھا۔ پھر قبر پر چھٹی ڈالی جائے اور قبر کو کو بان لمانا یا جائے۔ یعنی زمین سے ایک باشت یا چوکور نہ نہ اوٹھنی لایا جائے۔ قبر کو مسطح یعنی چوکور نہ نہ بنایا جائے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مسنون قبر کا مرع یعنی چوکور ہونا ہے نہ کہ مسقم یعنی کو بان نہ نہ۔ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیمؓ کی وفات ہوئی تو حضور ﷺ نے ان کی قبر پر چوکور مسطح نہ نہ کی نہ کہ مسقم۔ چہرہ کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے قبروں کو چوکور بنانے سے منع فرمایا ہے۔ ابراہیمؓ فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی قبر کو دیکھا اور شیخین یعنی ابوہریرہؓ اور عمرؓ کی قبر کو دیکھا اس نے مجھ بتلایا کہ ان حضرات کی قبریں مسقم یعنی کو بان نہ نہ ہیں اور امام شافعیؒ کی بیان مراد دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی نے قبر کو بان نہ نہ کیا ہے

تو مسلح بنائی گئی لیکن پھر اس کو ستم کر دیا گیا تھا۔ بمسوط اور محیط میں یہی مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔ جیل احمد علی عز۔

باب الشہید

ترجمہ۔ (یہ) باب شہید کے بیان میں ہے

تشریح مقتول کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ وہ میت سا جملہ ہے یعنی اس کی موت وقت پر آئی ہے وقت سے پہلے واقع نہیں ہوئی۔ یہی بات کہ مقتول جب میت سا خلع ہے تو پھر قاتل پر قصاص یا دیت کیوں واجب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قاتل نے چونکہ سب قتل اختیار کرنے کی وجہ سے قصاص، لم وخراب کیا ہے اس لئے نظام عالم کو برقرار رکھنے کے لئے قاتل کے واسطے یہ سزا تجویز کی گئی ہے۔

شہید کے احکام متحدہ باب میں اس لئے ذکر کرتے گئے ہیں کہ شہید کی موت دوسری اموات سے ہزار ہا درجہ افضل ہے۔ حتی کہ شہید فی کتب اللہ کو مردہ تک کہنے سے منع کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُغْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَمْوَاتٌ وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ (البقرہ ۱۵۴)۔ چنانچے بعد شہید کا ذکر خاص بعد العام کے قبیلہ سے ہے جیسے قرآن پاک میں ملائکہ کے بعد جبریل اور میکائیل کا ذکر خاص طور پر پایا جاتا ہے۔ مثلاً فرمان باری تعالیٰ ہے مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ (البقرہ ۹۸)۔

شہید کا نام شہید اس لئے ہے کہ ملکہ حکیم اور تقسیم کی خاطر اس کی موت کی شہادت دیتے ہیں۔ پس یہ مشہود کے معنی میں ہوگا۔ جیسے فعلیل مفعول کے معنی میں آتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مقتول فی سبیل اللہ چونکہ مشہود لہ بالجنۃ ہے یعنی اس کے جتنی ہونے کا وعدہ ہے۔ اس لئے اس کو شہید کہا گیا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ مقتول فی سبیل اللہ چونکہ زندہ ہے اور خدا کے پاس موجود ہے اس لئے اس کو شہید کہا گیا ہے۔ چونکہ شہید کے معنی بھی موجود اور حاضر کے ہیں۔ فقہاء کی اصطلاح میں شہید وہ ہے جس کو شرکین نے قتل کر ڈالا یا مہرکہ جنگ میں پڑا دیا گیا اور اس سے بدن پر قتل کا اثر ہے یا اس کو مسلحانوں نے ظلماً قتل کیا اور اس کے قتل کی وجہ سے دیت واجب نہیں ہوئی۔

شہادت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ احکام آخرت میں شہید ہے اگرچہ دنیاوی احکام میں اس کو قتل وغیرہ دیا جائے۔ دوم یہ کہ دنیاوی آخرت دونوں میں شہید ہے۔ حتی کہ اس کو قتل نہیں دیا جائے گا۔

شہید کی تعریف

الشَّهِيدُ مَنْ قَتَلَهُ الْمُسْرِكُونَ أَوْ وَجَدَ فِي الْمَغْرِبَةِ وَبِهِ أَنْفَرُ أَقْبَلَهُ الْمُسْلِمُونَ ظَلَمًا وَلَمْ يَحِبْ بِقَتْلِهِ دِيَّةً فَيَكْفُرُ وَيُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَلَا يَغْسِلُ لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى شَهِدَاءِ أُخْبِدَ وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ وَزَلُّواهُمْ بِكُلِّ مِهْمٍ وَدَمَائِهِمْ وَلَا تَغْسِلُوهُمْ فَكُلُّ مَنْ قُتِلَ بِالْحَدِيدِ ظَلَمًا وَهُوَ طَاهِرٌ بِالْبَالِغِ وَلَمْ يَحِبْ بِهِ عَوَضَ مَالِيٍّ فَهُوَ فِي مَعْنَاهُ قَتْلُ الْخَقِّ بِهِمْ وَالسَّرَادُ بِالْأَثَرِ الْحَرَاةُ لِأَنَّهَُا دَلَالَةُ الْقَتْلِ وَكَذَا خَرُوجُ الدَّمِ مِنْ مَوْضِعٍ غَيْرِ مَعْنَادِ كَالْعَيْنِ وَنَحْوِهِ وَالشَّاهِدِيُّ يَخَالِفُ فِي الصَّلَاةِ وَيَقُولُ السَّبْفُ مَخَاءً لِلذَّنُوبِ فَاغْنِي عَنِ الشُّفَاعَةِ وَنَحْنُ نَقُولُ الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ لَا تُظَاهَرُ كَرَامَتُهُ وَالشَّهِيدُ أَوَّلِيُّ بَهَا وَالطَّاهِرُ عَنِ الذَّنُوبِ لَا يَسْتَفْنِي عَنِ الدُّعَاءِ تَحَالُفِي وَالضَّيْبِي

ترجمہ شہید وہ ہے جس کو شترکین نے قتل کیا یا مکر میں بی دراضی بلکہ اس پر اثر ہے یا اس کو مسلمانوں نے قتل کیا ظلماً اور ان قتل کی وجہ سے دین واجب نہ ہوئی ہو تو اس کو کفن یا جائے اور اس پر نماز پڑھنی چاہئے اور اس کو غسل نہ دیا جائے۔ کیونکہ ایسا مقتول شہداء و اہل بیت کے معنی میں ہے۔ اور حضور ﷺ سے شہداء واحد کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کو لپیٹ دو ان کے زخموں اور خونوں کے ساتھ اور ان کو غسل مت دے۔ پس جو شخص قتل کیا گیا یا حصار و آواز سے قتل کیا گیا اور یہ پاک اور بائع ہو اور اس قتل کی وجہ سے عوض نہ ہو یا ہو تو وہ بھی شہداء واحد کے معنی میں ہے تو انہیں کے ساتھ احق کیا جائے گا۔ اور اثر سے مراد زخم ہے کیونکہ زخم دلیل قتل ہے اور اسی طرح عدوت کے خلاف جگہ سے خون چھن جیسے آنسو اور اس کے نندہ اور اما مشافعی نماز میں ہمارے مخالف ہیں اور اما مشافعی کہتے ہیں کہ توار کیا ہوں جو کھڑے والی ہے۔ پس اس نے شفاعت سے مستغنی کر دیا اور ہم کہتے ہیں کہ میت پر نماز پڑھنا اس کی نرمت خدائے کرنے کے لئے ہے اور شہید اس کا زیادہ مستحق ہے اور جوئی گنہوں سے پاک ہو وہ دعا سے مستغنی نہیں ہو چکا جیسے نبی اور پیغمبر۔

تشریح صاحب قدوری نے کہا ہے کہ شہید کی چند صورتیں ہیں:

(۱) کسی مسلمان کو شترکین نے قتل کر دیا خواہ کسی آیت یا کفریہ سے

(۲) کوئی مسلمان میدان جنگ میں اس حال میں پایا گیا کہ اس کے بدن پر زخم غیرہ کا اثر ہے۔

(۳) کسی مسلمان کو مسلمانوں نے ظلم قتل کیا اور اس قتل کی وجہ سے دین واجب نہ ہوئی ہو۔ ان تینوں صورتوں میں حکم یہ ہے کہ بالاتفاق کفن دیا جائے اور جب شہداء واحد کے معنی میں ہو تو اس کو بالاتفاق غسل نہ دیا جائے البتہ نماز میں اختلاف ہے۔ چنانچہ ہمارے نزدیک شہیدوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اما مشافعی کے نزدیک نہیں پڑھی جائے گی۔ شہید کو کفن تو اس لئے دیا جائے گا کہ کفن دینا ہوتا دم کے مردوں میں سنت ہے۔ پس اگر شہید کے بدن پر پینہ ہو تو ان کو اتارنا نہ چاہئے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے **وَقَبِّلُوهُمْ بِكُلِّ مِصْبَعٍ وَدَمِائِهِمْ** اور ایک روایت میں ہے **يُنْبِئَانِيَهُمْ** یعنی ان کو لپیٹ دو ان کے زخموں اور ان کے خونوں اور ان کے کپڑوں کے ساتھ۔ شہید کے بدن پر اگر ٹوٹی ہوئی موزہ اور پتھیا وغیرہ ہوں تو ان کو اتار دیا جائے اس لئے کہ یہ چیزیں کفن کی جنس سے شمار نہیں ہوتیں۔ ہاں اگر کفن کے کپڑوں میں کسی ہوتا ان کا اضافہ کر دیا جائے اور شہیدوں کو غسل نہ دینا اس لئے ہے کہ شہید شہداء واحد کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور شہداء واحد کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے **وَلَا تَقْبِلُوهُمْ** ان کو غسل مت دو ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے راستے میں اگر کوئی زخمی ہو گیا تو کفن قیامت کے دن اللہ کے حضور میں اس حال میں پیش کیا جائے گا کہ اس کا رنگ تو خون جیسا ہو گا مگر خوشبو محکم جیسی ہوگی۔

صاحب ہادیہ کہتے ہیں کہ جس شخص کو زحمت سے قتل کیا گیا ہو اور وہ پاک اور بائع ہو اور اس قتل کی وجہ سے عوض نہ ہو یا ہو تو وہ بھی شہداء واحد کے معنی میں ہے۔ لہذا اس کو بھی شہداء واحد کے ساتھ احق کیا جائے گا۔

شہید کی نماز میں ہمارا اور امام شافعی کا اختلاف ہے، چنانچہ ہمارے نزدیک شہید کی نماز جنازہ بھی فرض علی الملأ ہے اور امام شافعی شہید کی نماز کے قائل نہیں ہیں، امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ نماز جنازہ اور حقیقت میت کے لئے سفارش اور دعا ہے اور توار جو شہید پر پڑائی گئی ہے وہ اس کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے پس جب کھوار نے شہید کے گناہوں کو مٹا دیا تو اس کے لئے سفارش اور دعا کی کوئی ضرورت

نہیں رہی۔ اس لئے کہا گیا کہ شہید پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

بہارن طرف سے جواب یہ ہے کہ میت پر نماز جنازہ فقط دعا کے طور پر نہیں ہے۔ بلکہ دعا کے علاوہ میت کی تکریم و تعظیم کا طے بہرہ بھی ہوتا ہے اور شہید تکریم کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ اس لئے دیگر موقع کی طرح شہید کی بھی نماز پڑھی جائے گی اور امام شافعی کا یہ کہنا کہ جو شخص گنہگار ہو اس کے پاک ہونے کا یہ مستحق ہوتا ہے غلط ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ پاک کون ہوگا اور تا باغ پختہ بھی گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ اس کے باوجود دونوں پر نماز پڑھنا فرض ہے۔ پس جب نبی اور صبی پر نماز پڑھنا فرض ہے تو شہید پر بھی نماز پڑھنا فرض ہوگا۔

حریوں، باغیوں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں قتل ہونے والے کا حکم

وَمَنْ قَتَلَ أَهْلَ الْحَرْبِ أَوْ أَهْلَ النُّجَى أَوْ قَطَعَ الطَّرِيقَ لِغَايَةِ شَيْءٍ قَتَلَهُ كَمَا يُقْتَلُ لِأَنَّ شَهْدَاءَ أُحُدٍ مَا كَانَ كُلُّهُمْ قَبِيلَ السَّيْفِ وَالسَّلَاةِ

ترجمہ اور جس کو حریوں نے قتل کیا ہو یا باغیوں نے یا ڈاکوؤں نے کسی بھی چیز سے قتل کیا ہو اس کو قتل نہ دیا جائے کیونکہ شہداء احد سب کے سب تلوار تھیں رہی سے قتل نہیں کئے گئے تھے۔

تشریح مسئلہ اگر کسی مسلمان کو دار الحرب سے کافروں نے قتل کر دیا یا دارالاسلام کے باغیوں نے قتل کیا یا ڈاکوؤں نے قتل کیا کسی بھی چیز سے قتل کیا ہو مقتول شہید ہلائے گا اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ دلیل یہ ہے کہ شہداء احد سب کے سب تلوار اور تھیں رہی سے مقتول نہ تھے۔ بلکہ بعض کو ان کے سر میں پتھر، رک رکھا گیا تھا اور بعض کو ڈنڈے سے ہلاک کیا گیا تھا۔ پس یہ معلوم ہوا کہ شہید ہونے کے لئے لوہے کے آگ سے مقتول ہونا شرط نہیں ہے۔ لیکن یہ اعتراض اپنی جگہ ہے کہ اہل اسلام میں سے ڈاکو یا باغی کا مقتول شہداء احد کے معنی میں نہیں ہے۔ ہذا ان کے ہاتھوں مقتول مسلمان کو شہید نہ کہنا چاہئے۔ جواب ہم کو جس طرح حریوں سے قتال کا امر کیا گیا ہے۔ اسی طرح باغیوں سے بھی قتال کا حکم کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے فَصَابِلُوا الَّذِينَ تَبَغُّوْا حَتَّى تَقُوْا إِلَى أَمْرِ اللَّهِ یعنی جو جہت بظن و تہمت سے اس سے قتال کرو یہاں تک کہ اللہ کے امر کی طرف رکوع کرے۔ پس جو شخص باغی کے ہاتھوں قتل ہوا اس نے بھی اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنی جان دیدے، پس کفار کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے مارا جانا اور باغیوں کے ہاتھوں مقتول ہونا دونوں برابر ہیں۔ اسی طرح ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے مقتول ہونا بھی اللہ کی خوشنودی کے لئے پن دینا ہے اس لئے کہ ڈاکوؤں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اَللّٰهَ وَرُسُلَهٗ اَلَّذِيْنَ قَتَلُوْا اَللّٰهُ تَعَالٰی نے ڈاکوؤں کو اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ محاربہ کرنے والا فرمایا ہے۔ اب جو ڈاکوؤں کے ساتھ محاربہ کرے گا اور ان کے ہاتھوں مقتول ہوگا تو گویا اس نے اللہ اور رسول کی طرف سے جنگ کی اور مارا گیا اور جو شخص اللہ اور رسول ﷺ کی طرف سے ان کو راضی کرنے کے لئے جنگ کرے گا تو وہ قتل ہو جائے گا تو وہ بھی محاربہ کفر میں مقتول کے مانند ہے، اور جو مسلمان محاربہ کفار میں مقتول ہو گیا وہ بلاشبہ شہید ہے۔ لہذا باغیوں اور ڈاکوؤں کے ہاتھ سے مقتول بھی اسی کے مانند شہید ہوگا۔

جنبی شہید کو غسل دینے کا حکم، اقوال فقہاء

وَإِذَا اسْتُشْهِدَ الْجُنُبُ غُسِّلَ عِنْدَ إِنِّ حَقِيقَةً وَقَالَ لَا يُغْسَلُ لِأَنَّ مَا وَجَبَ بِالْحَنَابَةِ سَقَطَ بِالْمَوْتِ وَالْمَوْتِ كَمَ

بِحَبِّ الشَّهَادَةِ وَلَا يَمْنَعُ حَبْلَهُ أَنْ الشَّهَادَةُ عُرِفَتْ مَابَعَهُ غَيْرَ رَافِعَةٍ فَلَا تَرْفَعُ الْجَنَابَةَ وَقَدْ صَحَّ أَنْ حَبْلُهُ لَمَّا اسْتَشْهِدَ جُنِبًا عَسَلَهُ الْمَلَكُ وَعَلَى هَذَا الْجَحْلَانِ وَالنَّفْسَاءِ إِذَا طَهَّرْنَا وَكَذَا قَبْلَ الْإِنْقِطَاعِ فِي الصَّحِيحِ مِنَ الرُّوَايَةِ وَعَلَى هَذَا الْعِلَافِ الْقَبِيحِ لَهْمَا أَنَّ الْقَبِيحَ أَخْبَرَهُ الْكُفْرَانَةُ وَلَهُ أَنَّ السَّيْفَ كَفَى عَنِ الْعُسَى فِي حَقِّ شَهْدَاءِ أَحْمَدٍ بِوَضُفٍ كُتِبَ طَهَارَةُ وَلَا ذَنْبٌ عَنِ الْقَبِيحِ فَلَمْ يَكُنْ فِي مَعَاهِهِ

ترجمہ اور اگر حالت جنابت میں شہید ہوا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو غسل دیا جائے گا اور صاحبین نے کہا کہ اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ جو غسل جنابت کی وجہ سے واجب ہوا وہ موت سے ساقط ہو گیا۔ اور دوسرا غسل شہادت کی وجہ سے واجب نہیں ہے۔ اور ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ شہادت تو اس طرح پہنچی گئی کہ وہ غسل میت کے واجب ہونے سے مانع ہے نہ کہ غسل واجب کو رفع کرنے والی۔ پس وہ جنابت کو دور نہ کرے گی۔ اور یہ صحیح ہے کہ حنظل جب جنابت کی حالت میں شہید ہوئے تو ان کو ملائکہ نے غسل دیا تھا اور اسی اختلاف پر جنس والی اور نفس والی عورت ہے۔ جبکہ وہ پاک ہو جائیں اور یونہی انقطاع سے پہلے بے صحیح روایت کے مطابق اور اسی اختلاف پر بچہ ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ بچہ اس کرامت کا زیادہ مستحق ہے اور ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ شہداء احد کے حق میں غسل سے کموار کافی ہوگئی اس وصف کے ساتھ کہ کموار گناہوں سے پاک کرنے والی ہے اور بچہ پر کوئی گناہ نہیں ہے تو بچہ شہداء احد کے معنی میں نہ ہوا۔

تشریح مسئلہ جنسی مسلمان اگر شہید ہو گیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو غسل دیا جائے یہی امام احمد کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک غسل نہ دیا جائے۔ اسی کے قائل امام شافعی ہیں۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جو غسل جنابت کی وجہ سے واجب ہو تھا وہ موت سے ساقط ہو گیا کیونکہ موت کی وجہ سے وہ غسل جنابت کا مکلف ہونے سے نکل گیا ہے اور دوسرا غسل یعنی غسل میت شہادت کی وجہ سے واجب نہیں ہوا کیونکہ شہادت واجب غسل سے مانع ہے اس لئے کہ شہداء کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے رَمِلُواهُمْ يَكُونُوا بِهِمْ وَلَا تَغْسِلُواهُمْ حدیث میں اس کی کوئی تفصیل نہیں کہ شہید جنسی ہو یا غیر جنسی ہو۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ شہادت، غسل میت واجب ہونے سے مانع تو ہے لیکن اگر پہلے سے غسل واجب ہو تو اس کو رفع کرنے والی نہیں ہے۔ چنانچہ شہید کے کپڑے پر اگر نجاست لگی ہو تو اس کو دھونا ضروری ہے۔ لیکن اس کے بدن کے خون کو دھونا ضروری نہیں ہے۔ پس شہادت چونکہ رفع نہیں ہے اس لئے شہادت جنابت کو بھی دور نہ کرے گی۔ اور جب جنابت کو دور نہیں کیا تو جنسی شہید کو غسل جنابت دینا واجب ہوگا۔ اس کی تائید اس واقعہ سے بھی دہوتی ہے کہ حضرت حنظل جب شہید ہو گئے تو فرشتوں نے ان کو غسل دیا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے گھر والوں سے دریافت فرمایا کہ حنظل کس حال میں تھے ان کی بیوی نے کہا کہ مجھ سے جماع کیا تھا جب جنگ کا اعلان سنا تو بغیر غسل کے شریک جنگ ہو کر شہید ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہی سبب ہے اگرچہ اعتراض کیا جائے کہ بندوں کا غسل دینا واجب ہے نہ کہ ملائکہ کا۔ پس اگر شہید جنسی کو غسل دینا واجب ہوتا تو حضور ﷺ حنظل کو دوبارہ غسل دینے کا حکم فرماتے۔ جواب واجب تو فقط غسل دینا ہے۔ غسل دینے والا کوئی بھی ہوا چنانچہ آپ ﷺ ملاحظہ فرمائیں کہ جب ملائکہ نے آدم کو غسل دیا تو واجب ادا ہو گیا۔ اولاد آدم نے آدم کے غسل کا وہ نہیں کیا۔ اگر ملائکہ کا دیا ہو غسل کافی ہوتا تو اولاد آدم کے غسل کا اعادہ کرتی اور رسول اکرم ﷺ حضرت حنظل کے غسل کا اعادہ فرماتے۔

یہی اختلاف حدیث اور نحو اس والی عورت میں ہے۔ یعنی اگر حیض یا نداس کا خون منقطع ہو کر پاک ہوگئی اور ابھی غسل نہیں کیا اس حالت میں شہید ہوئی تو وہ مبراہ وظیفہ کے نزدیک غسل دیا جائے گا کیونکہ وہ صاحبہ کے نزدیک شہادت مانع وجوب غسل سے رافع غسل نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک غسل نہ دیا جائے کیونکہ اول تو موت کی وجہ سے ساقط ہو گیا اور ثانی شہادت کی وجہ سے واجب نہیں ہوا۔ اور آپ روایت کے مطابق اگر خون بند ہونے سے پہلے شہید ہوئی تو وہ صاحبہ کے نزدیک اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ خون منقطع ہونے سے پہلے اس پر غسل واجب ہی نہیں ہوا اور دوسری روایت کے مطابق غسل دیا جائے گا۔ یہی صحیح روایت ہے۔ کیونکہ موت کی وجہ سے انقطاع دم حاصل ہو گیا اور دم ساکلاً انقطاع سے وقت غسل واجب رہتا ہے اور بچہ اگر شہید کر دیا گیا تو وہ صاحبہ کے نزدیک اس کو غسل دیا جائے گا اور صاحبین کے نزدیک غسل نہ دیا جائے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ شہید سے غسل کا ساقط نہ ہوا اس لئے ہے کہ اس کی مصیبت ہمارے ہاتھ پر ہے۔ پس شہید کو غسل نہ دینا اس کے ازار کے پیش نظر بنا اور بچہ کی مصیبت زیادہ ہے لہذا اس پر ازار کا زیادہ مستحق ہے۔

امام ابو ظیفی کی دلیل یہ ہے کہ شہداء احد کے حق میں میں تلوار غسل سے کافی ہوگئی۔ کیونکہ تلوار ان ہوں سے پاک کر دیتی ہے۔ یعنی شہداء مبراہ و غسل اس لئے نہیں دیا گیا کہ تلوار ان کے ہاتھوں سے پاک نہ رہے اور چونکہ بچہ پر کوئی نہ ہو نہیں سکتا اس لئے بچہ شہداء احد کے معنی میں نہ ہوگا۔ اور جب شہداء احد کے معنی میں نہ ہوا تو شہداء احد کی طرح بچہ سے غسل بھی ساقط نہ ہوگا بلکہ بچہ کو غسل دیا جائے گا۔

شہید سے خون نہ پونچھا جائے اور نہ کپڑے اتارے جائیں، زائد اشیاء اتار لی جائیں

وَلَا يُغَسَّلُ الشَّهِيدُ دَمًا وَلَا يَنْزَعُ عَنْهُ لِأَمْرٍ أَوْ لِبَاسٍ وَلَا يَنْزَعُ عَنْهُ الْقُرْؤُ وَالْخِشْيُ وَالسَّلَاحُ وَالْحَقُّ لِأَنَّهُ لَا يَسُوعُ مِنْ حَيْثُ الْكُفْرِ وَيُرِيدُونَ وَيَقْصُونَ مَا شَاءُوا إِنَّمَا مَا لِلْكَافِرِينَ

ترجمہ اور شہید سے اس کا خون نہ دھویا جائے اور نہ اس سے اس کے کپڑے اتارے جائیں اس حدیث کی وجہ سے جو ہم نے روایت کی ہے اور شہید سے جدا کر دی جائے چستین، روٹی وغیرہ بھراؤنی چیز، ہتھیار اور موزے کیونکہ یہ چیزیں کفن کی جنس سے نہیں ہیں اور کفن سنت پر راکرنے کے لئے جو چاہیں گھٹائیں اور بڑھا سکیں۔

تشریح شہید کے بدن پر اگر چہرے کا کوئی لباس چستین وغیرہ ہو یا روٹی سے بھراؤنی چیز ہو یا ہتھیار اور موزہ ہو تو ان کو اتار دیا جائے۔ یہ علماء احناف کا مذہب ہے۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ شہید کے بدن سے کوئی چیز نہ اتاری جائے۔ امام شافعی کی دلیل حضور ﷺ کا قول وَمَلَوْهُمُ اَخْبَہ۔ یعنی شہداء کو ان کے کپڑوں میں لپیٹ دو۔ اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے کہ کس کپڑے میں لپیٹا جائے اور کس کو اتارا جائے اس لئے حدیث کے اطلاق کا مقتضی یہ ہے کہ کوئی کپڑا شہید کے بدن سے نہ اتارا جائے۔ ہماری دلیل حدیث ابن عباس ہے قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِغَسْلِ أَحَدِ أَنْ يُزَوَّجَ عَنْهُمْ الْحَبْلُودَ وَالْجُلُودَ وَأَنْ يُدْفِنُوا بِلِبَاسِهِمْ وَبِحَابِطِهِمْ۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے مقتولین احد کے بارے میں حکم دیا کہ ان سے لوہا، چستین وغیرہ اتار دو۔ اور ان کے خون اور کپڑوں میں دفن کر دو۔ بظاہر یہ ہے کہ نہ وہ وہ دونوں حدیثیں متعارض ہیں۔ اس لئے ہم ان دونوں کو چھوڑ کر قیاس کی طرف رجوع کریں گے۔ اور قیاس یہ ہے کہ چستین وغیرہ کو اتار دیا جائے۔ کیونکہ یہ چیزیں کفن کی جنس سے نہیں۔

شہید کے بدن پر اتر رہے دستوں سے کم کپڑے ہوں تو ان میں اضافہ کر کے ہر دستوں پر دوپٹے لگا دو۔ ہر دستوں سے زائد کپڑے ہوں تو کم کر کے ہر دستوں کو باقی رکھا جائے۔

ارحاث کی تعریف

وَمِنْ اَرْثَتِّ عُيْلٍ وَهُوَ مَنْ صَارَ خَلِيفًا فِي حُكْمِ الشَّهَادَةِ لِغَيْبِ مَتَابِعِ الْحَيَاةِ لِأَنَّ بَدْلَكَ يُخَفَّفُ نَزْرَ الظُّلْمِ فَلَمْ يَكُنْ فِي مَعْنَى شَهْدَاءِ أَحَدٍ، وَالْاِزْنَانُ أَنْ يَكُنْ كُلٌّ أَوْ يَسْتَوِ أَوْ يَنْفَادُ أَوْ يُثَقِّلُ مِنَ الْمَعْرِكَةِ لِأَنَّهُ نَالَ بَعْضُ مَرَاغِي الْحَيَاةِ، وَشَهْدَاءُ أَحَدٍ مَاتُوا عَطَاشًا وَالْكَاسُ نَدَارٌ عَلَيْهِمْ فَلَمْ يَقْبَرُوا حَوْفًا مِنْ مُقْصَانِ الشَّهَادَةِ إِلَّا إِذَا حُمِلَ مِنْ مَضْرُوعِهِ غِيْلًا نَطَأَهُ الْحَيُولُ لِأَنَّهُ مَاتَ نَالَ كَيْسًا مِنَ الرِّيحِ وَلَوْ أَوَاهُ قُسْطَاطٌ أَوْ حَنْدٌ كَانَ مُرْتَبًا لِمَا بَيْنَنَا وَلَوْ بَقِيَ حَيًّا حَتَّى مَضَى وَقْتُ صَلَوةٍ وَهُوَ يُعْقِلُ فَيُؤْمَرُكَ لِأَنَّ تِلْكَ الصَّلَاةَ ضَارَتْ دِينًا فِي دَعْوِهِ وَهُوَ مِنْ أَحْكَامِ الْأَحْيَاءِ وَقَالَ وَهَذَا مَرْوِيُّ عَنْ أَبِي يُونُسَ وَلَوْ أَوْضَى بَسْنِي مِنْ أُمُورِ الْأَجْرَةِ كَانَ إِزْنَانًا عِنْدَ أَبِي بَسْرٍ مَعْنَى لِأَنَّهُ إِذَا تَبَيَّنَ قِيَامُكَ وَعِنْدَكَ مُحَمَّدٌ لَا يَسْكُونُ لِأَنَّ سِرَّ أَحْكَامِ الْأُمُورِ

ترجمہ اور جو شخص ارحاث پائے اس کو غسل دیا جائے اور یہ وہ ہے کہ جو شہادت میں پران ہو یہ منافعِ زندگی حاصل ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے ظلم کا اثر جکا ہو جائے گا۔ پس وہ شہداءِ واحد کے معنی میں نہ رہا۔ اور ارحاث یہ ہے کہ خاصہ یا عیب و سبب یا اس کی دوا کی جائے یا معرکہ سے منتقل کر لیا جائے۔ اس لئے کہ اس نے زندگی کے چوتھے منافع حاصل کر لیے اور شہداءِ واحد کو قیامت میں مرنے کا تکلیف دینی کا پیر۔ ان پر تھم دیا جائے یا تھمیں انہوں نے نقصانِ شہادت کے خوف سے اس کو قبول نہ کیا مگر جب عقل سے اس لئے اٹھا لائے کہ اس کو گھوڑے نہ روکنا اہل اس لئے کہ اس نے راحت سے کچھ حاصل نہ کیا اور اس کو بڑا یا بچہ نہ لیا۔ میں بعد میں تو اس نے ارحاث پالیا۔ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی اور اوروں نے نکاح وقت نہ لیا تب زندہ رہا۔ مگر یہ سب تو وہ بھی رشتہ حاصل کرنے والا ہے۔ کیونکہ یہ نماز اس کے قدم میں دین ہوئی اور یہ زندہ رہا اس کے احکام میں سے ہے۔ مصنف نے کہا کہ یہ امام ابو یوسف سے مروی ہے اور امام ابو حنیفہ سے کسی چیز کی وصیت نہ تو ابو یوسف نے نہ ایک یہ بھی ارحاث نہ کا۔ کیونکہ یہ بھی راحت ہے۔ اور امام محمد کے نزدیک یہ ارحاث نہیں ہے کیونکہ یہ مردوں کے احکام میں سے ہے۔

تشریح ارحاث کے معنی ہیں پرانہ یا بانا۔ کوئی کشتہ پرانہ کپڑا۔ اس کے معنی ہیں۔ صورتِ مسند یہ ہے کہ مقتول فی سبیل اللہ نے اُمر زخم کھانے کے بعد دوسرے سے پہلے جو منافعِ زندگی حاصل کر لیے تو کچھ جائے گا کہ یہ شہید پران ہو گیا۔ اور چونکہ منافعِ زندگی حاصل کرنے کی وجہ سے ظلم کا اثر بھی جکا ہو گیا ہے۔ اس لئے یہ شہداءِ واحد کے معنی میں نہ رہا۔ اب شہداءِ واحد کے معنی میں نہ رہا تو اس کو غسل دیا جائے گا۔ کیونکہ غسل کا ساقط ہونا اس شہید کے حق میں ہے جو شہداءِ واحد کے معنی میں ہو۔

صاحبِ قدوری نے بتایا کہ ارحاث یہ ہے کہ مقتول فی سبیل اللہ نے پہلے کچھ کھائے یا کھوئی لے۔ یا سو جائے یا اس کا عذاب معاف کیا جائے معرکہ جنگ سے بغرضِ راحت منتقل کر دیا جائے کیونکہ اس نے زندگی کے چوتھے منافع حاصل کر لیے۔ اب شہداءِ واحد کا حال یہ تھا کہ پانی ان کو پیش کیا جائے مگر انہوں نے نقصانِ شہادت کے خوف سے قبول نہ کیا اور یونہی تپ تپ کر جان دے دی۔ ہاں اگر کسی شہید کو عقل سے اس لئے منتقل کیا گیا کہ عقل میں اس کو گھوڑے نہ روکنا اہل اس تو یہ ارحاث نہ ہو گا۔ کیونکہ اس نے کوئی راحت

حاصل نہیں کی ہے اور اگر اس کو بڑے یا چھوٹے ٹیمہ میں بنا دہی تو وہ ارشاث پائے والا شہید ہوگا۔ اور اگر شہید ایک نماز کے وقت گزرنے تک زندہ رہا اور اس حال میں زندہ رہا کہ اس کے جوش و خواسق جاتی ہیں تو یہ بھی ارشاث پائے والا ہوگا۔ کیونکہ یہ نماز اس کے ذمہ میں دین ہو گئی اور نماز کا کسی کے ذمہ میں دین ہونا دنیا کے احکام میں سے ہے۔ صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ یہ امام ابو یوسف کی روایت ہے اور اگر مقتول فی سبیل اللہ نے ہر آخرت میں سے کسی چیز کی وصیت کی تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بھی ارشاث ہے کیونکہ یہ حصول ثواب کی راحت ہے اور امام محمد کے نزدیک یہ ارشاث نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مردوں کے احکام میں سے ہے۔

شہر میں پائے جانے والے مقتول کے غسل کا حکم

وَمَنْ وَجَدَ قَبِيلًا فِي الْمَضَرِّ غَيْرَ لِأَنَّ الْوَاجِبَ فِيهِ الْقَسَامَةُ وَالْبَيِّنَةُ فَخُوفُ أَثَرِ الظُّلُمِ إِلَّا إِذَا عَلِمَ أَنَّهُ قُتِلَ بِحَدِيثٍ فَلَمْ يَلْمِ إِلَّا الْوَاجِبَ فِيهِ الْبُضَافُ وَهُوَ عَقُوبَةُ الْقَاتِلِ لَا يَتَخَلَّصُ عَنْهَا ظَاهِرُ أَمَانَةٍ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّمَا فِي الْعُقُوبَةِ وَعَسَدِ نَفْسِ يَوْسُفَ وَصَحْبِهِ مَا لَا يَلْبَثُ كَالسَّيْفِ وَيُعْرِضُ لِلْجَنَائِزَاتِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

ترجمہ اور جو شخص شہر کے اندر مقتول پایا گیا اس کو غسل دیا جائے کیونکہ اس قتل میں واجب تو قسامت اور دیت ہے۔ اس لئے ظلم کا اثر ہلکا پڑ گیا۔ مگر جب یہ معلوم ہو کہ یہ دھار دار آلہ سے ظلماً قتل کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس میں قصاص واجب ہے اور وہ عقوبت ہے اور قاتل بظاہر اس سے چمکے رہا نہ پاسکے گا تو یہاں میں یا آخرت میں۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جو چیز دیر نہیں کرتی وہ کوار ہے اور یہ مسئلہ باب الجنائزات میں انشاء اللہ معلوم ہوگا۔

تشریح مسئلہ اگر کوئی مقتول شہر کے اندر پایا گیا اور اس کا قاتل معلوم نہیں تو اس کو غسل دیا جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں اہل مذہب پر دیت واجب ہوگی اور اس دیت کا نفع میت و میتوں پر چلے گا۔ چنانچہ مقتول اگر مدیون ہو تو اس سے اس کا دین ادا کیا جائے گا۔ بہر حال جب دیت کا نفع مقتول کو حاصل ہوا تو اس پر سے ظلم کا اثر ہلکا پڑ گیا۔ اور جب یہ مقتول کامل مظلوم نہ رہا تو شہداء احد کے معنی میں بھی نہیں ہوگا۔ اور شہداء احد کی طرح اس سے غسل ساقط نہ ہوگا۔ ہاں اگر یہ معلوم ہے کہ دھار دار آلہ سے مقتول ہوا اور اس کا قاتل بھی معلوم ہے تو اس کو غسل نہ دیا جائے۔ کیونکہ اس صورت میں قصاص واجب ہے۔ اور قصاص عقوبت ہے نہ کہ عوض اور جب قصاص عقوبت سے عوض نہیں ہے تو ظلم کا اثر بھی ہلکا نہ ہوگا بلکہ مقتول کامل مظلوم ہوگا۔ اور جب مکمل مظلوم ہے تو شہداء احد کے معنی میں ہونے کی وجہ سے اس کو غسل بھی نہ دیا جائے گا۔ اور ہا قاتل تو وہ ہی نہیں سکے گا۔ اس لئے کہ اگر قاتل پر قہر پڑا گیا تو دنیا ہی میں اس سزا کو بھگتے گا۔ اور اگر قاتل نہ ملے تو آخرت میں بھگتے گا۔ حاصل یہ کہ اگر قاتل کی وجہ سے قاتل یا اولیاء قاتل یا اس کے قافلہ پر دیت جب ہوئی تو مقتول دنیا میں شہید نہیں ہوگا۔ مگر مردوں کی طرح اس کو بھی غسل دیا جائے گا اور اگر قاتل کی وجہ سے قصاص واجب ہوا تو مقتول شہید ہوگا اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

اس جہد ایک سوال ہو سکتا ہے کہ جس کے قتل کی وجہ سے قصاص واجب ہوا ہے وہ شخص شہداء احد کے معنی میں نہیں ہے۔ کیونکہ شہداء احد کے قتل کی وجہ سے کوئی چیز واجب نہیں ہوئی تھی اور جو شخص شہداء احد کے معنی میں نہ ہو اس کو غسل دیا جاتا ہے۔ لہذا اس کو بھی غسل دیا جاتا ہے جس کے قتل کی وجہ سے قصاص واجب ہوتا ہے۔ جو اب قصاص کا فائدہ اولیاء مقتول اور جملہ اہل نوح کو پہنچتا ہے۔ مقتول کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ پس جس طرح شہداء احد کو کوئی نفع حاصل نہیں ہوا۔ اسی طرح اس کو بھی کوئی نفع حاصل نہیں ہوا۔

برخلاف دیت کے کیونکہ دیت کا نفع مقتول کو پہنچتا ہے حتیٰ کہ مال دیت سے اس کا قرض ادا کیا جائے گا اور اگر وصیت کی ہو تو اس کو نافذ کیا جائے گا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ جو چیز قتل میں دیر نہیں لگاتی وہ بھی گوارہ کے مانند ہے یعنی اگر شہر میں کوئی مقتول پایا گیا اور اس کا قتل بھی معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ آگ دھار دار کے علاوہ کسی بھاری پتھر یا لٹھ وغیرہ سے مارا گیا ہے تو صاحبین کے نزدیک قاتل پر قصاص بھی واجب ہوگا اور چونکہ لٹھ یا مقتول ہوا اس لئے شہید ہونے کی وجہ سے غسل بھی نہیں دیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک آگ دھار دار کے علاوہ کسی بھاری چیز سے قتل کی صورت میں قاتل پر قصاص واجب نہ ہوگا۔ حاصل یہ کہ وجوب قصاص کے لئے امام صاحب کے نزدیک آگ دھار دار سے قتل کرنا شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک شرط نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے کتاب الجنایات کو ملاحظہ فرمائیں۔

حد اور قصاص میں قتل ہونے والے کو غسل دینے اور اس پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

وَمَنْ قُتِلَ فِي حَيْدٍ أَوْ قِصَاصٍ عَرِلَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ إِنَّهُ بَازِلٌ نَفْسِهِ لَا بَغْيًا حَتَّى مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ وَشَهِدَاءُ أُخْبِرُوا أَنفُسُهُمْ مَرُصَاتٍ اللَّهُ تَعَالَى فَلَا يُلْحَقُ بِهِمْ وَمَنْ قُتِلَ مِنَ الْعَاقَةِ أَوْ قُطِّعَ الظَّرْفُ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ لِأَنَّ عَقَبًا لَمْ يُصَلَّ عَلَى الْعَاقَةِ

ترجمہ اور جو شخص حد یا قصاص میں قتل کیا گیا تو اس کو غسل دیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے کیونکہ اس نے ایسا حق ادا کرنے کے لئے اپنی جان و صرف کیا ہے جو حق اس پر واجب ہے اور شہداء واحد نے اپنی جانوں کو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے صرف کیا ہے، لہذا مقتول فی الحد و القصاص کو شہداء واحد کے ساتھ تاقین نہیں کیا جائے گا۔ اور ہانیوں یا ذائقوں میں سے اگر کوئی قتل ہوا تو اس پر نماز نہ پڑھی جائے گی اس لئے کہ حضرت علیؑ نے ہانیوں پر نماز نہیں پڑھی ہے۔

تشریح اگر کوئی شخص حد یا قصاص میں قتل ہوا تو اس کو غسل بھی دیا جائے اور اس پر جنازہ کی نماز بھی پڑھی جائے، کیونکہ اس نے حق وادارہ کرنے کے لئے جان دی ہے اور شہداء واحد نے فقط اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جان دی تھی۔ اس لئے حد یا قصاص میں قتل ہونے والے کو شہداء واحد کے ساتھ تاقین نہیں کیا جائے گا۔ نیز مروی ہے کہ حضرت عمارؓ کو شہداء کر دیا گیا تو ان کے چچا دربار رسالت میں حاضر ہو کر یوں کہنے لگے قُتِلَ مَاعِزٌ كَمَا يُقْتَلُ الْبُكْلَابُ فَمَاذَا تَأْمُرُونِي أَنْ أُضْعِفَ بِهِ اللَّهُ رَسُولَهُ مَاعِزٌ كَوْتُونَ کی طرح قتل کر دیا گیا۔ فرمائیے! میں اب اس کے ساتھ کیا کروں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا لَا تُصَلِّ هَذَا، فَقَدْ سَابَّ تَوْبَتَهُ لَوْ قُبِضَتْ تَوْبَتُهُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ لَوْ سَعَتْهُمْ إِذْ هَبَّ وَغَسِلَتْهُ وَصَلَّ عَلَيْهِ یہ میت ہو دو تو یہ کہتا تو یہ بھی ایسی کہ اگر اس کو تمام زمین والوں پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کے لئے کافی ہو جائے، چنانچہ ان کو غسل دے کر اسے کمران کی نماز پڑھو۔ (کتاب فی)

اور اگر کوئی باغی یا کافر قتل کر دیا گیا تو ہمارے نزدیک اس کی نماز نہ پڑھی جائے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کی نماز پڑھی جائے گی۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ باغی اور کافر کو مومن ہے۔ حق واجب کی وجہ سے مقتل کیا گیا ہے پس یہ اس شخص کی مانند ہو گیا جو رجم یا قصاص میں قتل کیا گیا ہے اور سابقہ سطروں میں گذریا کہ مقتول فی رجم و قصاص پر نماز پڑھی جاتی ہے۔ لہذا باغی اور کافر کو مقتول ہوا تو اس کی نماز بھی پڑھی جائے گی۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے خوارن کو غسل دیا تھا، ان کی نماز پڑھی تھی اور انھیں خوارن باغی

ہیں۔ حضرتؑ سے کہا گیا، اہم کفار؟ کیا خوارق کافر ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا: لَا، لَکُنْہُمْ اَحْوَا اَلنَّاسِ بَعْوًا عَلَیْکَ اَیُّہُنَّ، لیکن ہمارے بھائی ہیں، ہم پر بغاوت کی ہے، ایک معلوم ہوا کہ باغیوں اور ڈاکوؤں کو قتل نہ دینا اور نماز پڑھنا ان کو سزا دینے کے لئے اور دوسروں کو تنبیہ دینے کے لئے جیسے ڈاکو کو تین دن تک سولی پر چھوڑا جائے گا، ظاہر ہے کہ سولی پر چھوڑنا اس کے لئے سزا اور دوسروں کے لئے تنبیہ ہے۔ واللہ اعلم بحیل احمد علی عنہ

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ

ترجمہ۔ یہ باب کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے بیان میں ہے

تشریح۔ صلوة فی الکعبہ کو کتاب اصولو کے آخر میں اس لئے ذکر کیا گیا تاکہ کتاب اصولو کا اختتام ایک متبرک چیز پر ہو۔ بیت اللہ کا نام کعبہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ کعبہ یعنی چوکور ہے۔

کعبہ میں فرائض و نوافل ادا کرنے کا حکم، اقوال فقہاء

الصَّلَاةُ فِي الْكَعْبَةِ حَائِزَةٌ فَخْرٌ حَقٌّ وَ تَفْلِيحًا جَلِيلًا لِلشَّافِعِيِّ فِيهِمَا وَلِمَا لَيْکَ فِي الْفَرَضِ لِأَنَّهُ ﷺ صَلَّى فِي حَرَمِ الْكَعْبَةِ يَوْمَ الْفَتْحِ وَلِأَنَّهَا صَلَاةٌ مُسْتَجْمَعَةٌ شَرِيفَةٌ لِيُحْذِرَ اسْتِغْنَاءَ الْفُلَّةِ لِأَنَّ اسْتِغْنَاءَهَا لَيْسَ بِشَرِيفٍ

ترجمہ۔ کعبہ میں نماز پڑھنا جائز ہے خواہ فرض ہو یا نفل ہو۔ امام شافعی کا ان دونوں میں اختلاف ہے اور فرض نماز میں امام مالک کا اختلاف ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فتح کے دن کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے اور اس لئے کہ یہ ایسی نماز ہے جس کی تمام شرطیں جمع ہو گئیں کیونکہ استقبال قبلہ پایا گیا اس لئے کہ تمام قبلہ کا استقبال شرط نہیں ہے۔

تشریح۔ ہمارے نزدیک کعبہ کے اندر فرض نماز اور نفل نماز دونوں جائز ہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک دونوں ناجائز ہیں۔ اور امام مالک کے نزدیک نفل تو جائز ہے البتہ فرض جائز نہیں ہے صاحب نہا نے لکھا ہے کہ کعبہ کے اندر فرض اور نفل کے عدم جواز کی نسبت امام شافعی کی طرف کرنا کتب کا سہو ہے۔ اس لئے کہ اصحاب شافعی نے اپنی کتب میں امام شافعی کا مذہب جواز کا لکھا ہے نہ کہ عدم جواز کا جواب اس کا یہ ہے کہ کعبہ کا اگر دروازہ دکھلا دیا اور آگے ستر نہ ہو تو کعبہ کے اندر فرض اور نفل پڑھنا امام شافعی کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور اگر کعبہ کا دروازہ بند ہو۔ یا آگے ستر نہ ہو تو جائز ہے۔ امام مالک نے دلیل بیان کی ہے کہ جو شخص کعبہ کے اندر نماز پڑھتا ہے۔ وہ قبلہ کے ایک حصہ کا استقبال کرتا ہے۔ اور ایک حصہ کا استہبار کرتا ہے پس نماز کی حالت میں استقبال قبلہ کا تھا مشا تو یہ ہے کہ نماز صحیح ہو اور استہبار کا تھا مشا یہ ہے کہ نماز کا نہ ہو۔ پس جانب فساد کو اٹھایا طرح دی گئی ہے۔ قیاس کا تھا ضائل کے اندر بھی یہی تھا۔ کہ نفل بھی کعبہ کے اندر ناجائز ہو لیکن نفل کے بارے میں چونکہ اثر وارد ہے اس لئے نفل کے اندر قیاس کو ترک کر دیا گیا نیز نفل کی بنیاد نرمی پر ہے۔ چنانچہ تقدیر کو اہتمام کے باوجود غیر کعبہ کے نفل پڑھنا جائز ہے۔ اور فرض چونکہ نفل کے معنی میں نہیں ہے۔ اس لئے فرض کو نفل کے ساتھ لاحق کر کے کعبہ کے اندر فرض پڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

ہمارے دلیل یہ ہے کہ فتح مکہ کے روز آنحضرت ﷺ نے کعبہ کے اندر دو رکعت نفل نماز ادا کی بعد وایت یہ ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ

